تاریخ ابنِ خلدون




حصہ ہشتم

زنگی اور صلاح الدین ایوبی



ترجمہ
سید رشید احمد ارشد

نفیس اکیڈمی - کراچی



تاریخ ابن خلدون حصہ ہشتم

★

زنگی اور خاندان صلاح الدین ایوبی

کے

سلاطین اور تاتاریوں کا زوال

(از ۴۸۷ھ تا ۶۵۸ھ)

اس میں مندرجہ ذیل خود مختار اسلامی ریاستوں کے حالات مذکور ہیں :-

(۱) شام میں بنو تتش کی حکومت (۲) قونیہ کی سلجوقی سلطنت (۳) سلجوقی سلاطین، خلاط و ارمینیہ (۴) دیار بکر میں بنو ارتق کی ریاست (۵) صلیبی جنگوں کا آغاز و انجام (۶) الجزیرہ، موصل اور شام کی زنگی سلطنت (۷) مصر و شام و یمن میں ایوبی سلطنت (۸) صلاح الدین اور اس کے جانشین (۹) ملک عادل کی فتوحات (۱۰) ملک کامل کا عہد حکومت (۱۱) ملک صالح ایوب کا دور (۱۲) ایوبی سلطنت کا زوال اور حملۂ تاتار۔

تصنیف

رئیس المورخین علامہ عبد الرحمن بن خلدون (۷۳۲ھ - ۸۰۸ھ)

اردو ترجمہ

حافظ سید رشید احمد ارشد ایم - اے

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ ———————— کراچی ۱

قیمت مجلد: بتیس روپیہ ۳۲

کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر من احوال العرب والعجم والبربر ومن عاصر
ہم من ملوک التتر یعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ کا اردو ترجمہ

بہ اہتمام خالد اقبال گاہندری

اشاعت اوّل   نفیس اکیڈمی کراچی   مئی ۱۹۷۴ء

قیمت : بتیس ۳۲ روپے

ٹیلی فون نمبر ——— ۲۱۳۳۰۳

مطبوعہ

ایجوکیشنل پریس کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاتح بیت المقدس

از: چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

دنیا کے سب سے نامور مورخ اور فلسفۂ تاریخ کے بانی علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون کی تاریخ العبر کے اُردو ترجمہ کی اشاعت کا عظیم الشان کام جو نفیس اکیڈیمی - کراچی نے شروع کر رکھا ہے، اللہ رؤف رحیم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کی آٹھویں جلد کا اُردو ترجمہ اس وقت اہلِ علم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اس آٹھویں جلد کا اُردو ترجمہ مولانا راشید احمد ارشد پروفیسر جامعہ کراچی نے کیا ہے جو ایک جانے پہچانے صاحب علم و صاحب قلم ہیں۔

تاریخ ابن خلدون کی یہ جلد زنگی فرماں رواؤں اور ایوبی سلاطین کے دورِ حکومت پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ہلاکو خان تاتاری کے ہاتھوں تباہی بغداد اور اس کے اثرات مابعد کا بیان بھی اس میں موجود ہے۔ یہ جلد ۵۴۷ھ سے ۶۸۶ھ تک کے احوال، واقعات اور حوادث کی منہ بولتی تصویر ہے۔

آج جب کہ ۱۹۴۸ء سے بیت المقدس اور فلسطین پر چیرہ دست، بے رحم اور متعصب یہودی قابض ہیں اور گزشتہ پچیس سال سے اللہ کے بندوں پر انہوں نے زندگی کی راہیں بند کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے، تاریخ اسلام کے اس دور کا حال خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہے جب کہ اسلام کے ایک بطلِ جلیل سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۸۳ھ کے ماہِ رجب میں بیت المقدس کو صلیبی نصرانی بادشاہوں کے ۹۱ سالہ قبضہ، ظلم اور تعدی سے نجات دلائی تھی ——— پچھلے ۹۱ سال سے بیت المقدس پر تعصب و کم ظرفی کے پیکر یورپ کے نصرانی بادشاہ

قابض تھے اور اس یقین میں مبتلا تھے کہ اب کوئی شخص بیت المقدس کو اُن کے خون آلود آہنی پنجوں سے نہیں چھڑا سکتا۔ اُن کا یہ گھمنڈ خاک میں مل گیا، اسد الدین شیر کوہ کے بھتیجے اور سلطان نور الدین کے ایک سابق فوجی افسر سلطان صلاح الدین ایوبی کی شمشیر خارا شگاف نے غرور و قوت کے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور بیت المقدس کو آزاد کرا لیا۔ حالانکہ دنیا اس سے مایوس ہو چکی تھی کہ بیت المقدس پھر کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں آسکے گا۔ لیکن جب مسلمانوں میں ایمان و اخلاص کی لہریں بلند ہوئیں فضل خداوندی نے اُن کا ساتھ دیا، اور وہ سب کچھ ہو گیا جس کو اسباب ظاہری کو دیکھنے والی آنکھیں ناممکن دیکھ رہی تھیں۔

آج پھر وہی معرکہ درپیش ہے۔ یہودیوں کا قبضہ بیت المقدس پر قایم ہے۔ بڑے بڑے ممالک اُن کی امداد بھی کر رہے ہیں۔ یورپ و امریکہ کے دولت مند یہودیوں کے ممد و معاون ہیں۔ عربوں میں بدقسمتی سے اب تک اتحاد قائم نہیں ہو سکا ہے۔ اسباب و علامات حد درجہ مایوس کن ہیں۔ لیکن یہ ناممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرا سلطان صلاح الدین ایوبی اس مہم کے سر کرنے کے لئے پیدا کر دے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔ ایک صلاح الدین نہیں بلکہ ایک ہزار سلطان صلاح الدین مسلمانوں میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

ہم تاریخ ابن خلدون کی یہ آٹھویں جلد پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ اسے پوری توجہ اور غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ یہ صورت حال کچھ آج ہی پیدا نہیں ہوئی ہے بلکہ تاریخ کے ہر دور میں پیدا ہوتی رہی ہے۔ اس وقت بھی ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ مایوس ہو کر بیٹھ رہنے کا نہیں بلکہ اپنے ایمان و اعمال کو درست کر کے پورے عزم و استقلال سے متحرک ہو جانے کا وقت ہے۔ اور اس کے بعد ہی ہم اللہ تعالیٰ سے فضل کی اُمید کر سکتے ہیں۔

ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تاریخ اسلام کے ان تابناک اوراق سے روشنی حاصل کرنے اور اُس کی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما توفیقنا الا باللہ العظیم

فہرست عنوانات

زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے سلاطین اور تاتاریوں کا زوال

مقدمۂ مترجم

از حافظ سید رشید احمد ارشدؔ ایم اے صدر شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی

علامہ ابن خلدون کی تاریخ کے ترجمہ کی اس جلد کا آغاز سنہ ۴۷۱ھ سے ہوتا ہے۔ جب کہ سلجوقی سلطان ملک شاہ نے اپنے بھائی تتش کو شام کی حکومت عطا کر دی تھی۔ اور اس نے وہاں کے شہروں کو فتح کر کے اپنے خاندان کے لئے خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

اس کے بعد سلجوقیوں کی وسیع سلطنت مستحکم نہیں رہی بلکہ سلجوقی امراء کی نااتفاقیوں اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور چھوٹے چھوٹے علاقوں اور شہروں کے حکام نے خود مختار ہو کر اپنی اپنی جداگانہ ریاستیں قائم کر لی تھیں۔ چنانچہ شام میں تتش کی حکومت قائم ہوئی۔ اس کے زوال کے بعد زنگی اور ایوبی خاندان کی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ اس کے علاوہ بلادِ روم کے ان علاقوں میں جنہیں سلجوقی حکومت نے نہایت بہادری کے ساتھ فتح کیا تھا قونیہ کی خود مختار سلجوقی سلطنت قائم ہو گئی۔ اسی طرح ارمینیہ اور خلاط کے علاقے میں بھی ایک خود مختار سلجوقی سلطنت قائم ہو گئی۔ یہاں تک کہ دیار بکر کے چھوٹے علاقے میں بھی بنو ارتق خود مختار ہو گئے بلکہ ماردین اور کیفا کے قلعہ میں بھی خود مختار اسلامی ریاستیں قائم ہو گئیں۔

اقتدار کی یہ جنگ اس قدر وسیع ہوتی گئی کہ موصل اور الجزیرہ کے علاقے میں ہر بڑے شہر میں آزاد اور خود مختار حکومتیں قائم ہوتی گئیں۔ جنہیں سلطان صلاح الدین نے آگے چل کر ختم کیا۔

ان چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے غیر ملکی اور مسیحی صلیب پرستوں سے ساز باز کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ وہ ان سے فوجی امداد حاصل کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹتے تھے، اور اس کے بعد اپنی غداریوں اور خود غرضی کے نتیجے میں خود بھی تباہ و برباد ہوتے تھے۔

اس تاریخ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ ان تمام خود مختار اسلامی ریاستوں میں ایک کا دوسرے حاکم کے خلاف جوڑ توڑ کا سلسلہ شرمناک حد تک جاری رہا اور اپنی نااتفاقیوں اور خانہ جنگیوں کی بدولت، وہ اس قدر ذلیل اور رسوا ہو گئے کہ صلیب پرست فرنگی حکام نے ان پر مکمل برتری حاصل کر لی۔ یہاں تک کہ ایک زمانے میں انھوں نے تمام اسلامی ریاستوں سے بھاری ٹیکس (خراج)، وصول کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ شام کے یہ نام نہاد مُسلم حکام انھیں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ یہ بھاری رقم ادا کرتے تھے۔

ان صلیب پرستوں نے بے گناہ مسلمانوں کی بستیوں کو تباہ و برباد کیا اور ان کا قتل عام کیا۔ وہ ان پر ایسے ظلم و ستم کرتے تھے جنھیں بیان کرنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ یوں کہنا چاہیئے کہ تمام عیسائی قوموں نے سازش کر کے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

عیسائیوں کی سازش

درحقیقت پاپائے روم اور بازنطینی حکومت نے اپنے گرتے ہوئے اقتدار کو سنبھالنے کے لئے یورپ کی مسیحی حکومتوں سے مل کر ایک گہری سازش کی تھی۔ انھوں نے اپنی بقا و زلیست کے لئے مغرب کے مسیحیوں کو مذہب کے نام پر مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کیا اور پھر وہ مناسب موقع کا انتظار کرتے رہے۔

اُنھوں نے یہ سازش اس لیے کی تھی کہ سلجوقی حکومت نے ارمینیا، قونیہ اور ایشیائے کوچک کے ان تمام علاقوں کو فتح کر لیا تھا جو بلادِ روم کے نام سے مشہور تھے۔ یوں روم کی بازنطینی (مشرقی)، سلطنت کا چراغ گل ہونے لگا تھا اور رومیوں کے پاس صرف قسطنطنیہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقے باقی رہ گئے تھے۔

اس سازشی منصوبے کے ماتحت مسلمانوں کی ہمسایہ مسیحی سلطنتیں مناسب موقع کی منتظر رہیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ سلجوقیوں کی وسیع اور مستحکم سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے اور کوئی مستحکم مرکزی حکومت مسلمانوں کی باقی نہیں رہی ہے تو پاپائے روم اور اس کے مسیحی پادریوں نے یورپ کی اُبھرتی ہوئی عیسائی سلطنتوں کو اس بات پر ورغلایا کہ وہ شام و فلسطین میں عیسائیوں کے مذہبی اور متبرک مقامات پر قبضہ کر لیں اور بیت المقدس کو فتح کر کے مسلمانوں کو نکال دیں۔

صلیبی جنگیں

ان مذہبی پیشواؤں کے ورغلانے سے یورپ کے دور دراز علاقوں سے بے شمار

مسیحی رضاکار اس مذہبی جنگ میں جو لبعد میں صلیبی جنگ کے نام سے مشہور ہوئی۔ نہایت جوش و خروش کے ساتھ حصّہ لینے لگے۔ وہ کثیر تعداد میں مغربی ممالک سے روانہ ہوئے۔ چونکہ مسلمانوں کی سلطنتیں باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھیں۔ اس لئے ان صلیب پرستوں نے نہایت آسانی کے ساتھ شام کے اہم ساحلی شہروں پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے پیش قدمی کرنے کے لئے مستحکم قلعے قائم کر لئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اُنھوں نے بیت المقدس بھی فتح کر لیا۔ وہ جہاں بھی گئے، مسلمانوں کے خلاف قتل و غارت کا بازار گرم کرتے رہے۔ پھر یہ صلیب پرست شام و فلسطین کے علاوہ مصر اور ایشیائے کوچک کے کئی شہروں پر بھی قابض ہو گئے۔

مُسلمانوں کی نا اتفاقی

اگر مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں متحد ہو کر ان کا مقابلہ کرتیں تو ان صلیب پرستوں کا قلع قمع کرنا مشکل کام نہ تھا۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی ریاستوں میں اس قدر نا اتفاقی اور خود غرضی چھائی ہوئی تھی کہ وہ اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے خود اُن فرنگی صلیب پرستوں کی آغوش میں چلے جاتے تھے۔ اور اپنے حریف کے خلاف خود ان سے فوجی امداد حاصل کیا کرتے تھے۔ لہٰذا وہ ان صلیب پرستوں کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ اور اگر زنگی اور ایوبی خاندان کے چند بہادر حکمران نہ ہوتے تو شام و مصر، موصل، الجزائر اور ایشیائے کوچک کی اسلامی سلطنتوں کی مکمّل تباہی یقینی تھی۔

زنگی خاندان کے کارنامے

یہ حقیقت ہے کہ زنگی سلطنت کے بانی عماد الدین زنگی نے نہایت شجاعت اور بہادری کے ساتھ ان صلیب پرستوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور اُنھیں لگاتار شکستیں دے کر انھیں، ان کے مستحکم مقامات اور قلعوں سے نکال دیا۔ اس کے بعد اس کے جلیل القدر فرزند نورالدین زنگی نے انھیں مزید شکست دے کر مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔

زنگی سلطنت نے اپنے زوال سے پیشتر ایوبی خاندان کے دو نامور جرنیل، اسدالدین شیرکوہ اور صلاح الدین پیدا کئے۔ جنھوں نے نہ صرف صلیب پرستوں کی پیش قدمی روک کر مصر کو ان کے خطرناک حملوں سے بچایا بلکہ مصر میں کمزور فاطمی خلافت کا خاتمہ کر کے مصر و شام میں عباسی خلافت کا جھنڈا بلند کیا۔

سلطان صلاح الدین

غازی صلاح الدین کا وجود دنیائے اسلام کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ کیونکہ اس نے اپنے بہادرانہ کارناموں کی بدولت مصر و شام

سے لے کر یمن اور افریقہ تک ایک وسیع اسلامی سلطنت قائم کر کے صلیب پرستوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس نے مسلمانوں کے قبلہ اوّل (بیت المقدس) کو صلیب پرستوں سے واپس لے لیا۔ اور انھیں برق رفتاری کے ساتھ پے در پے شکستیں دیں۔ اس کے مجاہدانہ کارناموں سے تمام یورپ لرز اُٹھا اور اس کا بچہ بچہ اس کے نام سے کانپنے لگا۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ سلطان صلاح الدین نے اپنی شجاعت، دلیری اور عدل و انصاف کے کارناموں کی بدولت، اسلام کے خلفائے راشدین کی یاد تازہ کر دی تھی اور ان ظالم و جابر صلیب پرستوں کو شکست دے کر مسلمانوں کی قدیم عظمت کی روایات قائم کیں اور مسلمانوں کی قدیم شان و شوکت کو زندہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی وفات پر ایک مورخ اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

"خلافتِ راشدہ کا ہٹ جانا، اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت بڑا سانحہ تھا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین کی وفات، ایک دوسرا بڑا حادثہ تھا، جس سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا۔"

موجودہ دَور سے مشابہت مُسلمانوں کا موجودہ دَور بھی اسی قسم کا ہے۔ اُس وقت صلیبی جنگوں کی وجہ سے مسلمان تباہ و برباد ہو رہے تھے مگر انھیں نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین نے آ کر بچایا اور مسلمانوں کے قبلۂ اولیٰ بیت المقدس کو عیسائیوں سے واگذار کرا لیا۔ آج بھی اسلام صیہونیت اور استعمار پسندوں کے خطروں سے دوچار ہے اور آج بھی بیت المقدس یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ اس لئے تمام عالمِ اسلام ایک دوسرے صلاح الدین ایوبی کا منتظر ہے۔ جو بیت المقدس کو دشمنانِ اسلام کے پنجے سے چھڑائے اور اسلام کا بول بالا کرے۔

آج بھی مسلمانوں کی نااتفاقیاں اور غداریاں عالمِ عروج کو پہنچی ہوئی ہیں۔ فلسطین پنجۂ اغیار میں ہے۔ مگر عربوں اور دیگر مسلمانوں نے ابھی تک کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ وہ ابھی تک اپنے بھائیوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ کیا وہ اپنے موجودہ اور گذشتہ تاریخی واقعات سے عبرت حاصل نہیں کریں گے اور متحد ہو کر دشمنوں کا مقابلہ نہیں کریں گے؟

یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب مستقبل دے گا!

ہمارا ترجمہ ہمارے ترجمے کا آغاز دمشق کی خود مختار سلطنت تتش سے ہوتا ہے۔ ہمیں

ترجمہ کے لئے مطبع بولاق مصر کا قدیم ایڈیشن دستیاب ہوا تھا۔ جو کاغذ، کتابت اور طباعت کے لحاظ سے بہت خراب ایڈیشن ہے اور اس میں اغلاط بھی بہت ہیں۔ سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ ہر صفحے پر بیاض ہے یعنی خالی جگہ چھوٹی ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے اصل مطلب سمجھ میں نہیں آتا ہے اور خالی جگہ کو تاریخی واقعات کی وجہ سے مکمل کرنا بہت دشوار کام ہو گیا ہے۔ سابق مترجم کے سامنے بھی غالباً بولاق کا نسخہ تھا۔ لہٰذا انھوں نے کہیں کہیں تاریخ الکامل الابن اثیر کے حوالے سے اسے مکمل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لہٰذا ہم نے بھی زیادہ تر تاریخ الکامل الابن اثیر سے مدد لے کر ان تمام خالی مقامات کو مکمل کیا ہے اور جا بجا حواشی میں اسی کے حوالے دیئے ہیں۔ کیونکہ تاریخ الکامل ہی اس دور کی سب سے معتبر اور مستند تاریخ ہے۔

دوسری دقت یہ تھی کہ بولاق کے اس نسخہ میں تاریخی شخصیتوں اور تاریخی مقامات کے نام بھی بہت غلط چھپے ہیں اور متن میں بھی سنین اور عبارت کی کئی غلطیاں ہیں۔ اس لئے میں کراچی میں ایک نئے اور صحیح نسخہ کی تلاش کرتا رہا۔ بدقسمتی سے کراچی کے اکثر کتب خانوں اور کراچی یونیورسٹی کی لائبریری میں بھی صرف بولاق کا نسخہ ہے۔

بیروت کا نسخہ

آخر کار بڑی جدو جہد اور تلاش کے بعد ایک کتب خانہ سے مجھے ایک عمدہ نسخہ بیروت کا چھپا ہوا مستعار ملا۔ اسے بیروت کے دار الکتاب اللبنانی نے شائع کیا ہے۔ اس کا کاغذ بھی زیادہ عمدہ نہیں ہے۔ تاہم کتاب کا متن جلی حروف میں کشادہ، صاف اور واضح طور پر چھاپا گیا ہے۔ اور آخر میں ان تاریخی اشخاص، قبائل، تاریخی مقامات، موضوعات وغیرہ کی انڈکس (اشاریہ) بھی ہے جو اس جلد میں مذکور ہیں۔ اس انڈکس کے ذریعے تاریخی اشخاص و مقامات وغیرہ کی تصحیح میں ہمیں بہت مدد ملی۔

ان تمام چیزوں کے باوجود بیروت کے نسخہ میں بھی اسی طرح جا بجا ہر صفحے پر خالی جگہ (بیاض) موجود ہے، جس طرح بولاق کے نسخے میں موجود تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ناشر کو بھی اس نسخۂ بولاق کے علاوہ اور کوئی مکمل اور صحیح مخطوطہ (قلمی نسخہ) نہیں حاصل ہو سکا، جس کے ذریعے وہ ان خالی مقامات کو مکمل کرا سکتا۔ اس ناشر نے بھی متن کی اغلاط زیادہ تصحیح نہیں کرائی۔ کیونکہ سنین اور عبارت کی اغلاط اس میں بھی موجود ہیں۔

تحقیق و تصحیح

ان حالات میں ایک تاریخی کتاب کا ترجمہ کرنا کس قدر دشوار کام ہے۔ اس کا

اندازہ وہی محقق علماء کر سکتے ہیں جو مخطوطات کی تصحیح کرتے رہتے ہیں اور ان کے صحیح ایڈیشن شائع کراتے ہیں۔ چنانچہ مجھے سلیس اُردو ترجمہ کرنے کے ساتھ اصل متن کی اغلاط اور سنین کو بھی درست کرنا پڑا۔ اور خالی جگہوں کو مکمل کرنے کے لئے مستند تاریخی کتب کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ کیونکہ صحیح نسخہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا ضروری تھا۔ طوالت سے بچنے کے لئے ہر مقام پر حاشیہ کے ذریعے ان کی نشان دہی مشکل تھی۔ اس لئے جہاں بہت ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہم نے حاشیہ میں عبارت کے ابہام کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور تاریخی کتب کا حوالہ بھی دیا ہے۔

تبویب و ترتیب

اصل کتاب میں چند طویل عنوانات تھے، نہ اس میں پیراگراف تھے اور نہ ذیلی عنوانات تھے، اور نہ ابواب مقرر کئے گئے تھے۔ لہٰذا ہم نے ہر سلطنت کے حالات ایک باب کے ماتحت ترتیب دیئے ہیں اور ہر مضمون کے لئے جداگانہ پیراگراف متعین کرکے ان کے لئے مناسب ذیلی عنوانات قائم کئے۔ پھر بڑے بڑے عنوانات کے ماتحت چھوٹے عنوانات قائم کئے تاکہ عام قارئین کرام اور بالخصوص تاریخ اسلام کے طلبہ کو تاریخی مواد تلاش کرنے اور واقعات کا خلاصہ معلوم کرنے میں سہولت ہو۔ آخر میں ہم نے ان سب چھوٹے بڑے عنوانات کی ایک مکمل اور جامع فہرست اس طرح مرتب کی ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن میں بیک نظر تاریخی واقعات کا تسلسل قائم رہے۔

عام فہم ترجمہ

مسلمانوں کے اس مایۂ ناز مورخ اعظم اور عمرانیات کے ماہر فلسفی مصنف ابن خلدون کے اس تاریخی شاہکار کا ترجمہ کرنے میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں؟ اس کا فیصلہ ہم قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ ہم نے تاریخی واقعات کی عبارت کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد قارئین کو نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا عربی زبان کے عام مترجموں کی طرح ہم نے ترجمہ کو گنجلک، مبہم اور غیر واضح نہیں رہنے دیا ہے بلکہ مورخ اعظم کے خیالات اور تاریخی واقعات کو اس انداز میں مختصر مگر واضح طور پر بیان کیا ہے اور جہاں ضرورت سمجھی گئی وہاں توسین کے ذریعے مناسب تشریح کی گئی ہے۔

یکم مارچ ۱۹۷۳ء

شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی

بابِ اوّل

شام میں بنو تتش کی سلطنت

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سلجوقی سلاطین اپنے ابتدائی دور میں شام پر قابض ہو چکے تھے۔ اور سلطان ملک شاہ کا ایک حاکم اتسز بن ارتق الخوارزمی نے فلسطین کی طرف لشکر کشی کی اور اس نے رملہ اور بیت المقدس کو فتح کر لیا تھا اور وہاں اس نے فاطمی حکومت کی خلافت کی تحریک ختم کرا کر عباسی خلافت کے ماتحت اس علاقہ کو مطیع کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ یہ واقعہ ۴۶۳ھ میں ہوا۔ پھر وہ بار بار دمشق کا محاصرہ کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے ۴۶۸ھ میں دمشق پر قبضہ کر لیا۔ پھر ۴۶۹ھ میں اس نے مصر کی طرف لشکر کشی کی اور اس کا محاصرہ کیا اور وہاں سے لوٹ آیا۔

فتح دمشق

سلطان الپ ارسلان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان ملک شاہ ۴۶۵ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس نے اپنے بھائی تتش کو شام اور اس سے متعلقہ علاقوں کا حاکم بنا دیا تھا اور ۴۷۰ھ میں اسے ان سب علاقوں کو اپنے قبضہ میں لینے کا اختیار دے دیا تھا۔ لہٰذا اس نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس عرصہ میں مصری سپہ سالار بدر الجمالی نے دمشق کے محاصرہ کے لئے اپنی فوجیں بھیج رکھی تھیں۔ دمشق اتسز کے قبضہ میں تھا۔ اس نے تاج الدولہ تتش سے امداد طلب کی اور وہ لشکر لے کر اس کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ اتنے میں مصر کی فوجیں بھاگ گئیں۔ اس کے بعد اتسز دمشق کے شہر سے تتش کی ملاقات کے لئے باہر نکلا۔ تتش نے اطاعت کرنے میں تامّل اور تاخیر پر اسے ملامت کی اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ خود دمشق پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعات پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔

حلب کی جنگ

پھر سلیمان بن قطلمش نے شہر انطاکیہ پر قبضہ کر لیا اور اس نے مسلم بن قریش کو قتل کر دیا اور حلب کی طرف فوج کشی کی اور اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ جب تتش کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ لشکر لے کر وہاں پہنچا اور ۴۷۹ھ میں فریقین میں جنگ ہوئی اور سلیمان بن قتلمش جنگ میں مارا گیا۔

سلطان ملک شاہ خود فوج لے کر حلب پہنچا اور شہر فتح کر لیا اور اس کا حاکم اقسنقر قسیم الدولہ کو بنایا جو نورالدین العادل کا جد امجد تھا۔

متحدہ لشکر

پھر سلطان ملک شاہ ۴۸۴ھ میں بغداد آیا۔ وہاں اس کے پاس دمشق سے اس کا بھائی تاج الدولہ تتش، حاکم حلب قسیم الدولہ اقسنقر حاکم رُھا بوزان پہنچے۔ جب وہ اپنے علاقوں کی طرف لوٹنے لگے تو سلطان نے قسیم الدولہ اور بوزان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تاج الدولہ تتش کے لشکر کے ساتھ شام کے ساحلی علاقوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوں اور وہ سب مل کر مستنصر، فاطمی حاکم کے قبضہ سے مصر کے ملک کو چھڑا لیں۔ اور وہاں سے فاطمی سلطنت کا نام و نشان مٹا دیں۔

چنانچہ یہ متحدہ لشکر روانہ ہوا۔ اس اثناء میں تتش نے ابن ملاعب کے قبضہ سے بزورِ شمشیر حمص کے شہر کو نکال لیا۔ ایک فاطمی حاکم نے پناہ حاصل کر کے اماسیہ کا علاقہ اس کے حوالہ کر دیا۔ پھر اس نے طرابلس کا محاصرہ کیا جہاں کا حاکم جلال الدین عمار تھا۔ اس نے قسیم الدولہ اقسنقر کو مالی امداد دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ تتش سے اس کی سفارش کرے۔ مگر اس نے سفارش قبول نہیں کی۔ لہٰذا وہ ناراض ہو کر چلا گیا اور وہ جبلہ کی طرف بھاگ گئے۔

بادشاہت کا دعویٰ

سلطان ملک شاہ ۴۸۵ھ میں بغداد میں فوت ہو گیا جہاں وہ آیا ہوا تھا۔ اس اثناء میں تتش اس سے ملاقات کرنے کے لئے بغداد روانہ ہوا۔ راستے میں اسے اس کی وفات کی خبر ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ تخت نشینی کے سلسلے میں اس کا فرزند محمود اور بر کیارق جھگڑ رہے ہیں۔ اور ایسی صورت میں اس نے خود بادشاہ بننے کا عزم کر لیا اور اس مقصد کے لئے وہ دمشق واپس آیا۔ اس نے تمام فوجوں کو اکٹھا کیا اور انھیں بخشش سے مالا مال کیا۔ پھر وہ حلب آیا جہاں اقسنقر نے اس کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا۔ کیونکہ ملک شاہ کی اولاد صغیر سنی تھیں اور ان کے درمیان جھگڑا چل رہا تھا۔ اس نے حاکم انطاکیہ اور بوزان حاکم رُھا کو بھی اس کا مطیع اور وفادار رہنے کا مشورہ دیا۔

حاکم موصل کی شکست

اس کے بعد وہ سب حکام ماہ محرم ۴۸۶ھ میں لشکر لے کر روانہ ہوئے اور انھوں نے رحبہ کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ وہاں تتش نے خطبہ میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا۔ پھر اس نے نصیبین کے علاقہ کو بزور شمشیر فتح کیا اور محمد بن مسلم بن قریش کو وہاں کا حاکم بنایا۔ پھر وہ موصل کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم ابراہیم بن قریش بن بدران تھا۔ اس نے اُسے پیغام بھیجا کہ وہ اپنی مساجد کے منبروں پر اس کی بادشاہت کا خطبہ پڑھوائے۔ مگر اس نے انکار کیا اور تیس ہزار فوج لے کر اس کے مقابلہ کے لئے آیا۔ سلطان تتش کی فوج دس ہزار تھی۔ موصل کے گردونواح المضیع کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی۔ جس میں ابراہیم کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ سلطان نے اس کے بعد قتلِ عام کا حکم دیا اور عرب امراء کو قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد سلطان تتش نے بغداد پیغام بھجوایا کہ اس کی بادشاہت کا خطبہ پڑھا جائے۔ اس کے جواب میں زبانی وعدے کئے گئے۔

تتش کی شکست

پھر وہ دیارِ بکر کی طرف روانہ ہوا، اور اُسے فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر میں ہوا۔ وہاں سے اس نے آذربائیجان کی طرف لشکر کشی کی۔ اس اثناء میں ملک شاہ کا فرزند برکیارق رے، ہمدان اور اکثر کوہستانی علاقوں پر قابض ہو چکا تھا اس لئے وہ اپنے علاقوں کی مدافعت کے لئے اس کے مقابلہ پر آیا۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے قریب پہنچیں تو اقسنقر اور بوزان اپنے لشکر کے ساتھ برکیارق کی فوج میں شامل ہو گئے اور سلطان تتش شکست کھا کر شام واپس آ گیا۔

اقسنقر کا قتل

یہاں آ کر اس نے تمام فوجی طاقت کو جمع کیا اور تمام لشکر کو لے کر اقسنقر کے مقابلہ کے لئے حلب پہنچا۔ وہ اس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ اس کی مدد کے لئے حاکم رُہا بوزان اور حاکم موصل کربوقا کا لشکر بھی پہنچا ہوا تھا۔ سلطان تتش نے حلب سے باہر چھ فرسنگ کے فاصلے پر ان سے جنگ کی۔ جس میں ان سب کو شکست ہوئی۔ جب اقسنقر کو اسیر جنگ بنا کر لایا گیا تو سلطان نے اس کو قتل کر دیا۔

دیگر فتوحات

کربوقا اور بوزان حلب کے قلعے کے اندر محصور ہو گئے۔ تاہم سلطان تتش نے اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اس قلعہ کو بھی فتح کر لیا اور ان دونوں حاکموں کو اسیر کر لیا۔ اس کے بعد اس نے حران اور رُہا کے لوگوں کو مطیع ہونے کی دعوت دی مگر انھوں نے

انکار کیا۔ لہذا اس نے حاکم رُھا بوزان کو قتل کر دیا اور کربوقا کو حمص میں قید رکھا۔

پھر سلطان تتش جزیرہ کی طرف گیا اور وہاں کے پورے علاقے کو فتح کر لیا۔ وہاں سے وہ دیار بکر اور خلاط ہوتا ہوا آذربائیجان پہنچا۔ وہاں سے وہ ہمدان گیا اور بغداد پیغام بھیجا کہ اس کی بادشاہت کا وہاں خطبہ پڑھا جائے۔

برکیارق کو شکست

اس زمانے میں برکیارق نصیبین کے مقام پر تھا۔ یہ خبر سن کر وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے اربل کے مقام پر پہنچا اور وہاں سے سرخاب بن بدر کے شہر پہنچا۔ اس اثناء میں سلطان تتش کے لشکر میں سے امیر یعقوب بن ارتق لشکر لے کر پہنچا۔ اس نے اس کو شکست دی اور وہ اصفہان کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان تتش نے یوسف بن آنق ترکمانی کو بغداد بھیجا مگر وہ نہیں گیا اور اس کے گرد و نواح میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ جب اسے سلطان تتش کے ہلاک ہونے کی خبر ملی تو وہ حلب واپس آ گیا۔

یہ تمام واقعات سلجوقی سلطنت کے ابتدائی زمانے میں تحریر کئے گئے تھے۔ یہاں ہم نے ان کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ سلطان تتش کے فرزندوں نے شام میں حکومت قائم کر لی تھی اس لئے یہ آنے والے واقعات کے لئے تمہید کا کام دے سکے۔

سلطان تتش کا قتل

جب برکیارق اپنے چچا سلطان تتش سے شکست کھا کر اصفہان کی طرف بھاگ گیا تو سلطان محمود اور اس کے ارکان دولت نے اسے پناہ دی۔ تاہم وہ اس کے قتل کے بارے میں مشورے کرتے رہے۔ پھر یہ فیصلہ ہوا کہ سلطان محمود کے تندرست ہونے تک اسے زندہ رکھا جائے۔ پھر یہ اندیشہ ہوا کہ محمود مر جائے گا اس لئے انہوں نے برکیارق کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

سلطان تتش رَے سے واپس آیا اور اس نے اصفہان کے امراء کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے بادشاہ تسلیم کر لیں۔ انہوں نے برکیارق کی اطاعت سے الگ ہونے کا اعلان کیا۔ مگر اس عرصہ میں برکیارق اپنی بیماری سے تندرست ہو گیا اور وہ بھاری فوج لے کر رَے کی طرف روانہ ہوا۔ مقابلہ ہونے پر سلطان تتش اور اس کے لشکر کو شکست ہو گئی مگر خود سلطان تتش ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا مگر سلطان اقسنقر کے ایک ساتھی نے اپنے حاکم کا انتقام لینے کے لئے اسے مار ڈالا۔ اس کے مرنے پر سلطان برکیارق کے لئے بادشاہت کا میدان خالی ہو گیا۔

رضوان بن تتش کا عہد حکومت

جب سلطان تتش حلب سے روانہ ہوا تھا تو اس نے ابو القاسم حسن بن علی الخوارزمی کو وہاں اپنا جانشین بنایا تھا اور قلعۂ حلب بھی اس کے حوالے کیا تھا۔ جنگ کرنے سے پہلے اس نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ اس کے فرزند رضوان کی اطاعت کریں۔ اس نے اپنے فرزند کو یہ تحریر کیا تھا کہ وہ بغداد جا کر دارالسلطنت میں مقیم ہو جائے۔ لہٰذا وہ ابو الغازی بن ارتق کو لے کر جسے اس کے والد نے وہاں چھوڑ رکھا تھا، بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ محمد بن صالح بن مرداس وغیرہ بھی روانہ ہوئے تھے۔

ہیت کے مقام پر رضوان کو اپنے والد کے قتل کی خبر ملی۔ لہٰذا وہ حلب لوٹ گیا۔ اس کے ساتھ دونوں نو عمر شہزادے ابو طالب اور بہرام اور اس کی والدہ بھی تھیں جس کے ساتھ جناح الدولہ حسن بن ایتکین نے نکاح کر لیا تھا۔ جو معرکہ کے بعد وہاں پہنچ گیا تھا۔

ابو القاسم کی بغاوت

جب یہ سب حلب پہنچے تو ابو القاسم نے قلعہ بند کر لیا (اور باغی ہو گیا) اس کی فوج میں مغرب (شمالی افریقہ) کے سپاہیوں کی کثرت تھی۔ جنھیں جناح الدولہ نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ لہٰذا انھوں نے رات کے وقت قلعہ میں بغاوت کر دی اور سلطان رضوان کے حق میں نعرے لگا کر ابو القاسم کا محاصرہ کر لیا۔ بہرحال سلطان رضوان نے اسے پناہ دی اور اب حلب کے تمام علاقے میں اس کی بادشاہت کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور جناح الدولہ اس کی سلطنت کا انتظام کرنے لگا اور وہ عمدہ منتظم ثابت ہوا۔

فوجی مہمیں

شہر انطاکیہ کے حاکم باغیسیان بن محمد ترکمانی نے ابتدا میں مخالفت کی۔ تاہم بعد میں اطاعت قبول کر لی۔ اس نے سلطان رضوان کو اس بات کا مشورہ بھی دیا کہ وہ دیار بکر کا قصد کرے۔ وہ اس کے ساتھ خود بھی گیا۔ وہاں ان کے پاس ان تمام علاقوں کے حکام آئے جو سلطان تتش کے ماتحت تھے۔ اس کے بعد انھوں نے سروج کا قصد کیا، مگر ان سے پہلے سقمان بن ارتق نے پہنچ کر وہاں قبضہ کر لیا۔ اس لیے وہ رُہا کے مقام پر پہنچے، وہاں رومیوں کا حاکم فارقلیط تھا جو بوزان کی طرف سے اس علاقے پر حکومت کرتا تھا۔ وہ قلعہ میں محصور ہو گیا اور مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار اس نے شکست کھائی اور سلطان رضوان کو فتح حاصل ہوئی۔

ان واقعات کے بعد باغیسیان اور جناح الدولہ کے تعلقات میں خرابی پیدا ہو گئی۔ لہٰذا

جناح الدولہ کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا، اور وہ حلب چلا گیا۔ رضوان اور اس کے امراء بھی واپس آ گئے۔

پھر وہ حران کی طرف روانہ ہوا جہاں کا حاکم قراجا تھا۔ وہاں کے باشندوں نے پوشیدہ طور پر اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ جس کی اطلاع قراجا کو ہو گئی اور اس کے خلاف اس سازش کا ملزم ابن المفتی کو سمجھا گیا جس پر سلطان تتش شہر کی حفاظت کے سلسلے میں اعتماد کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے اس کو اور اس کے بھتیجوں کو قتل کر دیا۔

باغیسیان، ابوالقاسم الخوارزمی کو لے کر اپنے شہر انطاکیہ واپس آ گیا۔ اور رضوان اپنے پائے تخت حلب واپس آ گیا۔

یوسف کا قتل

اس کے ارکان سلطنت میں یوسف ابن آتق خوارزمی بھی تھا، جسے سلطان تتش نے بغداد بھیجا تھا۔ اس کے برخلاف ایک شخص تھا جو اس سے عداوت رکھتا تھا، وہ جناح الدولہ کے پاس جو رضوان کا وزیر مختار تھا، آیا، اس نے یوسف بن آلق کے خلاف یہ الزام لگایا کہ اس کی باغیسیان کے ساتھ خط و کتابت ہے اور اس سے مل کر خفیہ بغاوت کی سازش کر رہا ہے۔ اس نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی چنانچہ اس نے نہ صرف اس کو اجازت دی بلکہ فوجی امداد بھی دی۔ یوسف اپنے گھر میں پناہ گزین ہو گیا۔ اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے گھر کے ساز و سامان کو لوٹ لیا۔

سیاسی فریب

اس کے بعد اس شخص نے خود مختار حاکم بننے کی کوشش کی اور جناح الدولہ کو پوشیدہ طور پر یہ اطلاع دی کہ رضوان نے اسے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر وہ حمص بھاگ گیا جہاں اس کی جاگیر تھی۔ یوں وہ ایک خود مختار حاکم بن گیا تاہم ۴۸۹ھ میں رضوان اس کے برخلاف ہو گیا اور اس کی گرفتاری کا حکم دیا، مگر وہ چھپ گیا۔ لہٰذا اس کا گھر اور مال و دولت ضبط کر لی گئی۔ پھر اس کے بعد وہ گرفتار ہو گیا، اور مختلف سزائیں دینے کے بعد اسے اور اس کی اولاد کو قتل کر دیا گیا۔

دمشق پر دقاق کا قبضہ

سلطان تتش نے اپنے دوسرے فرزند دقاق کو اپنے بھائی ملک شاہ کے پاس بغداد بھیجا تھا۔ جہاں وہ بادشاہ ملک شاہ کی وفات تک مقیم رہا۔ پھر وہ اس کے فرزند محمود اور اس کی والدہ خاتون الجلالیہ کے ساتھ اصفہان گیا۔ وہاں سے وہ پوشیدہ طور پر برکیارق کے پاس چلا گیا اور وہاں سے اپنے والد کے پاس

پہنچ گیا، اور اس کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوا جس میں اس کا باپ سلطان تتش مارا گیا تھا۔

جب اس کا باپ مارا گیا تو اسے اس کا ایک آزاد کردہ غلام ایتکین حلب لے گیا جہاں وہ اپنے بھائی رضوان کے ساتھ رہنے لگا۔

دمشق کے قلعہ میں سلطان تتش کا ایک غلام ساوتکین نامی بھی رہتا تھا جسے تتش نے اپنی موت سے پہلے حاکم بنایا تھا۔ اس نے دقاق کو پیغام بھیجا کہ وہ بادشاہت کا دعویٰ کر دے۔ لہٰذا وہ اس کے پاس چلا گیا۔ رضوان نے اس کا تعاقب کرایا مگر وہ گرفتار نہیں ہو سکا بلکہ وہ دمشق پہنچ گیا۔

انطاکیہ کے حاکم باغیسیان نے بھی اسے خط لکھا کہ وہ رضوان کے برخلاف دمشق کا خود مختار حاکم بن جائے۔ اس عرصے میں سلطان تتش کی خاص جماعت کو لے کر معتمد الدولہ طغتکین بھی دمشق پہنچ گیا۔ وہ اس جنگ میں شریک تھا اور مقید ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسیری سے رہائی پانے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر دمشق پہنچ گیا تھا۔

دقاق نے اس سے ملاقات کی اور اسے اپنے معاملات کا مختار بنا دیا۔ اس نے ساوتکین خادم کے خلاف سازش کر کے اسے قتل کرا دیا۔

اس اثناء میں انطاکیہ سے باغیسیان اور ابوالقاسم خوارزمی بھی وہاں پہنچ گئے۔ دقاق نے ان دونوں کی بہت خاطر و مدارت کی اور خوارزمی کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اور اس کی رائے پر چلنے لگا۔

دقاق اور رضوان کی خانہ جنگی

جب رضوان کو یہ معلوم ہوا کہ دقاق نے دمشق پر قبضہ کر لیا ہے تو اس نے اس کے قبضہ سے دمشق کو نکالنے کے لئے لشکر کشی کی اور دمشق پہنچا۔ وہاں اسے ناکامی ہوئی تو وہ مالس کے مقام کی طرف لوٹ گیا اور حران کی طرف گیا۔ وہاں بھی اسے ناکامی ہوئی تو وہ حلب واپس آ گیا۔

انطاکیہ کا حاکم باغیسیان رضوان کا مخالف ہو کر اس کے بھائی دقاق کا طرفدار ہو گیا تھا۔ اس نے اسے اس بات پر بھی آمادہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کے برخلاف لشکر کشی کر کے حلب جائے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گیا۔

دقاق کی شکست

رضوان نے سقمان سے مدد طلب کی تاکہ وہ سروج سے ترکمانی قبائل کی

فوج بھیجے۔ اس کے بعد جب فریقین میں جنگ قنسرین کے مقام پر ہوئی تو دقاق کی فوجوں کو شکست ہوئی اور اس کا علاقہ لوٹ لیا گیا۔

رضوان اس کے بعد حلب واپس آ گیا اور دونوں بھائیوں کے درمیان مصالحت کی اس شرط پر کوشش کی گئی کہ دمشق و انطاکیہ کی مساجد میں دقاق کے نام سے پہلے رضوان کے بادشاہ ہونے کا نام بھی لیا جائے۔ چنانچہ اس شرط پر مصالحت ہو گئی۔

جب جناح الدولہ باغیسیان کے ساتھ مخالفت کی وجہ سے حلب چھوڑ کر حمص پہنچا تو باغیسیان نے رضوان کے پاس پہنچ کر اس سے مصالحت کر لی۔

فاطمی خلیفہ کے نام کا خطبہ

اس سے کچھ عرصہ کے بعد رضوان کے پاس مصر کے فاطمی خلیفہ المستعلی کا یہ پیغام پہنچا کہ وہ اس کے بھائی کے خلاف مدد کرنے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ اس کی سلطنت میں مساجد کے خطبوں میں اس کی خلافت کا تذکرہ کیا جائے۔ اس کے کچھ مشیروں نے اس فاطمی مسلک کے صحیح ہونے کا یقین دلایا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس کی سلطنت میں فاطمی خلیفہ کا نام خطبوں میں لیا جائے۔ البتہ انطاکیہ، معرہ اور قلعۂ حلب اس سے مستثنیٰ تھے۔

انطاکیہ پر فرنگیوں کا قبضہ

اس حکم کے دو مہینوں کے بعد حاکم سروج سکمان بن ارتق اور حاکم انطاکیہ باغیسیان اس کے پاس آئے۔ ابھی انہیں آئے ہوئے تین دن نہیں ہوئے تھے کہ فرنگی (اہل یورپ) انطاکیہ پہنچ گئے اور انھوں نے اس کا محاصرہ کر کے اس شہر پر قبضہ کر لیا اور اس کے حاکم کو قتل کر دیا۔

رحبہ کی تسخیر

رحبہ کا علاقہ حاکم موصل کربوقا کے قبضہ میں تھا۔ جب وہ مارا گیا تو سلطان الپ ارسلان کا ایک غلام قایماز اس کا حاکم بن بیٹھا۔ لہٰذا دقاق بن تتش اور اس کا نائب طغرکین نے ۴۹۵ھ میں اس کی طرف سے فوج کشی کی اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا مگر انھیں ناکامی ہوئی۔ اس لئے وہ وہاں سے لوٹ کر آ گئے۔

قایماز کا ماہ صفر ۴۹۶ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ایک ترک غلام یہاں کا حاکم بنا۔ اس نے ظلم و ستم کرنا شروع کیا۔ اس نے شہر کے کچھ معزز سرداروں کو قتل کر دیا اور کچھ کو قید کر دیا۔ نیز اس نے فوج کے ایک حصہ کو ملازم رکھا اور باقی لوگوں کو نکال دیا اور مساجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا۔

دقاق نے یہ صورتِ حال دیکھ کر اس کی طرف فوج کشی کی اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا آخرکار اس نے پناہ طلب کی۔ لہٰذا دقاق نے اسے شام میں بہت سی جاگیریں دے کر رخصت کیا اور خود رحبہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان پر ایک حاکم مقرر کر کے دمشق واپس چلا گیا۔

تلتاش کی حکومت اور فرار

دقاق حاکم دمشق نے ۴۹۷ھ میں وفات پائی اور اس کا نائب طغرکین مستقل حاکم بن گیا۔ اس نے ایک سال تک مساجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ پھر اپنے نام کا خطبہ منسوخ کر کے دقاق کے بھائی تلتاش کے نام کا خطبہ پڑھوانے لگا جو نابالغ لڑکا تھا۔ مگر اس کی والدہ نے اسے طغرکین سے خوفزدہ کرا دیا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال یہ تھا کہ چونکہ طغرکین نے دقاق کی والدہ سے شادی کر رکھی ہے اس لئے وہ دقاق کے لڑکے کی طرف اس کی دادی کی وجہ سے زیادہ مائل ہے۔ چنانچہ وہ (طغرکین سے ڈر کر) دمشق سے بعلبک کی طرف ماہ صفر ۴۹۸ھ میں منتقل ہو گیا۔ وہاں اس کے ساتھ بصرے کا حاکم ایتکین حلبی بھی مل گیا۔ ان دونوں نے فوجی امداد کے لئے فرنگیوں کے بادشاہ سے بھی خط و کتابت کی۔ اس نے ان سے وعدہ تو کر لیا مگر اسے پورا نہیں کیا۔ اس لئے تلتاش رحبہ پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

طغرکین کی خود مختاری

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب تلتاش طغرکین سے خوفزدہ ہوا تو وہ اپنے قلعوں کی طرف چلا گیا اور وہاں رہنے لگا۔ اس عرصے میں طغرکین دقاق کے صغیر سن بچے کو حاکم بنا کر اس کے نام کا خطبہ پڑھوانے لگا اور اس کے بجائے خود حکومت کرنے لگا۔ چونکہ اس کا رعایا کے ساتھ اچھا سلوک تھا اس لئے اس کی حکومت قائم رہی۔

فرنگیوں کی شکست

فرنگیوں کا ایک فوجی دستہ دمشق کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے دمشق پر بھی غارت گری شروع کر دی تھی۔ اس لئے طغرکین نے اپنی فوج کو اکٹھا کیا اور اس کے مقابلے کے لئے پہنچے۔ بیت المقدس اور عکا کا فرنگی حاکم بھی اس کی مدد کے لئے فوج لے کر پہنچا۔ طغرکین نے ان فرنگیوں سے جنگ کی اور انھیں ان کے قلعہ میں محصور کر دیا۔ پھر اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اس پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا اور اہل قلعہ کا صفایا کر کے اس کی ایک جماعت کو قیدی بنا لیا۔ پھر دمشق فتحیاب اور بامراد واپس آیا۔

فرنگیوں نے شام کے ایک قلعہ رمسہ پر قبضہ کر لیا تھا لہذا طغرکین اس کو دشمن کے قبضہ سے چھڑانے کے لئے فوج لے کر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے فرنگی باشندوں کو تباہ کر کے اس کو ویران کر دیا۔

جکرمس کے خلاف جنگ حلب کے حاکم رضوان نے بھی فرنگیوں کی سرکوبی کا ارادہ کیا اور گرد و نواح کے حکام کو اس مقصد کے لئے بلوایا۔ چنانچہ ابوالغازی بن ارتق اور البی بن ارسلان مشورہ دینے کے لئے اس کے پاس آئے۔ البی موصل کے حاکم جکرمس کا ہم زلف اور سنجر کا حاکم تھا۔ ابوالغازی نے اسے مشورہ دیا کہ وہ جکرمس کے علاقے کی طرف جائے۔ جہاں اسے فوجی اور مالی امداد بہت ملے گی۔ البی نے بھی اس کی تائید کی۔ چنانچہ وہ سب ماہ رمضان ۴۹۹ھ میں نصیبین کے علاقے کی طرف بڑھے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں جکرمس کی طرف سے دو حاکم مقرر تھے۔ یہ محاصرہ بہت شدید ہوتا گیا اور البی بن ارسلان دشمن کی طرف سے ایک تیر لگنے سے زخمی ہو گیا۔ اس لئے وہ اپنے علاقے سنجر کی طرف لوٹ گیا اور دیہاتی موصل کی طرف بھاگ گئے۔

صلح کی تجویز جکرمس نے شہر کے باہر پڑاؤ ڈال رکھا تھا اور وہ جنگ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ تاہم اس نے فوج کے سرداروں سے خط و کتابت کی اور انھیں رضوان کے خلاف بھڑکایا اور اس کے ساتھیوں کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ اطاعت کا اظہار کریں اور اس سے صلح کر لیں۔

اس نے رضوان کو بھی اسی قسم کا پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ وہ انھیں جس قدر ضرورت امداد کی ہے اسے وہ مہیا کرے گا۔ بشرطیکہ ابوالغازی کو گرفتار کر لیا جائے۔

رضوان نے یہ پیغام سن کر ابوالغازی کو بلوایا اور اسے مطلع کیا کہ اس وقت مصلحت اسی میں ہے کہ جکرمس کے ساتھ صلح کر لی جائے تاکہ انھیں فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے میں مدد مل سکے۔ اس طرح تمام مسلمان متحدہ ہو سکیں گے۔

ابوالغازی کی مخالفت ابوالغازی نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ اس پر اسے گرفتار کر کے قید کر لیا گیا۔ اس حرکت پر ترکمانی فوج بگڑ بیٹھی اور انھوں نے شہر پناہ کے قریب جا کر رضوان کی فوجوں سے جنگ شروع کر دی۔ رضوان نے ابوالغازی کو نصیبین بھیجا۔ وہاں سے فوج اس کی امداد کو نکلی، مگر ترکمانی فوج ان سے الگ ہو کر

لوٹ مار کرنے لگی۔ یہ صورت حال دیکھ کر رضوان فوراً حلب واپس چلا گیا۔

جکرمس کو یہ خبر تل اعفر میں ملی جب کہ وہ جنگ کا ارادہ کر رہا تھا۔ اس لئے وہ سنجار چلا گیا۔

جکرمس سے صلح

رضوان نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ امداد کا وعدہ پورا کرے مگر اس نے وہ وعدہ پورا نہیں کیا، بلکہ اپنے ہم زلف البی بن ارسلان کے پاس سنجر چلا گیا جہاں وہ نصیبین میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی پڑا ہوا تھا۔

البی اسی زخمی حالت میں اس کے استقبال کے لئے نکلا اور اپنے اس فعل پر معذرت کا اظہار کیا۔ جکرمس نے اسے معاف کر دیا اور اسے اس کے شہر کی طرف لوٹا دیا۔ جہاں وہ فوت ہو گیا۔ اس کے ساتھی سنجار میں دو مہینے یعنی رمضان اور شوال میں رکے رہے۔ بعد ازاں البی کا چچا نکل کر آیا اور اس نے جکرمس سے صلح کر لی۔ اس کے بعد وہ موصل لوٹ گیا۔

افامیہ پر قبضہ

خلف بن ملاعب الکلابی حمص میں تھا جو تاج الدولہ تتش کے ماتحت تھا اس لئے وہ مصر چلا گیا اور وہاں مقیم ہو گیا۔ پھر افامیہ کے حاکم نے مصر کے فاطمی حاکم کی اطاعت کا ارادہ کیا تو اس نے ابن ملاعب کو وہاں بھیجا۔ اس نے اس علاقہ پر قبضہ کر کے فاطمی حکومت سے سرکشی اختیار کی اور جیسا کہ حمص میں اس کا طریقہ تھا یہاں بھی اسی طرح رہزنی شروع کر دی۔

ابن الصائغ کی سازش

جب فرنگیوں نے سرمین پر قبضہ کر لیا تو وہاں کا قاضی اس کے پاس چلا گیا۔ وہ رافضی مسلک کا تھا۔ اس نے کٹر شیعوں کے پیشوا ابن الطاہر الصائغ سے خفیہ خط و کتابت شروع کر دی۔ وہ رضوان کے ساتھیوں میں سے تھا۔ قاضی نے اس کے ساتھ ابن ملاعب کو اچانک قتل کرنے کا منصوبہ باندھا۔ یہ خبر اسے بھی پہنچ گئی، مگر قاضی نے اس کی تردید کر کے اسے مطمئن کر دیا اور در پردہ ابن الصائغ کے ذریعے ایک لشکر تیار کیا جو ابن ملاعب کے پاس پناہ لینے آئے تھے اور اسے اپنے گھوڑے اور ہتھیار دیتے تھے اور کفار کے خلاف جہاد کرنے میں اس کا ساتھ دیتے تھے اور اس نے انھیں افامیہ کے مضافات میں ٹھہرا رکھا تھا۔

قاضی مذکور نے ایک رات انھیں اور اہل سرمین کو لے کر رسیوں کے ذریعے انھیں شہر کے اندر ٹھہرا دیا اور اچانک حملہ کر کے ابن ملاعب کو اس کے گھر کے اندر ہی مار ڈالا اور اس کے

ساتھ اس کے ایک فرزند کو بھی قتل کر دیا۔ اس کا دوسرا فرزند بھاگ کر ابوالحسن حاکم شیزر کے ہاں پناہ گزین ہوا۔

اس کے بعد ابن الصانع حلب سے قاضی کے پاس آیا اور اسے نکال کر افامیہ کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔ ابن ملاعب کا ایک لڑکا طغرکین کے پاس بھی تھا جس کو اس نے ایک قلعہ کا محافظ بنا رکھا تھا، اس لئے وہ بہت ضرر رساں تھا۔

فرنگیوں کا قبضہ

جب طغرکین نے اسے طلب کیا تو وہ فرنگیوں کے پاس بھاگ گیا اور انھیں افامیہ فتح کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے انھیں وہاں کے پوشیدہ مقامات سے بھی آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہاں کھانے کی چیزیں نایاب ہیں۔ لہذا فرنگیوں نے اس شہر کا محاصرہ ایک مہینہ تک برقرار رکھا پھر انھوں نے اس شہر کو زبردستی اپنے قبضے میں لے لیا اور قاضی اور الصانع دونوں کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۴۹۹ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

دوسری روایت

ایک روایت یہ ہے کہ الصانع کو ابن بدیع اور حاکم حلب سلطان تتش نے قتل کیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کونسی روایت صحیح ہے۔

بعد ازاں انطاکیہ کے فرنگی حاکم نے طویل محاصرہ کے بعد قلعہ الامارہ کو بھی فتح کر لیا۔ منبج اور بالس کے باشندے وہاں سے کوچ کر گئے اور ان دونوں شہروں کو خالی اور ویران کر کے چلے گئے۔

اسلامی ریاستوں پر ٹیکس

اب فرنگیوں کا شام کے اہم علاقوں پر قبضہ ہو گیا تھا اس لئے انھوں نے مسلمانوں کے شہروں اور قلعوں پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کر دیا اور یہاں کے مسلمان حکام یہ ٹیکس انھیں ادا کرنے لگے۔ چنانچہ حلب کے حاکم رضوان پر تیس ہزار دینار کا ٹیکس مقرر ہوا۔ صور کے علاقے پر سات ہزار اور شیزر کے حاکم ابن منقذ پر چار ہزار دینار اور حماۃ کے شہر پر دو ہزار دینار مقرر کئے گئے۔ یہ واقعہ ۵۰۵ھ میں ہوا۔

بصرے کا محاصرہ

ہم پہلے ۴۹۷ھ کے واقعات میں بتا چکے ہیں کہ دقاق کے مرنے کے بعد اس کے بھائی تلتاش کے نام پر مساجد میں خطبہ پڑھا جانے لگا تھا مگر وہ دمشق سے نکل گیا تھا اور فرنگیوں سے مدد کا طالب ہوا تھا۔ ان تمام کاموں کا ذمہ دار

بصری کا حاکم اسکین المملی تھا۔ لہٰذا طغرکین حاکم دمشق سنہ ۵۰۰ھ میں اس کی سرکوبی کے لئے بصری پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں نے فرنگی حملوں کی وجہ سے کچھ مہلت طلب کی اس لئے وہ دمشق چلا گیا۔ جب مقررہ مدت ختم ہو گئی تو بصری کے باشندوں نے اطاعت قبول کی اور اس نے بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

طغرکین کی شکست

پھر سنہ ۵۰۲ھ میں طغرکین نے طبریہ کی طرف فوج کشی کی۔ وہاں فرنگی حاکم بقدوین کا بھانجا بھی پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا جنگی مقابلہ ہوا۔ شروع میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ آخر کار طغرکین میدان میں اُترا اور اس نے مسلمانوں کو غیرت دلائی تو اُنھوں نے زبردست حملہ کیا جس کے بعد فرنگیوں کو شکست ہوئی اور بقدوین (فرنگی حاکم) کا بھانجا گرفتار ہو گیا۔ طغرکین نے اسے اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی۔ مگر جب اس نے انکار کر دیا تو طغرکین نے اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا اور باقی قیدیوں کو بغداد بھیج دیا۔ اس کے بعد طغرکین اور بقدوین کے درمیان چار سال کے بعد صلح ہوئی۔

غزہ پر حملہ

اسی سال طغرکین ماہ شعبان میں غزہ کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ طرابلس کے حاکم، قاضی فخر الملک بن علی بن عمار کے ایک غلام کے قبضہ میں تھا جس نے بغاوت کر دی تھی۔ فرنگیوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور وہاں غلہ پہنچنا بند ہو گیا تھا۔ پھر اس نے دمشق کے حاکم طغرکین کو پیغام بھجوایا کہ وہ اس قلعہ کو بچانے میں اس کی مدد کرے۔ لہٰذا پہلے اس نے اپنے ایک ساتھی اسرائیل کو وہاں بھیجا۔ اس نے جاتے ہی قلعہ پر قبضہ کر لیا اور مولیٰ ابن عمار کو اچانک قتل کر دیا تاکہ وہ خود حاکم بن جائے۔

صلیبیوں سے مقابلہ

طغرکین نے موسم سرما کے آنے کا انتظار کیا۔ پھر وہ قلعہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اس کی صحیح صورت حال معلوم کرے۔ اس عرصہ میں فرنگی حاکم اسردانی طرابلس کا محاصرہ کر رہا تھا۔ جب اس نے سنا کہ طغرکین اکمہ کے قلعہ کے پاس پہنچ گیا ہے تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ فوج لے کر اس کے مقابلہ کے لئے پہنچ گیا اور اسے شکست دے دی اور اس کے لشکر کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا۔ یہاں سے طغرکین حمص چلا گیا۔

صلیبیوں کی فتوحات

فرنگی حاکم نے غزہ کے مقام پر بھی جنگ کی۔ اس کے بعد وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس نے غزہ کو بھی فتح کر لیا۔

اور اسرائیل کو قیدی بنا لیا۔ اور اسے اپنے ایک قیدی کے بدلے میں واپس کیا جو دمشق میں سات سال سے اسیر تھا۔

صلیبیوں کو شکست

پھر طغرکین دمشق پہنچا وہاں معلوم ہوا کہ فرنگی حاکم نے دمشق کے علاقہ کے ایک مقام رعسہ پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں غلہ اور محافظ دستوں کا بندوبست کر رکھا ہے۔ تاہم جب طغرکین کو یہ معلوم ہوا کہ وہاں کی محافظ فوجیں کمزور ہیں تو اس نے لشکرکشی کر کے انھیں شکست دے دی اور وہاں کے فرنگیوں کو قید کر لیا۔

اسلامی لشکر کی فتح

سلطان محمد بن ملک شاہ نے موصل کے حاکم مودود بن موشکین کو حکم دیا کہ وہ فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جائے۔ کیونکہ بیت المقدس کے فرنگی حاکم نے دمشق پر ۵۰۶ھ میں لگاتار حملے شروع کر دیئے تھے اور طغرکین نے مودود سے بھی فوجی امداد طلب کی تھی۔ اس لئے اس نے تمام فوجوں کو اکٹھا کیا اور ۵۰۶ھ میں فوج لے کر روانہ ہوا۔ طغرکین کی فوجیں اس سے سلمیہ کے مقام پر ملیں۔ وہ دونوں فوجیں قدس کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب وہ اردن کے علاقہ میں الصنبرہ کے مقام پر پہنچے تو فرنگی حاکم بغدوین لشکر لے کر دریائے اردن کے سامنے ان کے مقابلے کے لئے آیا۔ اس کے ساتھ اس کا سپہ سالار جوسکین بھی تھا۔ آخر کار ۵۰۷ھ کے ماہ محرم کی پندرہ تاریخ بحیرہ طبریہ کے مقام پر فریقین میں جنگ کا آغاز ہوا۔ اس جنگ میں فرنگی لشکر کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے افراد مارے گئے اور بہت سے بحیرہ طبریہ اور دریائے اُردن میں ڈوب گئے۔

طویل محاصرہ

اس کے بعد طرابلس اور انطاکیہ کے فرنگی لشکر ان کے مقابلے کے لئے آئے اور انھوں نے سخت مقابلہ کیا۔ انھوں نے طبریہ کے قریب ایک پہاڑ پر اپنا ڈیرہ جما دیا تھا۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ مگر جب طویل محاصرہ کے بعد وہ کامیابی سے مایوس ہو گئے تو اسلامی لشکر فرنگیوں کے مفتوحہ علاقوں میں پھیل گیا اور انھیں تباہ و ویران کر دیا۔ وہ مرج الصفر میں مقیم تھے۔ پھر مودود نے حکم دیا کہ تمام فوجیں واپس آ کر آرام کریں اور موسم سرما کے ختم ہوتے ہی دوبارہ حملہ کرنے کی تیاریاں کریں۔

مودود کا قتل

اس اثناء میں مودود طغرکین کے پاس دمشق آ گیا تا کہ اس درمیانی مدت

ہیں صرف وہاں رہے۔ جب اس نے پہلا جمعہ وہاں پڑھا تو نماز کے بعد فرقۂ باطنیہ کے ایک شخص نے اس پر نیزے سے حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ دن کے آخری حصہ میں فوت ہو گیا۔ اس کے قتل کا ملزم طغرکین کو گردانا گیا۔ تاہم سلطان محمد نے اس کے بعد موصل کا حاکم اقسنقر برسقی کو مقرر کیا۔ اس نے قلعۂ کیفا کے حاکم ایاز بن ابی الغازی اور اس کے والد کو گرفتار کر لیا۔

بنوارتق کا مقابلہ

بنوارتق لشکر لے کر برسقی کے مقابلہ کے لئے آئے اور اسے شکست دے کر ایاز کو اس کی قید سے چھڑا لیا۔ اس کا باپ ابوالغازی وہاں سے نکل کر دمشق کے حاکم طغرکین کے پاس پہنچ گیا اور وہاں رہنے لگا۔

طغرکین سلطان محمد سے ناراض تھا کیونکہ اس نے اس پر مودود کے قتل کا الزام لگایا تھا۔ اس لئے اس نے انطاکیہ کے حاکم کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور انھوں نے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا۔

ابوالغازی کی گرفتاری

ابوالغازی نے دیار بکر کے علاقہ کا قصد کیا۔ وہاں اسے حمص کے حاکم قیرجان بن قراجا نے گرفتار کر لیا اور مقید کر لیا۔ جب طغرکین اس کو چھڑانے کے لئے آیا تو قیرجان نے حلفیہ اعلان کیا کہ اگر طغرکین اپنے ملک واپس نہیں جائے گا تو وہ اسے ضرور قتل کر دے گا۔ وہ بغداد سے لشکر کے آنے کا انتظار کرتا رہا تاکہ وہ اسے آ کر لے جائے۔ مگر اس کے پہنچنے میں دیر ہو گئی تو طغرکین وہاں سے چلا گیا۔

جہاد کا حکم

پھر سلطان محمد نے تمام فوجوں کو فرنگی عیسائیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے یہ حکم دیا کہ اس جنگ کی ابتداء طغرکین اور ابوالغازی کے مقابلہ سے کی جائے۔ چنانچہ وہ ۵۰۸ھ میں ماہ رمضان میں روانہ ہوئے۔ ان فوجوں کے ہراول دستے پر حاکم ہمدان برسق ابن برسق کی فوج تھی۔ جب وہ حلب پہنچے تو انھوں نے اس کے افسر لؤلؤ الخادم اور ہراول دستے کے سردار شمس الخواص کو پیغام بھجوایا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں۔ انھوں نے اس کے ثبوت میں سلطان کے خطوط بھی پیش کئے۔ ان دونوں سرداروں نے طغرکین اور ابوالغازی کو طلب کیا۔ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو اہل حلب نے صلح کرنے سے انکار کر دیا اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔

فتح حماۃ

یہ صورتِ حال دیکھ کر (سلطانی لشکر کے سردار) برسق نے شہر حماۃ کی طرف فوج کشی کی جو طغرکین کا علاقہ تھا۔ اس پر اس نے بزور شمشیر قبضہ کرلیا اور تین دن تک وہاں لوٹ مار کی۔

وہ اس کے تمام شہر سلطان کے حکم کے مطابق فتح کرتا رہا۔ اس پر امراء بگڑ بیٹھے اور جنگ کرنے میں سستی کرنے لگے۔

مسلم حکام کی نااتفاقی

ابوالغازی، طغرکین اور شمس الخواص اس عرصے میں انطاکیہ پہنچے اور اس کے فرنگی اور عیسائی حاکم رجیل سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ پھر انھوں نے موسم سرما کے ختم ہوتے تک صلح کرلی اور ابوالغازی، ماردین اور طغرکین دمشق واپس چلے گئے۔ (اس خانہ جنگی اور نااتفاقی کا) نتیجہ یہ ہؤا کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور برسق اور اس کا بھائی زنگی شہید ہوگئے۔

پھر سلطان محمد بغداد آیا تو اس کے پاس طغرکین حاکم دمشق کا نائب بھی پہنچا اور اس نے سلطان سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے اسے مدد بہم پہنچائی اور اسے اس کے شہر واپس کردیا۔ یہ واقعہ ماہ ذوالقعدہ ۵۰۹ھ میں ہؤا۔

رضوان کی وفات

۵۰۹ھ میں حاکم حلب رضوان فوت ہوگیا۔ اس نے اپنے دونوں بھائیوں ابوطالب اور بہرام کو قتل کردیا تھا۔ وہ اپنے مشکل کاموں میں فرقۂ باطنیہ سے مدد حاصل کرتا تھا اور ان سے ساز باز رکھتا تھا۔ جب وہ فوت ہؤا تو اس کے آزاد کردہ غلام نے اس کے نوعمر بیٹے الپ ارسلان کے نام پر لوگوں سے بیعت حاصل کی۔ وہ ابھی صغیر سن بچہ تھا اور اس کی زبان میں لکنت تھی۔ اس وجہ سے اس کا لقب اخرس (گونگا) تھا۔ لؤلؤ الخادم اس وقت خود مختار حاکم تھا۔

فرقۂ باطنیہ کی گرفتاری

رضوان کے زمانے میں حلب میں فرقۂ باطنیہ کے افراد اس کثرت سے آباد ہوگئے تھے کہ ابن بدیع اور دیگر ارکانِ سلطنت ان سے خائف رہتے تھے۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے فرزند الپ ارسلان نے ارکانِ سلطنت کو اجازت دے دی کہ وہ انھیں گرفتار کرسکتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پیشوا ابن الطاہر الصانع اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ اور انھیں قتل کیا گیا۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ دوسرے مقامات پر منتشر ہوگئے۔

لؤلؤ الخادم کا قتل لؤلؤ الخادم قلعۂ حلب پر مسلط ہو گیا تھا اور وہ اپنے آقا زادہ الپ ارسلان ابن رضوان کا نائب بن گیا تھا۔ پھر وہ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے قتل کر کے اس کے بھائی سلطان شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور اسے اپنے ماتحت رکھا۔ جب ۵۱۱ھ کا سال شروع ہوا تو وہ قلعۂ جعفر کے حاکم سالم بن مالک سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس موقع پر اس کے ترک غلاموں نے غداری کر کے اسے خرت برت کے مقام پر قتل کر دیا اور اس کے خزانوں کو لوٹ لیا۔ تاہم اہل حلب نے ان کا مقابلہ کر کے ان سے خزانے واپس لے لئے۔

حکام حلب کی تبدیلی پھر سلطان شاہ کا نائب شمس الخواص یارقیاس مقرر ہوا۔ ایک مہینے کے بعد وہ بھی معزول ہوا۔ اس کے بعد ابو المعالی الملحمی دمشقی نائب مقرر ہوا، مگر وہ بھی جلد معزول کر دیا گیا اور اس کا مال و متاع ضبط ہو گیا۔ یوں حلب کا انتظام سلطنت خراب ہوتا گیا۔ ایسی حالت میں اہل حلب کو عیسائی فرنگیوں کے حملوں کا خطرہ لاحق ہوا تو اُنھوں نے ابو الغازی بن ارتق کو بلوا کر اپنا حاکم مقرر کیا۔ اس وقت خزانہ خالی ہو چکا تھا، اسے مال و دولت نہیں ملی تو اس نے سابق بادشاہ کے خادموں کے مال و دولت کو ضبط کر کے ان کے ذریعے فرنگیوں سے ملک کو بچایا۔ پھر وہ ماردین چلا گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس کی حفاظت کرنے کے لئے واپس آئے گا۔ اس لئے اپنے فرزند حسام الدین ترماش کو اپنا جانشین بنایا۔ اس کے بعد رضوان بن تتش کے خاندان کی بادشاہت کا حلب سے خاتمہ ہو گیا۔

طغرکین کا جہاد ۵۱۲ھ میں بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین فوت ہو گیا اور اس کے بعد وہاں رُہا کا وہ حاکم مقرر ہوا جسے جکرمس نے اسیر بنا لیا تھا، اور جاولی نے اسے رہا کیا تھا۔ اس نے طغرکین کو مصالحت کا پیغام بھیجا۔ مگر وہ فرنگیوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس نے صلح سے انکار کر دیا اور طبریہ پہنچ کر اسے لوٹ لیا۔ پھر اس نے عسقلان کے مقام پر مصر کے سپہ سالاروں سے ملاقات کی۔ کیونکہ حاکم مصر نے طغرکین کی رائے پر انھیں عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد وہ دمشق لوٹ آیا۔

جنگ میں شکست اِدھر فرنگیوں نے طغرکین کے ایک مقبوضہ قلعے پر حملہ کیا۔ وہاں کے

باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور فرنگیوں نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ اذرعات کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں طغرکین نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ دیکھ کر فرنگی اذرعات سے ہٹ کر وہاں کے ایک پہاڑ پر چلے گئے۔ بوری نے ان کا محاصرہ کیا۔ جب اس کے پاس ابوطغرکین آیا تو انھوں نے اس سے خط و کتابت کی تاکہ وہ وہاں سے نکل جائیں۔ مگر اس نے انکار کیا۔ کیونکہ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ فتح حاصل کرے گا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر فرنگیوں نے اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں پر زوردار حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست دے دی اور انھیں بہت نقصان پہنچایا۔ بچی کھچی شکست خوردہ فوج دمشق واپس آ گئی۔

اس واقعہ کے بعد طغرکین فوجی امداد حاصل کرنے کے لئے حلب ابوالغازی کے پاس گیا۔ اس نے فوجی امداد کا وعدہ کیا اور فوج اکٹھا کرنے کے لئے ماردین روانہ ہوا طغرکین دمشق واپس آ گیا۔ مگر اس سے پہلے فرنگی فوج حلب کی طرف روانہ ہو گئی۔

دمشق پر حملۂ فرنگ ۵۲۰ھ میں فرنگیوں کے تمام حکام اور ان کی فوجیں اکٹھی ہو گئیں اور وہ دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ مرج الصفر کے مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ طغرکین نے دیار بکر کی ترکی فوجوں وغیرہ کو مدد کے لئے بلوایا اور فرنگیوں کے لشکر کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ اس نے اپنے فرزند بوری کو دمشق میں اپنا جانشین مقرر کیا اور خود فرنگیوں کے ساتھ سال کے آخر تک لڑتا رہا۔ بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں طغرکین اپنے گھوڑے سے گر پڑا، اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ جب طغرکین اور اس کی فوجیں پیچھے ہٹ کر دمشق کی طرف جانے لگیں تو فرنگیوں کی سوار فوج نے ان کا تعاقب کیا۔

پیدل فوج کا صفایا اس وقت میدانِ جنگ میں ترکمانوں کی پیدل فوج باقی رہ گئی تھی۔ جب فرنگیوں کی پیدل فوج ان کے مقابلہ کے لئے آئی تو ترکمانی پیدل فوج نے اپنی صفیں درست کیں اور فرنگی کی پیدل فوج پر جاں نثاری کے ساتھ زبردست حملہ کیا اور انھیں مار ڈالا اور ان کے فوجی خیموں کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد وہ بہت سا مالِ غنیمت حاصل کر کے فتح یاب ہو کر دمشق واپس آئے۔

فرنگی سواروں کی فوج جب ناکام ہو کر لوٹی تو انھوں نے اپنے خیمے خالی دیکھے۔ ان کا ساز و سامان لٹ چکا تھا۔ اور ان کی پیدل فوج مری پڑی تھی۔ یہ قدرت کا ایک عجیب و غریب

کرشمہ تھا۔

بوری کا عہدِ حکومت اس واقعہ کے بعد دمشق کے حاکم طغرکین نے ماہ صفر ۵۲۲ھ میں وفات پائی۔ وہ تاج الدولہ تتش کا آزاد کردہ غلام تھا۔ وہ نیک سیرت، انصاف پسند اور مجاہد انسان تھا۔ اس کا لقب ظہیر الدین تھا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے بعد اس کا فرزند تاج الدولہ بوری، جو اس کا سب سے بڑا فرزند اور ولی عہد تھا، حاکم دمشق ہُوا۔ اس نے اپنے والد کے وزیر ابوعلی طاہر بن سعد المزدغانی کو برقرار رکھا۔

اسماعیلی فرقہ کا تسلّط مزدغانی رافضی اور اسماعیلی تھا۔ جب اسماعیلی فرقہ کا پیشوا ابراہیم استر آبادی بغداد میں مارا گیا تو اس کا بھتیجا بہرام شام چلا آیا تھا۔ اس نے قلعہ بانیاس پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر وہ دمشق چلا گیا۔ وہاں اسماعیلی فرقہ کے خلیفہ کی حیثیت سے رہنے لگا اور اپنے مسلک کی طرف لوگوں کو بلانے لگا تھا۔ پھر وہاں سے بھی چلا گیا اور بعلبک کے قریب پہاڑی قلعوں پر قبضہ کر کے وہاں اس نے اپنا مرکز بنایا تھا۔ مگر ضحاک اس پر غالب آگیا اور اس نے بہرام کو قتل کر دیا۔

مزدغانی نے بھی دمشق میں اپنا ایک خلیفہ مقرر کر لیا تھا جس کا نام ابوالوفا تھا۔ اس کے پیرو بہت زیادہ ہو گئے۔ اور اس کا اثر و نفوذ شہر میں بہت زیادہ ہو گیا۔

مزدغانی کا قتل بوری حاکم دمشق کو یہ اطلاع ملی کہ اس کے وزیر مزدغانی اور اسماعیلی فرقہ نے فرنگیوں کے ساتھ خط و کتابت کی ہے کہ وہ آکر دمشق پر قبضہ کر لیں۔ لہٰذا اس نے اپنے وزیر مزدغانی کو قتل کر دیا۔ اور فرقہ اسماعیلیہ کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔

فرنگیوں کا متحدہ حملہ یہ خبر فرنگی حکام کو ملی تو بیت المقدس، انطاکیہ، طرابلس اور تمام علاقوں کے فرنگی اکٹھے ہوئے اور وہ سب مل کر دمشق کے محاصرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ تاج الملک بوری حاکمِ دمشق نے بھی عربوں اور ترکمانی فوجوں سے مدد مانگی۔

۵۲۲ھ کے ماہ ذوالحجہ میں فرنگی فوجیں آگئیں۔ انھوں نے اپنے فوجی دستے مختلف مقامات پر لوٹ مار اور غارت گری کے لئے بھیجے۔ ان میں سے ایک فوجی دستہ خوانذم بھی بھیجا گیا تھا۔

صلیبیوں کی پسپائی تاج الدولہ بوری حاکم دمشق نے اپنے ایک حاکم شمس الخواص کی

قیادت میں مسلمانوں کا لشکر فرنگی فوجوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور انھوں نے فرنگی لشکر کا صفایا کر دیا۔ جب باقی فرنگی فوجوں کو اس کی اطلاع موصول ہوئی تو وہ اس کے علاقے کو آگ لگا کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے بھی ان کا تعاقب کیا اور جو ملے انھیں قتل کر دیا یا انھیں قیدی بنا لیا۔

دبیس کی گرفتاری

شام کے علاقہ میں صرخہ کے مقام کا ایک شخص حاکم تھا وہ ۵۲۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا لشکر اس قلعہ پر قابض رہا۔ اسے یہ بتایا گیا کہ اس قلعہ پر مکمل قبضہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کے ہاں کسی ایک شخص کا نکاح کرا دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے دبیس کا نام پیش کیا گیا۔ لہٰذا اسے بلوایا گیا۔

دبیس اس وقت بصرہ میں تھا اور جب سے وہ سنجر کے پاس سے واپس آیا تھا اس وقت سے وہ سلطان کا مخالف تھا۔

جب اسے بلوایا گیا تو اس نے اپنے ساتھ چند رہبروں کو لیا اور صرخہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کو راستہ بتانے والے خود بھٹک گئے اور دمشق کے آس پاس بھٹکتے ہوئے وہ غوطۂ دمشق کے مشرقی حصے میں بنو کلاب کی بستی میں پہنچ گئے۔ وہ اسے تاج الملک کے پاس لے گئے اس نے اسے قید کر لیا اور اسے عماد الدین زنگی کے پاس بھیج دیا۔ اس کے ساتھ چند افراد بھی قیدی تھے ان سب کو عماد الدین زنگی کے پاس بھیج دیا گیا۔ تاج الملک بوری کو اس کی جان کا اندیشہ تھا۔

زنگی کا حسن سلوک

جب وہ عماد الدین زنگی کے پاس پہنچا تو اس کے اندیشہ کے برخلاف عماد الدین زنگی نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کی تمام ضرورتوں کو پورا کیا۔ خلیفہ المسترشد بھی اس کی تلاش میں تھا۔ زنگی نے اسے بھی اس کے بارے سفارشی خط لکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دبیس کو چھوڑ دیا گیا۔

بوری کی وفات

۵۲۵ھ میں فرقۂ باطنیہ کی ایک جماعت نے تاج الملک بوری حاکم دمشق پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا تھا۔ اس کا زخم ابتداء میں مندمل ہو گیا تھا۔ مگر آخر کار وہ اس سے جانبر نہیں ہو سکا اور وہ اپنی حکومت کے ساڑھے چار سال پورے کر کے ماہ رجب ۵۲۶ھ میں فوت ہو گیا۔

دمشق کے نئے انتظامات

اس کے بعد اس کا فرزند اور ولی عہد شمس الملوک اسماعیل حاکم دمشق ہوا۔ اس نے شہر بعلبک اور اس کے گرد و نواح

کے علاقے پر اپنے دوسرے فرزند شمس الدولہ کو حاکم بنایا تھا۔

اس کی سلطنت کے امور کا انتظام حاجب یوسف بن فیروز کوتوال دمشق کو سپرد کیا گیا۔ چنانچہ اس نے رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔

شمس الملوک کا عہدِ حکومت

جب تاج الملوک بوری کا فرزند شمس الملوک اسماعیل دمشق کا حاکم ہوا، اور اس کا بھائی محمد بعلبک گیا۔ تو شمس الملوک لشکر لے کر بعلبک پہنچا اور اس نے اپنے بھائی محمد کا محاصرہ کر لیا، اور اس کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ محمد نے قلعہ میں پناہ لی اور اپنے بھائی سے اس نے درخواست کی کہ اسے وہیں رہنے دیا جائے۔ اس نے اس کی درخواست منظور کر لی اور دمشق چلا گیا۔

صلیب پرستوں کی سرکوبی

پھر وہ بانیاس کی طرف روانہ ہوا جو فرنگیوں کے ماتحت تھا۔ انھوں نے صلح کی شرائط کو توڑ دیا تھا، اور وہ دمشق کے تاجروں کی ایک جماعت کو پکڑ کر دمشق لے گئے تھے۔ وہاں وہ ماہ صفر ۵۲۷ھ میں پہنچا اور جنگ کا آغاز کیا۔ اس نے اس مقام کی فصیلوں میں نقب زنی کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور ان فرنگیوں کا صفایا کیا جو وہاں تھے۔ شکست خوردہ فوج نے قلعہ میں پناہ لی۔ پھر انھوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ فتح ہو گیا اور وہ دمشق واپس آ گیا۔

فتح حماۃ

پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ خلیفہ مسترشد موصل کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں اس نے حماۃ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ ماہ رمضان المبارک کے آخر میں روانہ ہوا، اور عید الفطر کے دوسرے دن پہنچ گیا۔ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور اس نے اس شہر کو فتح کر لیا۔

پھر وہ قلعہ شیزر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم بنو منقذ کے خاندان سے تھا۔ شمس الملوک نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے حاکم نے مال دے کر اس کا پیچھا چھڑایا اور وہ دمشق چلا آیا۔ یہ واقعہ اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ میں ہوا۔

ایک قلعہ کی تسخیر

پھر وہ ماہ محرم ۵۲۸ھ میں حصن شقیف کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ بیروت اور صیدا کے قریب ایک پہاڑ پر واقع تھا۔ یہ قلعہ ضحاک بن جندل رئیس وادی التیم کے ماتحت تھا۔ اس نے اس پر قبضہ کر رکھا تھا اور اس قلعہ کو مسلمانوں اور

فرنگیوں دونوں کے حملوں سے محفوظ کر رکھا تھا۔ جب کبھی ان دونوں میں سے کوئی گروہ اس پر حملہ کرتا تھا تو وہ دوسرے گروہ کی مدد سے اسے بچا لیتا تھا۔

صلیب پرستوں کی تباہی

مگر شمس الملوک نے جاتے ہی اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ بات فرنگیوں کو بہت شاق گزری اس لئے انھوں نے حوران کی طرف لشکر کشی کی اور اس کے گرد و نواح میں تباہی برپا کی۔ شمس الملوک نے یہ صورت حال دیکھ کر فوجوں کو اکٹھا کیا اور ترکمانی فوجوں سے بھی کمک حاصل کی۔ اس کے بعد وہ ان کے مقابلہ کے لئے پہنچ گیا۔ وہاں وہ صف آرا ہو کر خشکی کی طرف نکل گیا اور طبریہ اور عکا کے گرد و نواح کا (جہاں فرنگی فوجیں تھیں) صفایا کر دیا۔

ان فوجی مہموں میں اس کی فوجوں کو بہت سا مال غنیمت اور قیدی حاصل ہوئے۔ جب ان نقصانات کی خبر فرنگی فوجوں کو جو حوران میں تھیں ملی تو وہ اپنے شہروں کی طرف بھاگ گئیں۔ اور وہ بھی دمشق لوٹ آیا۔ ایسی حالت میں فرنگی فوجوں نے تجدید صلح کی درخواست کی جو اس نے منظور کر لی۔

شمس الملوک کے مظالم

شمس الملوک بدسیرت اور ظالم و جابر حکمران تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں سے بھی برا سلوک کرتا تھا۔ اس لئے یہاں تک کہ اس کے جد امجد کے ایک غلام نے ۵۲۷ھ میں اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کرنے کے لئے تلوار لے کر کھڑا ہو گیا، مگر اسے فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ جب اسے زد و کوب کیا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ ایک جماعت نے اس کے ساتھ مل کر (قتل کرنے کی) سازش کی تھی۔

مخالفانہ سازشیں

شمس الملوک نے ان سب سازشیوں کو قتل کر دیا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی سونج کو بھی قتل کر دیا۔ اس کی یہ حرکت لوگوں کو پسند نہیں آئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں یہ افواہ بھی اڑائی گئی کہ وہ عمادالدین زنگی کے ساتھ خط و کتابت کر رہا ہے تاکہ وہ دمشق پر قبضہ کر لے۔ نیز وہ اسے اس بات پر بھی آمادہ کر رہا ہے کہ وہ جلد وہاں پہنچ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ فرنگی فوجیں اس شہر پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ عمادالدین زنگی اس مقصد کے لئے روانہ ہو گیا ہے۔

شمس الملوک کا قتل

جب عوام نے اس افواہ کو صحیح قرار دیا تو شمس الملوک کے والد کے ساتھی اس سے بگڑ گئے اور انھوں نے اس کی شکایت جا کر

اس کی والدہ سے کی۔ اس کی والدہ کو بھی اس بات کا اندیشہ ہوا۔ اس لئے اس نے اس کے غلاموں کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے اسے ماہ ربیع الآخر ۵۲۹ھ میں قتل کر دیا۔

دوسری روایت دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی والدہ پر حاجب یوسف بن فیروز سے تعلقات رکھنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ لہٰذا شمس الملوک نے اپنی والدہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر یوسف تو بھاگ گیا اور اس کی والدہ نے اسے قتل کرا دیا۔

شہاب الدین محمود کی حکومت اس کے قتل کے بعد اس کا بھائی شہاب الدین محمود دمشق کا حاکم ہوا۔ عماد الدین زنگی اس کے قتل کے بعد دمشق پہنچا۔ اس نے میدانِ حصار کی طرف سے دمشق کا محاصرہ کیا، مگر اہل دمشق نے اس کی مدافعت کے لئے سر توڑ کوشش کی اور وہ اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس سلسلے میں اس کے جد امجد طغرکین کے غلام معین الدین انز نے زبردست کردار ادا کیا اور شہر کی مدافعت اور محاصرہ کا مقابلہ نہایت بہادری کے ساتھ کیا۔

زنگی سے مصالحت پھر خلیفہ المسترشد کا قاصد ابوبکر بن بشر الجزری عماد الدین زنگی کے پاس پہنچا جو یہ پیغام لے کر آیا تھا کہ وہ حاکم دمشق شہاب الدین محمود کے ساتھ مصالحت کرلے۔ چنانچہ وہ مصالحت کر کے سال کے نصف حصّے میں دمشق سے واپس چلا گیا۔

فتح حمص حمص کا علاقہ قیر جان بن قراجا اور اس کی اولاد اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کے قبضے میں رہا تھا۔ مگر عماد الدین زنگی نے مطالبہ کیا کہ وہ یہ علاقہ اس کے سپرد کر دیں۔ جب اس نے انھیں بہت تنگ کرنا شروع کیا تو انھوں نے حاکم دمشق شہاب الدین محمود کو یہ تحریر کیا کہ وہ اس علاقے پر قبضہ کرلے اور اس کے بدلے میں وہ انھیں تدمر کا علاقہ دے دے۔

اس نے ان کی یہ بات مان لی اور وہاں ۵۳۰ھ میں پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس کی حکومت اپنے دادا کے غلام، معین الدین انز کے سپرد کر دی (جس نے دمشق کے محاصرہ میں سب سے زیادہ بہادرانہ کارنامے انجام دیئے تھے) اس نے اس کے ساتھ وہاں ایک محافظ فوج بھی متعین کی اور خود دمشق واپس آگیا۔

یوسف کا قتل

حاجب یوسف بن فیروز تدمر بھاگ گیا تھا۔ موالی اور ارکان سلطنت کی ایک جماعت اس سے ناراض تھی کیونکہ بادشاہ کے بھائی سونج کے قتل میں وہ شریک سمجھا جاتا تھا۔

جب اس نے دمشق آنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے اس کی مخالفت کی تاہم یوسف نے نرمی سے انھیں رضامند اور مطمئن کرنے کی کوشش کی اور اس نے حلف اٹھایا کہ وہ سلطنت کے کسی کام میں حصہ نہیں لے گا۔

مگر جب وہ دمشق آ گیا تو اس نے پہلی جیسی حرکتیں شروع کر دیں۔ لہٰذا اس کے مخالفوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر دمشق سے بھاگ کر وہ بیرونی علاقے میں خیمہ زن ہو گئے۔

قاتلوں سے صلح

جب ان کا تعاقب کیا گیا تو وہ شمس الدولہ محمد بن تاج الملوک کے پاس بعلبک پہنچ گئے۔ وہاں سے وہ فوجیں دمشق کی طرف بھیجتے تھے۔ جو اس کے گرد و نواح میں فتنہ و فساد برپا کرتی تھیں۔

آخر کار تنگ آ کر جب شہاب الدین محمود حاکم دمشق نے ان کے تمام مطالبات منظور کر لئے تو وہ دمشق کے بیرونی علاقے میں پہنچے۔ وہاں سے شہاب الدین محمود حلفیہ معاہدہ کرنے کے بعد انھیں دمشق میں لے آیا اور ان کے بزرگ مرداش کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے اپنی سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

زنگی کا حملۂ حمص

پھر ماہ شعبان ۵۳۱ھ میں عماد الدین زنگی نے حمص کی طرف پیش قدمی کی اور ہراول فوج پر اپنے حاجب صلاح الدین یاغیسیانی کو جو اس کا سب سے بڑا حاکم تھا، مقرر کیا۔ اس نے حمص کے حاکم معین الدین انز کو مشورہ دیا کہ وہ ہتھیار ڈال دے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس پر شہر کا محاصرہ کیا گیا جس کا زبردست مقابلہ کیا گیا۔ لہٰذا وہ اس سال ماہ شوال کے آخر میں وہاں سے چلا گیا۔

دوبارہ محاصرہ

پھر وہ ۵۳۲ھ میں بعلبک کے گرد و نواح میں پہنچا تو حاکم دمشق کے ایک قلعہ المجدل کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر وہاں سے دوبارہ حمص پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

شاہ روم کے حملے

اس اثناء میں شاہ روم حلب پہنچا۔ اس نے فرنگی فوجوں کو ملوا کر بہت سے

(مسلمانوں کے) قلعوں پر قبضہ کر لیا جن میں عین زربہ اور تل حمدون کے قلعے بھی شامل تھے۔ اس نے انطاکیہ کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ اس کے بعد شاہِ روم واپس چلا گیا۔

زنگی کا نکاح

عماد الدین زنگی نے شہنشاہ روم کے حملوں کے دوران حمص سے محاصرہ اٹھا لیا تھا۔ مگر جب شاہ روم واپس چلا گیا تو اس نے دوبارہ جنگ شروع کر دی۔ اس اثناء میں اس نے حاکم دمشق شہاب الدین محمود کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس سے اپنی والدہ مرد خاتون بنت جاولی کا نکاح کرا دے۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس بہانے سے دمشق پر قابض ہو سکے گا۔ شہاب الدین محمود نے اپنی والدہ کا نکاح عماد الدین زنگی سے کرا دیا۔ مگر دمشق پر قبضہ کرنے کی آرزو پوری نہیں ہو سکی۔ البتہ حمص اور اس کا قلعہ اس کے سپرد کر دیا گیا۔ اور مرد خاتون کو ماہِ رمضان میں اسی سال اس کے پاس رخصت کر دیا گیا۔

شہاب الدین کا قتل

شہاب الدین محمود حاکمِ دمشق کو اس کی خواب گاہ میں ماہ شوال ۵۳۳ھ میں اس کے تین آزاد کردہ غلاموں نے اچانک قتل کر دیا اور وہ بھاگ گئے۔ ان میں سے ایک بچ نکلا اور باقی دو گرفتار کر لئے گئے۔

جمال الدین محمد کی تخت نشینی

اس کے قتل کے بعد معین الدین انزنے اس کے بھائی جمال الدین محمد بن بوری کو جو بعلبک کا حاکم تھا، یہ خبر پہنچائی۔ وہ بہت سرعت کے ساتھ اپنی فوج اور ارکانِ سلطنت کو لے کر دمشق پہنچا اور وہاں کا حاکم بن گیا۔ اس نے بعلبک کی حکومت اور اس کا انتظامِ سلطنت اپنے جدامجد کے آزاد کردہ غلام معین الدین انز کے سپرد کیا۔ اس طرح اس کے تمام امورِ سلطنت درست ہو گئے۔

انتقامی کارروائی

جب شہاب الدین محمود کے قتل کی خبر اس کی والدہ خاتون کو حلب میں موصول ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ اس نے اپنے شوہر اتابک عماد الدین زنگی کو یہ خبر پہنچائی، جو اس وقت جزیرہ میں تھا۔ اس کی والدہ نے زنگی کو اس کے بیٹے کا انتقام لینے پر آمادہ کیا۔

عماد الدین زنگی یہ خبر سن کر دمشق کی طرف روانہ ہوا، اور دمشق کا محاصرہ کرنے کی تیاری کی۔ پھر وہ بعلبک کی طرف روانہ ہوا، جہاں کا حاکم معین الدین انز تھا۔ اس سے پیشتر عماد الدین زنگی نے پوشیدہ طور پر اس کی طرف مال و دولت بھیجی تھی تاکہ وہ دمشق پر اسے قبضہ دلا دے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

فتح بعلبک

پھر وہ اس کے شہر بعلبک آیا اور وہاں زبردست جنگ کا آغاز کیا اور اس کے خلاف منجنیقیں نصب کر دیں تاکہ شہر والے ہتھیار ڈال دیں۔ آخر کار اس نے ۵۳۳ھ میں شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت بھی ایک فوجی دستہ قلعہ میں محصور رہا۔ مگر تنگ آ کر انھوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ مگر انھیں قتل کر دیا گیا۔ اس نے وہاں کے دوسرے باشندوں کو بھی خوف زدہ کیا۔

شامی فوج کی شکست

پھر وہ دمشق روانہ ہوا اور وہاں کے حاکم کو پیغام دیا کہ وہ شہر اس کے حوالے کر دے اور وہاں کی حکومت سے دستبردار ہو جائے۔ مگر وہ اس کی بات ماننے پر تیار نہیں ہوا۔ زنگی نے اس کے بدلے میں دوسرے مقام کی حکومت دینے کا بھی وعدہ کیا۔ مگر وہ اس کے لئے بھی تیار نہیں ہوا۔

لہٰذا وہ فوج لے کر آگے بڑھا اور داریا کے مقام پر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۵ ربیع الاول ۵۳۴ھ میں ہوا۔ دمشق کی تمام فوجیں اس کے مقابلے کے لئے باہر نکلیں تو زنگی نے ان پر فتح حاصل کی اور انھیں شکست دے دی۔ پھر وہ عید گاہ کی طرف بڑھ گیا اور وہاں بھی دوبارہ جنگ کر کے شام کی فوجوں کو دوبارہ شکست دی۔ پھر اس نے دس دن کے لئے جنگ بند کر دی اور فریقین کے درمیان قاصد اور ایلچی یہ پیغام لے کر دوڑتے رہے کہ حاکم دمشق کو اس شہر کے بدلے میں بعلبک یا حمص یا وہ علاقے جو وہ پسند کرے، دے دیا جائے گا۔

حاکم دمشق کے ساتھیوں نے اسے یہ شرط قبول کرنے سے روک دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زنگی نے دوبارہ جنگ شروع کر دی اور شہر کا محاصرہ سخت کر دیا۔

جمال الدین محمد کی وفات

ابھی عماد الدین زنگی نے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہو رہی تھی کہ جمال الدین محمد بن بوری حاکم دمشق کا ۸ شعبان المبارک ۵۳۴ھ میں انتقال ہو گیا۔ زنگی نے یہ خیال کیا کہ اب دمشق کے حکام و امراء کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے جنگ اور محاصرہ کو سخت کر دیا۔

مجیر الدین انر کی حکومت

مگر دمشق کے حکام نے ہمت نہیں ہاری۔ انھوں نے جمال الدین محمد کے بعد اس کے فرزند مجیر الدین انر کو متفقہ طور پر حاکم بنایا اس کا سرپرست معین الدین انر مقرر ہوا اور وہی امور سلطنت کا مختار کل اور منتظم اعلیٰ بنا۔

معین الدین انر نے فرنگی فوجوں سے زنگی کے خلاف جنگ میں مدد طلب کی۔ اس نے

وعدہ کیا کہ وہ فوجی امداد کے صلے میں دشمن کے علاقہ فاشاش کا محاصرہ کرے گا اور اسے فتح کرنے کے بعد فرنگیوں کے حوالے کر دے گا۔ فرنگیوں نے اس کی بات مان لی۔ کیونکہ انھیں اندیشہ تھا کہ اگر عماد الدین زنگی نے دمشق فتح کر لیا تو وہ ان کے خلاف جنگ کرے گا۔

فرنگیوں کی سازش عماد الدین زنگی کو جب اس سازش کا علم ہوا تو اس سے پہلے کہ فرنگی فوجیں دمشق کی فوجوں کی مدد کو پہنچیں وہ خود لشکر لے کر فرنگیوں کی طرف روانہ ہو گیا اور حوران کے علاقے میں اسی سال کے ماہ رمضان میں اس نے پڑاؤ ڈالا۔ فرنگی فوجیں اس کا مقابلہ کرنے سے ہچکچائیں اور اپنے شہروں سے باہر نہیں نکلیں۔ اس لئے زنگی رمضان کے بعد ماہ شوال میں دمشق کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے دمشق کے مضافات میں مرج اور غوطہ کے دیہاتوں کو نذرِ آتش کیا اور اس کے بعد وہ اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہر صلیبیوں کے حوالے فرنگی فوجیں اس کے کوچ کرنے کے بعد دمشق پہنچ گئیں اور معین الدین انز (اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے) زنگی کے علاقہ فاشاش کو فتح کرنے کے لئے ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس نے اسے فرنگیوں کے حوالہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔

فاشاش کے حاکم نے شہر صور پر حملہ کیا تھا۔ واپسی پر اس کی مڈبھیڑ انطاکیہ کے حاکم سے ہوئی جو فوج لے کر اپنے ساتھی حاکم دمشق کو فوجی کمک پہنچانے کے لئے دمشق جا رہا تھا (لہذا دونوں میں جنگ ہوئی) اور حاکم فاشاش اور اس کے ساتھ کی فوجیں ماری گئیں اور جو باقی بچ گئیں اُنھوں نے فاشاش کی طرف بھاگ کر پناہ لی۔

اس واقعہ کے بعد وہاں معین الدین انز لشکر لے کر پہنچا۔ اس نے اسے فتح کر کے فرنگی فوجوں کے حوالے کیا۔

زنگی کا شدید حملہ جب زنگی کو یہ خبر ملی تو اس نے دمشق کی طرف کوچ کیا۔ اس نے اپنی فوج کے مختلف حصے حوران اور دمشق کے مضافات پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے اور خود صبح سویرے دمشق پہنچ کر اس نے وہاں اچانک حملہ کر دیا۔ دمشق کی فوجیں اس کے مقابلہ کے لئے نکلیں۔ اس نے سارے دن جنگ کی۔ اس کے بعد مرج راہط کی طرف ہٹ گیا اور وہاں وہ اپنے فوجی دستوں کا انتظار کرنے لگا۔ چنانچہ وہ تمام فوجیں بہت سا مالِ غنیمت لے کر اس کے

پاس پہنچیں۔ اس کے بعد وہ اپنے شہر کی طرف واپس روانہ ہوا۔

جرمنی کے شہنشاہ کا شدید حملہ

جب فرنگی فوجوں نے شام کے ساحلی علاقوں کو فتح کیا تو یورپ کے ہر ملک کے لوگ مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کے لئے پہنچنے لگے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ اپنے دشمن کے مقابلے میں تنہا ہیں۔

چنانچہ ۵۴۳ھ میں جرمنی کے شہنشاہ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ اسلامی ممالک کا قصد کیا۔ اس کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ ساز و سامان اور مال و دولت کی بہت فراوانی تھی۔ اس لئے ان کی فتح و نصرت کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ تھا۔

جب یہ لشکر جرار شام پہنچا تو وہاں کی تمام فرنگی فوجیں ان کے ساتھ شامل ہو گئیں اور شہنشاہ کے تعمیل حکم کا انتظار کرنے لگیں۔ اس نے تمام فرنگی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ دمشق کی طرف کوچ کریں۔ لہٰذا وہ ۵۴۳ھ میں دمشق پہنچ گئیں اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔

معین الدین انز بڑی بہادری کے ساتھ ان فرنگی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۶ ربیع الاول ۵۴۳ھ کو گھمسان کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ تاہم انھیں کافی جنگی نقصان برداشت کرنا پڑا۔

یوسف مغربی کی شہادت

اسی جنگ میں مشہور عالم و زاہد حجۃ الدین یوسف الفندلاد المغربی شہید ہوئے۔ معین الدین انز نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے ضعف پیری کی وجہ سے واپس چلے جائیں۔ مگر اُنھوں نے فرمایا:

"میں نے (اپنی جان) فروخت کر دی ہے اور اُس (اللہ تعالیٰ) نے اسے خرید لیا ہے۔ اِس لئے میں یہ سودا واپس نہیں کروں گا اور نہ وہ اسے واپس لے گا۔"

ان کا اشارہ قرآنی آیت کی طرف تھا۔ جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے[1]۔

چنانچہ صاحب موصوف جنگ کے لئے آگے بڑھے اور دمشق سے نصف فرسخ پر اسرت کے مقام پر شہید ہوئے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی شہید ہوئی جس سے

---

[1] وہ آیت کریمہ یہ ہے: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَ اَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ط (پارہ ۱۱ سورہ توبہ) (مترجم)

فرنگی فوجوں کو غلبہ حاصل ہوا، اور شہنشاہ جرمنی میدان اخضر میں پہنچ گیا۔

عماد الدین زنگی کی وفات

اس سے پیشتر موصل کے حاکم عماد الدین زنگی کا ۵۴۱ھ میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا ایک فرزند سیف الدین غازی موصل کا حاکم ہوا، اور دوسرا فرزند نور الدین محمود حلب کا حاکم ہوا۔

مسلمانوں کا متحدہ مقابلہ

معین الدین انر نے موصل کے حاکم سیف الدین غازی سے فوجی امداد طلب کی۔ لہٰذا وہ اپنے بھائی نور الدین کے ساتھ فوج لے کر روانہ ہوا۔ جب حمص کے شہر کے پاس پہنچا تو فرنگیوں کو جنگ کا الٹی میٹم بھیجا۔ لہٰذا وہ اس کے ساتھ بھی جنگ کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح ان کا جنگی ساز و سامان اور تعداد دو حصوں میں تقسیم ہونے لگی۔

اس اثناء میں معین الدین انر نے بھی جرمن فوجوں کو پیغام بھیجا کہ وہ یہ شہر شاہ مشرق یعنی حاکم موصل کے سپرد کر دیں۔ اس نے شام میں مقیم فرنگی فوجوں کو بھی ایک پیغام بھیجا جس میں انہیں خبردار کیا گیا تھا کہ جب شہنشاہ جرمنی دمشق فتح کر لے گا تو وہ اس کے ساتھ شام میں نہیں رہ سکیں گے۔ اس نے ان سے یہ وعدہ بھی کیا کہ (اگر وہ واپس چلے جائیں گے) تو وہ انہیں قاشاش کا قلعہ دے دے گا۔

(اس پیغام کے بعد) وہ جرمنی کے شہنشاہ کے پاس گئے اور اسے حاکم موصل کے خطروں سے آگاہ کیا اور بتایا کہ وہ دمشق پر قبضہ کر لے گا۔

جرمنی کے شاہ کی واپسی

یہ باتیں سن کر وہ اس شہر سے کوچ کر گیا اور معین الدین انر نے حسب وعدہ انہیں قاشاش کا قلعہ دے دیا۔ جرمنی کا شہنشاہ سمندر پار انتہائی شمال مغرب میں اپنے ملک واپس چلا گیا۔

معین الدین انر جرمن فوجوں کے محاصرۂ دمشق کے ایک سال بعد ۵۴۴ھ میں فوت ہو گیا۔ وہ سلطنتِ اتق کا بہت بڑا سیاست دان تھا۔

تتش سلطنت کا خاتمہ

موصل کا حاکم سیف الدین غازی ۵۴۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد اس کا بھائی قطب الدین حاکم ہوا۔ اور نور الدین محمود حلب اور اس کے مضافات کا حاکم برقرار رہا۔

نور الدین محمود دمشق کو فتح کر کے فرنگیوں سے جہاد کرنا چاہتا تھا۔ اس عرصہ میں یہ اتفاق

پیش آیا کہ فرنگی فوجوں نے فاطمی خلفاء کے قبضے سے عسقلان کا علاقہ چھین لیا۔ کیونکہ وہ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ ۵۴۸ھ میں پیش آیا۔

فرنگیوں کے خطرات

نورالدین محمود عسقلان کے علاقے کو ان سے واپس نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اس کے درمیان میں دمشق حائل تھا۔ پھر ان فرنگی فوجوں کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے کہ وہ عسقلان کو فتح کرنے کے بعد دمشق کو فتح کرنے کا ارادہ کرنے لگے۔ اہل دمشق انھیں ٹیکس ادا کرتے تھے اور وہ یہ ٹیکس وصول کرنے کے لئے اس علاقے میں آتے تھے اور اپنی من مانی کارروائیاں کرتے تھے۔ وہاں جو فرنگی قیدی اپنے وطن جانا چاہتا تھا اُسے چھڑا لیتے تھے۔

نورالدین کی سیاست

ایسے حالات کی وجہ سے نورالدین محمود کو فرنگیوں سے بہت خطرہ محسوس ہوا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر وہ دمشق پر حملہ کرے گا تو حاکم دمشق فرنگیوں سے ضرور امداد حاصل کرے گا۔ اس لئے اس نے حاکم دمشق مجیرالدین سے خط و کتابت کی اور تحائف بھیج کر اسے اپنے اعتماد میں لیا۔ اس نے یہ حکمت عملی بھی اختیار کی اس نے اُسے اُن امراء و حکام کے خلاف ایک ایک کر کے بھڑکانا شروع کیا جو اس کی قوتِ مدافعت کا ذریعہ تھے۔ وہ اسے تحریر کرتا تھا کہ فلاں شخص نے اسے لکھا کہ وہ دمشق اسے حوالہ کرنے کے لئے تیار ہے۔

امرائے دمشق کا خاتمہ

جب مجیرالدین حاکم دمشق کو اس کے ذریعے کسی ایسے شخص کی سازش کا علم ہوتا تھا تو وہ اسے قتل کر دیتا تھا۔ ایسا آخری شخص عطاء بن حافظ السلمی الخادم تھا۔ وہ نورالدین محمود کی مدافعت کے بارے میں بہت سخت تھا۔ تاہم جب مجیرالدین کو اس کے بارے میں بھی اسی قسم کی سازش کی اطلاع دی گئی تو اس نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

نورالدین کی فتح دمشق

اس عرصے میں نورالدین نے دمشق کے نوجوان طبقہ سے خط و کتابت کر کے اُسے اپنی طرف مائل کر لیا تھا اور اُنھوں نے اس کی حمایت کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ لہٰذا اب نورالدین نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی۔ مجیرالدین حاکم دمشق نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی اور اس کے صلے میں بعلبک شہر ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ وہ اپنی منتشر فوج کو اکٹھا کرنے لگے۔ مگر ان سے پہلے نورالدین دمشق پہنچ گیا۔ اس

موقع پر ان نوجوانوں نے بغاوت کر دی جن کی اس سے خط و کتابت تھی۔ انھوں نے شہر کا مشرقی دروازہ کھول دیا۔ جہاں سے نور الدین داخل ہو گیا اور اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔

آخری حاکم کی جلاوطنی مجیدالدین حاکم دمشق نے قلعہ میں پناہ ڈالی۔ نور الدین نے بذریعہ خط و کتابت اسے حمص کا شہر اس کے معاوضہ میں دے دیا۔ لہٰذا وہ وہاں چلا گیا۔ مگر اس کے بعد اس نے حمص کے بجائے بالس کا علاقہ دینا چاہا۔ مگر وہ اس پر رضامند نہیں ہوا اور وہ بغداد چلا گیا۔ جہاں اس نے نظامیہ کے قریب گھر بنوایا اور وہیں فوت ہوا۔

نور الدین محمود زنگی دمشق اور اس کے مضافات پر قابض ہو گیا اور اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یوں شام و ایران سے خاندان تتش کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ درحقیقت باقی رہنے والی ذات صرف خدائے واحد کی ہے +

شجرہ خاندان تتش

مجیدالدین آلتق

|

شمس الدین محمد

|

تاج الملوک بوری

|

طغرکین

|

دقاق بن تتش الپ ارسلان و رضوان بن تتش

باب دوم

قونیہ کی سلجوقی سلطنت

اس خاندان کا بانی قطلمش تھا۔ اس کے نسب میں اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ قطلمش بن بیقو تھا۔ مؤرخ ابن الاثیر کبھی لکھتا ہے کہ قطلمش طغرل بیگ کا چچازاد بھائی تھا۔ اور کبھی لکھتا ہے کہ قطلمش بن اسرائیل سلجوقی خاندان سے تھا۔ اور غالباً یہ اجمال کی تفصیل ہے۔

جب سلجوقی امراء اسلامی ممالک میں تلاش حکومت میں منتشر ہو گئے تو قطلمش رومی علاقے میں داخل ہوا، اور اس نے قونیہ، اقصرا اور اس کے گرد و نواح کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

سلطان طغرل بیگ نے اسے فوج دے کر حاکم موصل قریش بن بدران کے ساتھ بھیجا تھا۔ تاکہ وہ دبیس بن مزید کو گرفتار کر سکے جس نے حلبہ میں فاطمی سلطنت کی اطاعت کا اظہار کیا تھا۔ مگر دبیس اور بساسیری نے انھیں شکست دی۔

طغرل بیگ کے بعد جب سلطان الپ ارسلان تخت نشین ہوا تو قطلمش نے سلطان سے بغاوت کی اور رے پر قبضہ کرنے کے لئے پیش قدمی کی۔

الپ ارسلان نے ۴۵۶ھ میں اس سے جنگ کی اور قطلمش کو اس جنگ میں شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس کی لاش مقتولوں کی لاشوں کے درمیان میں سے ملی۔ الپ ارسلان کو اس کی موت کا بہت رنج ہوا، اور اس نے اس کا سوگ کیا۔

فتح انطاکیہ

اس کے بعد اس کا بیٹا سلیمان اس کے مقبوضہ علاقوں یعنی قونیہ، اقصرا اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کا حاکم ہوا۔ اس نے رومیوں کے قبضہ سے ۴۷۷ھ میں انطاکیہ کے شہر کو چھین لیا جس پر وہ ۳۵۸ھ سے قابض تھے۔ اس نے اسے فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

عربوں کو شکست

حاکم موصل مسلم بن قریش انطاکیہ کے رومیوں سے ٹیکس وصول کرتا تھا۔ جب سلیمان نے اسے فتح کر لیا تو اس نے اس سے یہ ٹیکس ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ جب اس نے اس سے انکار کیا تو مسلم نے انطاکیہ کا محاصرہ کرنے کے لئے عربوں اور ترکمانوں کی فوجیں جمع کیں اور اس کے ساتھ ترکمانی سپہ سالار جق بھی تھا۔ ۴۷۸ھ میں فریقین میں جنگ شروع ہوئی۔ اس جنگ میں ترکمانی سپہ سالار جق اپنی فوج کے ساتھ سلیمان کی فوجوں کے ساتھ شامل کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو شکست ہوئی۔

سلیمان کی خودکشی

اس کے بعد سلیمان بن قطلمش حلب کے محاصرہ کے لئے روانہ ہوا۔ انھوں نے اس کا مقابلہ کیا اور اس سے مہلت مانگی تاکہ سلطان ملک شاہ سے خط و کتابت کی جائے۔ اس کے بعد انھوں نے پوشیدہ طور پر تتش حاکم دمشق سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ تاج الدولہ تتش برق رفتاری کے ساتھ فوج لے کر آیا۔ راستے میں سلیمان بن قطلمش کی فوج غافل ہو کر آرام کر رہی تھی۔ لہٰذا جب تتش کی فوج سے قطلمش کے فرزند سلیمان کی فوجوں کا مقابلہ ہوا تو اسے شکست ہوئی۔ اور سلیمان نے اپنے آپ کو خنجر خنجر مار کر خودکشی کر لی اور تتش نے اس کے تمام لشکر کو لوٹ لیا۔

عہد قلیج ارسلان

اس کے بعد اس کا فرزند قلیج ارسلان اس کا جانشین حاکم ہوا، اور وہ حکومت کرتا رہا۔ جب سنہ ۴۹۰ھ میں فرنگی فوج لے کر شام کے ساحلی علاقے کی طرف روانہ ہوئے تو انھوں نے قسطنطنیہ کا راستہ اختیار کیا۔ روم کے بادشاہ نے انھیں اس راستے پر سے اس شرط کے ساتھ گزرنے کی اجازت دی کہ وہ انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد اس کے قبضے میں دے دیں۔ انھوں نے یہ شرط تسلیم کر لی اور قسطنطنیہ کی خلیج کو عبور کو کر کے وہ قلیج ارسلان بن سلیمان کے علاقے سے گزرے تو قلیج ارسلان نے لشکر کشی کر کے قونیہ کے قریب ان فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ فرنگی فوج نے اسے شکست دی اور ابن لیون الارمن کے علاقے میں پہنچ گئے۔ وہاں سے گزر کر وہ انطاکیہ پہنچے۔ وہاں باغیسیان نامی ایک سلجوقی حاکم تھا۔ وہ محاصرہ کے لئے تیار ہو گیا اور اس نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک دن اس مقصد کے لئے مسلمانوں نے کام کیا اور دوسرے دن عیسائیوں نے کام کیا۔

انطاکیہ کا محاصرہ

آخر کار فرنگی فوجیں وہاں پہنچ گئیں اور انھوں نے اس شہر کا نو مہینے تک محاصرہ کیا۔ پھر کچھ محافظ دستوں نے شہر کی فصیل سے نکل کر انھیں

کچھ سرنگوں کے راستے سے اندر بلا لیا۔ چنانچہ شہر میں گھسنے کے بعد ان فوجوں نے شہر کو لوٹ لیا۔

صلیبیوں کی حکومت

باغیسیان صلح کے ارادے سے نکلا اور بھاگ گیا۔ مگر ایک ارمنی نے پکڑ کر اسے مار ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر فرنگی فوجوں کے پاس لے گیا۔ پھر فرنگیوں کا ایک حاکم اس شہر پر حکومت کرنے لگا۔

حلب اور دمشق کے حکام نے اہل انطاکیہ کی مدد کے لئے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر فرنگی فوجوں نے ان سے مصالحت کے لئے خط و کتابت کی اور وعدہ کیا کہ وہ انطاکیہ کے علاوہ اور کسی مقام پر قبضہ نہیں کریں گے۔ چنانچہ ان کے اس وعدہ کے بعد انھوں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہ باغیسیان کی فوجی مدد کرنے سے قاصر رہے۔

فرنگیوں کے حملے

اس اثناء میں ترکمانی فوجیں عراق کے گرد و نواح میں منتشر ہو گئی تھیں۔ اور کمشتکین بن طیلغ نے جس کا باپ دانش مند جیسے معلم مشہور تھا انطاکیہ کے قریب رومی علاقہ سیواس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی کے قریب ملطیہ کے علاقے کو ایک دوسرے ترکمانی سردار نے فتح کر لیا تھا اور اس کے اور دانش مند کے درمیان جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس لئے ملطیہ کے حاکم نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ انطاکیہ کا ایک فرنگی سردار ۴۹۳ھ میں پانچ ہزار کا لشکر لے کر پہنچا۔ ابن دانشمند نے اس کا مقابلہ کیا اور اس فرنگی سردار کو شکست دے کر اسے اسیر بنا لیا۔ اس کے بعد مزید فرنگی فوجیں اس کو چھڑانے کے لئے آئیں۔ انھوں نے قلعہ انکوریہ کے قریب جسے انقرہ بھی کہا جاتا ہے جنگ کی اور اسے فتح کر لیا۔ پھر وہ دوسرے قلعہ کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئے جہاں اسماعیل بن دانشمند تھا۔ انھوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس عرصہ میں ابن دانشمند نے بہت سی فوج جمع کر لی تھی۔ اور فوج کی ایک بڑی تعداد کو ایک کمین گاہ میں چھپا کر جنگ کا آغاز کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد کمین گاہ سے اس کی بہت بڑی فوج نکلی اور اس نے پلٹ کر الیا زبردست حملہ کیا کہ دشمن کا کوئی آدمی بھی جان بچا کر نہیں بھاگ سکا۔

اس کے بعد اس نے پیش قدمی کر کے ملطیہ کو فتح کر لیا اور اس کے حاکم کو قیدی بنا لیا۔ اس کے بعد انطاکیہ سے مزید فرنگی فوج آئی، اسے بھی اس نے شکست دی۔

موصل کی جنگیں

موصل، دیار بکر، جزیرہ کے علاقے کا حاکم ایک سلجوقی سپہ سالار تھا۔ اس نے بغاوت کا ارادہ کیا تو سلطان نے موصل اور اس کے مضافات کا علاقہ جاولی کو دے دیا اور اپنے سپہ سالار کو حکم دیا کہ وہ فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ جاولی روانہ ہو گیا۔ جکرمس کو جب اس بات کی خبر ملی تو وہ موصل سے اربل کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس نے اربل کے حاکم ابوالہیجاء بن موسک الکردی کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اس عرصے میں جاولی بوزبیج پہنچ گیا تھا، لہٰذا جکرمس دریائے دجلہ عبور کر کے اس کے مقابلہ کے لئے فوج لے کر پہنچا اور جنگ کی۔ مگر جنگ میں جکرمس کی فوجوں کو شکست ہوئی اور جکرمس تن تنہا رہ گیا۔ لہٰذا جاولی نے اسے قیدی بنا لیا۔

جاولی سے مقابلہ

باقی ماندہ شکست خوردہ فوج موصل پہنچی اور اس نے جکرمس کے بجائے اس کے صغیر سن فرزند زنگی کو حاکم بنایا اور اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام غزغلی نے سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ قلعہ اس کے قبضے میں تھا۔ اس نے فوج میں مال و دولت اور گھوڑے تقسیم کیے اور جاولی کا جنگی مقابلہ کرنے کے لئے تیاریاں مکمل کر لیں۔ اس نے صدقہ بن مزید، برسقی اور رومی علاقوں کے حاکم قلیج ارسلان سے فوجی امداد کے لئے خط و کتابت کی اور ان میں سے ہر ایک سے اس نے یہ وعدہ کیا کہ جب وہ جاولی کو مقابلہ میں شکست دے دیں گے تو وہ انہیں موصل کا حاکم بنا دے گا۔

صدقہ نے تو اس کے پیغام کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس اثناء میں جاولی موصل پہنچ گیا۔ اور اس نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر وہ شہر کو اس کے حوالے نہیں کریں گے تو وہ جکرمس کو قتل کر دے گا۔

جاولی کا فرار

محاصرہ کے دوران جاولی کے پاس یہ خبر پہنچی کہ قلیج ارسلان اپنی فوجیں لے کر نصیبین کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ یہ خبر سن کر اس نے موصل کا محاصرہ چھوڑ دیا اور سنجار کی طرف روانہ ہو گیا۔

برسقی جاولی کے کوچ کرنے کے بعد وہاں پہلے پہنچ گیا تھا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کو اطاعت کا پیغام بھیجا، مگر انہوں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے وہ بغداد واپس آ گیا۔

موصل پر قبضہ

دمشق کے حاکم رضوان نے فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جاولی کو بلوایا تو وہاں کوچ کر گیا۔ اس کے بعد جکرمس کی فوجیں موصل سے نکل

انھوں نے نصیبین کے مقام پر قلیج ارسلان کے پاس پہنچ کر اس سے معاہدہ کر لیا اور اسے موصل لا کر ۵۰۰ھ میں ماہ رجب کے آخر میں اسے اپنا حاکم بنا لیا۔ جکرمس کا فرزند اور اس کے ساتھی وہاں سے نکل کر چلے گئے۔ انھوں نے غرعلی کے قلعہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

بہرحال قلیج ارسلان موصل کے تخت پر بیٹھا اور خلیفہ کے بعد اپنا نام مساجد کے خطبوں میں شامل کیا۔ اس نے فوج کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور عوام پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے ساتھیوں میں ابراہیم ابن ینال ترکمانی حاکم آمد اور محمد بن جق ترکمانی حاکم قلعہ زیاد جسے خرت برت بھی کہتے ہیں شامل تھے۔

فتح خرت برت

خرت برت رومی حاکم فلادروس کے قبضے میں تھا اور رُہا اور انطاکیہ بھی اس کے مقبوضات میں شامل تھے۔ مگر انطاکیہ کو سلیمان بن قطلمش نے فتح کر لیا تھا اور دیار بکر کے علاقے کو فخر الدولہ بن جہیر نے فتح کر لیا تھا۔ اس طرح فلادروس کی طاقت کمزور ہوتی گئی اور خرت برت کے قلعہ کو بھی جق نے اس کے قبضہ سے نکال لیا تھا۔

آخر کار فلادروس نے سلطان ملک شاہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ سلطان نے اسے رُہا کا علاقہ دیا جہاں وہ مرتے دم تک مقیم رہا۔ پھر جق نے اس علاقہ کو اور اس کے قریبی قلعوں فتح کر لیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا فرزند محمد بن جق اس کا جانشین ہوا۔

صلیب پرستوں سے جنگ

انطاکیہ کا حاکم سمند تھا جو فرنگی حاکم تھا۔ اس کے اور قسطنطنیہ کے بادشاہ روم کے درمیان ناچاقی ہو گئی جو بڑھتی گئی۔

آخر کار سمند حاکم انطاکیہ نے فوج لے کر رومی علاقے پر غارت گری کی۔ ایسی حالت میں شاہ روم نے قلیج ارسلان سے فوجی امداد طلب کی تو وہ رومی لشکر کی مدد کے لئے گیا اور ان دونوں فوجوں نے مل کر فرنگی فوجوں کو شکست دی اور انھیں قیدی بنا لیا۔ شکست خوردہ فوج اپنے علاقوں میں واپس آ گئی۔ پھر انھوں نے جزیرہ کے مقام پر قلیج ارسلان سے بدلہ لینے کا قصد کیا مگر اس عرصے میں انھیں اس کے قتل کی خبر ملی تو وہ واپس آ گئے۔

قلیج ارسلان کی فتوحات

یہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ قلیج ارسلان نے موصل اور دیار بکر کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا اور تخت نشین ہو گیا تھا۔ وہاں کا سابق حکمران جاولی سکاوو، سنجار چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے رحبہ کے مقام کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں کے حاکم محمد بن اسباق نے جو شیبانی خاندان سے تھا دقاق کے ہلاک ہونے کے بعد قلیج ارسلان کا نام

خطبہ میں شامل کر لیا تھا۔

جاولی کی پیش قدمی

جب جاولی نے اس مقام کا محاصرہ کیا تو حلب کے حاکم رضوان بن تتش نے فرنگیوں کے مقابلے کے لئے اس سے فوجی امداد طلب کی کیونکہ وہ اسی علاقے میں شامل ہو گئے تھے۔ اس نے وعدہ کیا کہ محاصرہ ختم ہونے کے بعد وہ فوجی امداد دے گا۔ اس عرصے میں رضوان خود اس کے پاس پہنچ گیا۔ اب محاصرہ بہت سخت ہو گیا تھا۔ اس لئے اہل رحبہ میں سے کچھ لوگوں نے غداری کی اور رات کے وقت اُنھوں نے جاولی کے ساتھیوں کو شہر میں داخل کرا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ان کی فوج نے اگلے دن ظہر تک شہر کو خوب لوٹا۔ آخر کار رحبہ کے حاکم محمد شیبانی کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اور اس نے اس کی اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد جاولی وہاں سے واپس چلا گیا۔

قلیج ارسلان کی خودکشی

جب قلیج ارسلان کو یہ خبر پہنچی تو وہ جاولی کے مقابلہ کے لئے موصل سے روانہ ہُوا، اور اس نے اپنے صغیر سن فرزند ملک شاہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور اس کی مدد کے لئے ایک سردار کو نگران بنایا۔ جب وہ فوج لے کر سرحد کے قریب پہنچا تو شہر آمد کا حاکم ابراہیم بن نیال اپنی فوج لے کر اپنے شہر واپس آ گیا۔ تاہم قلیج ارسلان نے طویل جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور اس نے اپنے اس لشکر کو بلوایا جس نے فرنگیوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی تھی۔ چنانچہ وہ اس کے پاس آ گئے۔ مگر اس عرصے میں جاولی نے اس کی فوج کی قلیل تعداد کو غنیمت سمجھا۔ اس لئے اس سال ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں اس نے حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ قلیج ارسلان نے بذات خود جاولی پر حملہ کیا اور اس کے علم بردار کو گرا دیا۔ اس کے مقابلے میں جاولی نے اپنی تلوار سے حملہ کیا۔ پھر جاولی کے دوسرے ساتھیوں نے بھی اس پر حملہ کر کے اسے شکست دے دی۔ قلیج ارسلان نے (غیرت و شرم کی وجہ سے) اپنے آپ کو پانی میں ڈبو کر خودکشی کر لی۔

موصل پر قبضہ

آخر کار جاولی نے موصل پہنچ کر اسے فتح کر لیا اور سلطان محمد کا نام مساجد کے خطبوں میں دوبارہ شامل کرایا اور اس کے پاس قلیج ارسلان کے فرزند ملک شاہ کو بھیج دیا۔ قونیہ اور اقصرا اور دیگر رومی شہروں میں (موجودہ ترکی مقبوضات پر) اس کا فرزند مسعود حاکم ہُوا، اور اس کی سلطنت برقرار رہی۔

فتح ملطیہ

ملطیہ اور سیواس ایک ترکمانی حاکم کے قبضے میں تھے۔ اس کی قونیہ کے حکام سے جنگ رہتی تھی۔ اس جنگ میں کمشتکین بن دانشمند ہلاک ہو گیا تھا اور اس کی جگہ پر اس کا فرزند محمد حاکم ہوا۔ وہ بھی اپنے باپ کی طرح فرنگی فوجوں سے لگاتار جنگ کرتا رہا اور ۵۳۶ھ میں فوت ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد مسعود بن قلیج ارسلان نے اس کے اکثر مقبوضات پر قبضہ کر لیا اور کچھ حصہ اس کے بھائی کے قبضہ میں رہا۔ جس کا نام باغی ارسلان بن محمد تھا۔

قلیج ارسلان دوم

پھر مسعود بن قلیج ارسلان ۵۵۱ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا جانشین اس کا فرزند قلیج ارسلان دوم ہوا۔ وہ حاکم ملطیہ باغی ارسلان کے ساتھ جنگ کرتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قلیج ارسلان نے شاہ طلیق بن علی بن ابی القاسم کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ اس کے والد نے اسے بہت جہیز اور ساز و سامان دے کر بھیجا۔ راستے میں حاکم ملطیہ باغی ارسلان نے اس قافلہ کو لڑکی سمیت لوٹ لیا اور اس لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے ذوالنون بن محمد بن دانشمند کے ساتھ کرا دیا اور کا طریقہ یہ نکالا کہ اس نے یہ مشورہ دیا کہ وہ لڑکی مرتد ہو جائے تاکہ نکاح فسخ ہو جائے۔ پھر اسلام لانے کے بعد اس لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا۔

خانہ جنگیاں

اس واقعہ کے بعد قلیج ارسلان نے اپنی فوجوں کو جمع کر کے باغی ارسلان پر حملہ کر دیا۔ مگر باغی ارسلان نے اسے شکست دی۔ اس اثناء میں شاہ روم نے فوجی امداد طلب کی تو اسے مدد کی اور اس عرصے میں باغی ارسلان نے کوچ کیا تو اس کا بھتیجا ابراہیم بن محمد اس کا جانشین ہوا۔ قلیج ارسلان نے یہ موقع غنیمت جانتے ہوئے اس کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بھائی ذوالنون بن محمد نے بھی قیساریہ کا علاقہ فتح کر لیا۔ اور قلیج ارسلان کے بھائی شاہ بن مسعود کے پاس صرف انکوریہ (انقرہ) کا شہر رہ گیا۔ کچھ عرصہ تک یہی صورت حال رہی۔ پھر قلیج ارسلان اور نور الدین محمود زنگی کے درمیان ناچاقی ہو گئی اور انہوں نے جنگ کی طرف رجوع کیا۔ صالح بن زریک نے مصر سے قلیج ارسلان کو تحریری طور پر اس بات سے منع کیا۔

جب ابراہیم بن محمد بن دانشمند فوت ہو گیا اور اس کی جگہ پر اس کا بھائی ذوالنون حاکم ہوا تو قلیج ارسلان نے اس پر حملہ کر دیا اور ملطیہ کا علاقہ اس سے چھین لیا۔

نور الدین زنگی سے جنگ

پھر نور الدین محمود بن زنگی نے ۵۶۸ھ میں قلیج ارسلان دوم بن

مسعود کے مقبوضہ علاقوں یعنی ملطیہ، سیواس اور اقسرا کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو قلیج ارسلان دوم اس کے پاس معذرت کرتے ہوئے پہنچا اور اس کا احترام کیا اور اس ملک کو فتح کرنے کے ارادے سے باز رکھا۔

پھر اس نے ذوالنون بن دانشمند کو اس کے پاس سفارش کے لئے بھیجا۔ مگر اس نے سفارش قبول نہیں کی۔ لہذا اس نے فوج کشی کر کے مرعش اور نہسنا اور اس کے درمیانی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ ذوالقعدہ میں اسی سال ہوا۔

نورالدین سے مصالحت

اس نے ایک لشکر سیواس کی طرف بھیجا جس نے جا کر سیواس پر قبضہ کر لیا۔ ایسی حالت میں قلیج ارسلان دوم مصالحت کی طرف مائل ہوا، اور اس نے نورالدین عادل کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور حسن سلوک کا خواستگار ہوا۔ چونکہ وہ فرنگی فوجوں کی طرف سے بہت پریشان تھا، اس لئے اس نے ان شرائط پر صلح کی کہ وہ جہاد کے لئے فوجی امداد بھیجے اور یہ کہ سیواس کا علاقہ اس کے نمائندے ذوالنون بن دانشمند کے قبضہ میں رہے گا۔

پھر ممالک کی تقسیم کے بارے میں خلیفہ کا فرمان آیا۔ جس میں قلیج ارسلان، خلاط اور دیار بکر کے بارے میں بھی احکام مذکور تھے۔ اور جب نورالدین فوت ہو گیا تو قلیج ارسلان نے ذوالنون کو سیواس سے نکال دیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

صلاح الدین کا عزم جنگ

البتیانے کو چک (رومی علاقوں) کے حاکم قلیج ارسلان دوم بن مسعود نے دیار بکر کے قلعہ کیفا وغیرہ کے حاکم نورالدین محمود بن قلیج ارسلان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی اور اسے اس سلسلے میں کئی قلعے بھی دیدیئے تھے۔ مگر اس نے اس کی بیٹی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اور اس کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح کر لیا تھا اور اسے چھوڑ دیا تھا۔

لڑکی کے والد قلیج ارسلان دوم کو اس بات کا بہت رنج ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ وہ دیار بکر میں اپنے داماد نورالدین کے علاقے پر حملہ کر کے اسے چھین لے۔

اس کے داماد نے صلاح الدین بن ایوب کو درمیان میں ڈالا اور اس کی سفارش کرائی مگر اس نے اس کی سفارش بھی قبول نہیں کی۔ اس نے یہ جواب دیا کہ وہ ان قلعوں کو واپس لینا چاہتا ہے جسے اس نے شادی کے وقت عطیہ کے طور پر دیئے تھے۔

صلاح الدین اس بات سے بہت رنجیدہ ہوا۔ اس زمانے میں وہ شام میں فرنگی فوجوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ لہٰذا اس نے ان کے ساتھ مصالحت کی اور خود لشکر لے کر رومی علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ شام میں الصالح اسماعیل بن نورالدین محمود تھا۔ صلاح الدین وہاں سے تل ناشر کے راستے سے زعبان پہنچا اور وہاں اس نے حاکم کیفا نورالدین محمود سے ملاقات کی۔

قاصد کی آمد اس عرصے میں قلیج ارسلان دوم نے اس کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے اس کی بیٹی کے ساتھ اس کے داماد کی غداری کے حالات بتائے۔ مگر وہ اس قاصد پر بہت ناراض ہوا اور اسے دھمکی دی کہ وہ ان کے ملک کو فتح کر لے گا۔

قاصد نے صلاح الدین کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کیا اور پوشیدہ طور پر صلاح الدین کو سمجھایا کہ اس نے ایک عورت کی خاطر جہاد کو ملتوی کیا اور دشمن سے صلح کر کے فوجوں کو اکٹھا کر کے وہ یہاں آیا ہے۔ اس میں اس کا ہر طرح سے خسارہ ہے۔ اگر قلیج ارسلان دوم کی بیٹی اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ ناچاقی کے سلسلے میں اس سے منصفانہ فیصلے کے لئے درخواست کرتی ہے تو وہ اس کا حق رکھتی ہے۔

شرط مصالحت صلاح الدین کو اس کا یہ مشورہ پسند آیا اور اس نے اس ایلچی کو حکم دیا کہ وہ ان کے درمیان صلح کرائے۔ اور اس مصالحت میں وہ بھی اس کا مددگار ہو گیا۔ لہٰذا ایلچی نے ان کی صلح کرا دی اور یہ شرط رکھی کہ وہ ایک سال کے بعد اس عورت کو طلاق دے گا۔ اس نے نورالدین سے اس قسم کا معاہدہ کرایا جو اس نے پورا کیا۔ یوں ہر ایک اپنے اپنے شہر کی طرف لوٹ گیا۔

مقبوضہ علاقے کی تقسیم قلیج ارسلان دوم نے ۵۸۷ھ میں اپنے مقبوضہ علاقوں کو اپنے فرزندوں میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ قونیہ اور اس کے مضافات کا علاقہ اس نے اپنے فرزند غیاث الدین کیخسرو کو دے دیا اور اقصرا و سیواس کا علاقہ قطب الدین کو دیا اور دوقاط کا علاقہ رکن الدین سلیمان کو اور انقرہ یا انکوریہ کا علاقہ محی الدین کو اور ملطیہ عزالدین قیصر شاہ کو دیا۔ کچھ حصہ مغیث الدین کو اور قیساریہ نورالدین محمود کو دیا۔ تکسار اور اماسا اپنے دونوں بھتیجوں کو دیا۔

فرزندوں کا جھگڑا اس کے فرزند قطب الدین کا اثر اس پر زیادہ غالب تھا۔ اس لئے اس نے اسے آمادہ کیا کہ وہ قیصر شاہ کے قبضے سے ملطیہ چھین لے۔

چنانچہ اس نے یہ علاقہ اس سے چھین لیا۔ اس واقعہ کے بعد قیصر شاہ، صلاح الدین بن ایوب کے پاس پہنچا تاکہ وہ اس کی سفارش کرے۔ صلاح الدین نے اس کا عزت و احترام کیا اور اپنے بھائی العادل کی بیٹی سے اس کا نکاح کرا دیا۔ پھر اس نے اس کے بھائی اور والد کے پاس اس کی سفارش کی جو انھوں نے قبول کر لی اور اسے ملطیہ کا علاقہ لوٹا دیا۔

فرزندوں کی نافرمانی

اس کا فرزند رکن الدین پھر اس پر مسلط ہو گیا اور اس نے اس کے شہر میں اختیار الدین حسن کو قتل کر دیا۔ اس پر اس کے باقی فرزند اس کے دائرۂ اطاعت سے نکل گئے اور قطب الدین اپنے والد کو پکڑ کر قیساریہ لے گیا۔ تاکہ وہ اس علاقے کو اس کے بھائی سے چھین کر اسے دے دے۔ مگر قلیج ارسلان بھاگ کر قیساریہ چلا گیا۔ اور قطب الدین نے قونیہ اور اقصرا جا کر ان دونوں علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد قلیج ارسلان دوم کی یہ حالت ہو گئی کہ کبھی وہ ایک بیٹے کے پاس رہتا تھا، اور کبھی دوسرے بیٹے کے پاس پہنچتا تھا۔ مگر وہ سب اس سے بے رُخی کا اظہار کرتے تھے۔ آخرکار قونیہ کے حاکم غیاث الدین کیخسرو نے اس سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے اسے امداد دی اور اس کے ساتھ قونیہ پہنچ کر اس پر اس کا قبضہ کرا دیا۔

پھر وہ اقصرا کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر اس عرصہ میں قلیج ارسلان دوم بیمار ہو گیا اور وہ قونیہ لوٹ گیا اور وہاں وہ فوت ہو گیا۔

دوسری روایت

دوسری روایت یہ ہے کہ اس کے فرزندوں کا جھگڑا اس سے اس بات پر ہوا کہ اسے اپنے فرزندوں میں علاقوں کی تقسیم پر پشیمانی ہوئی اس لئے اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے فرزند قطب الدین کو اپنا سارا علاقہ دے دے اس پر وہ سب ناراض ہو گئے اور اس کے دائرۂ اطاعت سے نکل گئے۔ وہ اپنے فرزندوں کے پاس باری باری جاتا تھا۔ آخرکار اس کے فرزند کسنجر حاکم قونیہ نے اس کی اطاعت قبول کی تو وہ اس کے ساتھ فوج لے کر اس کے بھائی محمود کے علاقہ کی طرف روانہ ہوا اور قیساریہ کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ اسی محاصرہ کی حالت میں قلیج ارسلان کی وفات ہوئی۔ اس وقت غیاث الدین قونیہ لوٹ گیا۔

قلیج ارسلان دوم کی وفات

پھر قلیج ارسلان دوم قونیہ میں یا دوسری روایت کے مطابق قیساریہ میں فوت ہو گیا۔ اس کی وفات ۵۸۸ھ کے سال

کے درمیانی عرصہ میں ہوئی۔ اس نے ستائیس سال تک حکومت کی۔ وہ انصاف پسند سیاستدان اور بارعب حکمران تھا اور اس نے جہاد میں بہت حصہ لیا تھا۔

سلطنت کی تقسیم

جب وہ فوت ہوا تو اس وقت اس کا ایک فرزند غیاث الدین کیخسر قونیہ اور اس کے مضافات کا خود مختار حاکم تھا اور اس کا بھائی قطب الدین اقصرا اور سیواس کا حاکم تھا۔ قطب الدین جب کبھی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا تھا تو راستے میں قیساریہ کا شہر پڑتا تھا جہاں شہر سے باہر اس کا بھائی نورالدین محمود اس سے ملاقات کرتا تھا۔ وہ ایک عرصہ تک اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا۔ پھر اس نے اچانک اس کے ساتھ غداری کر کے اسے قتل کر دیا۔ مگر قیساریہ میں اس کے ساتھیوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ ان کا سربراہ حسن تھا۔ اس نے اس کو بھی اپنے بھائی کے ساتھ قتل کر دیا۔ اس کے بعد شہر والوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر بہت جلد اسی واقعہ کے بعد قطب الدین بھی فوت ہو گیا۔

رکن الدین سلیمان کی فتوحات

قطب الدین کی وفات کے بعد دوقاط کے حاکم رکن الدین سلیمان نے اپنے والد کے تمام رومی علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس نے قطب الدین کے مقبوضات سیواس، اقصرا اور قیساریہ کی طرف فوج کشی کی اور ان تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے قونیہ پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر کے اپنے بھائی غیاث الدین کو شکست دی اور قونیہ کو فتح کر لیا۔ غیاث الدین شام بھاگ گیا۔

اس کے بعد رکن الدین سلیمان نے نکسار اور اماسا کو بھی فتح کر لیا۔ پھر ۵۹۷ھ میں ملطیہ بھی معز الدین قیصر شاہ سے چھین لیا اور معز الدین العادل ابوبکر بن ایوب کے پاس پہنچ گیا۔

فتح القرہ

پھر وہ ارزن الروم پہنچا جو قدیم شاہی خاندان کے شاہ محمد بن خلیق کے فرزند کے قبضہ میں تھا۔ جب اس کا حاکم اس سے مصالحت کرنے کے لئے آیا تو اس نے اسے گرفتار کر لیا اور شہر فتح کر لیا۔ یوں رکن الدین سلیمان القرہ کے علاوہ اپنے بھائیوں کے تمام مقبوضہ علاقوں کا واحد حاکم بن گیا۔ القرہ کا قلعہ بہت مستحکم تھا (اس لئے وہ اسے جلد فتح نہیں کر سکا) اس کو فتح کرنے کے لئے اس نے بہت فوج جمع کی اور تین دن تک اس کا محاصرہ کیا۔ پھر اس نے پوشیدہ طور پر کسی شخص کو بھیجا جس نے اس کے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس کے

بعد اس نے ۶۰۱ھ میں انقرہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

رکن الدین کی وفات

ماہ ذوالقعدہ ۶۰۱ھ میں رکن الدین سلیمان فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا فرزند قلیج ارسلان سوم حاکم ہوا۔ مگر وہ زیادہ مدت تک حکومت نہیں کر سکا۔ رکن الدین ایک دور اندیش حاکم تھا۔ دشمنوں کے لئے بہت سخت تھا۔ البتہ وہ فلسفیانہ خیالات کی طرف زیادہ مائل تھا۔

غیاث الدین کا فرار

جب رکن الدین سلیمان نے غیاث الدین کیخسرو کا قونیہ کا علاقہ چھین لیا تھا تو وہ حلب بھاگ گیا تھا جہاں الظاہر غازی بن صلاح الدین حکمران تھا۔ اس نے اس کا خیر مقدم نہیں کیا تو وہ قسطنطنیہ چلا گیا۔ جہاں شاہ روم نے اس کا استقبال کیا اور وہاں کے ایک مذہبی پیشوا (بشپ) نے اپنی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اس پادری کا قسطنطنیہ کے مضافات میں ایک قلعہ بند گاؤں تھا۔ چنانچہ جب فرنگی فوجوں نے قسطنطنیہ پر ۶۰۰ھ میں قبضہ کر لیا تو غیاث الدین اپنے اس خسر کے قلعے میں جو پادری تھا پناہ گزین ہوا۔ اسی سال اسے اپنے بھائی کی موت کی اطلاع ملی۔ اس کے ساتھ ساتھ قونیہ کے بعض حکام نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ وہ آکر قونیہ پر حکومت کرے۔ لہٰذا وہ وہاں پہنچ گیا۔ پہلے اہل شہر محصور ہو گئے پھر ان کی فوجیں نکل کر حملہ آور ہوئیں اور اسے شکست دے دی اور وہ کسی شہر میں بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا۔

قونیہ پر دوبارہ قبضہ

پھر اقصرا کے باشندے اس کے حامی ہو گئے اور انہوں نے اپنے حاکم کو نکال دیا۔ جب قونیہ کے باشندوں کو یہ خبر ملی تو انہوں نے بھی قلیج ارسلان سوم بن رکن الدین کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے گرفتار کر لیا اور غیاث الدین کو بلوا کر اسے اپنا حاکم بنا لیا اور اس کے بھتیجے کو اس کے حوالے کر دیا۔

اس کا دوسرا بھائی قیصر شاہ اپنے خسر العادل ابوبکر بن ایوب کے پاس پہنچ گیا تھا اور جب رکن الدین نے جو اس کا بھائی تھا، ملطیہ اس کے ہاتھ سے چھین لیا تھا تو اس نے اپنے خسر سے فوجی امداد طلب کی تھی۔ اس نے اسے رُھا جانے کا حکم دیا۔

غیاث الدین کا قتل

اس عرصے میں غیاث الدین طاقتور حاکم ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیمشارا کا حاکم علی بن یوسف اور خرت برت کا حاکم نظام الدین بن ارسلان اس کے پاس آتے رہتے تھے۔ اس کی طاقت بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے حاکم اشکر نے ۶۰۷ھ میں اسے قتل کر دیا۔

کیکاؤس کی حکومت

جب غیاث الدین کیخسرو مارا گیا تو اس کے بعد اس کا فرزند کیکاؤس حاکم ہوا۔ عوام نے اس کا لقب الغالب باللہ رکھا۔ ارزن الروم کے حاکم طغرک شاہ بن قلیج ارسلان نے جو اس کا چچا تھا۔ اس کے برخلاف اپنی حکومت کا دعویٰ کیا اور اس مقصد کے لئے وہ اپنے بھتیجے کے خلاف جنگ کے لئے روانہ ہوا اور سیواس میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثناء میں اس کے بھائی کیقباد بن کیخسرو نے انکوریہ (انقرہ) پر قبضہ کر لیا۔

کیکاؤس نے الملک العادل، حاکم دمشق سے فریاد کی۔ چنانچہ اس نے اس کی امداد کے لئے فوجیں بھیجیں، مگر ان فوجوں کے پہنچنے سے پہلے طغرک سیواس سے کوچ کر گیا تھا۔ لہٰذا کیکاؤس پہلے انکوریہ (انقرہ) گیا اور اسے اپنے بھائی کیقباد کے قبضہ سے چھڑایا اور اسے گرفتار کر لیا مگر اس کے حکام کو قتل کیا۔

پھر وہ اپنے چچا طغرک سے جنگ کرنے کے لئے ارزن الروم گیا اور ۶۱۱ھ میں اس پر فتح حاصل کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے ملک کو فتح کر لیا۔

فتح حلب کا ارادہ

الظاہر بن صلاح الدین حلب کا حاکم تھا۔ اس کے زمانے میں حلب کا ایک باشندہ اس سے بھاگ کر کیکاؤس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حلب پر قبضہ کر لے کیونکہ اسے فتح کرنا بہت آسان ہے۔ اور اس کے بعد وہ دیگر علاقوں کو بھی فتح کر سکتا ہے۔

جب الظاہر فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا صغیر سن فرزند حاکم ہوا تو کیکاؤس کے خیال نے عملی جامہ پہنا اور حلب کو فتح کرنے کے بارے میں اس کا ارادہ مستحکم ہو گیا۔

افضل سے معاہدہ

اس نے افضل بن صلاح الدین ابن شمیساط کو اس کے ساتھ کوچ کرنے کے لئے بلوایا۔ اس نے یہ معاہدہ کیا کہ مساجد کے خطبوں میں کیکاؤس کا نام لیا جائے گا، اور حلب اور اس کے مضافات کے علاقوں پر افضل حکومت کرے گا۔ مگر جب الاشرف کے قبضہ سے حرّان، الرہا اور الجزیرہ کے دیگر شہر چھین لئے جائیں گے تو اس کی حکمرانی کا حق کیکاؤس کو ہو گا۔

مشترکہ فوجوں کے حملے

یہ معاہدہ کرنے کے بعد وہ ۶۱۵ھ میں مشترکہ افواج لے کر روانہ ہوئے۔ پہلے انھوں نے قلعہ اغبان کو فتح کیا اور معاہدہ کی شرائط کے مطابق افضل نے اس کا اقتدار سنبھالا۔ پھر انھوں نے قلعہ تل ناشر فتح کیا تو کیکاؤس

نے اسے اپنے قبضہ میں رکھا، جس سے افضل کو شبہ ہوا۔ پھر ابن الظاہر حاکم حلب نے حاکم جزیرہ و خلاط، اشرف بن العادل سے ان شرائط کے ساتھ فوجی امداد طلب کی کہ اس کا نام خطبہ میں پڑھا جائے گا اور سکہ پر اس کا نام کندہ کیا جائے گا۔

کیکاؤس کا فرار

اشرف بن العادل اس کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ مشہور قبیلۂ عرب طے کی فوجیں بھی موجود تھیں۔ اس نے حلب کے بیرونی میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ اس عرصے میں کیکاؤس اور افضل بلنبج چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کے ہراول دستوں نے الظاہر کے ہراول دستوں کا مقابلہ کیا۔ کیکاؤس کا لشکر شکست کھا کر اس کے پاس پہنچا تو وہ بھی بھاگ گیا۔

پھر اشرف اغیان اور تل ناشر کے قلعوں کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کیکاؤس کی فوجیں تھیں، اس نے انہیں شکست دے کر حاکم کے حوالے کیا۔ اس نے انھیں آگ میں جلا دیا۔ پھر اشرف نے دونوں قلعوں کو حاکم حلب، شہاب الدین بن الظاہر کے حوالے کر دیا۔ اتنے میں اسے خبر ملی کہ اس کے والد الملک العادل مصر میں فوت ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس نے رومی علاقوں کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

کیقباد کی تخت نشینی

اشرف سے جنگ کے بعد کیکاؤس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اشرف کے علاقۂ الجزیرہ پر حملہ کرے گا۔ اس نے آمد اور اربل کے حاکموں کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا تھا۔ یہ دونوں حکام اس کے نام کا خطبہ پڑھواتے تھے۔ وہ ملطیہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ اشرف، موصل کی حفاظت سے غافل ہو جائے اور اسے حاکم اربل فتح کر لے۔ مگر اس عرصے میں وہ راستے ہی میں بیمار ہو گیا اور اپنے وطن لوٹ گیا۔ وہاں وہ ۶۱۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے تمام بچے صغیر سن تھے۔ اس لئے اس کی فوج نے اس کے بھائی کیقباد کو قید خانہ سے رہا کیا۔ کیونکہ انکوریہ (انقرہ) کی فتح کے بعد کیکاؤس نے اسے قید خانے میں مقید کر دیا تھا لہٰذا قید خانے سے نکالنے کے بعد اسے وہاں کا حاکم بنا دیا گیا۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ کیکاؤس نے خود اسے قید خانہ سے نکال کر ولی عہد بنا دیا تھا جب کیقباد حاکم بن گیا تو ارزان الروم کے حاکم نے، جو اس کا چچا تھا اس کی مخالفت کی تو اس نے اشرف کے ساتھ تعلق قائم کیا اور اس کے ساتھ صلح کر لی۔

اشرف سے جنگ

الجزیرہ کے حاکم الاشرف اور دمشق کے حاکم المعظم کے درمیان

ناچاقی ہو گئی۔ دوسری طرف جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں سے بھاگ کر ہندوستان چلا گیا تھا، اور وہاں سے واپس آکر آذر بائیجان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے ذریعے حاکم دمشق المعظم کی طاقت میں الاشرف کے مقابلے میں اضافہ ہو گیا۔ خاندان بنو ارتق میں سے شاہ مسعود حاکم آمد نے ان دونوں کی حمایت کی۔

ایسی حالت میں الاشرف نے رومی علاقوں کے حاکم کیقباد کو پیغام بھیجا کہ وہ حاکم آمد کے برخلاف اس کی فوجی امداد کرے۔ اس زمانے میں الاشرف ماردین کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، لہذا کیقباد نے فوج کشی کر کے خود ملطیہ قیام کیا اور وہاں سے آمد کی طرف فوجیں روانہ کیں، اور چند قلعے فتح کر لئے۔

ایسی صورت میں آمد کے حاکم نے الاشرف سے مصالحت کر لی تو اشرف نے کیقباد کو لکھا کہ وہ مفتوحہ علاقے اسے لوٹا دے مگر اس نے انکار کیا۔ لہذا اشرف نے آمد کے حاکم کی اولاد کے لئے اپنی فوجیں بھیجیں۔ اس وقت کیقباد قلعہ الکحنا کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ تاہم اس نے ان کی مشترکہ افواج کا مقابلہ کیا اور نہ صرف انہیں شکست دی بلکہ خوب خون ریزی کی۔ اس جنگ سے فارغ ہو کر وہ پھر قلعہ الکحنا کی طرف روانہ ہوا اور یہ قلعہ فتح کر لیا۔

شہر ارزنکان پر قبضہ ارزنکان شہر کا حاکم بہرام شاہ تھا جو قدیم شاہی خاندان بنو الاحدب سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ ساٹھ سال تک وہاں کا حاکم رہا، اور قلیج ارسلان اور اس کی اولاد کی اطاعت گزاری کرتا رہا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا فرزند علاء الدین داؤد شاہ حاکم ہوا۔ ۶۲۵ھ میں کیقباد نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ فوج لے کر اس کے پاس آئے اور وہ اس کے ساتھ کسی جنگی مہم میں شریک ہو۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے اسے گرفتار کر کے شہر ارزنکان پر قبضہ کر لیا۔ اس کا ایک قلعہ کماخ تھا۔ وہاں کے حاکم نے ہتھیار نہیں ڈالے تو اس نے داؤد شاہ کو دھمکا کر اس سے اس کے نائب کے نام حکم لکھوا لیا اور اس نے اس حکم کے مطابق وہ قلعہ کیقباد کے حوالے کر دیا۔

پھر کیقباد نے ارزن الروم کا قصد کیا۔ وہاں کا حاکم ابن عم طغرل شاہ بن قلیج ارسلان تھا۔ ابن طغرل شاہ نے اشرف کی اطاعت کا اعلان کیا۔ اور خلاط میں اس کے نائب حاکم حسام الدین علی سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ فوج لے کر آ گیا۔

فرنگیوں کو شکست کیقباد کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اس کا مقابلہ نہیں کیا

اور شہر ارزنکان سے اپنے ملک واپس آگیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو معلوم ہؤا کہ اس کے دشمن فرنگیوں نے اس کے ایک قلعہ صویا کو فتح کر لیا ہے۔ یہ قلعہ بحر خزر کے کنارے واقع تھا لہٰذا اس نے اس کا بحری اور بری دونوں راستوں سے محاصرہ کر لیا اور آخر کار مسلمانوں نے اس قلعہ کو فرنگیوں سے چھین لیا۔

خوارزم شاہ سے جنگ

ارزن الروم کا حاکم کیقباد کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کر لی تھی، اور اس کے ساتھ خلاط کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ جہاں اشرف کا آزاد کردہ غلام ایبک تھا جلال الدین نے خلاط پر قبضہ کرنے کے بعد ایبک کو قتل کر دیا تھا۔

کیقباد اس واقعہ کے بعد ان دونوں سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس نے الملک الکامل سے فوجی امداد طلب کی۔ اس نے اس کی مدد کے لئے اپنے بھائی اشرف کو جو دمشق میں تھا مقرر کیا۔ اس نے الجزیرہ اور شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور انھیں لے کر کیقباد کے پاس پہنچا۔ اس نے سیواس میں اس سے ملاقات کی اور وہ دونوں پچیس ہزار کا لشکر جرار لے کر سیواس سے خلاط کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا مقابلہ جلال الدین خوارزم شاہ سے شہر ارزنکان کے گرد و نواح میں ہؤا۔ وہ ان کا وسیع لشکر دیکھ کر خوف زدہ ہؤا اور شکست کھا کر خلاط کی طرف روانہ ہؤا۔ اور وہاں سے آذربائیجان چلا گیا۔

انھوں نے خوئی کے قریب قیام کیا۔ پھر اشرف خلاط کی طرف روانہ ہؤا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جلال الدین نے خلاط کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ سب اپنے اپنے ممالک کی طرف لوٹ گئے۔ اس کے بعد مصالحت کے لئے ایلچیوں کی آمد و رفت ہوئی اور صلح ہوگئی۔

بنو ایوب کی شکست

علاء الدین کیقباد نے روم کے مشرقی علاقے میں اپنی سلطنت وسیع کر لی تھی۔ اس نے خلاط کے علاقے پر بھی قبضہ کر لیا، حالانکہ اس نے اس کی مدافعت کے لئے اشرف بن عادل کے ساتھ مل کر جلال الدین خوارزم شاہ سے جنگ کی تھی۔ اشرف بن عادل نے اس کی مخالفت کی اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے بھائی الکامل سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ مصر سے فوج لے کر ۶۳۱ھ کو روانہ ہؤا۔ اس کے ساتھ اس کے تمام خاندان کے حکام شامل تھے۔

وہ رومی سرحد کے قریب دریائے ازرق پر پہنچ گیا تھا۔ اس کی ہراول فوجوں کا سردار

حاکم حماۃ تھا۔ وہ بھی اس کے خاندان کا تھا۔ کیقباد کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی اور کیقباد نے اس کو شکست دے دی اور اسے خرت برت میں محصور کر دیا جو بنو ارتق کے قبضہ میں تھا۔ ۶۳۲ھ میں الکامل اپنی فوجیں لے کر مصر واپس چلا گیا۔ کیقباد ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر اس نے رُہا اور حران پر حملہ کیا اور ان دونوں علاقوں کو الکامل کے نائب کے ہاتھ سے چھین لیا اور اپنی طرف سے ان کا حاکم مقرر کیا۔ یہ دونوں علاقے الکامل نے ۶۳۳ھ میں واپس لے لئے۔

کیخسرو کا عہدِ حکومت

علاء الدین کیقباد ۶۳۴ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا فرزند غیاث الدین کیخسرو تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانے میں بھی سلجوقی سلطنت کا زوال اسلامی ممالک میں ہوا۔ خوارزم شاہی سلطنت بھی زوال پذیر ہوئی اور اسی زمانے میں تاتاری ماوراء النہر سے نکلے اور چنگیز خاں نے جو ان کا بادشاہ تھا، بہت سے اسلامی ممالک کو فتح کر لیا اور اس نے خوارزم شاہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ ان کا آخری بادشاہ جلال الدین ہندوستان بھاگ گیا۔ پھر وہاں سے واپس آ کر اس نے آذربائیجان اور عراق عجم پر قبضہ کر لیا۔

اس کے زمانے میں ایوبی خاندان شام اور ارمینیہ کے علاقوں پر حکمران تھا۔ تاتاری فوج تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی تھی اور وہ ہر جگہ فتنہ و فساد برپا کرنے لگے تھے، اور جہاں موقع پاتے تھے، وہاں ان علاقوں کو فتح کر لیتے تھے۔ اس طرح ان کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی۔

فتنۂ تاتار تاتاری فوج کا ایک حصّہ ۶۴۱ھ میں روم کے مشرقی علاقے کی طرف بھی گیا اس وقت غیاث الدین کیخسرو نے ایوبی سلطنت اور دیگر ترک حکومتوں سے جو اس کے پڑوس میں تھیں امداد طلب کی۔ چنانچہ ہر طرف سے فوجی امداد دی گئی۔ اور وہ تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس کی فوج کے اگلے حصہ نے قشمیر زنجان کے مقام پر جنگ کی، مگر اس ہراول فوج کو شکست ہوئی اور وہ سب اس کے پاس پہنچ گئے۔ اسے بھی شکست ہوئی اور وہ اپنے اہل و عیال اور ذخیرہ کو لے کر میدان جنگ سے دور ایک ایسے شہر کی طرف بھاگ گیا جو ایک مہینے کی مسافت پر تھا۔

تاتاریوں نے اس کے دیہاتوں کو خوب لوٹا اور وہ روم کے تمام مشرقی علاقوں میں پھیل گئے۔

اور فتنہ و فساد اور لوٹ مار کرتے رہے۔ انھوں نے خلاط اور آمد کو بھی فتح کر لیا تھا۔

غیاث الدین کیخسرو اپنے شہر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ آخر کار وہ ان سے پناہ کا طالب ہوا اور ان کی اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد اس کے تاتاریوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات ہو گئے۔ تاہم تاتاریوں نے قیساریہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

غیاث الدین کیخسرو اس جنگ سے واپسی پر فوت ہو گیا۔ اس کی وفات ۶۵۲ھ میں ہوئی۔

کیقباد ثانی

کیخسرو کی وفات کے بعد ولی عہد ہونے کی وجہ سے علاء الدین کیقباد ثانی قونیہ کی سلطنت کا حاکم ہوا۔ وہ کیخسرو کا سب سے بڑا فرزند تھا۔ اس کے دوسرے فرزند عزالدین کیکاؤس اور رکن الدین قلیج ارسلان تھے۔ کیقباد ثانی نے سب بھائیوں کو سلطنت میں شریک کر رکھا تھا۔ اور مساجد کے خطبوں میں ان کا نام بھی لیا جاتا تھا۔

مغلوں کی سلطنت

اس کے زمانے میں سلطان چنگیز خاں فوت ہو گیا تھا۔ تاتاریوں کا پایۂ تخت قراقرم میں تھا۔ چنگیز خاں کے مرنے کے بعد طلوخاں اس کا فرزند تخت نشین ہوا۔ وہ ان کے ہاں خان اعظم کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ کیونکہ اسے اپنے تمام خاندان کے بادشاہوں اور تمام شمالی علاقوں اور عراق میں بالادستی حاصل تھی۔

طلوخاں کے مرنے کے بعد اس کا فرزند منگو خاں تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے بھائی ہلاکو خاں کو عراق اور اسماعیلیوں کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے فوج دے کر ۶۵۰ھ میں بھیجا۔ چنانچہ اس نے عراق، عرب و عجم اور بغداد کو فتح کر لیا۔

رومی علاقوں پر قبضہ

پھر خان اعظم منگو خاں نے ۶۵۶ھ میں ایک مغل سردار کو جس کا نام بیکو تھا، لشکر دے کر مسلمانوں کے رومی علاقے کی طرف بھیجا۔ چنانچہ وہ ارزن الروم (موجودہ ارض روم) پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان علاء الدین کیقباد کا آزاد کردہ غلام نسان الدین یاقوت حاکم تھا۔ تاتاری سپہ سالار نے اس شہر کا دو مہینے تک محاصرہ کیا اور (قلعہ شکن) منجنیقیں وہاں نصب کرا دیں۔ پھر اس نے زبردستی اس کو فتح کر لیا۔ اس کے حاکم یاقوت کو قیدی بنا لیا۔ پھر اس نے تمام اسلامی فوجوں کو تہ تیغ کیا۔ صرف وہاں کے دوکان داروں اور کاریگروں کو باقی رکھا۔

پھر اس نے دوسرے رومی شہروں کی طرف کوچ کیا اور قیساریہ اور وہاں سے ایک مہینے کی مسافت کے تمام علاقوں کو فتح کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن لوٹ گیا۔

۶۵۵ھ میں وہ دوبارہ آیا اور شہروں کو تباہ و برباد کیا اور پہلے سے زیادہ علاقوں پر قبضہ کیا۔

کیکاؤس ثانی

چونکہ بیکو کے تاتاری لشکر نے علاء الدین کیقباد ثانی کی مملکت میں بہت تباہی مچا رکھی تھی، اس لئے کیقباد ثانی نے یہ ارادہ کیا کہ وہ خان اعظم منگو خان کے دربار میں حاضر ہو کر اس کی اطاعت قبول کرنے کا تائیدی اعلان کرے اس سے درخواست کرے کہ وہ بیکو اور اس کے مغل لشکر کو اس کی مملکت میں آنے سے منع کرے۔

چنانچہ وہ قونیہ سے ۶۵۵ھ میں اپنے والد کے آزاد کردہ غلام (اور وفادار مشیر سیف الدین طرنطائی کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ (نذرانہ پیش کرنے کے لئے) بہت سا مال و دولت اور تحائف تھے۔

کیکاؤس کی بغاوت

(اس کے جانے کے بعد) اس کے بھائی عزالدین کیکاؤس ثانی نے اپنے دوسرے بھائی قلیج ارسلان کو گرفتار کر کے قونیہ میں نظر بند کر دیا اور خود سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اپنے بھائی کے جانے کے بعد اپنے اکابر رفقاء کے ذریعے سیف الدین طرنطائی کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان تحائف کو روک لیں جو ان کے ساتھ ہیں۔ اور علاء الدین کیقباد ثانی کو واپس بھیج دیں۔ کیونکہ وہ خود ان تحائف کو خان اعظم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔

مگر کیکاؤس ثانی کے قاصد اس وقت وہاں پہنچے جب کہ وہ خان اعظم کی مملکت میں داخل ہو چکے تھے اور وہاں اس کے کسی حاکم کے پاس مقیم ہو گئے تھے۔

اس ایلچی نے اس تاتاری حاکم سے جس کے پاس وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ جھوٹی شکایت کی کہ ان کے پاس زہر ہے۔ تاتاری حاکم نے جب تحقیقات کی تو ان کے پاس سے کھانے کی چیز نکالی۔ اس نے طبیبوں کو بلایا تو ان اطباء نے اس کے شک و شبہ کو دور کیا۔ اس کے بعد اس حاکم نے ان لوگوں کو خان اعظم کے پاس بھیجا۔

کیقباد ثانی کی وفات

علاء الدین کیقباد ثانی راستے میں فوت ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس کے امراء اور مشیروں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ اس کے بعد سب سے بڑا فرزند ہونے کی وجہ سے عزالدین کیکاؤس ثانی کو حاکم تسلیم کر لیا جائے اور اس کی طرف سے خان اعظم کے ساتھ مصالحت طے کی جائے۔ لہٰذا خان اعظم نے صلح نامہ لکھا اور انہیں خلعت عطا کیے۔ پھر اس کے سپہ سالار بیکو نے خان اعظم کو لکھا کہ "رومی علاقے کے باشندے

اس سے جنگ کر رہے ہیں اور اسے عبور کرنے سے روک رہے ہیں"۔ لہٰذا اس خط کے بعد خان اعظم نے ایلچیوں کو بلوایا اور انھیں اس خبر سے آگاہ کیا۔

وہ بولے۔"جب ہم ان کے پاس سلطان کا خط لے کر جائیں گے تو وہ مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے"۔

سلطنت کی تقسیم اس کے بعد خان اعظم نے قونیہ کی سلطنت کو دونوں بھائیوں یعنی عزالدین کیکاؤس اور اس کے بھائی رکن الدین قلیج ارسلان کے درمیان اس طرح تقسیم کیا کہ سیواس سے قسطنطنیہ تک کا مغربی علاقہ عزالدین کیکاؤس کے پاس رہے گا اور سیواس سے ارزن الروم تک کا مشرقی حصہ جو تاتاری سلطنت سے ملا ہوا ہے وہ رکن الدین قلیج ارسلان کے قبضہ میں رہے گا۔ ان دونوں کو خان اعظم کی اطاعت قبول کرنی ہوگی اور وہ منگو خان کے جس کا پائے تخت قراقرم میں ہے باج گزار ہوں گے۔

ان شرائط صلح کے بعد وہ ایلچی اپنے وطن لوٹ گئے اور اپنے ساتھ علاء الدین کیقباد ثانی کی لاش بھی لے گئے، تاکہ اسے وطن میں دفن کریں۔

قونیہ پر تاتاریوں کا قبضہ اس صلح کے بعد بیکو مغلوں کا لشکر لے کر تیسری مرتبہ رومی علاقے پر حملہ کرنے کے لئے آیا۔ عزالدین کیکاؤس نے اس کے مقابلے کے لئے اپنے سپہ سالار ایدغمش ارسلان کے زیر قیادت فوجیں روانہ کیں۔ مغل سردار بیکو نے انھیں شکست دی اور اُن کے تعاقب میں دار السلطنت قونیہ تک پہنچ گیا۔ اس کی خبر سن کر عزالدین کیکاؤس سمندر کے ساحلی مقام علایا کی طرف بھاگ گیا۔

قونیہ پہنچ کر بیکو نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک کہ شہر والوں نے اپنے خطیب کے ذریعے اس سے پناہ لینے کا پیغام بھیجا۔ جب خطیب موصوف اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا خیر مقدم کیا اور اس کی بیوی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اور بیکو نے شہر والوں کو پناہ دی اور امن و امان بحال کیا۔

کردوں کی سرکوبی جب ہلاکو خاں ۶۵۵ھ میں بغداد کی طرف روانہ ہوا تو اس نے بیکو اور اس کی اُن فوجوں کو جو رومی علاقے میں مقیم تھیں حکم دیا کہ وہ اس کے پاس پہنچ جائیں۔ بیکو نے یہ معذرت پیش کی کہ اس کے راستے میں غراسیہ اور یاروقیہ کے مقام پر کردی چھاپہ مار حائل ہیں۔ لہٰذا ہلاکو خان نے اس کی سرکوبی کے لئے انھیں فوجیں

بھیجیں، جنھوں نے انھیں بھگا دیا۔ اس کے بعد مغل لشکر آذربائیجان پہنچا جہاں کے باشندے کردوں کے حملوں کی طرف سے بھاگ گئے تھے۔ لہٰذا انھوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور یہ فوجیں بیکو کی قیادت میں ہلاکو خاں کے پاس پہنچ گئیں اور اس کے فتح بغداد (اور اس کی تباہی) میں شریک ہوئیں، جس کا حال خلفائے عباسیہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے اور ہلاکو خاں کے حالات میں بھی اس کا تذکرہ ہوگا۔

بیکو کا انجام

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب ہلاکو خاں نے بیکو کو بلوا بھیجا تھا تو وہ اس کے ساتھ فتح بغداد میں شریک نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس نے اس کے ساتھ غداری کی تھی۔ چنانچہ جب بغداد فتح ہو چکا تو ہلاکو خاں نے اس کے پاس ایسا شخص بھیجا تھا جس نے اس کو زہر پلایا تھا اور وہ اس کی تاثیر سے مر گیا تھا۔ ہلاکو خاں نے اسے خود مختاری اور نافرمانی کا ملزم قرار دیا تھا۔

بغداد کو فتح کرنے کے بعد ہلاکو ۶۵۸ھ میں شام کی طرف روانہ ہوا اور حلب کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس نے عز الدین کیکاؤس، رکن الدین قلیج ارسلان اور معین الدین سلیمان پرواہ کو بلا بھیجا۔

سلیمان پرواہ

معین الدین سلیمان پرواہ کا حال یہ ہے کہ اس کا والد مہذب الدین علی دیلم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے علم حاصل کیا اور اس میں کمال پیدا کیا پھر وہ علاء الدین کیقباد کے عہد حکومت میں وزیر سعد الدین متوفی کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کا وظیفہ جاری کر دے۔ وہ اچھا مقرر اور خطیب تھا۔ وزیر مذکور نے اسے پسند کیا اور اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دیا۔ اس کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا۔ جو حکومت کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔

جب سعد الدین متوفی فوت ہوا تو سلطان علاء الدین کیقباد نے مہذب الدین کو وزیر بنایا اور قلمدانِ وزارت اس کے سپرد کیا۔ اس کے بعد مہذب الدین بھی فوت ہو گیا۔ اس عرصے میں اس کا فرزند مہذب الدولہ اور معین الدین کے خطابات سے سرفراز ہوا۔ اور مختلف مراتب پر ترقی پاتا رہا، یہاں تک کہ وہ حاجب کے عہدہ پر سرفراز ہوا۔ اسے پرواہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی (ترکی) زبان میں پرواہ حاجب کو کہتے ہیں۔ وہ رکن الدین کا خاص مشیر تھا جب وہ دونوں بھائیوں کے ساتھ ہلاکو خاں کے دربار میں حاضر ہوا تو وہ اس کی نگاہوں میں سما گیا

اور اس نے رکن الدین سے یہ کہا :۔

"تمہارے امور سلطنت میری طرف سے صرف یہی سرانجام دیتا رہے"۔

اس کے بعد سے اس نے اس قدر ترقی کی کہ وہ روم کے تمام مشرقی علاقے کا حاکم ہوگیا۔

رکن الدین قلیج ارسلان کا تسلط

۶۵۹ھ میں عزالدین کیکاؤس اور اس کے بھائی رکن الدین قلیج ارسلان کے درمیان سخت جھگڑا ہوا۔ اس لئے رکن الدین، سلیمان برنواہ کو لے کر ہلاکو خان کے پاس پہنچا، تاکہ وہ اس کے برخلاف اسے فوجی کمک مہیا کرے۔ لہٰذا ہلاکو خان نے اسے فوجی امداد مہیا کی۔ پہلی دفعہ جب اس نے اپنے بھائی سے جنگ کی تھی تو عزالدین نے اسے شکست دی تھی۔ مگر جب ہلاکو خان نے اس کو فوجی کمک مہیا کی تو عزالدین نے شکست کھائی اور وہ قسطنطنیہ بھاگ گیا اور رکن الدین اس کے تمام صوبوں کا حاکم ہوگیا۔

ترکمانوں کا حاکم

ترکمان قوم بھی بھاگ کر پہاڑوں، سرحدوں اور ساحلی علاقوں میں پناہ گزین ہوگئی تھی۔ انھوں نے ہلاکو خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی آبادیوں پر بھی ایک حاکم مقرر کرے۔ چنانچہ اس نے محمد بیگ کو ان کا امیر مقرر کیا اور علی بیگ اس کا مشیر مقرر ہوا۔ علی بیگ نے محمد بیگ کو ہلاکو خاں کے پاس بلوایا۔ مگر وہ اس کے پاس نہیں آیا۔ لہٰذا اس نے قلیج ارسلان اور ان تاتاری فوجوں کو جو اس کے ساتھ تھیں، حکم دیا کہ وہ اس کے خلاف جنگ کریں۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اس کے پاس پہنچ گئیں۔ اس جنگ میں اسے شکست ہوئی۔ پھر اس نے سلطان رکن الدین سے پناہ طلب کی۔ چنانچہ وہ اسے پناہ دے کر قونیہ لے آیا اور وہاں اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد علی بیگ ترکمان قوم کا امیر مقرر ہوا، اور یہ حکومت اس کی اولاد میں موروثی طور پر چلتی رہی، مگر تاتاری وہاں کے قریبی علاقوں پر مسلط رہے۔

کیکاؤس کی گرفتاری

جب عزالدین کیکاؤس شکست کھا کر قسطنطنیہ پہنچا تو وہاں کے بادشاہ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کے نام کا وظیفہ جاری کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کی ننھیال میں سے بعض رومی امراء بھی تھے۔ ان سب نے مل کر بغاوت کا منصوبہ باندھا اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ ان کی یہ سازش پکڑی گئی اور قسطنطنیہ کے بادشاہ نے عزالدین اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اسے کسی قلعہ میں نظر بند کر دیا۔

کیکاؤس کی وفات

اس نے کچھ عرصہ کے بعد حاکم قسطنطنیہ اور بدیغی خاں بن چنگیز خاں

کے خاندان کے ایک حاکم منگوتمر بن طغان کے درمیان نا چاقی ہوگئی۔ منگوتمر شمالی علاقے کا حاکم تھا۔ اس نے قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا اور اس کے گردونواح میں خوب تباہی مچائی۔ یہ حالت دیکھ کر عزالدین کیکاؤس قید خانے سے بھاگ کر اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اس کے پائے تخت سرائی چلا گیا۔ وہاں ۶۷۷ھ میں وہ فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند مسعود اس کا جانشین ہوا۔ سرائی کے بادشاہ منگوتمر نے اس کی والدہ سے نکاح کرنا چاہا۔ مگر مسعود نے اس رشتہ سے انکار کیا۔ اور وہاں سے بھاگ کر ہلاکو خاں کے فرزند ابقاخان حاکم عراق کے پاس چلا گیا۔ اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اسے سیواس، ارزن الروم اور ارزنکان کے علاقے عطا کئے اور وہ وہاں مقیم ہوگیا۔

رکن الدین قلیج ارسلان کا قتل

معین الدین پرنواء نے رکن الدین قلیج ارسلان کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا اور اس پر غالب آیا ہوا تھا رکن الدین اس کی ان مطلق العنانی حرکات کی وجہ سے ناراض تھا۔ دونوں میں کشیدگی بہت بڑھ گئی تھی جب برنواء کو یہ اطلاع ملی کہ عزالدین کیکاؤس قسطنطنیہ میں نظر بند ہے تو اس نے رکن الدین کو قتل کرنے کی سازش کو مکمل کیا اور پوشیدہ طور پر اچانک اسے قتل کر دیا اور اس کے بجائے اس کے کمسن لڑکے غیاث الدین کیخسرو ثانی کو اپنی زیر نگرانی تخت نشین کیا۔ یوں وہ تمام ایشیائی رومی علاقے کی سلطنت کا مالک بن بیٹھا اور اس کی حکومت کے تمام حکام درست ہوگئے۔

ملک ظاہر سے تاتاریوں کی جنگ

ہلاکو خاں نے ۶۵۸ھ میں شام پر بار بار حملے کئے۔ اسی طرح اس کا فرزند ابقاخان بھی حملے کرتا رہا۔ مصر و شام کا حاکم الملک الظاہر اس کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور اکثر ان کے شہروں میں گھس جاتا تھا۔ چنانچہ ۶۷۵ھ میں وہ رومی علاقے میں گھس گیا۔ وہاں اس وقت ایک تاتاری حاکم طنا حکومت کرتا تھا۔ لہٰذا شاہ الظاہر کے مقابلے کے لئے ہلاکو خاں کے فرزند اباقاخاں نے دو تاتاری سپہ سالاروں کی قیادت میں فوجیں بھیجیں جن کے نام کداون اور زقو تھے۔ مغل فوجیں شام کی طرف بڑھیں اور شاہ الظاہر مصر سے ان کے مقابلے کے لئے آیا اس کے ہراول فوجوں کا سپہ سالار سنقر الاسقر تھا۔ چنانچہ اس کے اگلے حصے کی فوجوں کی ڈبھیڑ مغل فوجوں سے کوکصو کے مقام پر ہوئی۔

تاتاریوں کو شکست

اس جنگ میں تاتاریوں کو شکست ہوئی۔ شاہ ظاہر نے ان کا

تعاقب کیا اور فریقین میں دوبارہ البلیش کے مقام پر جنگ ہوئی اور تاتاریوں نے دوبارہ شکست کھائی اور شاہ الظاہر قیساریہ کے مقام تک ان کا قتل عام کرتا رہا اور انہیں جنگی قیدی بناتا رہا اس کے بعد اس نے قیساریہ کو فتح کر لیا۔ وہاں وہ برنواء کی آمد کا انتظار کرتا رہا۔ کیونکہ اس نے پوشیدہ طور پر شاہ الظاہر کو دعوت جنگ دی تھی اور اسے مغلوں کے علاقے پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

برنواء کی سلطنت کا خاتمہ

جب مغلوں کے حاکم اباقا خان کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ مغلوں کا بہت بڑا لشکر لے کر قیساریہ پہنچا۔ اس وقت تک شاہ الظاہر اپنے ملک واپس چلا گیا تھا۔ تاہم اس نے اپنی قوم کے سپاہیوں کی لاشوں سے میدان بھرے ہوئے دیکھے۔ اس وقت اسے برنواء کی سازش کا پتہ چل گیا کہ اسی نے ملک الظاہر کو اس جنگ کے لئے آمادہ کیا تھا۔ کیونکہ اس نے اس کے رومی علاقے کے کسی باشندہ کی لاش نہیں دیکھی۔ یہ حالت دیکھ کر وہ برنواء پر بہت ناراض ہوا اور اسے گرفتار کر کے لے گیا۔ اور اس کے تمام ملک پر خود قبضہ کر لیا۔

تاتاری شہزادہ کا قتل

ہلاکو خاں کا ایک فرزند قنطغرطاس ایشیائی روم میں اس کے بادشاہ غیاث الدین کیخسرو کے ساتھ رہتا تھا اور وہاں اباقا خان کے عہد سے وہاں کی مغل فوج کا سپہ سالار تھا۔ جب اباقا خاں کے بعد ہلاکو خاں کا دوسرا فرزند احمد نکودار حاکم ہوا تو اس نے وہاں سے اپنے بھائی قنطغرطاس کو بلوایا۔ مگر اس نے وہاں جانے سے پس و پیش کیا۔ کیونکہ اسے اپنی جان کا اندیشہ تھا۔ مگر غیاث الدین نے اسے آمادہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کے حکم کی تعمیل کرے۔ چنانچہ وہ خود بھی اس کے ساتھ وہاں گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو نکودار نے اپنے بھائی قنطغرطاس کو مار ڈالا۔

سلطنت قونیہ کا خاتمہ

مغلوں نے غیاث الدین پر یہ الزام لگایا کہ اسے نکودار کے خیالات کا علم تھا اور وہ قصداً اسے وہاں لایا۔ چنانچہ جب نکودار کے بعد ارغوان خان بن اباقا خان بادشاہ ہوا تو اس نے غیاث الدین کیخسرو کو ایشیائی روم (موجودہ ترکی) کے علاقے سے معزول کر دیا اور اسے ارزنکان میں مقید کر دیا اور اس کے بجائے روم کے قلعوں پر اولاکو خاں کو ۶۸۲ھ میں مقرر کیا اور غیاث الدین کیخسرو کے چچا زاد بھائی مسعود بن کیکاؤس کو ۶۸۱ھ میں رومی علاقے کا حاکم مقرر کیا۔ مگر اس کی سلطنت کو جلد زوال آ گیا اور

قونیہ کی سلطنت مغل اور تاتاریوں کے ہاتھ میں آگئی۔ پھر ان کی حکومت بھی ناکام ہوئی اور ان کی سلطنت کو زوال بھی آگیا۔ البتہ سیواس میں مرداآتش بن جوماں کے غلام ارتشا کے فرزندوں کی حکومت کچھ عرصہ تک قائم رہی۔ اس کے بعد یہ پورا ملک ترکمانوں کے قبضے میں آگیا۔ اور وہ اس کے حاکم ہو گئے۔

شجرہ سلاطین قونیہ

غیاث الدین کیخسرو

بن

قلیج ارسلان

بن

غیاث الدین کیخسرو

بن

کیقباد

بن

غیاث الدین کیخسرو

قلیج ارسلان

مسعود

قلیج ارسلان بن سلیمان بن قطلمش بن اسرائیل بن سلجوق

باب ۳ سوم

سلجوقی سلاطین خلاط وارمینیہ

آذربائیجان کے علاقہ مزید کا حاکم اسماعیل بن یاقوتی بن داؤد تھا (داؤد جو الپ ارسلان (الپ ارسلان وطغرل بیگ کا بھائی تھا) اسماعیل کا لقب قطب الدولہ تھا۔ اس کا ایک ترکی آزاد کردہ غلام تھا جس کا نام سکمان یا سقمان دونوں طریقوں سے لیا جاتا ہے۔ وہ قطب الدولہ کی نسبت سے سکمان القطبی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ وہ بہت بہادر تھا اور اپنے احکام میں انصاف پسند تھا۔

دیار بکر کی تسخیر خلاط اور ارمینیہ کے علاقے دیار بکر کے حکام بنو مروان کے ماتحت تھے انھوں نے اپنی سلطنت کے آخری زمانے میں رعایا کے ساتھ بہت ظلم وستم شروع کر دیا تھا اور شہر کے باشندے ان سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس لئے انھوں نے سکمان سے خط وکتابت کی اور اُسے بلوایا تاکہ وہ ان پر حکومت کرے۔ چنانچہ وہ ۵۰۲ھ میں فوج لے کر دیار بکر کے شہر میافارقین پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کے لوگوں نے پناہ کی درخواست کی اور وہ وہاں کا حاکم بن گیا۔

پھر سلطان محمد شاہ بن ملک شاہ نے موصل کے حاکم مودود بن زید بن صدقہ کو حکم دیا کہ وہ فرنگی فوجوں کا مقابلہ کرے اور ان کے قبضے سے اسلامی علاقے نکال لے۔ اس نے سرحد کے حکام کو اس کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہمدان کا حاکم برسبق اور مراغہ کا حاکم احمدبیگ اور اربل کا حاکم ابوالہیجاء ماردین کا حاکم ابوالغازی اور دیار بکر کے حاکم سقمان القطبی بھی اس کے ساتھ جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ انھوں نے دشمن کے متعدد قلعے فتح کئے۔ انھوں نے رُہا کا محاصرہ کیا جس کو وہ فتح نہ کر سکے۔ اور یہی حال تل ناشر کا رہا۔

سکمان کی وفات

اس عرصے میں حلب کے حاکم رضوان بن تتش نے انھیں بلوایا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو اس نے ان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ اتنے میں سکمان قطبی وہیں بیمار ہو گیا۔ لہٰذا وہ وہاں سے واپس ہو گیا۔ مگر راستے میں بالس کے مقام پر فوت ہو گیا اور تمام ملکوں کی فوجیں الگ الگ ہو گئیں۔

ظہیرالدین ابراہیم کا عہد حکومت

اس کی وفات کے بعد اس کا فرزند ظہیرالدین ابراہیم خلاط و ارمینیہ کا حاکم ہوا۔ وہ اپنے باپ کے طریقے پر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ۵۲۱ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی احمد بن سکمان دس مہینے تک حکمران رہا۔

شاہ ارمن کی حکومت

جب وہ بھی فوت ہو گیا تو ارکان سلطنت نے ارمینیہ اور خلاط کا حکمران اس کے بھتیجے شاہ ارمن سکمان بن ابراہیم بن سکمان کو مقرر کیا جو نوعمر لڑکا تھا۔ اس پر اس کی دادی والدۂ ابراہیم حاوی اور غالب تھی۔ اس کی دادی نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ارکانِ سلطنت نے اس کی دادی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد شاہ ارمن سکمان بن ابراہیم خود مختار حاکم ۵۲۸ھ میں ہو گیا۔

کرج قوم کو شکست

کرج قوم کے ساتھ اس کے بہت معرکے رہے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ ۵۰۶ھ میں اران کے علاقہ کے شہرانی کو لوٹ چکے تھے۔ وہ ان کے مقابلے کے لئے لشکر لے کر پہنچا تو انھوں نے اسے شکست دی اور اسے بہت نقصان پہنچایا۔

اس کے نکاح میں ارزن الروم کے حاکم طلیق بن علی کی ہمشیرہ تھی۔ طلیق بن علی کے ساتھ بھی کرج قوم کی جنگ ہوئی جس میں طلیق کو شکست ہوئی اور وہ جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ شاہ ارمن نے کرج کے بادشاہ کے پاس فدیہ بھیج کر طلیق کو چھڑایا اور اسے اس کے ملک ارزن الروم بھیج دیا۔

اس کے بعد صلاح الدین بن ایوب مصر و شام کا حاکم ہو گیا اور اس کی سلطنت وسیع ہو گئی تو مظفرالدین کوکبری نے اس سے خط و کتابت کی اور اسے الجزیرہ کو فتح کرنے پر آمادہ کیا اور پچاس ہزار دینار کا وعدہ بھی کیا۔

صلاح الدین کا محاصرہ

چنانچہ غازی صلاح الدین فوج لے کر سنجار پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا یہ مقام موصل کے راستوں کا سنگم تھا۔ اس زمانے میں موصل کا حاکم

عزالدین مودود بن زنگی تھا۔ اس نے خلاط کے حاکم شاہ ارمن سے فوجی کمک طلب کی لہٰذا شاہ ارمن نے اپنے آزاد کردہ غلام کمتر کو غازی صلاح الدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ حاکم موصل سے (جنگ نہ کرنے کے بارے میں) سفارش کرے۔ چنانچہ وہ غازی صلاح الدین کے پاس اُس وقت پہنچا جب کہ وہ سنجار کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ مگر غازی صلاح الدین نے اس کی سفارش قبول نہیں کی اور وہ ناراض ہو کر لوٹ آیا۔

فتح سنجار

اب شاہ ارمن غازی صلاح الدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس نے قطب الدین نجم الدین کو ماردین کے حاکم کے پاس بھیجا جو اس کا بھتیجا اور عزالدین کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اس کے ساتھ دولت شاہ بن طغرک شاہ بن قلیج ارسلان بھی حاضر ہوا۔ وہ ۵۷۸ھ میں اس وقت روانہ ہوا جبکہ غازی صلاح الدین نے سنجار کو فتح کر لیا تھا اور فوجیں منتشر ہو گئی تھیں۔ جب اسے ان کے روانہ ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے حماۃ سے تقی الدین کو بلوایا۔ وہ وہاں جلد پہنچا اور راس عین کی طرف کوچ کیا۔ مگر اس وقت ان کی فوجیں منتشر ہو چکی تھیں، اس لئے غازی صلاح الدین ماردین کی طرف روانہ ہو گئے اور اس کے علاقہ کو تباہ کرنے کے بعد لوٹ آئے۔

فتح حران

غازی صلاح الدین سال کے آخر میں موصل کی طرف روانہ ہوئے اور الجزیرہ میں سے ہوئے حران پہنچے۔ وہاں ان کی ملاقات مظفر الدین کوکبری بن زین الدین سے ہوئی اس نے پچاس ہزار دینار دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ اس نے پورا نہیں کیا، اس لئے انھوں نے اس سے حران اور رُہا کا علاقہ چھین لیا۔ کچھ عرصے کے بعد اسے رہا کر دیا گیا۔ کیونکہ اس کی خط و کتابت کے مطابق عمل کیا گیا تھا۔ انھوں نے اسے اس کا شہر بھی لوٹا دیا اور حران سے روانہ ہو گئے۔

صلح کی گفت وشنید

اس کے بعد قلعہ اور دارا کی فوجیں ان کے پاس حاضر ہوئیں اور الجزیرہ کا حاکم سنجر شاہ بھی جو عزالدین مودود کا بھتیجا تھا، ان کے پاس آیا۔ اس نے اپنے چچا کی اطاعت چھوڑ کر غازی صلاح الدین کی حمایت کرنے کا اعلان کیا اور ان کے ساتھ موصل کی طرف روانہ ہوا۔ جب غازی صلاح الدین بلد کے شہر کے پاس پہنچے تو عزالدین نے اپنے چچازاد بھائی نور الدین محمود اور اپنے ارکان سلطنت کی ایک جماعت کو صلح کی گفت وشنید کرنے کے لئے بھیجا۔ سلطان صلاح الدین نے اس وفد کا احترام کیا اور اپنے ارکانِ سلطنت سے صلح کے بارے میں مشورہ کیا۔ ہکاریہ کے سردار علی بن احمد المشطوب نے انھیں صلح نہ

کرنے کا مشورہ دیا۔ لہذا سلطان صلاح الدین نے مصالحتی وفد کو لوٹا دیا اور (صلح نہ کرنے کی) معذرت پیش کی۔ اس کے بعد وہ (جنگ کرنے کے لئے) روانہ ہوئے۔ اور موصل سے دو فرسخ پہلے پڑاؤ کیا۔ اہلِ موصل نے سخت مقابلہ کیا اور وہ ناقابلِ تسخیر ثابت ہوئے۔ ایسی حالت میں سلطان صلاح الدین کو اس بات پر سخت ندامت ہوئی کہ اس نے مصالحت کیوں نہیں قبول کی۔ اور اس سلسلے میں اس نے علی المشطوب اور اس کے ساتھیوں کو موردِ الزام گردانا۔

قاضی الفاضل البیانی نے مصر سے انھیں اس طرح مخاطب کیا کہ انھیں اس کی وجہ سے معزول کر دیا۔

قلعہ کا محاصرہ

اربل کے حاکم زین الدین یوسف اور اس کے بھائی مظفر الدین کوکبری آئے تو سلطان نے ان کا استقبال کیا اور انھیں مشرقی سمت کی فوجوں کے ساتھ ٹھہرایا۔ اُنھوں نے علی بن احمد المشطوب الہکاری کو ہکاریہ قوم کے علاقہ کے قلعہ الجزیرہ کی طرف بھیجا۔ چنانچہ اس نے جا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ کرد قوم کے لوگ اس کے مقابلہ کے لیے آئے۔ مگر وہ اس قلعہ کا محاصرہ کرتا رہا، یہاں تک کہ سلطان صلاح الدین موصل سے لوٹ کر آ گئے۔ وہ کچھ عرصہ تک اس محاصرہ میں شریک رہے۔

عز الدین کو یہ اطلاع ملی کہ ان کا نائب ان سے خط و کتابت کر رہا ہے تو اس نے اُسے وہاں جانے سے منع کیا۔ وہ مجاہد الدین کی رائے کی پیروی کر رہا تھا۔ اس نے اس کو صلح کرنے کے لئے بھیجا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس نے کوشش کی۔ پھر سلطان صلاح الدین میافارقین پہنچ گئے۔

بکتمر کی حکومت

خلاط کا حاکم شاہ ارمن سکمان بن ابراہیم ۵۷۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام بکتمر میافارقین میں تھا۔ لہٰذا وہ جلد اپنے ساتھ دیگر ارکان سلطنت کو لے کر پائے تخت پہنچا اور خاندان سکمان کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے میافارقین کا حاکم اسد الدین برنقش کو مقرر کیا جو شاہ ارمن کا آزاد کردہ غلام تھا۔

آذر بیجان و ہمدان کے حاکم پہلوان ابن ایلدکز نے اپنی بیٹی کا نکاح شاہ ارمن سے اس مقصد کے لئے کیا تھا کہ وہ خلاط کا حاکم بننا چاہتا تھا۔ جب شاہ ارمن فوت ہو گیا تو وہ لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ اہل خلاط نے سلطان صلاح الدین بن ایوب سے خط و کتابت کی اور انھوں نے ان دونوں کی فوجوں کو لڑوا کر اپنی مدافعت کی کوشش کی۔

صلاح الدین کا محاصرہ

صلاح الدین فوج لے کر خلاط کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے اگلے حصے کی فوج کے سپہ سالار ناصر الدین محمد بن شیرکوہ اور مظفر الدین بن زین الدین وغیرہ تھے۔ یہ تمام فوجیں خلاط کے قریب آکر ٹھہریں۔ سلطان صلاح الدین اور شمس الدین البہلوان دونوں کی طرف سے قاصد اہل خلاط کے پاس آمدورفت کرتے رہے۔ اور اہل خلاط دونوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ انھیں یہ خبر ملی تھی کہ یہاں کا حاکم قطب الدین فوت ہوگیا ہے۔ اور برنقش نے اس کے صغیر سن فرزند کو حاکم برائے نام مقرر کیا ہے۔ مگر دراصل وہ خود مختار حاکم ہے۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین وہاں پہنچے اور خلاط کا محاصرہ کرلیا۔ آخرکار وہاں کی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو انھوں نے بکتمر کو خلاط کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے طویل مدت تک حکومت کی۔ تاہم اس کی سلطان صلاح الدین سے جنگیں ہوتی رہیں۔ جب سلطان صلاح الدین کی ۵۸۹ھ میں وفات ہوئی تو اس نے خوشی کا اظہار کیا اور اپنا نام عبدالعزیز اور لقب سیف الدین رکھا۔ اس کے بعد ہی وہ فوت ہوگیا۔

بکتمر کا قتل

بکتمر نے اپنی حکومت کے آغاز میں شاہ ارمن کے ایک آزاد کردہ غلام اقسنقر کو اپنا مقرب خاص بنالیا تھا۔ اور اسے ہزار دیناری کا خطاب دے کر اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کردیا تھا اور اسے اپنا نائب بنالیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ تک اس عہدہ پر قائم رہا۔ پھر اس کی بکتمر سے ناچاقی ہوگئی اور وہ موقع کا منتظر رہا۔ چنانچہ جب صلاح الدین وفات پاگئے تو بکتمر میافارقین سے روانہ ہوا۔ اس صورت میں اس نے موقع پاکر اسے قتل کردیا۔ یہ واقع سلطان صلاح الدین کی وفات کے دو مہینے کے بعد ہوا۔ بکتمر نے دس سال تک حکومت کی تھی۔

اقسنقر کی حکومت

اقسنقر اس کے بعد خلاط اور ارمینیہ کا خود مختار حاکم بن گیا اور اس نے بکتمر کے فرزند اور اس کی والدہ کو کسی قلعہ میں نظر بند کردیا۔ اقسنقر نے خلاط اور ارمینیہ پر پانچ سال حکومت کی۔ اس کے بعد وہ ۵۹۴ھ میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد قطلغ ارمنی ملک کا حاکم بن گیا۔ مگر خلاط کے باشندے اس سے خوش نہیں تھے۔ اس لئے سات دن کے بعد انھوں نے اس پر حملہ کرکے اسے مار ڈالا۔

محمد بن بکتمر

انھوں نے محمد بن بکتمر کو قید خانے سے نکال کر اسے اپنا حکمران مقرر کیا اور اس کا لقب الملک المنصور رکھا۔ سلطنت کا نگران شاہ ارمن کے دوادار شجاع الدین قطلغ القفجاقی مقرر ہوا۔ اور وہ خود مختاری کے ساتھ ۶۰۳ھ تک حکومت

کرتا رہا۔ پھر دوا دار کو گرفتار کر کے قید کر لیا گیا۔

محمد بن بکتمر نیک خصلت تھا مگر کسی وجہ سے فوج اور عوام اس سے ناراض ہو گئے۔ اس کے علاوہ دوا دار کی معزولی کے بعد وہ عیش و عشرت کا دلدادہ ہو گیا تھا۔ اس لئے خلاط کے باشندوں اور فوج نے اپنے سربراہ شاہ ارمن کے غلام بلبان کی سرکردگی میں اس کے خلاف سازش کی اور انھوں نے شاہ ارمن کے بھانجے ارتق بن ابی الغازی بن البی حاکم ماردین سے خط و کتابت کی اور اسے حکومت کرنے کی دعوت دی۔ اس کے بعد بلبان نے بغاوت کا اعلان کیا اور ملاز کرد کے مقام پر چلا گیا اور وہاں اس کی فوج جمع ہونے لگی۔

بلبان کی بغاوت

جب بلبان نے ملاز کرد کے شہر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا اور فوج جمع کر لی تو وہ لشکر لے کر خلاط کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہُوا۔ اتنے میں ارتق بن ابی الغازی حاکم ماردین بھی وعدہ کے مطابق وہاں پہنچ گیا، اور خلاط کے قریب مقیم ہُوا۔ بلبان نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ فوج اور رعایا نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں تمھارے ساتھ مل کر سازش کر رہا ہوں۔ اس لئے تم واپس چلے جاؤ جب شہر پر قبضہ ہو جائے گا تو میں شہر تمھارے حوالے کر دوں گا۔

ارتق بن ابی الغازی نے اس پیغام کے بعد تھوڑی دیر توقف کیا، پھر وہ ماردین واپس چلا گیا۔

جزیرہ اور حران کے حاکم اشرف موسیٰ بن العادل ابن ایوب نے جب یہ سنا کہ ارتق خلاط کی طرف روانہ ہو گیا ہے تو اس نے خود اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اُسے اندیشہ تھا کہ اس طرح اس کی طاقت بڑھ جائے گی لہٰذا وہ ماردین کی طرف گیا اور وہاں پوشیدہ طور پر رہا اور دیار بکر کو تباہ کیا اور پھر حران واپس آ گیا۔

بلبان کا تسلط

ادھر بلبان نے فوج جمع کر کے خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ محمد بن بکتمر اپنی باقی ماندہ فوج کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ اس جنگ میں بلبان کو شکست ہوئی اور وہ اپنے مقبوضہ علاقے ملاز کرد اور ارجیش وغیرہ کی طرف واپس آ گیا۔ پھر اس نے تازہ دم فوج اکٹھی کی اور دوبارہ خلاط پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور اہلِ شہر کو بہت تنگ کیا۔ اس حالت میں بھی ابن بکتمر اپنے عیش و عشرت میں مصروف رہا۔ جب اہلِ شہر محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تو اُنھوں نے اپنے حاکم کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے گرفتار کر کے بلبان کے حوالے کر دیا۔

بلبان نے شہر میں داخل ہو کر تمام ملک پر قبضہ کر لیا اور محمد بن مکتمر کو وہاں کے ایک قلعہ میں بند کر دیا اور یہاں کا خود مختار حاکم ہو گیا۔

ایوبی حکومت سے مقابلہ

ادھر اوحد نجم الدین ایوب ابن العادل نے ایوب کو اس کے والد نے میافارقین سے لے کر خلاط تک کے علاقے کا حاکم بنا دیا تھا۔ اس کا تقرر ۶۰۴ھ میں ہوا تھا۔ اس نے شہر سوس کا محاصرہ کرنے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے قریبی علاقے کو بھی فتح کر لیا۔ بلبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ پھر وہ خلاط بھی پہنچ گیا۔ یہاں پر بلبان نے اس کا جم کر مقابلہ کیا۔ اور اوحد نجم الدین ایوب کو شکست دے دی۔ لہٰذا وہ میافارقین واپس آ گیا۔

دوبارہ جنگ

اس کے بعد نجم الدین ایوب نے مزید فوجیں اکٹھی کیں اور اپنے والد الملک العادل سے بھی فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے بھی اپنی فوجیں بھیج دیں۔ چنانچہ اب وہ وسیع فوج لے کر دوبارہ خلاط پہنچ گیا۔ بلبان دوبارہ اس کے مقابلہ کے لئے فوج لے کر آیا۔ مگر اس دفعہ اوحد نجم الدین ایوب نے اسے شکست دی اور خلاط کے شہر کے اندر محصور کر دیا۔ اس کے بعد بلبان نے طغرک سے فوجی کمک طلب کی اور جب وہ کمک پہنچی تو ان دونوں فوجوں کے سامنے اوحد کی فوجیں ٹھہر نہیں سکیں اور انہیں شکست ہو گئی۔

بلبان کا قتل

پھر بلبان طغرک کے ساتھ مراش کے مقام کی طرف روانہ ہوا اور ان دونوں نے مل کر اس مقام کا محاصرہ کیا۔ مگر یہاں طغرک نے اس کے ساتھ غداری کر کے اسے قتل کر دیا۔

پھر طغرک خلاط کو فتح کرنے کے لئے وہاں پہنچا، مگر خلاط کے باشندوں نے اُسے ناکام بنا دیا۔ پھر وہ ملاذ کرد گیا، وہاں بھی اسے ناکامی ہوئی۔ اسی طرح ارزن کے مقام سے بھی وہ ناکام لوٹا۔

خلاط میں اوحد نجم الدین کی حکومت

کچھ عرصے بعد خلاط کے باشندوں نے اوحد نجم الدین کی اطاعت قبول کر لی۔ اور اس نے وہاں پہنچ کر تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ اس نے کرج قوم پر بھی فوج کشی کی اور اس کے جواب میں انہوں نے خلاط پر غارت گری کی اور اس کے گرد و نواح میں تباہی مچا دی مگر اوحد خلاط میں مقیم رہا اور اس تباہی کے باوجود وہ وہاں سے باہر نہیں نکلا۔ اس لئے قلعہ روم کے ایک فوجی دستہ نے

اس کے خلاف بغاوت کردی۔ اور انھوں نے ارجیش کے شہر پہنچ کر اس پر قبضہ کرلیا اور تمام باغی اور مفسد جماعت وہاں جمع ہوگئی۔

یہ حالت دیکھ کر نجم الدین ایوب نے اپنے والد الملک العادل سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے اپنے دوسرے فرزند اشرف موسیٰ کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے قلعہ روم کا محاصرہ کیا۔ آخرکار وہاں کے فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد اشرف اپنے علاقہ حران و رُہا کی طرف واپس چلا گیا۔

اہل خلاط کی بغاوت

نجم الدین بھی خلاط چلا گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ملازکرد کے حالات معلوم کرنے کے لئے وہاں گیا تو اہل خلاط نے اس کی فوج کے خلاف بغاوت کی اور انہیں نکال دیا۔ پھر انھوں نے نجم الدین کے ساتھیوں کو قلعہ میں محصور کردیا اور شاہ ارمن اور اس کی قوم کی حمایت میں نعرے لگائے۔

سلجوقی سلطنت خلاط کا خاتمہ

اوحد نجم الدین یہ حالت دیکھ کر واپس چلا گیا اور الجزیرہ کی فوج لے کر اس نے خلاط کا محاصرہ کیا۔ پھر اہل خلاط میں اختلافات پیدا ہوگئے۔ اس لئے وہ زبردستی وہاں داخل ہوگیا اور وہاں قتل عام کیا۔ پھر اس شہر کے سرداروں کی ایک جماعت کو میا فارقین کی طرف جلاوطن کردیا۔ اس قدر تشدد اور قتل عام کے بعد اہل خلاط مطیع و فرمانبردار ہوگئے۔ آخرکار اس "خاندان غلاماں" یعنی خاندان سکمان کی سلطنت کے آثار مٹ گئے۔

اس سے پہلے اسی خاندان کے حکام مقرر ہوتے تھے اور معزول بھی ہوتے تھے۔ مگر اب خاندانِ سکمان کا خلاط سے خاتمہ ہوگیا اور ایوبی خاندان کی یہاں حکومت قائم ہوگئی۔

شجرہ سلاطین خلاط

خلاط اور ارمینیہ کی سلجوقی حکومت کا شجرہ یہ ہے:۔

عزالدین بن بلبان مولیٰ شاہ ارمن بن ابراہیم بن سکمان القطبی مولیٰ قطب الدین اسماعیل بن یاقوتی بن داؤد بن میکائل

باب چہارم

صلیبی جنگیں

یہ فرنگی قوم (اہل یورپ) ایفات بن کومر بن یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔ صقالبہ خزر اور ترک بھی اسی نسل سے ہیں۔ ہروشوش کا قول ہے کہ وہ یا بن غومر کے زمانہ سے ہیں۔ ان کا وطن بحیرۂ روم کے شمال میں مغرب اور شمال میں ہے۔ جب روم اور یونان کی سلطنتیں طاقتور تھیں تو یہ لوگ ان کے ماتحت تھے۔ مگر جب ان سلطنتوں کو زوال آیا تو یہ فرنگی ممالک خود مختار ہو گئے اور ان کی جداگانہ سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ مثلاً اندلس میں قوطا (گاتھ) کی سلطنت قائم ہوئی اور ان کے بعد جلالقہ کی سلطنت قائم ہوئی۔ جرمن خاندان کے لوگ جزیرۂ انگلستان سے لے کر بحر غربی شمالی (بحر اٹلانٹک) تک اور اس کے آس پاس کے ممالک پر حکومت کرنے لگے۔ انہی میں سے فرانس کے سلاطین ہیں جو معرب ہو کر فرنج یا فرنگی کہلاتے ہیں۔ ان کا ملک بحر روم کے مغرب سے لے کر جزیرہ نمائے اندلس کے اس سلسلۂ کوہ تک پھیلا ہوا ہے جو اندلس کے مشرقی حصہ کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ سلسلۂ کوہستانی البروت (پیرنیز) کہلاتا ہے۔

فرانس کی سلطنت فرنگی ممالک میں فرانس کی سلطنت سب سے بڑی ہے۔ رومی سلطنت کے زوال کے بعد آغاز اسلام میں یہ سلطنت طاقتور ہوتی گئی اور یہ مشرق کی طرف پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ پانچویں صدی کے آخر میں یہ بحیرۂ روم کے جزائر پر قابض ہو گئی۔ اس زمانے میں اس ملک کا بادشاہ بردویل تھا۔ اس نے اپنے حکام صقلیہ (جزیرۂ سسلی) کی طرف بھیجے۔ چنانچہ انھوں نے یہ جزیرہ (سسلی) ۴۸۰ھ میں مسلمانوں سے چھین لیا۔ پھر وہ بحر روم سے پرے افریقیہ، شام اور بیت المقدس کو فتح کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے۔ اور ان علاقوں کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے۔

صلیبیوں کی آمد کی وجوہات

کہا جاتا ہے کہ جب مشرق میں سلجوقی حکومت طاقتور ہوئی اور انھوں نے فاطمی سلطنت سے شام کا علاقہ چھین لیا اور مصر کا بھی محاصرہ کر لیا تو فاطمی سلاطین نے فرنگی فاتحوں کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس سلسلے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فاطمی سلطان المستنصر نے فرنگیوں کے ساتھ سازش کی اور انھیں آمد و رفت کی سہولتیں فراہم کیں تاکہ وہ سلجوقی حکمرانوں کو مصر کی طرف آنے سے روک سکیں۔

فرنگی حکام اور ان کی فوجوں نے آگے بڑھنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور وہ خشکی کے راستے قسطنطنیہ آئے۔ رومی بادشاہ نے انھیں اس شرط پر اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت دی کہ وہ انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد اس کے حوالے کر دیں۔ کیونکہ انطاکیہ کو مسلمانوں نے ان کے خلاف سے چھینا تھا۔ فرنگیوں نے یہ شرط تسلیم کر لی۔ اس کے بعد شہنشاہ روم نے اپنی خلیج سے انھیں گزرنے کی تمام سہولتیں فراہم کیں اور وہ سنہ ۴۹۰ھ میں کثیر فوجی ساز و سامان اور ایک لشکر جرار کو لے کر سمندر عبور کرنے کے بعد وہ قلیج ارسلان کے علاقے میں پہنچ گئے۔

صلیبیوں کی یلغار

قلیج ارسلان نے ان کا مقابلہ کیا۔ مگر ان کی کثیر تعداد کے مقابلے میں شکست کھا کر بھاگ گیا۔ پھر وہ انطاکیہ پہنچے۔ یہاں کا حاکم ایک سلجوقی سردار باغیسیان تھا۔ انھوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ سخت ہو گیا تو بعض محافظ فوجی دستوں نے غداری کی اور ان کی غداری کی بدولت فرنگیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ باغیسیان بھاگ گیا مگر وہ مارا گیا اور اس کا سر ان کے پاس لایا گیا۔ ان جنگوں میں یورپ کے پانچ بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ شریک تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: (۱) بردویل (۲) سنجیل (۳) کیر بری (۴) القمص (۵) اسمند۔ آخری بادشاہ اسمند فرنگیوں کے اگلے حصے کا سپہ سالار تھا۔ اس لئے انطاکیہ کی حکومت اس کے حوالے کی گئی۔

مسلمانوں کا مجاہدانہ مقابلہ

جب مسلمانوں کو فرنگیوں کی فتح کی خبر ملی تو مشرق و مغرب سے تمام فوجیں ان کے مقابلہ کے لئے جمع ہونے لگیں۔ اس مقصد کے لئے موصل کے حاکم قوام الدولہ کربوقا نے شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور انھیں لے کر دمشق روانہ ہوا۔ وہاں دقاق بن تتش، طغتکین اتابک، حاکم حمص جناح الدولہ، ارسلان صاحب سنجر اور سکمان ارتق وغیرہ مسلمان حکام اس جہاد میں شامل ہوئے۔ ان سب نے انطاکیہ کی طرف کوچ کیا۔

اور وہ تیرہ[۱۳] دن تک اس کا محاصرہ کرتے رہے۔ جب فرنگیوں پر محاصرہ سخت ہوگیا تو وہ بہت گھبرا گئے۔ کیونکہ مسلمانوں کی فوجیں اچانک وہاں پہنچ گئی تھیں اور وہ مقابلہ کے لئے تیار نہیں تھے اُنھوں نے بحفاظت نکل جانے کی درخواست کی، مگر مسلم لشکر نے ان کی یہ درخواست منظور نہیں کی۔ اس کے بعد خود مسلمانوں کی فوجوں میں انتشار پیدا ہوگیا اور سپہ سالار اعلیٰ کربوقا نے مسلمان فوجیوں کے ساتھ بدسلوکی کی، نیز مسلمان سپہ سالاروں کو اپنی کثرت کا غرور بھی ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے جب دوبارہ فرنگی فوجیں مقابلہ کے لئے نکلیں اور اُنھوں نے بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا تو مسلمان فوجیں پسپا ہوگئیں اور جنگ کئے بغیر واپس چلی گئیں (فرنگی فوجوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور) وہ اسے کوئی جنگی چال سمجھیں۔ اسی وجہ سے اُنھوں نے مسلمانوں کا تعاقب نہیں کیا۔ اس جنگ میں ہزاروں مسلمان شہید ہوگئے۔

صلیب پرستوں کا بیت المقدس پر قبضہ

جب فرنگیوں نے اس طرح مسلمانوں کو شکست دی تو ان میں آگے بڑھنے اور دوسرے شہروں کو فتح کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ چنانچہ اُنھوں نے پیش قدمی کرکے معرۃ النعمان کا محاصرہ کر لیا۔ اس کی فصیلوں کے اندر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ شہر کے باشندے بہت گھبرا گئے اور وہ فصیلوں کو چھوڑ کر گھروں کے اندر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ لہٰذا فرنگیوں نے شہر کو فتح کر لیا اور شہر کے اندر داخل ہو کر اُنھوں نے تین دن تک قتل عام کیا اور چالیس دن تک وہاں مقیم رہے، اس کے بعد وہ عرقہ کی طرف کوچ کر گئے۔ وہاں پہنچ کر عرقہ کا اُنھوں نے چار مہینے تک محاصرہ کیا مگر وہ اسے فتح نہ کر سکے۔ آخر کار ابن منقذ نے ان سے صلح کر کے ان سے پیچھا چھڑایا۔

وہاں سے وہ حمص پہنچے اور اس کا محاصرہ کیا۔ جناح الدولہ نے بھی ان سے صلح کر لی۔ پھر وہ عکا پہنچے، اسے بھی وہ فتح نہ کر سکے۔

بیت المقدس کی سابق حکومت بیت المقدس کو سلجوقیوں نے فتح کر لیا تھا۔ اور وہ تاج الدولہ تتش کے قبضہ میں تھا۔ یہ علاقہ اس نے ایک ترکمانی سردار سکمان بن ارتق کو دے دیا تھا۔ مگر جب انطاکیہ کی جنگ ہوئی تو اہل مصر نے اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ مصر کی فاطمی حکومت کا سپہ سالار افضل بن بدر الجمالی فوج لے کر بیت المقدس روانہ ہوا۔ وہاں ارتق کے دونوں فرزند سکمان اور ابوالغازی اور ان کا چچازاد

بھائی سوبع اور بھتیجا یاقوتی موجود تھے۔ فاطمی حکومت کے لشکر نے اس شہر کا چالیس دن سے زیادہ محاصرہ کیا۔ اُنھوں نے اس کی فصیل پر چالیس سے زیادہ (قلعہ شکن) منجنیقیں نصب کر دی تھیں۔ آخر کار انھوں نے پناہ دے کر ۴۹۱ھ میں بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔

فاطمیوں کا تسلط فاطمی سپہ سالار افضل نے سلجوقی سرداروں یعنی سکمان، ابوالغازی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور انھیں دمشق بھجوا دیا۔

پھر انھوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور سکمان رُہا چلا گیا اور ابوالغازی عراق چلا گیا۔

افضل نے اپنا قائم مقام افتخار الدولہ کو بنایا جو دمشق میں تھا۔

فرنگی فوجیں جب عکا کے محاصرہ میں ناکام رہیں تو انھوں نے بیت المقدس کا قصد کیا۔ اُنھوں نے چالیس دن تک اس کا محاصرہ کیا اور شہر کے چاروں طرف فوجی دستے متعین کر دیئے گئے آخر کار شمالی سمت سے داخل ہو کر اسی سال کے ماہ شعبان میں انھوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا اور وہاں غارت گری اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا۔ فرنگی بیت المقدس میں ایک ہفتے تک مقیم رہے کچھ مسلمانوں نے محراب داؤد میں پناہ لی اور وہیں سے تین دن تک جنگ کرتے رہے۔ آخر کار وہ بھی پناہ حاصل کر کے عسقلان چلے گئے۔

فرنگی حملہ میں شہیدوں کی تعداد بیت المقدس میں جو ائمہ کرام، علما، عباد و زہاد اور مسجد اقصیٰ کے مجاورین شہید ہوئے تھے۔ جب ان کا شمار کرایا گیا تو وہ ستر ہزار سے زائد تھے۔ قبۂ صخرہ کے قریب چاندی کی چالیس قندیلیں معلق تھیں۔ ان میں سے ہر قندیل کی قیمت تین ہزار چھ سو ساٹھ درہم نقری تھی۔ اس کا وزن شامی رطل (پونڈ) کے لحاظ سے چالیس رطل تھا۔ وہاں ایک سو پچاس چھوٹی قندیلیں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ بے شمار قیمتی ساز و سامان تھا (جو لوٹ لیا گیا)۔

بغداد میں کہرام قاضی ابو سعید ہروی نے خلافت بغداد میں مسلمانوں کی یہ دردناک فریاد پہنچائی۔ اور جب اُنھوں نے فرنگیوں کے مظالم کے دردناک واقعات سنائے تو قصرِ خلافت میں گریہ و بکا کا ماتم برپا ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے حکم دیا کہ علماء اور معزز سرداروں کی ایک جماعت سلطان برکیارق کے پاس جائے اور اسے اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کے لئے آمادہ کرے۔ اس وفد میں یہ علماء اور معزز حضرات بھی شامل تھے:

(۱) قاضی ابو محمد دامغانی (۲) ابو بکر شاشی (۳) ابو الوفاء بن عقیل۔

سلاطین اسلام کا اختلاف

یہ لوگ حلوان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس اثناء میں انھیں سلجوقی سلطنت کی ابتری اور محمد بن ملک الپ ارسلان کے قتل کی خبریں ملیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلاطین اسلام میں اختلاف موجود ہے لہٰذا یہ واپس آ گئے۔

اس عرصے میں فرنگی اسلامی شہروں پر غالب آتے گئے اور انھوں نے کندفری نامی ایک بادشاہ کو بیت المقدس کا حاکم مقرر کیا۔

مصری فوجوں کو شکست

جب بیت المقدس کے واقعہ کی خبر مصر میں پہنچی تو مصری سپہ سالار افضل نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور وہ عسقلان پہنچا۔ اس نے فرنگیوں کو دھمکی کے پیغامات بھیجے۔ انھوں نے اس کا جواب اس صورت میں دیا کہ تیزی کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے اسے عسقلان کے قریب جا پکڑا جبکہ وہ جنگ کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ فرنگیوں نے اسے شکست دی اور مسلمانوں کا قتلِ عام کیا اور ان کے دیہات لوٹ لئے۔ افضل عسقلان میں محصور ہو گیا اور اس کی شکست خوردہ فوجیں تتر بتر ہو گئیں۔ پھر افضل عسقلان سے مصر چلا گیا۔ فرنگیوں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اہل مصر نے انھیں بیس ہزار دینار دینا منظور کیا۔ اس کے بعد وہ بیت المقدس واپس چلے گئے۔

صلیبیوں کی شکست

کمشتکین بن دانش مند ایک ترکمانی سردار تھا۔ وہ طابلوا کے لقب سے مشہور تھا۔ دانش مند معلم کے مفہوم میں مستعمل ہے اس کا باپ ترکمانوں کو تعلیم دیتا تھا (اس لئے وہ دانشمند کے نام سے مشہور ہوا) وہ مختلف مناصب پر سرفراز ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سیواس وغیرہ کا حاکم بن گیا۔ ملطیہ کا حاکم اس سے دشمنی رکھتا تھا۔ اس نے حاکم انطاکیہ اسمند سے اس کے برخلاف کمک طلب کی تو وہ پانچ ہزار کا لشکر لے کر مدد کے لئے آیا۔ جب ابن دانشمند اس کے مقابلہ کے لئے پہنچا تو اس نے اسے قیدی بنا لیا۔ فرنگی انکوریہ کے قلعہ کی طرف چلے گئے اور اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو مسلمان تھے، انھیں مار ڈالا۔

پھر ان فرنگیوں نے اسماعیل بن دانشمند کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت کمشتکین ان سے

جنگ کرنے کے لئے پہنچا اور انھیں شکست دی اور ان کا قتل عام کیا۔ وہ لوگ تین لاکھ تھے پھر وہ ملطیہ کی طرف گئے اور اسے فتح کر کے اس کے حاکم کو قید کر دیا۔

اس کی مدد کے لئے اسمند انطاکیہ سے فرنگی فوج لے کر آیا۔ ابن دانشمند نے بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو لگاتار فتوحات عنایت کیں۔ یہاں تک کہ اسمند قید سے نکلا اور انطاکیہ اپنے فرنگیوں کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے قیس عواصم اور اس کے مقامات کے باشندوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کی حکومت قبول کر لیں۔ مسلمانوں نے اس بارے میں پس و پیش کیا۔ مگر ایک معاہدہ کے بعد انھوں نے اسے تسلیم کر لیا۔

قلعہ جبلہ کا محاصرہ

جبلہ کا قلعہ طرابلس کے علاقہ میں تھا جسے رومیوں نے فتح کر لیا تھا اور وہاں کے مسلمانوں پر رومیوں نے وہاں کے حاکم کے فرزند منصور بن صلیحہ کو حاکم مقرر کر دیا تھا۔ وہی ان کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا۔

جب مسلمانوں نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا تو اس کی حکومت جمال الملک ابوالحسن علی بن عمار کے ہاتھوں میں آ گئی جو طرابلس کا خود ساختہ حاکم تھا۔ اس نے منصور ابن صلیحہ کو حسب معمول برقرار رکھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو ابو محمد عبداللہ اس کا قائم مقام ہوا۔ جب اس نے خوشی کا اظہار کیا تو ابن عمار کو اس کے بارے میں شک و شبہ ہوا۔ اور اس نے چاہا کہ وہ اسے گرفتار کرے تو اس نے بغاوت کا جبلہ میں اعلان کیا اور وہاں عباسی خلافت کا خطبہ جاری کر دیا۔

ابن عمار نے اس کے مقابلے کے لئے دقاق بن تتش سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ فوج لے کر آیا۔ اس کے ساتھ اتابک طغرکین بھی تھا۔ مگر اس نے ان سب کے حملے ناکام بنا دیئے اور وہ واپس چلے گئے۔ پھر فرنگی آئے اور انھوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا مگر وہ بھی ناکام رہے۔ اس اثناء میں یہ افواہ پھیلائی گئی کہ سلطان برکیارق شام آ گیا ہے۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔ پھر وہ دوبارہ آئے۔ اس وقت یہ ظاہر کیا گیا کہ مصری افواج اس کی مدد کے لئے آ گئی ہیں۔ یہ سن کر وہ دوبارہ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد وہ پھر تیسری مرتبہ آئے۔ اس وقت ان عیسائی باشندوں نے جو وہاں تھے یہ ارادہ کیا کہ وہ فصیل کے کسی ٹوٹے ہوئے سوراخ سے فرنگیوں کو داخل کریں۔ چنانچہ انھوں نے تین سو سرداروں کو وہاں بھیجا۔

غداروں کا قتل

یہ سن کر وہ فصیل پر جا کر بیٹھ گیا اور رسوں کے ذریعے انھیں اوپر چڑھا کر قتل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ان سب کو قتل کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر فرنگی فوج چلی گئی، مگر پھر واپس آ گئی۔ اس دفعہ اس نے انھیں شکست دے دی۔ اور ان کے بادشاہ کیرانیطل کو قید کر لیا۔ چنانچہ اس نے ایک بہت بڑا مالی فدیہ ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑایا۔

ابن صلیحہ کا فرار

جب محاصرہ بہت سخت ہو گیا تو منصور بن صلیحہ نے دمشق کے حاکم طغرکین کو پیغام بھیجا۔ ابن عمار نے بھی سلطان دقاق کے ذریعے پیغام بھیجا کہ وہ بذات خود اپنے آپ کو حوالے کرے اور اسے تیس ہزار دینار دے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

ابن صلیحہ بغداد روانہ ہو گیا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ انبار سے اپنا سامان آنے کا انتظار کر رہا ہے۔ وزیر نے کسی آدمی کو بھیج کر اس کے سامان پر قبضہ کیا تو سامان میں سے بے شمار کپڑے کے جوڑے، عمامے اور دیگر ساز و سامان نکلا۔ اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔

ابن عمار کی فتح

جب تاج الملک نے جبلہ پر قبضہ کر لیا تو اس نے رعایا کے ساتھ بدسلوکی کی۔ لہٰذا ان لوگوں نے طرابلس کے حاکم فخر الملک ابو علی بن عمار سے خط و کتابت کی اور اسے حکومت کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس نے اپنا لشکر بھیجا۔ اس لشکر نے تاج الملک اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی اور اسے شکست دے دی۔ اُنھوں نے تاج الملک کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا اور ابن عمار کے نام پر قلعہ جبلہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ تاج الملک کو ابن عمار کے پاس لے گئے۔ اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اسے اُس کے والد کے پاس دمشق بھیج دیا۔ اور یہ معذرت پیش کی کہ اس نے فرنگیوں کے حملے کے خوف سے یہ کارروائی کی ہے۔

سروج اور قیساریہ پر فرنگی تسلط

۴۹۴ھ میں فرنگیوں کا حاکم کیر بری بیت المقدس سے اس کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اسے دشمن کا ایک تیر لگا جس سے وہ مر گیا۔ پھر اس کا بھائی لقدوین پانچ سو سوار لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ دمشق کا حاکم دقاق اور حمص کے حاکم جناح الدولہ نے فرنگیوں کا مقابلہ

کیا اور انھیں شکست دی اور ان کا صفایا کر دیا۔ پھر اہل شہر نے اپنے بڑے حاکم کے ذریعے فرنگیوں سے خط و کتابت کی اور ان کی اطاعت قبول کر لی۔

سروج کا حاکم سکمان بن ارتق نے ترکمانی قوم میں سے فوج اکٹھی کی اور وہ رُہا کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کا مقابلہ فرنگی فوجوں سے ہوا، اور اُنھوں نے اسے ۴۹۴ھ ماہ ربیع الاول میں شکست دی۔ پھر فرنگی فوج سروج کی طرف روانہ ہوئی اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فتح کر لیا اور وہاں قتل عام کیا۔

پھر انھوں نے عکا کے قریب کیفا کے قلعہ کو بھی فتح کر لیا اور ارسوف پر بھی اس کے باشندوں کو پناہ دے کر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ ماہ رجب میں قیساریہ پہنچے اور اسے بھی فتح کر لیا اور خوب تباہی مچائی۔

طرابلس کا محاصرہ

صنجیل ان فرنگی سلاطین میں سے تھا جو شام آ گئے تھے۔ اس نے طرابلس کا محاصرہ کیا۔ اس کے مقابلہ کے لئے ایشیائی روم کا حاکم قلیج ارسلان پہنچا اور کامیاب ہوا۔ صنجیل شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

فخر الدولہ ابن عمار حاکم طرابلس نے ایک دوسرے حاکم کو جو حمص میں جناح الدولہ کا نائب تھا، دقاق بن تتش کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس بارے میں کوئی کارروائی کرے۔ چنانچہ تاج الدولہ بذاتِ خود آیا اور دقاق کی طرف سے فوجی امداد بھی اسے حاصل ہوئی۔ اور وہ سب لشکر طرابلس کے قریب اکٹھا ہوا۔ صنجیل نے اپنی شکست خوردہ فوج کو ان کے مقابلے کے لئے الگ الگ کر کے بھیجی مگر وہ سب ہار گئیں۔ اس نے خود اہل طرابلس پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ سخت کر دیا۔ کوہستانی دیہاتی باشندوں اور عیسائیوں نے اس کی مدد کی۔ پھر انھوں نے مال و دولت اور گھوڑے دے کر صلح کر لی۔

فتح طرسوس

پھر وہ وہاں سے طرابلس کے ایک ماتحت علاقہ طرسوس کی طرف گیا اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور قلعہ طومار تک اسے تباہ کیا۔ وہاں اس کا مقابلہ ابن العریض سے ہوا۔ صنجیل نے ان سے جنگ کی۔ مگر اُنھوں نے اس کے لشکر کو شکست دی اور صنجیل کے بدلے اُنھوں نے ایک فرنگی سردار کو مقید کر لیا جس کے پاس دس ہزار دینار اور ایک ہزار قیدی تھے۔ یہ واقعہ ۴۹۵ھ میں رونما ہوا۔

جناح الدولہ کا قتل

پھر صنجیل نے حصن الاکراد کی طرف کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

جناح الدولہ اس سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ مگر فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے مسجد میں اس پر حملہ کر کے اُسے مار ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ رضوان بن تتش نے اسے اس کام پر مقرر کیا تھا۔

فرنگی حاکم کو شکست

اس کے بعد صنجیل حمص پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پھر فرنگی حاکم رُھا، القمص اسی سال کے ماہ جمادی الآخر میں عکا پر قابض ہو گیا۔ لہٰذا ساحلی مقامات کے تمام مسلمان اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے پہنچے اور اسے شکست دے دی اور اس کے ساز و سامان اور ان (قلعہ شکن) منجنیقوں کو جلا دیا جو جنگ کے لئے نصب کی گئی تھیں۔ پھر حاکم رُھا القمص سروت کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا مگر ناکام رہا۔

حاکم بیت المقدس کا فرار

اس عرصے میں مصری فوجیں اپنے ساحلوں کی حفاظت کے لئے عسقلان پہنچیں تو بیت المقدس کے فرنگی حاکم بردویل نے فوج لے کر ان کی طرف کوچ کیا مگر سب مسلمانوں نے اسے شکست دی اور وہ رملہ کی طرف بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا آخر کار بڑی مشکل سے جان بچا کر وہ یافا کی طرف بھاگ گیا۔ البتہ باقی ماندہ فرنگی فوج کو یا تو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنا لیا گیا۔

مصری فوجوں سے جنگیں

جب فرنگی فوجوں کی طاقت شام میں وسیع ہو گئی اور اُنھوں نے عسقلان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو مصری افواج کے سالار اعلیٰ افضل نے ان سے جنگ کرنے کے لئے ۴۹۶ھ میں اپنے والد کے آزاد کردہ غلام سعد الدولہ القوانیسی کی قیادت میں مصری افواج کو بھیجا۔ دوسری طرف بیت المقدس کے فرنگی حاکم بقدوین نے بھی جنگی تیاریاں تیز کر دیں۔ چنانچہ فریقین میں یافا اور رملہ کے درمیان جنگ ہوئی جس میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی۔ ان کا سپہ سالار سعد الدولہ گھوڑے سے گر کر مر گیا اور فرنگیوں نے دیہاتی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

فرنگیوں کو شکست

اس کے بعد افضل نے اپنے فرزند شرف المعالی کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے رملہ کے قریب بازور کے مقام پر فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا اور فرنگیوں کو شکست دی۔ اس نے انھیں کافی نقصان پہنچایا۔ تاہم بہت سے

فرنگی سردار بھاگ کر آس پاس کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ شرف المعالی نے ان کا پندرہ دن تک محاصرہ کر کے اس قلعہ کو سر کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کو قتل کیا اور کچھ کو قیدی بنا لیا۔

فرنگی سپہ سالار بقدوین پہلے بھاگ کر یافا گیا اور پھر وہاں سے بیت المقدس پہنچا۔ اس وقت بہت سے فرنگی بیت المقدس کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ لہٰذا اس نے انہیں جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ وہ سب جنگ کرنے کے لئے عسقلان پہنچ گئے، جہاں شرف المعالی اپنی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ اس لئے وہ ناکام لوٹ گئے۔

بحری بیڑا اس کے بعد جب شرف المعالی نے اپنے والد سے مزید فوج طلب کی تو اس کے والد کے آزاد کردہ غلام تاج العجم کی قیادت میں بڑی فوج بھیجی اور یافا کا محاصرہ کرنے کے لئے قاضی ابن دقادس کی رہنمائی میں ایک بحری بیڑا بھیجا۔ جب بحری بیڑا یافا پہنچا تو اس نے تاج العجم کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجیں لے کر آئے۔ مگر اس نے انکار کیا۔ لہٰذا افضل نے اسے گرفتار کرنے کے لئے آدمی بھیجے اور مصری افواج اور عسقلان کی مدافعت کے لئے اپنے ایک آزاد کردہ غلام جمال الملک کو حاکم بنا کر روانہ کیا۔

فرنگی مقبوضات میں توسیع سال ختم ہونے پر فرنگی عسقلان فتح نہیں کر سکے۔ البتہ بیت المقدس پر ان کا قبضہ بدستور تھا اور شام کے مندرجہ ذیل علاقے ان فرنگیوں کے قبضے میں تھے۔

یافا، ارسوف، قیساریہ، حیفا، طبریہ، اردن، لاذقیہ، انطاکیہ۔ ان کے پاس رُہا اور سروج بھی تھے۔

صنجیل نے شہر طرابلس اور اس کے حاکم فخر الملک بن عمار کا محاصرہ کر رکھا تھا کیونکہ وہ اپنا بحری بیڑا فرنگیوں کے علاقوں پر ہر سمت سے حملہ کرنے کے لئے بھیجتا تھا۔

جب ۴۹۷ھ کا سال شروع ہوا تو رُہا کی فرنگی فوجوں نے رقہ اور قلعہ جعفر پر حملہ کیا اور اس کے گرد و نواح کا صفایا کر دیا۔ اس کا حاکم سالم بن مالک بدران تھا جسے سلطان ملک شاہ نے ۴۷۹ھ میں حاکم بنایا تھا۔

جبیل اور عکا کی تسخیر ۴۹۷ھ میں فرنگی ممالک سے بہت سی بحری کشتیاں ساحل

شام پر لنگر انداز ہوئیں۔ جن میں سے بہت سے فرنگی سوداگر اور زائرین سوار تھے۔ صنجیل نے ان سے طرابلس (شام) کے محاصرہ میں مدد حاصل کی۔ چنانچہ وہ محاصرہ میں شریک ہوئے مگر جب اس میں ناکام رہے تو وہ جبیل کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں کے باشندوں کو پناہ دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔ مگر فرنگی نو واردوں نے معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کی اور وہاں کے باشندوں کا قتل عام کیا۔

پھر بیت المقدس کے فرنگی بادشاہ بقدوین نے ان تازہ وارد فرنگی مسافروں کو عکا کے محاصرہ کے لئے امدادی فوج کی حیثیت سے بلوایا، لہٰذا وہ اس محاصرہ میں شریک ہوئے اور اس شہر کا خشکی اور بحری دونوں راستوں سے محاصرہ کر لیا۔ وہاں مصر کے اعلیٰ سپہ سالار ملک افضل کی طرف سے مصری سپہ سالار نے ان فرنگی فوجوں کا مقابلہ کیا، مگر ناکام رہا۔ پھر وہ دمشق کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے بعد فرنگی فوجوں نے عکا پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں خوب تباہی مچائی۔

مسلمانوں کی نا اتفاقی

جب فرنگی فوجیں شام کے کچھ حصے پر غالب آئیں تو مسلم حکام اس وقت آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے یہاں تک کہ فرنگی فوجوں نے وہاں قدم جما لئے اور طویل عرصہ کے لئے مقیم ہو گئے۔ اس زمانے میں حران اور حمص کا علاقہ ملک شاہ کے ایک آزاد کردہ غلام قراجا نامی شخص کے ماتحت تھا۔ موصل کا حاکم جکرمش اور قلعۂ کیفا کا حاکم سقمان بن ارتق تھا۔ حران میں بغاوت ہو گئی۔ چنانچہ ترکوں کے ایک آزاد کردہ غلام جاولی نے قراجا کو اچانک قتل کر دیا۔

متحدہ جہاد کی کوشش

اس واقعہ کے بعد فرنگی فوجوں نے حران کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانے میں حاکم موصل اور سقمان بن ارتق میں خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ تاہم حران کی مدافعت کے لئے انھوں نے باہمی جنگ بند کر دی اور معاہدہ کر کے فرنگی فوجوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

عیسائیوں کو شکست

اس وقت سقمان کے پاس اپنی قوم ترکمان کے سات ہزار فوجی تھے اور جکرمس کی فوج میں اس کی قوم ترک، عرب اور کردی سپاہیوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان دونوں کی متحدہ افواج کا مقابلہ کرنے کے لئے حران سے فرنگی فوج ان کے پاس پہنچی۔ جب فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو مسلمان

فوجیں ان سے دور رہ کر دوبارہ ان پر پلٹیں اور گھمسان کی جنگ کی اور ان کا صفایا کردیا اور ان کا سازوسامان اور مال و دولت کو لوٹ لیا۔

انطاکیہ کا فرنگی حاکم اسمند، اور ساحلی علاقوں کا فرنگی حاکم، پہاڑ کے پیچھے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو پتہ نہیں چل سکا تھا کہ وہ اُن کے ساتھی ہیں لہٰذا وہ محفوظ رہے اور اُنھوں نے وہاں رات گزاری۔ صبح ہوتے ہی وہ بھاگ گئے۔ جب مسلمانوں کو پتہ چلا تو اُنھوں نے فرنگیوں کا تعاقب کرکے اُن کا صفایا کردیا۔

فرنگی حاکم کی گرفتاری

اس جنگ میں رُہا کا فرنگی حاکم القمص بیردویل گرفتار ہوکر قیدی بن گیا۔ اسے سقمان کے ایک ترکمانی سپاہی نے گرفتار کیا تھا۔ جکرمس کے ساتھیوں کو یہ بات شاق گزری کہ ترکمانی سپاہیوں نے اسے گرفتار کیا ہے اور بہت مال غنیمت حاصل کرلیا ہے۔ اُنھوں نے جکرمس حاکم موصل پر زور دیا کہ وہ فرنگی القمص کو سقمان سے حاصل کرلے۔ چنانچہ اس نے اس عظیم فرنگی قیدی کو اپنی حراست میں لے لیا۔ ترکمانی فوج اس پر بہت ناراض ہوئی اور اُنھوں نے اس مسئلہ پر جکرمس اور اس کی فوج سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا مگر سقمان نے مسلمانوں میں باہمی اختلاف پیدا ہونے کے اندیشے سے انھیں اس ارادے سے باز رکھا اور انھیں لے کر روانہ ہوگیا۔

عیسائیوں کے قلعوں کی تسخیر

راستے میں سقمان جس فرنگی قلعے کے پاس سے گزرتا تھا تو فرنگی قلعہ سے یہ سمجھ کر نکلتے تھے کہ ان کے فرنگی بھائی فتح حاصل کرنے کے بعد واپس آرہے ہیں۔ لہٰذا سقمان نے ان سے جنگ کرکے ان قلعوں پر قبضہ کرلیا۔

جکرمس نے حران پہنچ کر اس پر قبضہ کرلیا اور اپنی طرف سے حران کا حاکم مقرر کیا پھر وہ رُہا گیا اور چند دنوں تک اس کا محاصرہ کیا۔ پھر وہ موصل واپس آگیا۔

اس نے فرنگی حاکم القمص کو پینتیس ۳۵ ہزار دینار نقد اور ایک سو ساٹھ مسلمان قیدیوں کے بدلے میں رہا کیا۔

حاکم حلب کی شکست

پھر انطاکیہ کا فرنگی حاکم سکری ۴۹۸ھ میں حاکم حلب رضوان کے ایک قلعہ اریام کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں کے

باشندوں کا حال پتلا ہو گیا تو اُنھوں نے حاکم حلب رضوان سے فوجی امداد طلب کی۔ رضوان ان کی امداد کے لئے روانہ ہوا، اور اُدھر فرنگی فوجیں بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوئیں۔ پھر ان فرنگیوں نے رضوان سے صلح کی درخواست کی۔ مگر ایک سلجوقی سردار اسپہبد صباوو نے جو اپنے آقا ایاز کے قتل کے بعد اس کے پاس آیا ہوا تھا، صلح نہ کرنے کا مشورہ دیا (لہٰذا جنگ شروع ہوئی) ابتدا میں فرنگیوں نے شکست کھائی۔ پھر وہ جاں نثاری کے جذبے سے لڑے اور پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور انھیں شکست دے دی۔ بلکہ ان کا قتل عام کیا۔ وہ پیدل فوج جو پہلے حملے میں قلعہ میں داخل ہو گئی تھی، ماری گئی۔ البتہ رضوان اور اس کے ساتھی بچ نکلے اور حلب پہنچ گئے۔ سلجوقی سردار اسپہبد صباوو، طغرکین، اتابک دمشق کے پاس چلا گیا۔

اس جنگ کے بعد فرنگی فوجوں نے دوبارہ اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کے باشندے حلب سے بھاگ گئے اور فرنگیوں نے اس قلعہ کو فتح کر لیا۔

مصری فوجوں سے مقابلہ حاکم مصر افضل نے ۴۹۸ھ میں اپنے فرزند شرف المعالی کو فوج دے کر رملہ کی طرف بھیجا۔ اس نے اسے فتح کر کے فرنگیوں کو مغلوب کر لیا۔ پھر اس فتح کے دعوے میں اہل فوج میں اختلاف پیدا ہوا اور باہمی جنگ کی نوبت آنے لگی تھی کہ اتنے میں فرنگیوں نے ان پر حملہ کیا۔ اس وقت شرف المعالی مصر چلا گیا اور افضل نے اپنے دوسرے فرزند سناء الملک حسن کو اس کے بجائے سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اس کے ساتھ عسقلان کا حاکم جمال الدین بھی روانہ ہوا۔ اُنھوں نے حاکم دمشق طغرکین سے بھی کمک طلب کی۔ چنانچہ اس نے اسی سلجوقی سردار اسپہبد صباوو کے زیر قیادت فوج بھیجی۔

(مسلمانوں کی اس فوج کے مقابلہ کے لئے) عکا اور بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین بھی فوج لے کر پہنچا۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور دونوں طرف لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اس جنگ میں عسقلان کے حاکم جمال الدین شہید ہو گئے۔ پھر فریقین نے جنگ بند کر دی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے شہر روانہ ہو گئیں۔

غداروں کی جماعت فرنگی فوج میں مسلمانوں کی ایک جماعت بھی شامل تھی۔ چنانچہ انہی میں ایک (مسلمان سردار) بکیاش بن تتش بھی تھا کیونکہ دمشق کے قائم مقام حاکم طغرکین نے اس کے بجائے اس کے بھتیجے کو وہاں کا حاکم بنا دیا تھا۔ اس لئے

وہ ناراض ہو کر دمشق سے چلا گیا اور فرنگیوں کے پاس جا کر اس نے پناہ لی۔

فرنگی سردار کی سرکوبی

فرنگیوں کا ایک سردار دمشق کے قریب رہتا تھا۔ وہ اکثر اس علاقے پر حملہ کرتا رہتا تھا اور دمشق کے فوجیوں سے جنگ کرتا تھا۔ اس لئے اس کی سرکوبی کے لئے طغرکین حاکم دمشق فوج لے کر آیا۔ اس کی فوجی امداد کے لئے حاکم بیت المقدس بقدوین بھی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آیا۔ مگر اس فرنگی سردار نے اسے واپس بھیج دیا کیونکہ اسے اپنی فوج کی مدافعت پر بھروسہ تھا۔ اس لئے بقدوین اپنی فوج لے کر عکا واپس آ گیا۔

طغرکین کے کارنامے

طغرکین ان فرنگیوں سے جنگ کرنے کے لئے پہنچ گیا اور اس نے جنگ کر کے ان فرنگیوں کو اس کے قلعہ میں محصور کر دیا۔ پھر اس نے اس قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کے پتھر وادی میں ڈلوا دیئے اور اس قلعہ کی محافظ فوج اور دیگر باشندوں کو قتل کرا دیا۔ پھر فاتح اور کامیاب ہو کر دمشق لوٹا۔

ایک ہفتے کے بعد وہ فرنگیوں کے دوسرے مقام پر گیا۔ وہاں کا حاکم صنجیل کا بھانجا تھا، اسے بھی فتح کیا اور اس کی محافظ فوجوں کا صفایا کر دیا۔

خلف بن ملاعب کی بغاوت

پہلے خلف بن ملاعب الکلابی زبردستی حمص کا حاکم بن بیٹھا تھا۔ پھر تتش نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد مصر کے حالات بدلتے رہے۔

حلب کے حاکم رضوان کے عہد میں قلعہ افامیہ کے حاکم نے اس سے بغاوت اختیار کی چونکہ وہ رافضی تھا۔ اس لئے اس نے فاطمی حاکم مصر کی اطاعت قبول کی اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان پر کوئی حاکم مقرر کر کے بھیجے۔ چنانچہ فاطمی حکام نے خلف بن ملاعب کو اپنا نمائندہ اور حاکم بنا کر وہاں بھیجا۔ کیونکہ وہ جہاد کو بہت پسند کرتا تھا۔

اس نے افامیہ پہنچ کر بغاوت اختیار کی اور خود مختار بن بیٹھا۔ ملک کے باغی اور فسادی اشخاص اس کے پاس اکٹھے ہونے لگے۔ اس عرصہ میں فرنگیوں نے حلب کے ایک مقام پر قبضہ کر لیا جس کے باشندے رافضی تھے۔ وہاں کا قاضی بھی ابن ملاعب کے پاس افامیہ پہنچ گیا۔ اس نے ابن ملاعب کے خلاف سازش شروع کر دی اور رضوان کے ایک ساتھی ابوطاہر الصائغ کو جو شیعوں کا بہت بڑا حامی تھا، پیغام بھیجا اور ابن ملاعب پر حملہ کرنے اور

قلعہ کو رضوان کے سپرد کرنے کی سازش میں اس کو شریک کیا۔

قاضی کی سازش

ابن ملاعب کے دو فرزندوں کو اس سازش کا علم ہو گیا تھا اور انھوں نے اپنے والد کو قاضی کی سازش سے آگاہ کیا۔ مگر قاضی نے اس کے پاس جا کر اور حلف اٹھا کر اس الزام کی تردید کی۔ چنانچہ اس نے قاضی کو سچا سمجھ کر چھوڑ دیا۔

قاضی اس کے بعد بدستور ابو طاہر اور رضوان کے ساتھ مل کر سازش کرتا رہا۔ آخر کار انھوں نے سرمین مقام کے مسلح سواروں کو اس بہانے سے بھیجا کہ وہ ابن ملاعب کے ہاں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔ ابن ملاعب نے انھیں افامیہ کے باہر ٹھہرایا۔ جب سازش مکمل ہو گئی تو قاضی نے انھیں فصیل کے اوپر چڑھا کر قلعہ کے اندر داخل کرا دیا۔ انھوں نے ابن ملاعب کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ابن ملاعب کے دونوں بیٹے بھاگ گئے۔ ان میں سے ایک فرزند حاکم شیزر ابوالحسن بن منقذ کے پاس پہنچ گیا مگر دوسرا مارا گیا۔

افامیہ پر قبضہ

ابوالطاہر الصائغ، قاضی کے پاس اس یقین کے ساتھ آیا کہ وہ قلعہ اسے مل جائے گا۔ مگر قاضی نے اسے حکومت نہیں دی۔ تاہم وہ اس کے پاس مقیم رہا۔ خلف بن ملاعب کا ایک فرزند اپنے والد سے ناراض ہو کر طغرکین کے پاس دمشق چلا گیا تھا۔ اس نے اسے کسی قلعہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ مگر اس نے وہاں فتنہ و فساد برپا کیا لہٰذا طغرکین نے اسے بلوایا مگر وہ فرنگیوں کے پاس چلا گیا اور انھیں ترغیب دیتا رہا کہ وہ افامیہ کے قلعہ کو فتح کر لیں۔ چنانچہ فرنگیوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہاں کے باشندے بھوکے مرنے لگے تو انھوں نے زبردستی کے حاکم قاضی کو اور الصائغ دونوں کو قتل کر دیا۔ پھر فرنگیوں نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۴۹۹ھ میں ہوا۔

طرابلس کا محاصرہ

فرنگی حاکم صنجیل طرابلس کا محاصرہ کرتا رہا۔ اس نے جبلہ کو ابن صلیحہ سے چھین لیا تھا۔ اس نے طرابلس کے باہر ایک قلعہ تعمیر کرایا جس میں وہ رہتا تھا۔ اسی محاصرہ کے دوران وہ مر گیا تو اسے بیت المقدس لے جا کر دفن کیا گیا۔

شاہ روم نے لاذقیہ کے باشندوں کو حکم دیا کہ وہ ان فرنگی فوجوں کو غلہ فراہم کریں۔ جو طرابلس کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ چنانچہ وہ کشتیوں میں غلہ اور خوراک کا سامان لے گئے۔ مگر ابن عمار کے ساتھیوں نے کچھ کو تو پکڑ لیا اور انھیں قتل کر دیا یا اسیر بنا لیا۔

یہ محاصرہ پانچ سال تک جاری رہا، اس عرصے میں خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا، اور دولت مندوں کی تمام کمائی خرچ ہو گئی اور ان کی حالت خراب ہو گئی۔ ایک سال پانچسو غلہ کی کشتیاں جزیرۂ قبرص، انطاکیہ، جزائر وینس سے بحری راستے سے آئیں۔ جس سے ان کی گذر اوقات ہو گئی۔

ابن عمار کا سفر بغداد

پھر ابن عمار کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے بھائی برکیارق کے بعد بادشاہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس نے اس کے پاس فریادی کی حیثیت سے جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنا جانشین طرابلس میں اپنے چچازاد بھائی ذوالمناقب کو مقرر کیا۔ راستے میں اس نے دمشق میں قیام کیا جہاں طغرکین نے اس کا استقبال کیا۔ پھر وہ بغداد پہنچا جہاں سلطان محمد نے اس کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اس نے اسے فوجی امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

فوجی امداد کا حکم

جب ابن عمار نے بغداد سے کوچ کیا تو سلطان نے اس سے نہروان کے مقام پر ملاقات کی۔ اس نے حکم دیا کہ امیر حسین بن اتابک قطلغ تکین اس کے ساتھ جائے اور وہ فوجوں کے ساتھ رہے جو اس نے امیر مودود کے ساتھ موصل کی طرف روانہ کی ہیں تاکہ وہ جاولی سکاوو کے ساتھ جنگ کرے۔ اس نے جاولی کی اصلاح کرنے کا حکم بھی دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ ابن عمار کے ساتھ جائے۔

پھر سلطان محمد اور صدقہ بن مزید کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ آخرکار اس میں صلح ہو گئی۔

خلعت حاصل کرنے کے بعد ابن عمار وہاں سے رخصت ہوا اور اس کے ساتھ امیر حسین بھی گیا۔ مگر وہ امیر مودود کے لشکر کے ساتھ موصل نہیں گیا بلکہ اس نے بغاوت اختیار کی۔ لہٰذا ابن عمار فخر الدین ماہ محرم ۵۰۲ھ میں دمشق پہنچا اور وہاں سے ایک دوسرے مقام پر پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔

نئے حاکم کا تقرر

ادھر (اس کی غیر حاضری میں) اہل طرابلس نے مصر کے سپہ سالار افضل کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی ہر قسم کی امداد کرے، اور ان پر کوئی حاکم مقرر کرے۔ چنانچہ اس نے شرف الدولہ بن ابی الطیب کو حاکم بنا کر فوجی امداد خوراک، ہتھیار اور محاصرہ کے تمام ساز و سامان کے ساتھ بھیجا۔ اس نے پہنچتے ہی ابن عمار کے تمام ذخیروں پر قبضہ کر لیا اور اس کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا اور ان سب چیزوں کو

بحری راستے سے مصر بھیج دیا۔

جاولی کا فرار

جاولی نے جکرمس کے ساتھیوں سے چھین کر موصل پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر وہ باغی ہو گیا تھا۔ اس لئے سلطان نے امیر مودود کے زیر قیادت اس کے خلاف فوجیں بھیجیں۔ لہٰذا جاولی موصل سے بھاگ گیا اور اپنے ساتھ رُہا کے فرنگی حاکم بردویل کو بھی لیتا گیا تھا جسے سقمان نے گرفتار کیا تھا۔ پھر اس سے جکرمس اور اس کے ساتھیوں نے اسے حاصل کر لیا تھا۔

فرنگی حاکم سے معاہدہ

موصل چھوڑنے کے بعد جاولی نے اس فرنگی حاکم کو ۵۰۳ھ میں پانچ سال کی قید کے بعد رہا کر دیا اور اس کے معاوضے میں ایک مقررہ بھاری رقم وصول کی اور یہ شرائط بھی طے کیں کہ وہ اُن مسلمان قیدیوں کی ایک مقررہ تعداد کو رہا کر دے گا جو اس کے پاس مقید ہیں۔ جب جاولی کو ضرورت پیش آئے تو وہ اپنی جان و مال اور فوج کے ذریعے اس کی مدد کرے گا۔

جب دونوں کے درمیان یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو اس نے فرنگی حاکم کو والی سالم بن مالک کے ہمراہ قلعہ جعفر بھیجا۔ وہاں اس کا ماموں زاد بھائی جوسکین تل ناشر آیا۔ اس نے اپنے آپ کو وہاں اپنے بھائی کے بجائے یرغمال رکھا۔ اس کے بعد جاولی نے اسے رہا کیا، اور اس کے بجائے اس کے سالے اور اس کی بیوی کو یرغمال کے طور پر روک لیا۔

جوسکین (فرنگی حاکم) جب منبج پہنچا تو اس نے اس پر حملہ کیا اور غارت کر کے جاولی کے چند ساتھیوں کو قیدی بنا لیا جو معاہدہ کی صریح خلاف ورزی اور غداری تھی مگر اس نے یہ معذرت پیش کی کہ یہ شہر اس کے نہیں تھے۔

فرنگی حاکم کی رہائی

بہرحال جب وہ فرنگی حاکم رہا ہوا تو انطاکیہ گیا تاکہ وہ دوسرے فرنگی حاکم سکری کے قبضے سے رُہا کے شہر کو چھڑائے۔ کیونکہ اس کے مقید ہونے کے بعد اس نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر اس نے یہ شہر اس کے حوالے نہیں کیا، بلکہ (اس کے معاوضے کے طور پر) اس نے اس کو تیس ہزار دینار پیش کئے۔ اس کے بعد وہ حاکم تل ناشر پہنچا۔ جہاں اس کے پاس اس کا بھائی جوسکین آیا جو جاولی کے پاس بطور یرغمال تھا۔

انطاکیہ کا حاکم سکری ان دونوں سے لڑنے کے لئے آیا، تاکہ وہ ان دونوں کے طاقتور ہونے اور جاولی کی کمک پہنچنے تک ان کی سرکوبی کر سکے۔ لہٰذا فریقین میں جنگ ہوئی۔ پھر وہ

انطاکیہ واپس چلا گیا۔

قلعوں پر حملے

(معاہدہ کے مطابق) اس فرنگی حاکم نے مسلمانوں کے ایک سو ساٹھ قیدی رہا کر دیے۔ پھر وہ اور اس کا بھائی جوسکین انطاکیہ کے قلعوں پر چھاپے مارتے رہے۔ شمالی حلب کے قلعہ المبان و کیسوم وغیرہ کے حاکم نے جوارمنی تھا۔ ان کی ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج سے مدد کی۔

رُہا کی واپسی

سکری پھر ان کے مقابلے کے لئے نکلا اور جنگ ہوتی رہی۔ پھر ترکوں نے انھیں مصالحت پر آمادہ کیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ رُہا کا شہر اس کے اصل حاکم القمص بردویل کے حوالے کیا جائے۔ اس سلسلے میں عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں اور پادریوں نے یہ گواہی دی کہ سکری کا ماموں اسمند جب اپنے ملک لوٹنے لگا تھا تو اس نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ رُہا اس کے اصلی حاکم کے اس وقت حوالے کر دے۔ جب وہ قید سے رہا ہو کر آ جائے۔

لہٰذا سکری نے القمص کو رُہا ماہ صفر ۵۰۳ھ میں واپس کر دیا اور القمص نے بھی جاولی کی شرائط کے مطابق معاہدہ کی پابندی کی۔

جاولی کی جنگی سرگرمیاں

اس کے بعد جاولی نے شام کا قصد کیا تاکہ اسے فتح کرے اور اس مقصد کے لئے وہ اس کے مضافات میں گھومتا رہا۔ یہ حالت دیکھ کر حلب کے حاکم رضوان نے انطاکیہ کے حاکم سکری کو لکھا کہ وہ جاولی کے حملوں سے خبردار رہے۔ اس نے اس سے فوجی امداد بھی طلب کی۔

سکری نے اس کی بات مان لی اور انطاکیہ سے روانہ ہو گیا۔ رضوان نے اس کی مدد کے لئے اپنی فوجیں بھیجیں۔ ان کے مقابلے کے لئے جاولی نے رُہا کے حاکم القمص سے امداد طلب کی تو وہ بذاتِ خود فوج لے کر اس کے پاس منبج کے مقام پر پہنچا۔ وہاں یہ خبر موصول ہوئی کہ سلطان کا لشکر اس کے شہر موصل پر غالب آ گیا ہے اور وہاں کے خزانوں پر بھی اس نے قبضہ کر لیا ہے۔ یہ خبر سن کر اس کے اکثر ساتھی اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ جن میں زنگی بن اقسنقر بھی شامل تھا۔

اس کے بعد جاولی تل ناشر آ گیا اور وہاں اس کا سکری کی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ انطاکیہ کی فوجیں تو ثابت قدم رہیں مگر جاولی کی فوجوں نے

ہمت ہار دی اور انھیں شکست ہوئی۔ پھر فرنگی فوجیں اپنے علاقے کی طرف چلی گئیں اور القمص اور جوسکین تل ناشر آئے۔

فرنگیوں کے خلاف طغرکین کا جہاد

طغرکین ۵۰۲ھ میں طبریہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا مقابلہ بقدوین (حاکم بیت المقدس) کے بھانجے نے کیا۔ جب جنگ ہوئی تو ابتدا میں مسلمان فوج نے نقصان اٹھایا۔ پھر وہ جاں نثاری سے لڑے تو انھوں نے فرنگیوں کو شکست دے دی۔ مسلمانوں نے حاکم بیت المقدس کے بھانجے کو (جو فرنگیوں کا سپہ سالار تھا) گرفتار کر لیا۔ اس نے زرفدیہ میں تیس ہزار دینار دینے اور پانچ سو مسلمان اسیروں کو چھوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ مگر طغرکین نے اسے قبول نہیں کیا۔ اس نے فرنگی سپہ سالار سے یہ کہا کہ "یا تو مسلمان ہو جاؤ یا قتل ہونا قبول کرو۔" آخر کار طغرکین نے اسے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

پھر فرنگی حاکم بیت المقدس بقدوین اور طغرکین کے درمیان چار سال کے لئے صلح ہو گئی۔

قلعوں پر قبضہ

حصن عربہ (قلعہ) طرابلس کی عملداری میں شامل تھا اور ابن عمار کا ایک آزاد کردہ غلام، اس کا حاکم تھا اس نے بغاوت کی، اور اس عرصے میں وہاں غلہ اور خوراک بھی فرنگیوں کی تباہ کاریوں کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے طغرکین کو اطاعت قبول کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے ایک ساتھی اسرائیل کو بھیجا۔ جب مولیٰ ابن عمار (حاکم قلعہ) اس کے استقبال کے لئے اترا تو اسرائیل نے ازدحام میں اسے ایک تیر مار کر قتل کر دیا، تاکہ اتابک کو اس علاقہ کی خبر نہ ہو سکے۔

اس کے بعد طغرکین نے اس قلعہ کا حال معلوم کرنے کے لئے سفر کیا مگر برف باری کی وجہ سے وہاں جا نہیں سکا۔ جب برف باری ختم ہوئی اور موسم کھلا تو چار ہزار سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے فرنگیوں کے کئی قلعے فتح کئے۔ جن میں قلعہ الاکمہ بھی شامل تھا۔ آگے چل کر فرنگیوں کا سپہ سالار سردانی جو طرابلس کا محاصرہ کر رہا تھا اس کے مقابلہ کے لئے آیا۔ جنگی مقابلہ میں طغرکین اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ حمص چلے گئے۔ مگر سردانی نے باشندوں کو پناہ دے کر قلعہ عربہ پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد طغرکین دمشق پہنچا تو بیت المقدس کے فرنگی حاکم بقدوین نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ صلح پر قائم رہے۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۵۰۲ھ میں ہوا۔

صلیب پرستوں کی مزید فتوحات

طرابلس ابن عمار کے قبضہ سے نکل گیا تھا اور مصری حاکم نے وہاں اپنا نائب مقرر کردیا تھا تاہم فرنگیوں کا محاصرہ بدستور جاری تھا اور ان کا سپہ سالار صنجیل کا بھانجا سردانی تھا۔ جب ۵۰۳ھ میں ماہ شعبان آیا تو فرنگی فوجوں کے مذہبی پیشوا بہت سے فرنگیوں کو لے کر اسلحہ اور سامان خوراک کے ساتھ کشتیوں میں سوار ہو کر آئے۔ ان کی سردانی کے ساتھ جھڑپیں ہوئیں۔ یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آ گئی۔ سکری حاکم انطاکیہ سردانی کی فوجی امداد کے لئے پہنچا۔ پھر بیت المقدس کا حاکم بقدوین نے آ کر دونوں فرنگی فوجوں میں صلح کرادی اور وہ سب طرابلس کا محاصرہ کرنے لگے انھوں نے وہاں "برجیاں" نصب کردی تھیں جن سے محاصرہ بہت سخت ہو گیا۔ اہل طرابلس کے پاس خوراک کی رسد ختم ہو گئی اور مصر کا بحری بیڑہ ابھی تک خوراک لے کر نہیں پہنچا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی فوجوں نے قبضہ کرلیا۔ انھوں نے شہر کو لوٹا اور قتل و غارت گری کی۔

شہر کے مصری حاکم نے کئی دن پہلے پناہ طلب کی تھی۔ وہ شہر جبیل چلا گیا تھا جہاں فخر الدین بن عمار بھی تھا۔ اس شہر والوں نے بھی سکری حاکم انطاکیہ سے پناہ طلب کی تھی اور اس نے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس لئے فخر الدین بن عمار شیزر پہنچ کر وہاں کے حاکم سلطان بن علی بن منقذ الکنانی کا مہمان ہوا اور پھر وہاں سے دمشق چلا گیا جہاں کے حاکم طغرتکین نے اس کا استقبال کیا اور دمشق کا ایک علاقہ زبدانی دے دیا۔ یہ واقعہ محرم ۵۰۳ھ میں ہوا۔

فتح صیدا

مصر کا بحری بیڑا طرابلس کی فتح کے آٹھ دن بعد پہنچا اور صور کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ اس کا غلہ صور، صیدا اور بیروت کے علاقوں میں تقسیم کردیا گیا۔ صیدا پر بھی فرنگی فوجیں ماہ ربیع الآخر ۵۰۴ھ میں غالب آ گئیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ فرنگیوں کا بحری بیڑہ جو ساٹھ کشتیوں پر مشتمل تھا، فرنگیوں اور خوراک کے ذخیروں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ ان میں ان کے امراء بھی شامل تھے۔ یہ لوگ زیارت اور صلیبی جنگوں میں حصہ لینے کے لئے وہاں آئے تھے۔ وہ بیت المقدس کے حاکم بقدوین سے ملے۔ پھر انھوں نے بحری اور بری راستوں سے صیدا کی ناکہ بندی کردی۔ یوں مصر کا بحری بیڑا ان کی امداد کے لئے نہیں پہنچ سکا۔

فتح صور

پھر انھوں نے صور پر فوج کشی کی۔ یہاں بھی انھوں نے قلعہ شکن آلات

استعمال کئے۔ اس لئے اہل شہر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو اہل بیروت کا حشر ہوا تھا۔ اس لئے انھوں نے فرنگیوں سے پناہ طلب کی۔ چنانچہ فرنگیوں نے انھیں ماہ جمادی الاولیٰ میں پناہ دے کر اسے بھی فتح کر لیا۔ اہل شہر کا ایک حصہ سینتالیس دن محصور رہنے کے بعد دمشق چلا گیا۔ تاہم ان کی اکثریت فرنگیوں کی پناہ میں رہ کر شہر میں مقیم رہی۔ پھر حاکم بیت المقدس بقدوین واپس آ گیا۔

عسقلان میں جھڑپیں عسقلان کا شہر مصر کی فاطمی حکومت کے ماتحت تھا۔ ان کی فوجوں کے ساتھ فرنگی فوجوں کی جنگیں ہوتی رہیں اور آخر کار ایک فاطمی حاکم جمال الملک ان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوا۔ اس کے بعد شمس الخلافہ حاکم ہوا۔ اس نے بیت المقدس کے حاکم بقدوین سے خط و کتابت کی اور اس سے صلح کر لی تاکہ وہ فاطمی خلیفہ سے محفوظ رہے۔

۵۰۴ھ میں مصر کے سپہ سالار اعلیٰ نے جہاد کے لئے اپنا ایک سپہ سالار فوج دے کر بھیجا۔ اسے پوشیدہ طور پر یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ شمس الخلافہ کو گرفتار کرے اور اس کے بجائے حاکم عسقلان بن جائے۔

شمس الخلافہ کو اس سازش کا پتہ چل گیا تھا۔ اس لئے اس نے علانیہ بغاوت کا اظہار کیا۔ ایسی صورت میں مصری حاکم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں فرنگی اس پر قبضہ نہ کر لیں۔ اس لئے اس نے خط و کتابت کر کے شمس الخلافہ کو بحال رکھا۔ شمس الخلافہ نے اس کے بعد عسقلان کی تمام فوج کو معزول کر دیا اور ایک ارمنی جماعت سے مدد طلب کی۔ اس کی اس حرکت سے اہل شہر بہت ناراض ہوئے۔ چنانچہ انھوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور مصر کے حاکم امیر افضل کے پاس اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا اس کی طرف سے ایک حاکم بھیجا گیا جس کے بعد عسقلان کے تمام انتظامی امور درست ہو گئے۔

حصن الاقارب پر قبضہ انطاکیہ کے حاکم سکری نے فوجیں اکٹھی کیں اور حلب سے تین فرسنگ پر ایک قلعہ حصن الاقارب کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ اس نے وہاں قتل و غارت گری کی اور لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ پھر وہاں سے وہ قلعہ وزرناد کی طرف روانہ ہوا اور یہاں بھی تباہی مچائی۔ آخر کار یہاں کے باشندے بھاگ گئے۔ یوں اس نے دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے فرنگی فوجیں شہر صیدا کی طرف گئیں

اور اہل شہر کو پناہ دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔

مسلم ریاستوں پر ٹیکس

فرنگی فوجوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے شام کی چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستوں کو بہت خطرہ محسوس ہوا۔ اس لیے انھوں نے مصالحت کے لیے ان سے خط و کتابت کی۔ مگر فرنگیوں نے اصرار کیا کہ انھیں ہر مسلم ریاست کی طرف سے ایک مقررہ رقم خراج اور ٹیکس کے طور پر پیش کی جائے۔ لہٰذا حلب کے حاکم رضوان نے صلح کے طور پر بتیس ہزار دینار منظور کیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی منظور کیا کہ وہ فرنگیوں کو ایک مقررہ تعداد میں گھوڑے اور کپڑے بھی فراہم کرے گا۔

صور کے حاکم نے سات ہزار دینار ادا کرنے منظور کئے۔ شیزر کے حاکم ابن منقذ پر چار ہزار دینار مقرر ہوئے۔ حماۃ کے حاکم الکردی کے ذمے دو ہزار دینار مقرر ہوئے۔ صلح کی مدت جَو کی فصل کے کٹنے تک تھی۔

اس کے بعد فرنگی کشتیاں مصر کی تجارتی کشتیوں سے متصادم ہوئیں تو انھوں نے تمام تجارتی کشتیوں کو پکڑ لیا اور ان تاجروں کو قیدی بنا لیا۔

بارگاہِ خلافت میں فریاد

(شام کی اس بُری حالت کو دیکھتے ہوئے) حلب سے علماء اور عوام کا ایک وفد بغداد فریادی کی حیثیت سے پہنچا۔ وہ جمعہ کے دن بادشاہی جامع مسجد آیا۔ انھوں نے اس وقت اپنی دردناک فریاد اور چیخوں سے مسلمانوں کو نماز نہیں پڑھنے دی۔ اُنھوں نے اس جوش و خروش میں مسجد کے منبر کو بھی توڑ دیا آخر کار سلطان نے جہاد کے لئے اسلامی لشکر بھیجنے کا وعدہ کیا اور دار الخلافہ سے اس شاہی جامع مسجد کے لئے منبر بھجوایا گیا۔

جامع مسجد میں ہنگامہ

دوسرے جمعہ کو ایک بہت بڑا مجمع محل کی جامع مسجد پہنچا۔ دربان نے انھیں اندر آنے سے روکا، مگر وہ زبردستی جامع مسجد میں گھس گئے۔ اُنھوں نے محراب کی کھڑکیاں توڑ دیں اور اس قدر شور و غل مچایا کہ جمعہ کی نماز نہیں ہو سکی۔ آخر کار خلیفہ نے بھی سلطان کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ مسلمانوں کے ان دردناک واقعات کا ازالہ کرے۔ چنانچہ سلطان نے تمام مسلمان حکام کو حکم دیا کہ وہ جہاد کے لئے تیاریاں کریں۔ اس نے اپنے فرزند مسعود کو امیر مودود حاکم موصل کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام مسلم حکام اپنے لشکروں کو لے کر اس کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اور سب مسلمان متحد ہو کر فرنگیوں

کے خلاف جہاد کرنے کے لئے اکٹھی روانہ ہوں۔

جہاد کے لئے متحدہ فوج

جب سلطان کا فرزند مسعود، حاکم موصل امیر مودود کے ساتھ جہاد کے لئے روانہ ہوا تو اس کے لشکر میں قریبی مسلم ریاستوں کے مندرجہ ذیل حکام اپنی فوج کے ساتھ جہاد کے لئے شریک ہوئے (۱) دیار بکر کا حاکم سقمان القطبی (۲)، برسق کے دونوں فرزند ابلکی و زنگی حکام ہمدان (۳)، حاکم مراغہ امیر احمد بیگ (۴) اربل کا حاکم ابوالہیجا (۵) ایاز بن ابوالغازی، اسے ماردین کے حاکم نے جو اس کا بھائی تھا، بھیجا تھا۔

مسلم فوجوں کی یلغار

یہ سب مسلم حکام اپنی فوجوں کو لے کر سنجار پہنچے اور فرنگیوں کے کئی قلعے فتح کر لئے۔ پھر رُہا کے شہر پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ اسلامی لشکر دریائے فرات کے قریب فرنگی لشکر سے ملا مگر فریقین نے جنگ شروع کرنے میں پس و پیش کیا۔ مسلمان فوجیں پیچھے ہٹ کر حران کی طرف آ گئیں تاکہ فرنگی پیش قدمی کر کے دریائے فرات کو عبور کریں۔ مگر فرنگی فوجیں مسلمانوں کی توقع کے برخلاف رُہا چلی گئیں۔ وہاں انھوں نے خوراک کا ذخیرہ اور سامان جنگ جمع کیا اور کمزور باشندوں کو وہاں سے نکال دیا۔

فرنگیوں سے مقابلہ

پھر فرنگی فوجیں دریائے فرات کو پار کر کے حلب کے علاقہ میں گھس گئیں۔ کیونکہ جب فرنگی فوجیں الجزیرہ کے علاقے چلی گئی تھیں تو حاکم حلب رضوان نے ان سے وہ قلعے واپس لے لئے تھے جن پر ان فرنگیوں نے قبضہ کیا تھا۔ اس لئے فرنگی فوجیں اب انھیں دوبارہ فتح کرنے کے لئے پہنچیں۔ اُنھوں نے وہاں پہنچتے ہی تباہی مچادی۔ اسی حالت میں سلطان کی متحدہ فوج رُہا پہنچی۔ وہاں اُنھوں نے فرنگی فوجوں سے جنگ کی مگر ناکام رہے۔ پھر مسلمان فوجوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور قلعہ تل ناشر کا ڈیڑھ مہینے تک محاصرہ کیا مگر اسے فتح نہیں کر سکیں۔

سقمان کی وفات

پھر وہ حلب پہنچیں۔ وہاں حاکم حلب نے ان سے ملاقات نہیں کی۔ اس عرصہ میں دیار بکر کا حاکم سقمان القطبی بیمار ہو گیا۔ اس لئے اس کی فوجیں واپس ہو گئیں۔ سقمان القطبی بالسی کے مقام پر فوت ہو گیا اور اس کی لاش اس کے شہر پہنچائی گئی۔

اسلامی فوجوں کا انتشار

سلطان کا متحدہ لشکر معرۃ النعمان کے قریب خیمہ زن ہوا۔

اس وقت دمشق کا حاکم طغرکین، مودود حاکم موصل کے پاس آیا۔ پھر اسے ان مسلم حکام کے بارے میں کچھ شک و شبہ ہوا تو اس نے پوشیدہ طور پر فرنگیوں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ پھر یہاں سے متحدہ فوجیں الگ الگ ہوگئیں اور صرف امیر مودود، طغرکین کے ساتھ دریائے عاصی پر باقی رہ گیا۔ فرنگیوں نے ان کی نااتفاقی سے فائدہ اٹھایا اور وہ افامیہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

پھر شیزر کا حاکم سلطان بن منقذ نکل کر مودود اور طغرکین کے پاس آیا اور انھیں اپنے علاقہ شیزر کی طرف لے گیا۔ اس طرح فرنگیوں کا کام آسان ہوگیا۔ ان کے ہاں خوراک کی رسد کم ہوگئی تھی۔ اس لئے وہ کوچ کر گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انھیں دور بھگا دیا۔

شہر صور کا محاصرہ

جب بادشاہی فوجیں منتشر ہوگئیں تو بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین نکلا اور اس نے اپنی فرنگی فوجیں اکٹھی کیں اور ماہ جمادی الاولیٰ ۵۰۵ھ میں شہر صور کا محاصرہ کر لیا جو مصر کی فاطمی حکومت کے سربراہ امیر افضل کے قبضہ میں تھا۔ وہاں اس کا جانشین حاکم عزالملک تھا۔ اُنھوں نے وہاں برجوں اور منجنیقوں (قلعہ شکن آلات) کو نصب کر دیا تھا۔ اس نے اہل طرابلس میں سے جن کی تعداد ایک ہزار تھی، بہت دلیر نوجوانوں کو بلایا۔ اُنھوں نے سخت حملہ کیا اور وہ فصیل کے متصل برج تک پہنچ گئے اور اسے جلا دیا۔ دوسرے برجوں پر بھی مٹی کا تیل (نفط) چھڑک کر نذرِ آتش کیا۔ یوں گھمسان کی جنگ جاری رہی۔

طغرکین کا مقابلہ

اہلِ صور نے طغرکین، حاکم دمشق کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی مدد کرے۔ اس کے بدلے میں وہ شہر اس کے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ وہ بانیاس کے مقام پر آیا اور انھیں دو سو گھوڑے بھیجے۔ اس کے بعد بھی شدید جنگ جاری رہی۔ شہر کے حاکم نے طغرکین کو پھر پیغام بھیجا کہ وہ بہت جلد وہاں پہنچے تاکہ وہ شہر کو اس کے حوالے کر دے۔

ادھر طغرکین فرنگی عملداری پر حملے کر رہا تھا اور دمشق کے علاقے میں ان کے ایک قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے ان کے پاس خوراک اور غلہ رسانی کا راستہ بھی بند کر دیا تھا چنانچہ یہ فرنگی بحری راستے سے خوراک کی رسد حاصل کرتے تھے۔

پھر اس نے صیدا پر حملہ کیا اور اسے نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد میوہ پکنے کا موسم آیا تو فرنگیوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں طغرکین ان کے شہروں پر قبضہ نہ کرلے۔ اس لئے انھوں نے صور کا محاصرہ ختم کردیا اور عکا چلے گئے۔ اس کے بعد طغرکین صور کے شہر پہنچا۔ اس نے ان کی مالی امداد کی اور اہلِ شہر اپنی فصیل اور خندق کی مرمت کرنے میں مشغول ہوگئے۔

مودود کی پیش قدمی

پھر موصل کے حاکم امیر مودود ۵۰۶ھ میں سروج پہنچے اور اس کے گرد و نواح کو تباہ کیا۔ ان کے مقابلے کے لئے تل باشر کا حاکم جکیمس نکلا۔ اس نے لشکر کے مویشیوں پر حملہ کرکے انھیں اُن کے چرواہے سے چھین لیا اور فوج کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کردیا۔ اور پھر وہ واپس چلا گیا۔

اس کے بعد ارمنی امیر کا دبن کا در کے علاقے میں فوت ہوگیا۔ یہ خبر سن کر انطاکیہ کے فرنگی حاکم سکری نے اپنے علاقے سے پیش قدمی کی تاکہ وہ اس کے علاقے پر قبضہ کرلے۔ مگر وہ راستے میں بیمار ہوگیا۔ اس لئے انطاکیہ لوٹ گیا اور ۵۰۶ھ کے درمیانی عرصے میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا بھانجا سرجان انطاکیہ کا حاکم ہوگیا اور وہاں کا انتظام درست ہوگیا۔

پھر امیر مودود حاکم موصل نے مختلف علاقوں سے فوجیں اکٹھی کیں۔ چنانچہ سنجار کا حاکم اور ماردین کا حاکم ایاز بن ایلغازی اور دمشق کے حاکم طغرکین اپنی اپنی فوجیں لے کر آئے۔ یہ سب ماہ محرم ۵۰۷ھ میں فرنگی علاقوں میں گھس گئے۔ ان کے مقابلے کے لئے شاہ بیت المقدس اور جوسکین (فرنگی حاکم) روانہ ہوئے۔

فرنگیوں کو شکست

مسلمان فوجوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور بیت المقدس کو فتح کرنے کے ارادہ سے وہ اُردن پہنچے۔ فرنگی فوجیں ان کے سامنے تھیں۔ چنانچہ محرم کی پندرہ تاریخ کو فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں فرنگیوں کو شکست ہوئی اور ان میں سے بہت سے سپاہی بحیرۂ طبریہ اور دریائے اُردن میں غرق ہوگئے۔ مسلمانوں نے کافی مال غنیمت حاصل کیا۔

فرنگی علاقہ کا صفایا

جب فرنگی فوجیں شکست کھا کر واپس گئیں تو راستے میں انھیں طرابلس اور انطاکیہ کی فوجیں ملیں۔ وہ بھی ان کے ساتھ منتشر ہوگئیں۔ اُنھوں نے طبریہ کے پہاڑ پر اپنے مورچے قائم کرلئے۔ مسلمانوں نے ان کا ایک مہینہ

تک محاصرہ کیا گیا مگر فتح حاصل نہیں کر سکے۔ اس لئے انھیں چھوڑ کر چلے گئے۔ تاہم مسلمانوں نے عکا اور بیت المقدس کے درمیان فرنگی علاقہ کا صفایا کر دیا۔

چونکہ مسلمانوں کی فوجیں اپنے ممالک سے دور ہو گئی تھیں اور ان کی خوراک کی رسد ختم ہو گئی تھی، اس لئے وہ اس خیال سے مرج الصفر کے مقام پر لوٹ آئے کہ موسم بہار میں وہ دوبارہ جہاد کریں گے لہٰذا انھوں نے فوجوں کو چھٹی دے دی (اسلامی لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ) امیر مودود دمشق چلا گیا تاکہ دوبارہ جنگ شروع ہونے کے درمیانی عرصہ میں وہ دمشق میں قیام کرے۔

مودود کا قتل جب مودود دمشق میں جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آ رہا تھا تو اس سال کے ماہ ربیع الاول میں فرقۂ باطنیہ (شیعہ) کے ایک فرد نے اس پر نیزے سے حملہ کر دیا اور وہ اُسی دن (زخموں کی تاب نہ لاکر) فوت ہو گیا۔ اس کے بعد حاکم دمشق طغتکین پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے اُسے قتل کیا تھا۔

نئے مسلم سپہ سالار کا تقرر مودود کے مقتول ہونے کے بعد سلطان محمد نے اس کے اقسنقر برسقی کو مجاہدین کے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا اور فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لئے اس کے ساتھ اپنے فرزند مسعود کو بھی روانہ کیا۔ سلطان نے دیگر علماء، امراء کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔

چنانچہ (مسلم حکام میں سے) عماد الدین زنگی بن اقسنقر اور حاکم سنجار غبرک (جہاد میں) شریک ہوئے اور یہ لشکر جزیرۂ ابن عمر کی طرف روانہ ہوا اور اسے مودود کے نائب کے قبضہ سے چھڑا لیا گیا۔

پھر وہ ماردین کی طرف روانہ ہوئے اور اس کا محاصرہ کر لیا تا آنکہ اس کا حاکم ایلغازی ان کا مطیع ہو گیا اور اس نے اپنے فرزند ایاز کو اس لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر یہ مجاہدین رُہا گئے اور ماہ ذوالحجہ ۵۰۸ھ میں ستر دن وہ اس کا محاصرہ کرتے رہے مگر اسے فتح نہیں کر سکے اور مسلمانوں کے پاس خوراک کی رسد کم ہو گئی، اس لئے وہ شمشاط اور سروج کی طرف کوچ کر گئے اور ان علاقوں کو خوب تباہ کیا اور اس اثناء مرعش، کیسوم اور رعبان کا فرنگی حاکم ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد اس کی بیوہ حاکم ہوئی۔ اس نے زنگیوں کے برخلاف برسقی کی اطاعت کرنے کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا اس نے اس خاتون حکمران کی طرف خابور کے حاکم کو بھیجا۔

تو اس (ملکہ) نے اس کے ہاتھ مال و دولت اور تحائف بھیجے اور مسلمانوں کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس لئے اس کے پاس جو فرنگی تھے وہ انطاکیہ چلے گئے۔

سلطانی لشکر کا جہاد سلطان محمد دمشق کے حاکم طغرکین سے ناراض تھا۔ کیونکہ وہ مودود کے قتل کا ملزم تھا۔ لہٰذا وہ باغی ہو گیا۔ اور سلطان کا مخالف بن گیا۔ ماردین کے حاکم ابوالغازی نے مخالفت میں اس کا ساتھ دیا۔ کیونکہ اس کے اور برسقی کے درمیان رنجش تھی۔ لہٰذا سلطان کو ان دونوں کی مخالفت اور فرنگیوں کی جنگ کی وجہ سے بہت پریشانی ہوئی۔ کیونکہ زنگیوں کی طاقت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔

لہٰذا اس نے حاکم ہمدان امیر برسق کے ساتھ مل کر فوجوں کو تیار کیا۔ اس کے ساتھ امیر جیوس بیگ، امیر کسفری اور موصل و الجزیرہ کی فوجیں بھی تھیں۔ سلطان نے انھیں حکم دیا تھا کہ ابوالغازی اور طغرکین کی سرکوبی کے بعد فرنگیوں سے جہاد کریں۔

متحدہ لشکر کی فتوحات چنانچہ وہ ماہ رمضان المبارک ۵۰۸ھ میں جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ انھوں نے رملہ کے مقام پر دریائے فرات کو عبور کیا۔

اور حلب پہنچے۔ وہاں رضوان کے بعد لؤلؤ الخادم حاکم حلب تھا اور وہاں کی فوج کا سردار شمس الخواص تھا۔ اسلامی لشکر نے ان دونوں کے سامنے سلطان کے وہ خطوط پیش کئے جن میں شہر کو ان کے حوالے کرنے کے لئے لکھا گیا تھا۔ انھوں نے جواب کو ٹالا اور ابوالغازی و طغرکین سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ دونوں دو ہزار سواروں کو لے کر وہاں پہنچے اور اس کے ذریعے مجاہدین کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ یہ حالت دیکھ کر امیر برسق حماۃ چلا گیا جو طغرکین کے ماتحت تھا۔ اس نے اسے فتح کر کے تین دن تک اسے لوٹا اور پھر اسے حاکم حمص امیر قرجان کے حوالے کر دیا۔ اس طرح وہ سلطان کے حکم کے مطابق ہر شہر فتح کرنے لگے۔ یہ بات دیگر حکام کو بہت ناگوار گذری اور ان کی نیتیں خراب ہونے لگیں۔

طویل جنگ کا منصوبہ ادھر ابوالغازی، طغرکین اور شمس الخواص انطاکیہ پہنچے اور اس کے فرنگی حاکم اربیل سے حماۃ کی مدافعت کے لئے فوج طلب کی مگر وہاں پہنچ کر انھیں اس کے مفتوح ہونے کی خبر ملی۔ انطاکیہ میں ان کے پاس بیت المقدس اور طرابلس وغیرہ کے شیاطین صفت فرنگی حکام بھی پہنچ گئے تھے۔ وہ سب افامیہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کو طویل کیا جائے تاکہ موسم سرما میں وہ

منتشر ہو جائیں۔

فتح کفر طاب جب موسم سرما آیا اور مسلمانوں کا لشکر دمیں موجود تھا تو ابو الغازی ماردین چلا گیا اور طغر کین دمشق واپس آگیا اور فرنگی فوجیں بھی اپنے شہروں کی طرف لوٹ آئیں۔ اس وقت مسلمانوں نے کفر طاب کا قصد کیا جو افامیہ کی طرح فرنگیوں کے قبضہ میں تھا۔ اس مقام کو اُنھوں نے فتح کر لیا اور فرنگیوں پر حملہ کر کے اس کے حاکم کو قید کر لیا۔

پھر وہ قلعہ افامیہ کی طرف روانہ ہوئے جو اُن کے لئے ناقابلِ تسخیر ثابت ہوا تو مسلمانوں کا لشکر معرہ کی طرف لوٹ گیا جو فرنگیوں کے قبضہ میں تھا۔

اسلامی لشکر میں سے امیر جیوس بیگ اپنا لشکر لے کر الگ ہو گیا اور اس نے وادی مراغہ پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ باقی لشکر معرہ سے حلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ ان کا تمام ساز و سامان اور مویشی بھی ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ چنانچہ اس کا اگلا حصہ شام پہنچ گیا اور اس نے تباہی کا کام شروع کر دیا۔

اچانک حملہ انطاکیہ کا فرنگی حاکم پانچ سو سوار اور دو ہزار پیادہ فوج لے کر کفر طاب کی مدافعت کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے مسلمانوں کے خیموں پر اچانک حملہ کر دیا۔ وہ ابھی منزلِ مقصود پر نہیں پہنچے تھے کہ فرنگیوں نے غلاموں اور نوکروں وغیرہ کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ فرنگی مسلمانوں کے خیموں میں گھس گئے اور جو کوئی ملتا اُسے قتل کر دیتے تھے۔ آخر کار امیر برسق اور اس کے بھائی زنگی وہاں پہنچ گئے۔ وہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور انھوں نے شکست خوردہ مسلمانوں کا احاطہ کر کے ان کی حفاظت کی۔ امیر برسق کا ارادہ تھا کہ فرنگی فوجوں کا نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے مگر اس کے بھائی زنگی نے بھاگ جانے کا فیصلہ کیا اور اس کے ساتھی اس کے ساتھ بھاگ گئے۔ فرنگی فوجوں نے ایک فرسنگ کے فاصلے تک مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ پھر وہ لوٹ آئے۔

فرنگیوں کی دہشت اس طرح اسلامی لشکر شکست کھا کر اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اہلِ حلب اور شام کے علاقوں کے مسلمان باشندے فرنگیوں سے خوف زدہ ہو گئے تھے۔

رمیلہ کی جنگ فرنگی فوجیں دمشق کے ماتحت ایک مقام رمیلہ پہنچ گئیں اور اس پر قابض ہو گئیں اور اس کی مستحکم قلعہ بندی کی۔ ادھر طغرلین حاکم دمشق

نے فرنگی شہروں کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر اسے خبر ملی کہ خود اس کا مقام رمیلہ محافظوں سے خالی ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ بعجلت تمام ۵۰۹ھ میں وہاں پہنچا اور اسے دوبارہ فتح کر لیا۔ اس نے جنگ کر کے فرنگیوں کو قیدی بنا لیا اور بہت مال غنیمت حاصل کیا اور وہ دمشق لوٹ آیا۔

اس کے بعد رمیلہ کا مقام مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ یہاں تک کہ ۵۲۰ھ میں فرنگیوں نے دوبارہ اس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

فرنگی بادشاہ کی موت

بیت المقدس کے فرنگی حاکم بقدوین ۵۱۱ھ کے آخر میں فوت ہو گیا۔ اس نے دیار بکر کو فتح کرنے کے لئے لشکر کشی کی تھی۔ جب وہ تینیس پہنچا تو رات کے وقت وہ زخمی ہو گیا اور وہ بیت المقدس لوٹ گیا۔ جہاں وہ مر گیا۔ اس وقت وہاں رُہا کا وہ فرنگی حاکم بھی موجود تھا جو مسلمانوں کی قید میں تھا، اور جسے جاولی نے رہا کیا تھا۔ مگر وہ اپنے علاقہ کی طرف لوٹ گیا۔

طغرکین کی یلغار

حاکم دمشق، طغرکین فرنگیوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو گیا تھا اور یرموک پہنچ گیا تھا۔ فرنگی حاکم نے اس کی طرف صلح کا پیغام بھیجا تو طغرکین نے یہ شرط رکھی کہ وہ جبل عرزہ سے الغور تک کا علاقہ چھوڑ دے۔ مگر اس فرنگی حاکم نے یہ شرط قبول نہیں کی۔ اس لئے طغرکین طبریہ پہنچا اور وہاں کے گرد و نواح میں غارتگری کی۔ پھر وہاں سے عسقلان پہنچا تو اس کا مقابلہ مصر کی سات ہزار فوجوں سے ہوا جو بقدوین کے تعاقب میں آئی تھیں۔ جبکہ اس نے دیار بکر سے کوچ کیا تھا۔ انھیں بتایا گیا کہ ان کے حاکم نے طغرکین سے مقابلہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر طغرکین نے ان کا شکریہ ادا کیا اور دمشق واپس چلا گیا۔

مسلمانوں کی شکست

اس کے بعد اسے خبر ملی کہ فرنگی فوج اذرعات پہنچ گئی ہے اور وہاں کے ایک قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اسے لوٹ لیا ہے لہٰذا اس نے تاج الملوک بوری کو فوج دے کر ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اس نے ان فرنگیوں کو وہاں ایک پہاڑ میں محصور کر دیا یہاں تک کہ جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے جان پر کھیل کر زوردار حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست دے دی۔ اس کے بعد قتل و غارت گری کی۔ مسلمانوں کی بقایا شکست خوردہ فوج دمشق واپس آ گئی۔

متحدہ حملے کی کوشش

اس واقعہ کے بعد طغر کین حلب گیا تاکہ وہ ابوالغازی سے فوجی امداد حاصل کرے۔ اس نے اس کے ساتھ کوچ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اتنے میں یہ خبر ملی کہ فرنگیوں نے دمشق کی عملداری پر حملہ کیا ہے اور حوران کو لوٹ کر اس کا صفایا کر دیا ہے۔ اس لئے طغر کین بہت جلد دمشق واپس چلا گیا اور ابوالغازی ماردین چلا گیا تاکہ وہ فوجوں کو اکٹھا کرے اور وہ متحد ہو کر فرنگیوں کے خلاف جنگ کر سکیں۔

اہل حلب کی مصالحت

۵۱۳ھ میں فرنگی فوجیں حلب کے قریب پہنچ گئیں۔ انھوں نے مراغہ پر قبضہ کر لیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار شہر والوں نے اپنی جائداد میں انھیں شریک کر کے ان کے ساتھ صلح کی۔

شدید جنگ

پھر ابوالغازی ماردین سے باقاعدہ فوجیوں اور رضاکاروں پر مشتمل بیس ہزار کی فوج لے کر مقابلہ کے لئے آیا۔ اس کے ساتھ اسامہ بن مالک بن شرز الکنانی اور ارزن کے حاکم امیر طغان ارسلان بن التکین بھی شریک جنگ تھے۔ فرنگی فوجیں اثارب کے قریب عنبیل عرس کے مقام کی طرف روانہ ہوئیں اور ایک ایسی جگہ پر پڑاؤ کیا جہاں کے راستے معدوم تھے۔ انھوں نے جنگ کو طول دینے کا ارادہ کیا تھا مگر ابوالغازی ان کے پاس پہنچ کر اچانک حملہ آور ہوا اور ان کی صفوں میں گھس گیا۔

فرنگی فوجوں نے شدید جنگ کی مگر اس کے حملوں کی تاب نہ لا سکے۔ اس نے انہیں بری طرح پیٹا اور انطاکیہ کے فرنگی حاکم سرجان کو قتل کیا اور ان کے ستر فوجی افسر قیدی بنا لئے گئے۔

فرنگیوں کو دوبارہ شکست

پھر فرنگیوں کی شکست خوردہ فوجیں اکٹھی ہوئیں اور انھوں نے دوبارہ جنگ شروع کی تو ابوالغازی نے انھیں دوبارہ شکست دی اور ان کے قلعہ آلات رب اور زرناد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ حلب آیا اور اس شہر کی حالت درست کر کے ماردین واپس چلا گیا۔

جوسلین کی شکست

پھر تل باشر کا فرنگی حاکم جوسلین فرنگی سپاہیوں کے دو سو کے دستہ کو لے کر قبیلہ طے کی ایک شاخ پر جو بنو خالد کے نام سے مشہور تھی، حملہ آور ہوا۔ اس نے انھیں لوٹا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر انہی لوگوں نے اس فرنگی حاکم کو اپنی قوم بنی ربیعہ کا پتہ بتایا جو دمشق اور طبریہ کے درمیان آباد تھی۔ لہٰذا جوسلین نے وہاں اپنے ساتھیوں کو بھیجا اور خود ایک دوسرے راستے سے روانہ ہوا مگر وہ خود راستے سے

بھٹک گیا اور پیچھے رہ گیا۔ اس کے ساتھی اسی مقام پر پہنچ گئے تھے وہاں قبیلہ کا سردار مر تھا جو ربیعہ کے قبیلہ میں سے تھا۔ قبیلہ کے سردار نے جنگ کر کے فتح حاصل کی۔ اس نے اس کے ستر افراد کو قتل کیا اور بارہ کو جنگی قیدی بنا لیا اور بہت مال لے کر انھیں چھوڑا۔ پھر ان کے قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔

جوسکین کو یہ خبر راستے میں ملی، اس لیے وہ طرابلس واپس چلا گیا۔ پھر اس نے مزید فوج اکٹھی کر کے عسقلان پر حملہ کیا، یہاں بھی مسلمانوں نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

جوسکین کی گرفتاری

پھر بہرام جو ابوالغازی کا بھائی تھا فوج لے کر شہر رُہا کی طرف گیا اور کافی مدت تک اس کا محاصرہ کرتا رہا مگر فتح نہیں کر سکا اس لیے وہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ راستے میں کسی نے اسے آگاہ کیا کہ رُہا اور سروج کا حاکم جوسکین اس کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا ہے۔ مالک (فرزند بہرام) سے اس کے ساتھی جدا ہو گئے تھے، اس لیے وہ وہاں پہنچا جہاں فرنگی فوج پہنچ چکی تھی۔ اس نے انھیں دلدلی زمین کی طرف دھکیل دیا۔ جب ان کے گھوڑے اس دلدلی زمین میں پہنچے تو ان میں سے کوئی بھاگ نہیں سکا۔ اور خود جوسکین (حاکم رُہا) گرفتار ہو گیا۔ اس نے بہت مال فدیہ کے طور پر ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑانا چاہا مگر مالک بن بہرام نے زر فدیہ لینے سے انکار کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ وہ رُہا کا قلعہ مسلمانوں کے سپرد کر دے۔ مگر اس نے یہ شرط نہیں مانی تو اس نے اسے خرت برت کے مقام پر مقید کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کا خالہ زاد بھائی کلمام جو بہت بڑا شیطان تھا اور دوسرے فرنگی افسران بھی مقید تھے۔

قلعہ خرت برت پر مقابلہ

مالک بن بہرام خرت برت کا حاکم تھا۔ اس کے قریب فرنگی تاحہ کر کر میں آباد تھے۔ اس لیے اس نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دوسرا فرنگی حاکم بقدوین لشکر لے کر اس کے مقابلہ کے لیے ماہ صفر ۵۱۱ھ میں پہنچا۔ مگر مالک بن بہرام نے ان فرنگیوں کو شکست دی اور ان کے بادشاہ (بقدوین) اور دوسرے افسروں کو گرفتار کر لیا۔ مالک نے انھیں بھی خرت برت کے قلعے میں جوسکین حاکم رُہا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مقید کر دیا۔ پھر مالک ماہ ربیع الاول میں حران پہنچا اور اسے فتح کر لیا۔

فرنگی حکام کا فرار

جب مالک خرت برت سے باہر گیا ہوا تھا تو فرنگی افسران دھوکہ دے کر بعض مسلمان سپاہیوں کی مداخلت سے قید خانے سے نکل بھاگے چنانچہ بغدوین اپنے شہر چلا گیا اور باقی فرنگی افسروں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

جب مالک بن بہرام واپس آیا تو اس نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے اُن کے قبضہ سے چھڑا لیا۔ پھر اس نے وہاں ایک (معتبر) محافظ فوجی دستہ مقرر کیا۔

صور کی سابق حکومت

صور کا شہر مصر کے فاطمی خلفاء کے قبضہ میں تھا، اور وہاں مصری سپہ سالار اور سربراہ مملکت افضل کی طرف سے عزالملک حاکم تھا۔ ۵۰۶ھ میں فرنگی فوج نے اس کے محاصرے کے لئے تیاری کی۔ انھوں نے حاکم دمشق سے امداد طلب کی تو اس نے فوج اور مال و دولت دونوں طریقوں سے ان کی مدد کی اور اپنی طرف سے ایک حاکم بھی بھیجا جس کا نام مسعود تھا۔ اس حاکم نے آ کر وہاں خطبہ میں یا سکہ میں فاطمی خلافت کے دعوے کو تبدیل نہیں کیا اور اس کی اطلاع اس نے مصر کے سربراہ افضل کو دی۔ اس نے مصری حاکم سے یہ بھی درخواست کی کہ وہ مدد کے لئے بحری بیڑا بھیجے۔

افضل نے اس کے خط کا جواب دیا اور اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔ پھر افضل مارا گیا اور بحری بیڑا مصر سے حسب معمول وہاں پہنچا۔ اس بحری بیڑا کے افسر کو یہ حکم ملا تھا کہ وہ صور کے حاکم مسعود کو جو طغرکین حاکم دمشق کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا کسی تدبیر سے گرفتار کر لے کیونکہ اہل مصر کو اس سے شکایات تھیں۔

چنانچہ بحری بیڑہ کے افسر نے اسے گرفتار کر لیا۔ پھر وہ بحری بیڑہ تو مصر سے گیا اور مسعود کو دمشق بھیج دیا گیا اور صور کا حاکم اہل مصر کی طرف سے مقرر کیا گیا اور طغرکین کو مسعود کی گرفتاری کے بارے میں معذرت نامہ بھیجا گیا۔ یہ واقعہ ۵۱۹ھ میں رونما ہوا۔

صور پر فرنگی حملہ

جب فرنگیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ مسعود صور سے واپس چلا گیا ہے تو انھوں نے صور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا محاصرہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہاں کے حاکم نے امیر کو اس بارے میں مطلع کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے۔ طغرکین بھی بانیاس پہنچ گیا تاکہ وہ مدد کرنے کے لئے قریب رہے۔ اس نے اہل مصر سے فوجی امداد طلب کی۔ پھر فرنگیوں نے اہل شہر سے خط و کتابت کی کہ وہ شہر کو ان کے حوالے کر دیں اور جو وہاں ہیں وہ نکل جائیں۔

فتح صور آخرکار اس سال کے ماہ جمادی الاول میں فرنگی شہر صور میں داخل ہو گئے اور شہر والے جاتے وقت جو لے جا سکے، لے گئے اور جو سامان نہیں لے جا سکے، وہ اُنھوں نے وہیں چھوڑ دیا۔

برسقی کی فتح و شکست پھر برسقی نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور ۵۱۹ھ میں فوج لے کر کفر طاب کی طرف روانہ ہوا، اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فرنگیوں سے چھین لیا۔ پھر وہ حلب کے شمال میں قلعہ غزر پہنچا۔ وہاں جوسکین موجود تھا۔ اس نے اس قلعہ کا بھی محاصرہ کیا۔ اس کے مقابلہ کے لئے فرنگی فوجیں اکٹھی ہو گئیں اور سخت جنگ ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔

برسقی حلب پہنچا اور وہاں اس نے اپنے فرزند مسعود کو اپنا جانشین بنایا اور خود دریائے فرات کو عبور کر کے موصل پہنچا۔ تاکہ مزید فوجی کمک حاصل کرے اور پھر وہاں جا کر ان سے جہاد کرے۔ مگر اس عرصے میں کسی نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بجائے اس کا فرزند عز الدین تھوڑے عرصے کے لئے حاکم ہوا۔ مگر ۵۲۱ھ میں وہ بھی فوت ہو گیا۔

زنگی خاندان اس کے بعد سلطان محمود عماد الدین زنگی بن اقسنقر اس کے بجائے موصل، الجزیرہ اور دیار بکر کا حاکم ہوا۔ پھر وہ شام کا حاکم بھی ہو گیا اور اس کے بعد اس کی سلطنت پر اس کے فرزند قابض ہوئے اور یہ اپنے کارناموں کی وجہ سے ایک عظیم سلطنت بن گئی۔ جس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا۔

زنگی خاندان کی سلطنت سے ایوبی سلطنت قائم ہوئی۔ چنانچہ فرنگیوں کی ان صلیبی جنگوں کا حال جو ان دونوں سلطنتوں کے زمانے میں ہوئیں۔ ہم متعلقہ سلطنت کے حالات کے ساتھ ساتھ بیان کریں گے تاکہ مکرر بیان نہ ہو سکیں۔ یہاں ہم صرف وہ حالات بیان کریں گے جن کا تعلق مذکورہ بالا دونوں سلطنتوں سے نہیں ہے۔

صلیب پرستوں کا حملۂ دمشق پھر فرنگی فوجیں ۵۲۰ھ میں اکٹھی ہوئیں اور دمشق کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئیں۔ وہ مرج الصفر آ کر مقیم ہوئیں۔ دمشق کے حاکم طغتگین نے دیار بکر وغیرہ کے ترکمانی سرداروں

سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ لوگ اس کی مدد کے لئے آئے۔

طغرکین بذاتِ خود ۵۲۰ھ کے آخر میں فرنگیوں کے مقابلے کے لئے پہنچا اور بذاتِ خود ان سے جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ میدانِ جنگ میں گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا ہے اس لئے وہ سب بھاگ گئے۔ طغرکین بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اس شکست خوردہ فوج کے ساتھ شامل ہو گیا۔

صلیبیوں کا فرار

فرنگیوں نے مسلمانوں کی فوج کا تعاقب کیا۔ انھوں نے ترکمانوں کی پیدل فوج کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ لہٰذا جب فرنگی فوجیں تعاقب میں روانہ ہوئیں تو ترکمانوں کی پیدل فوج فرنگیوں کے خیموں کی طرف پلٹ گئی اور وہاں ان کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا اور وہاں جو لوگ موجود تھے انھیں قتل کر کے دمشق پہنچ گئے۔

جب فرنگی لشکر شکست خوردہ فوج کا تعاقب کر کے واپس آیا تو انھوں نے دیکھا کہ ان کے خیمے لُٹ گئے ہیں لہٰذا وہ بھی ابتری کی حالت میں بھاگ گئے۔

دشمن کی متحدہ فوج سے مقابلہ

۵۲۳ھ میں جب کہ فرنگی حکام دمشق کو فتح کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ دمشق میں مزدخانی اور اسماعیلیہ کا واقعہ رونما ہوا۔ فرنگی حکام کو اس کے قتل پر بہت افسوس ہوا، اور بیت المقدس، انطاکیہ اور طرابلس کے فرنگی حکام اور وہ فرنگی جو سمندر کے راستے سے تجارت، یا زیارت کے لئے آئے تھے، سب اکٹھے ہوئے اور ایک بہت بڑی فوج لے کر دمشق روانہ ہوئے۔ اس وسیع لشکر میں دو ہزار سوار تھے اور پیدل فوج تو بے شمار تھی۔

طغرکین نے عربوں اور ترکمانوں کی فوج میں سے آٹھ ہزار کی سوار فوج اکٹھی کر لی تھی۔ فرنگی لشکر سال کے آخر میں دمشق پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ انھوں نے دمشق کے گرد و نواح میں لوٹ مار اور حملے کرنے کے لئے فوجی دستے تیار کئے اور غلہ اور سامانِ خوراک جمع کیا۔

فرنگیوں کو شکست

اس سلسلے میں تاج الملوک کو معلوم ہوا کہ فرنگی فوجوں کا ایک دستہ حوران میں بھی ہے۔ اس لئے اس نے اپنے ایک مخصوص حاکم شمس الخواص کو فوج دے کر فرنگی فوجی دستہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اس نے فرنگی فوجوں پر فتح حاصل کی اور ان کا ساز و سامان لوٹ لیا۔ اور پھر وہ واپس

دمشق آ گیا۔

فرنگی حکام کو جب ان کی شکست کی خبر ملی تو وہ اپنا ناقابلِ حمل سامان کو جلا کر دمشق سے بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انھیں قتل کیا اور قیدی بنا لیا۔

اس واقعہ کے بعد انطاکیہ کے حاکم اسمند نے قلعہ قدموس جا کر اسے فتح کر لیا۔

فرنگی حاکم کی شکست پھر ۵۲۷ھ میں الجزیرہ کی ترکمانی فوجیں جمع ہوئیں اور انھوں نے طرابلس کے شہروں پر حملہ کیا۔ فرنگیوں کو قتل کیا اور مالِ غنیمت حاصل کیا۔ اس حالت کو دیکھ کر طرابلس کا فرنگی حاکم ان کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ اُنھوں نے اُسے آگے بڑھنے دیا، پھر پلٹ کر اس پر حملہ کیا اور اُسے شکست دی اور اُسے بہت نقصان پہنچایا۔ وہ فرنگی حاکم بقوین کے قلعہ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ جب ترکمانوں نے اس کا محاصرہ کیا تو وہ رات کے وقت اپنے میں معزز ساتھیوں کے ساتھ نکل کر طرابلس چلا گیا اور ہر طرف سے فرنگیوں کو مدد کے لئے اکٹھا کیا اور انھیں لے کر ترکمان فوج کے مقابلے کے لئے گیا اور ان سے جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کو شکست ہونے لگی تو وہ ارمینیہ کی طرف بھاگ گئے۔ چونکہ ترکمان فوج ان کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی، اس لئے وہ واپس آ گئے۔

بانیاس کی فتح دمشق کا حاکم بوری بن طغرکین ۵۲۶ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند شمس الملوک اسماعیل حاکم ہوا۔ فرنگیوں نے اسے کمزور سمجھتے ہوئے صلح نامہ کی خلاف ورزی کا ارادہ کیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ بعض مسلمان سوداگر سروب پہنچے تو فرنگیوں نے ان کا مال چھین لیا۔ شمس الملوک نے اُنھیں لکھا کہ وہ اُن کا مال واپس کر دیں۔ مگر اُنھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے شمس الملوک تیار ہو کر ماہ صفر ۵۲۷ھ میں بانیاس کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کی فصیل میں نقب لگا کر اسے فتح کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کا صفایا کیا۔ ان کی شکست خوردہ فوج قلعہ میں محصور ہو گئی اور دو دن کے بعد اس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ دوسرے علاقوں کے فرنگی مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے تھے مگر جب انھیں بانیاس کے فتح ہونے کی خبر ملی تو وہ واپس آ گئے۔

شمس الملوک کے مجاہدانہ کارنامے پھر حاکم دمشق شمس الملوک اسماعیل شقیف

(بیروت) کی طرف فوج لے کر پہنچا۔ یہ بیروت و صیدا کے سامنے ایک پہاڑ میں واقع تھا۔ یہ مقام ضحاک بن جندل رئیس وادی التیم کے زیر نگیں تھا۔ وہ محفوظ مقام میں تھا۔ مسلمان اور فرنگی دونوں اس سے الگ رہتے تھے اور وہ بھی ایک کو دوسرے کے خلاف رکھ کر اپنی حفاظت کر لیتا تھا۔

شمس الملوک نے یہاں پہنچ کر اسے فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۵۲۸ھ میں رونما ہوا۔ فرنگیوں کو یہ فتح بہت شاق گذری۔ اس کے بعد وہ شمس الملوک سے ڈرنے لگے۔ وہ شہر حوران پہنچے۔ اور اس کے چاروں طرف تباہی مچادی۔ شمس الملوک اپنی فوج کے کچھ حصے کو لے کر فرنگیوں کے مقابلہ کے لیے گیا۔ اس نے طبریہ، ناصرہ اور عکا کا رخ کیا تو اس کے گرد و نواح میں فرنگیوں کا صفایا کر دیا۔ جب فرنگی حکام کو یہ خبر ملی تو وہ اپنے شہروں کی طرف بھاگ گئے۔ انھیں ان مقامات کی تباہی اور ویرانی بہت ناگوار معلوم ہوئی اس لیے انھوں نے شمس الملوک سے خط و کتابت کر کے جنگ بندی کے معاہدہ کی تجدید کے لئے کوشش کی۔ چنانچہ اس نے از سر نو جنگ بندی کا معاہدہ کر لیا۔

صابیوں کے افریقیا پر حملے

جزیرہ جربہ افریقیہ کی عملداری میں تھا یہ طرابلس اور قابس کے درمیان واقع تھا۔ اس میں بربری قبائل آباد تھے۔ جو اس وقت سے اس جزیرہ میں حکومت کرتے تھے جبکہ ہلالی قبیلہ کے عرب افریقیہ میں داخل ہوئے تھے اور انھوں نے وہاں سے صنہاجہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا۔

اسی زمانے میں رومہ (اٹلی) میں اور شمالی علاقوں میں فرنگیوں کی سلطنتیں طاقتور ہونے لگی تھیں اور انھوں نے مسلمانوں کے ممالک کی طرف دست درازی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ فرنگیوں کا ایک بادشاہ بردویل اپنے ساتھ بڑے بڑے افسروں اور عیسائی پادریوں کی ایک جماعت اور فوج کو لے کر شام پہنچا اور وہاں کے شہروں اور قلعوں کو فتح کر لیا۔

راجر کے عزائم

اس قسم کے فرنگی بادشاہوں میں سے راجر بن تیعر تھا۔ جس کا پایۂ تخت شہر میلکو تھا جو جزیرہ سسلی کے سامنے تھا جب وہاں مسلمانوں کی حکومت کو زوال آ گیا اور بنو ابو الحسین الکلبی کی سلطنت کا سسلی سے خاتمہ ہو گیا تو اس فرنگی بادشاہ راجر نے مسلمانوں کے جزیرہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا

جزیرۂ سسلی پر قبضہ

جزیرہ سسلی (صقلیہ) کے بعض علاقوں پر جو لوگ قابض

ہو گئے تھے۔ انھوں نے راجر کو اس علاقے کے فتح کرنے پر اکسایا۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کی خانہ جنگی میں ایک کو دوسرے کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بحری بیڑے میں اپنے فوجی بھیجے۔ پھر اس نے مسلمانوں کے قبضے سے ایک ایک قلعہ کر کے نکالنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آخری علاقے جو اس نے وہاں کے ایک باغی عبداللہ بن الحواس کے قبضہ سے چھینے تھے وہ طرابنہ اور مازرعہ ہیں۔ اس نے بذریعہ مصالحت یہ دونوں علاقے ۴۶۴ھ میں حاصل کر لئے تھے۔ اس کے بعد وہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ گیا۔

شاہ روجر ثانی

پھر شاہ روجر ۴۹۴ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند روجر دوم تخت نشین ہوا۔ وہ عرصۂ دراز تک حکومت کرتا رہا اور اس کی سلطنت وسیع ہو گئی۔ اس کی حکومت اس زمانے میں قائم ہوئی جبکہ فرنگیوں کا اثر و اقتدار شام میں قائم ہو گیا تھا اور وہ اندرون ملک گھس گئے تھے اور جہاں موقع پاتے تھے مسلمانوں کے شہروں کو فتح کر لیتے تھے۔

روجر ثانی کے حملے

اس زمانے میں روجر ثانی افریقیہ کے ساحل پر حملے کر رہا تھا چنانچہ اس نے جزیرہ سسلی (صقلیہ) سے ۵۵۳ھ میں افریقیہ کے جزیرہ جربہ کی طرف ایک بحری بیڑا بھیجا۔ اس وقت صنہاجی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کی فرنگی فوجوں نے اس جزیرہ کا محاصرہ کر لیا۔ پھر شدید جنگ ہوئی۔ پھر وہ زبردستی جزیرہ میں گھس گئے، وہاں فرنگیوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور مسلمانوں کو قیدی بنا لیا۔ باقی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور فرنگیوں نے باج گزار بنا کر انھیں وہاں برقرار رکھا اور خود ان پر حکومت کرنے لگے۔

فرنگی قلعوں کی تسخیر

۵۳۱ھ میں حاکم دمشق شمس الملوک اسماعیل نے امیر خرداش کے زیر قیادت مسلمان فوجیں طرابلس الشام کی طرف بھیجیں۔ اس کے ساتھ ترکمانی فوج اور رضاکار تھے۔ طرابلس کا فرنگی حاکم مقابلہ کے لئے آیا۔ مسلمانوں نے جنگ کر کے اسے شکست دی اور اس کی فوجوں کا صفایا کر دیا اور اسے طرابلس میں محصور کر دیا۔ مسلمانوں نے اس کے بیرونی علاقے کو تباہ کر دیا اور اس کے قلعوں میں سے وادی ابن الاحمر کے قلعہ کو فتح کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کو قتل کیا۔

صلیبیوں کو عسقلان میں شکست

پھر ۵۳۵ھ میں فرنگی فوجیں عسقلان گئیں۔

اور اس کے گرد و نواح کے علاقے کو تباہ کر دیا۔ وہاں سے مصری فوجیں نکل کر حملہ آور ہوئیں، اُنھوں نے فرنگیوں کو شکست دی اور ان پر غالب آئیں اور وہ شکست کھا کر واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا لیا۔

طرابلس الغرب میں صلیبی جنگ

جب افریقیہ میں صنہاجہ کی سلطنت کا زوال ہوا اور طرابلس الغرب سے ان کا اقتدار جاتا رہا، تو یہاں کے باشندے خود مختار ہو گئے تھے۔ خاندان بنو بادیس کا آخری بادشاہ حسن بن علی بن یحییٰ مہدیہ میں حکمران تھا۔ مگر طرابلس الغرب میں ابو یحییٰ بن مطروح خود مختار حاکم ہو گیا تھا، اور یہاں کے لوگوں نے حسن بن علی اور خاندان بنو بادیس کی ماتحتی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جبکہ فرنگی چاروں طرف اقتدار حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ شاہ روجر نے اسے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے بحری بیڑا بھیجا اور ۵۳۷ھ کے آخر میں وہاں جنگ کی اور اس کی فصیل میں نقب لگائی۔

صلیب پرستوں کو شکست

یہاں کے باشندوں نے عربوں سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ عربوں نے انھیں فوجی کمک پہنچائی اور وہ فرنگیوں کے مقابلے کے لئے پہنچے۔ اُنھوں نے فرنگیوں کو شکست دی، اور ان کے ہتھیاروں اور مویشیوں کو لوٹ لیا۔

دیگر افریقی مقام پر حملے

فرنگی فوجیں جزیرہ سسلی (صقلیہ) واپس آ گئیں۔ پھر وہ مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور بجایہ کے ساحلی مقام جیجیل پر حملہ کیا۔ یہاں کے باشندے پہاڑ کی طرف بھاگ گئے۔ اُنھوں نے اس مقام میں گھس کر اسے لوٹ لیا اور اس محل کو تباہ کر دیا جسے یحییٰ بن العزیز بن حماد نے تعمیر کرایا تھا اور اس کا نام النزہۃ رکھا تھا۔ پھر وہ اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے۔

دوبارہ جنگ

راجر نے دوبارہ ۵۴۱ھ میں ایک بحری بیڑا بھیجا جو طرابلس الغرب پر لنگر انداز ہو گیا اور ان کے جنگجو سپاہی وہیں مقیم ہو گئے۔ اُنھوں نے بری اور بحری دونوں راستوں سے اس کا محاصرہ کر لیا اور تین دن تک جنگ کرتے رہے۔

خانہ جنگی کے بُرے نتائج

(یہ حقیقت عبرتناک ہے کہ) شہر والے فرنگیوں کی

آمد سے پہلے باہمی اختلاف میں مشغول تھے۔ انھوں نے بنو مطروح کو نکال دیا تھا اور امرائے غنتونہ میں سے ایک ایسے شخص کو اپنا حاکم بنا لیا تھا جو اپنی قوم کے ساتھ حج کرنے کے لئے نکلا تھا۔ انھوں نے اُسے اپنا حاکم تسلیم کیا تھا۔

چنانچہ جب شہر والے فرنگیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں مشغول تھے تو اس وقت بنو مطروح کے حامیوں نے موقع غنیمت سمجھا اور انھوں نے اسے اور اس کی فوج کو شہر میں داخل کرا دیا۔ یوں شہر کے اندر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

طرابلس پر فرنگی قبضہ

جب فرنگی فوجوں کو اس خانہ جنگی کا علم ہوا تو انھوں نے بعجلت تمام فصیلوں پر سیڑھیاں لگوا دیں اور ان کے ذریعے فصیلوں پر چڑھ کر وہ شہر میں گھس گئے اور اسے فتح کر لیا اور خوب لوٹ مار کی اور شہریوں کو قیدی بنا لیا۔ بہت سے باشندے عرب اور بربر کی بستیوں کی طرف بھاگ گئے۔

طرابلس کی آباد کاری

جب فرنگیوں نے قتل عام بند کیا اور عام معافی کا اعلان کیا تو مسلمان شہر واپس آئے اور فرنگیوں کو خراج دینا منظور کیا۔ مسلمانوں نے چھ مہینے کے اندر فصیلوں اور شکستہ مقامات کی مرمت کر لی اور ابن مطروح کو اپنا حاکم بنا لیا اور اسے اطاعت کیلئے کا پابند بنا لیا۔ پھر صقلیہ (سسلی) میں اعلان کیا گیا کہ جو طرابلس جانا چاہے، چلا جائے۔ چنانچہ وہاں لوگ آ گئے اور اس کی آبادی اچھی ہو گئی۔

افریقا کی اسلامی سلطنت کا زوال

جب صنہاجیہ سلطنت کا نظام بگڑا تو قابس کے شہر پر بھی کچھ لوگوں نے قبضہ کر لیا اور دوسرے علاقے بھی خود مختار ہو گئے۔ انہی خود مختار امراء میں سے ابن کامل بن جامع بھی تھا جو قبیلۂ ہلال کی ایک شاخ قبیلۂ رباح سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ وہ قبیلہ تھا جسے مصر میں فاطمی حکومت کے خلیفہ المستنصر کے وزیر جرجرائی نے معز بن بادیس اور اس کی قوم کے خلاف بھیجا تھا۔ انھوں نے سلطنت کو کمزور کیا اور اس کا انتظام خراب کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ علاقوں پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ اور کچھ علاقوں پر دوسرے قابض ہو گئے۔

مسلم حکام کی خانہ جنگیاں

انہی بنو دھمان کے دائرۂ عمل میں قابس کا علاقہ بھی تھا۔ یہاں کا حاکم رشید تھا۔ وہ ۵۴۲ھ میں فوت

ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے آزاد کردہ غلام یوسف نے اس کے چھوٹے بیٹے محمد بن رشید کو حاکم بنایا اور اس کے بڑے فرزند معمر کو نکال دیا اور چھوٹے بیٹے محمد کو اپنے ماتحت رکھا۔ وہ پوشیدہ طور پر زنان خانے (حرم سرائے) میں بھی آمد و رفت رکھتا تھا۔ جہاں رشید کی بیوی بھی ہوتی تھی۔

یہ لوگ حاکم مہدیہ کے پاس اس کی شکایت لے کر گئے اور مہدیہ کے حاکم حسن بن علی نے یوسف سے اس بارے میں خط و کتابت کی، مگر وہ نہیں مانا بلکہ اس نے دھمکی دی کہ وہ فرنگیوں کو قابس میں بلائے گا۔

فرنگیوں سے سازباز

اس لئے حاکم مہدیہ نے اس کے خلاف فوجیں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ ادھر یوسف نے طرابلس الغرب کے فرنگی حاکم کو اپنی اطاعت کا پیغام پہنچایا اور یہ درخواست کی کہ وہ اسے قابس کا اسی طرح حاکم بنادے جس طرح اس نے ابن مطروح کو طرابلس الغرب کا حاکم بنایا ہے۔

یوسف کی ہلاکت

قابس شہر کے باشندوں کو فرنگی حکام سے اس کی سازباز کا علم ہو گیا تھا۔ لہٰذا جب حسن بن علی کی فوجیں وہاں پہنچیں تو اہلِ شہر نے ان فوجوں کے ساتھ مل کر اس کے خلاف اعلانِ بغاوت کر دیا۔ ایسی حالت میں یوسف محل میں قلعہ بند ہو گیا۔ مگر اہلِ شہر نے محل پر بھی زبردستی قبضہ کر لیا اور یوسف کو گرفتار کر کے رشید کے بڑے بیٹے معمر کو قابس کا حاکم بنا دیا جو اپنے چھوٹے بھائی محمد کی جگہ پر حاکم مقرر ہوا تھا۔

یوسف کو مختلف انواع و اقسام کی تکالیف دی گئیں۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا یوسف کا بھائی عیسیٰ اور اس کا فرزند صقلیہ (سسلی) کے بادشاہ راجر کے پاس پہنچ گئے اور اس کی پناہ میں آگئے۔

افریقا میں قحط سالی

ادھر افریقیہ میں ۵۳۷ھ میں سخت گرانی ہو گئی تھی، اور وہاں کے اکثر باشندے صقلیہ (سسلی) چلے گئے تھے لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگ گئے تھے۔ موت کے حادثات کی کثرت ہو گئی تھی۔ ایسی حالت میں راجر نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔

دشمن کے بحری بیڑے کی روانگی

اس نے اس معاہدۂ صلح کو توڑ دیا جو اس کے

اور حاکم مہدیہ حسن بن علی کے درمیان کئی سالوں سے نافذ تھا۔ لہذا اس نے اپنے بحری بیڑے کو ڈھائی سو کشتیوں سے تیار کیا اور انھیں جنگ جو سپاہیوں اور ہتھیاروں سے مسلح کیا۔ اس بحری بیڑا کا افسر جرجی بن میخائیل تھا جو عیسائی ہو گیا تھا اور جس کا حال ہم متھاجہ اور موحدین کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

اس نے قومرہ کا قصد کیا۔ وہاں اس نے مہدیہ کی ایک کشتی دیکھی، اس نے اُسے لوٹ لیا۔ اس نے وہاں ڈاک کا کبوتر دیکھا تو اس نے اس کے بازوؤں پر اس خبر کا پرچہ باندھ کر مہدیہ بھجوایا کہ "فرنگیوں کا بحری بیڑا قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر بندرگاہ کے قریب ۸ر صفر ۵۴۳ھ کو پہنچے گا۔"

بحری بیڑا کی ناکامی
مگر اللہ تعالیٰ نے ایسی ہوا چلائی کہ وہ بندرگاہ میں داخل نہیں ہو سکا۔ یوں اس کا مقصد نہیں پورا ہو سکا۔ اس لیے اس نے حسن بن علی حاکم مہدیہ کو یہ لکھ بھیجا کہ وہ صلح کے معاہدے پر قائم ہے۔ وہ محض اس لئے آیا تھا کہ وہ محمد بن رشید کے انتقام کا مطالبہ کرے اور اسے اس کا شہر قابس واپس کرے۔

حسن بن علی کا فرار
یہ پیغام پڑھ کر حسن بن علی نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا۔ لوگوں نے جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ مگر اس نے جنگ سے گریز کیا اور خوراک کی کمی کا عذر پیش کیا۔ اس کے بعد وہ قابلِ نقل ہلکے سامان کو لے کر شہر سے کوچ کر گیا۔ دوسرے باشندے بھی اپنے اہل و عیال اور ہلکے ساز و سامان کو لے کر چلے گئے۔ مگر بہت سے مسلمان گرجوں میں چھپ گئے۔

فتح مہدیہ
اس کے بعد ہوا فرنگیوں کے بحری بیڑہ کے لیے موافق ثابت ہوئی اور وہ بندرگاہ پہنچ گئے۔ وہ کسی مقابلہ کے بغیر شہر میں داخل ہو گئے۔ بحری بیڑا کا افسر جرجی شاہی محل میں داخل ہوا۔ تو وہ اسی حالت میں عمدہ اور نفیس سامان سے بھرا ہوا تھا۔ اس میں ایسی نایاب اشیاء تھیں جو کہیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس نے ان باشندوں کو جو چلے گئے تھے پناہ دینے کا اعلان کیا۔ چنانچہ جب لوگ واپس آ گئے تو اس نے ان پر جزیہ مقرر کیا۔

حسن بن علی کا فرار
حاکم مہدیہ حسن بن علی اپنے اہل و عیال اور فرزند کو لے کر معلقہ

کے مقام پر پہنچا۔ وہاں محرز بن زیاد حاکم تھا جو قبیلۂ ہلالیوں کے امراء میں سے تھا راستے میں اسے اسی قبیلہ کا حاکم حسن بن ثعلب ملا۔ جب وہ محرز بن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے اس کا زبردست استقبال کیا اور اس کی آمد پر اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کیونکہ وہ اسے عربوں پر ترجیح دیتا تھا اور اس کی قدر و منزلت کرتا تھا۔

بجایہ میں قیام

حسن بن علی محرز بن زیاد کے پاس ایک مہینہ تک رہا۔ پھر اس نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر جرجی (فرنگی امیر البحر) نے بحری بیڑہ کے ذریعے اس کا راستہ روک رکھا تھا۔ اس لئے اس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا اور مغرب کے خاندان موحدین کے بادشاہ عبدالمومن کے پاس جانے کا قصد کیا۔ راستے میں اس کا چچازاد بھائی یحییٰ بن عبدالعزیز بجایہ میں تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے تینوں بیٹوں یحییٰ، تمیم اور علی کو بھیجا اور وہاں آنے کی اجازت طلب کی۔ اس نے اجازت دے دی اور ایک ایسے شخص کو بھیجا جو اسے جزائر بنی مزغنہ پہنچا دے۔ اس نے اس کی اور اس کی اولاد کی کفالت کی تاآنکہ عبدالمومن نے ۵۴۷ھ میں بجایہ کو فتح کر لیا۔

شمالی افریقہ میں مزید فرنگی فتوحات

پھر جرجی نے ایک دوسرا بحری بیڑہ تیار کر کے صفاقس بھیجا۔ اہل عرب ان کی مدد کے لئے آئے۔ جب وہ جنگ کے لئے بالکل تیار ہوئے تو فرنگی تھوڑی دور پیچھے ہٹ گئے۔ پھر آگے بڑھ کر انہیں شکست دے دی اور اہل عرب بھی وہاں سے چلے گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں نے شہر کو فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۳؍صفر کو ہوا۔ داخل ہو کر انھوں نے قتل عام کیا۔ پھر شہر والوں کو پناہ دیدی۔ ان کے قیدیوں سے زر فدیہ وصول کیا اور ان پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کیا۔ سوسہ کے باشندوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔ پھر سسلی کے بادشاہ روجر نے افریقیہ کے ساحل کے باشندوں کے لئے امن و امان کا اعلان کیا اور ان کے ساتھ مختلف وعدے کئے گئے۔

صلیبیوں کی شکست

پھر جرجی (فرنگی امیر البحر) تونس کے ساحلی مقام اقلیبیہ تک پہنچ گیا۔ وہاں بھی اہل عرب کی فوج اکٹھی ہو گئی تھی۔ انھوں نے فرنگیوں سے جنگ کر کے انھیں شکست دی، اور وہ ناکام ہو کر مہدیہ واپس آ گئے۔

صلیب پرستوں کے باہمی اختلافات

اس کے بعد سسلی کے بادشاہ روجر اور قسطنطنیہ میں روم کے بادشاہ کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ جس کی وجہ سے روجر، افریقیہ میں (اپنی جنگی مہم) جاری نہیں رکھ سکا۔ اس فتنہ و فساد کا بانی مہدیہ کا حاکم جورجی بن میخائیل تھا۔ وہ ۵۴۶ھ میں مر گیا۔ اس کے بعد یہ فتنہ و فساد دب گیا اور اس کے بعد روجر کا کوئی مخالف نہیں رہا۔

روجر ثانی کی موت

پھر روجر ثانی نے ۵۴۸ھ میں بونہ شہر کی طرف ایک بحری بیڑا بھیجا۔ جس کا افسر فتات المہدوی تھا۔ اس نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس سلسلے میں عربوں سے بھی مدد لی۔ چنانچہ یہ شہر مفتوح ہوگیا۔ اس کے بعد وہاں اس نے قتل عام کیا۔ مگر علماء اور مذہبی پیشواؤں کو چھوڑ دیا۔ اس لئے وہ اپنے اہل و عیال اور مال و دولت لے کر دیہاتوں میں چلے گئے۔ وہاں وہ دس دن تک رہا۔ پھر وہ مہدیہ ہوتے ہوئے سسلی واپس آ گیا۔

روجر ثانی نے بونہ میں مسلمانوں کے ساتھ امیر البحر کی نرمی کو ناپسند کیا۔ اس لئے اس نے اس کو قید کر دیا۔ پھر اس نے اس پر خلاف مذہب الزامات بھی لگائے۔ چنانچہ بڑے بڑے عیسائی پادریوں نے جمع ہو کر اسے زندہ جلا دیا۔

اس سال کے آخر میں روجر ثانی بیس سال تک حکومت کرنے کے بعد فوت ہوگیا تو اس کے بجائے اس کا فرزند ولیم (غلیالم) تخت نشین ہوا۔ وہ بذات خود نیک خصلت تھا مگر اس نے اپنا وزیر مائق المیرتیانی کو بنایا۔ اس کا انتظام بہت خراب تھا۔ اس لیے سسلی کے قلعہ والوں اور قلوریہ کے باشندوں نے اس کی مخالفت کی اور ان کے امراء نے افریقی باشندوں پر زیادتیاں کیں۔

صلیبیوں کی فتح عسقلان

عسقلان کا شہر فاطمی حاکم ظافر العلوی کے ماتحت تھا فرنگی فوجیں بار بار اس کا محاصرہ کرتی تھیں۔ مصر کے وزراء اس شہر کی مدافعت، مال، فوجوں اور ہتھیاروں کے ذریعے کرتے تھے۔ کیونکہ وزراء کا فاطمی خلفاء پر قبضہ تھا۔

جب ۵۴۸ھ میں ابن السلار مارا گیا تو مصر کی سیاسی حالت ابتر ہوگئی۔ یہاں تک کہ عباس وزیر مقرر ہوا۔ اس ابتری کی حالت میں فرنگی فوجیں شام کے علاقے سے روانہ

ہوئیں اور انھوں نے عسقلان کا محاصرہ کر لیا مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ پھر شہر والوں میں اندرونی اختلافات ہونے لگے یہاں تک کہ خانہ جنگی تک نوبت پہنچ گئی۔ لہٰذا فرنگیوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور انھوں نے شہر کو فتح کر لیا اور اس کے بعد وہاں لوٹ مار کی۔

سسلی کی سلطنت کا زوال

روجر ثانی کے مرنے کے بعد اس کا فرزند ولیم (غلیالم) سسلی کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ مگر اس کے وزیر کا انتظام درست نہیں تھا۔ اس لئے لوگوں میں اختلاف برپا ہو گیا۔ اس اختلاف کی خبر افریقیا کے ان مسلمانوں کو بھی ہو گئی جو ان کے محکوم تھے۔

روجر نے شہر صفاقس کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں پر انہی کے ایک شخص ابوالحسین الفریانی کو حاکم بنا دیا تھا۔ وہ بڑا عالم اور دیندار تھا۔ جب وہ حکومت نہیں کر سکا تو اس نے اپنے بیٹے عمر کو حاکم بنانا چاہا تو روجر نے اسے حاکم بنا دیا اور ابوالحسین کو سسلی بلوا کر یرغمال کے طور پر رکھ لیا۔ ابوالحسین نے اپنے فرزند عمر کو یہ ہدایت کی تھی:

"اے میرے پیارے فرزند! میں عمر رسیدہ ہوں اور میری موت قریب ہے۔ اِس لئے جب تمھیں موقع ملے تو تم مسلمانوں کو دشمن کے قبضے سے چھڑا لو، اور میرے بارے میں کوئی اندیشہ نہ کرو۔"

اسلامی شہروں کی آزادی

چنانچہ جب موجودہ بادشاہِ سسلی کے نظامِ حکومت میں خلل آ گیا تو عمر نے صفاقس کے باشندوں کو بلوا کر انھیں فرنگی حکام سے بغاوت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ باغی ہو گئے اور انھوں نے ۵۵۱ھ میں فرنگیوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ابویحییٰ بن مطروح طرابلس میں اور محمد بن رشید قابس میں واپس آ گئے (اور وہاں حکومت کرنے لگے)۔

(مغرب کے بادشاہ) عبدالمومن کا لشکر بونہ پہنچا اور اسے فتح کر لیا۔ اس طرح مہدیہ اور سوسہ کے علاوہ افریقیا سے فرنگی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

اہلِ زویلہ کو پیغامِ آزادی

عمر الفریانی نے اہلِ زویلہ کو جو مہدیہ کے قریب رہتے تھے۔ یہ پیغام دیا کہ وہ ان فرنگیوں پر حملہ کر دیں جو ان کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ان فرنگیوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے

آس پاس کے لوگوں نے بھی ان کی مدد کی۔ اُنھوں نے مہدیہ کے فرنگیوں کے ساتھ بھی جنگ کی اور اُن کی خوراک کی رسد منقطع کر دی۔

ابوالحسین کی شہادت

سسلی کے بادشاہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے عمر الفریانی کو صفاقس پیغام بھیجا اور اس کے باپ کے انجام سے ڈرایا۔ مگر عمر نے اس کے قاصد کے سامنے ایک نقلی جنازہ دکھا کر یہ کہا کہ "میں نے اُسے دفن کر دیا ہے۔"

جب وہ قاصد یہ پیغام لے کر فرنگی بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس نے ابوالحسین کو سُولی پر چڑھا دیا اور وہ بیچارا شہید ہو گیا۔

اہل زویلہ کا قتل عام

صفاقس کے باشندے اور اہل عرب زویلہ کے مقام پر پہنچے اور وہاں کے باشندوں کے ساتھ مل کر مہدیہ کا محاصرہ کر لیا۔ سسلی کے بادشاہ نے مہدیہ والوں کو خوراک اور اسلحہ فراہم کئے اور اہل عرب کو مال و دولت دینی چاہی۔ تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ پھر وہ جنگ کے لئے نکلے تو اہل عرب کو شکست ہوئی۔ ایسی حالت میں اہل صفاقس بھی بحری راستے سے اپنے شہر چلے گئے۔ مگر فرنگیوں نے ان کا تعاقب کیا اور انھیں زویلہ کے قریب پکڑ کر قتل کیا۔ پھر وہ زویلہ کے شہر میں بھی گھس گئے اور وہاں جو موجود تھے، اُن کا قتل عام کیا۔

سلطان عبدالمومن کا جہاد

اہل زویلہ کے ساتھ فرنگیوں نے جو وحشیانہ سلوک کیا تھا اس کے بارے میں وہ فریاد کرنے کے لئے مغرب کے بادشاہ عبدالمومن کے پاس پہنچے اور امداد کے لئے درخواست کی۔ بادشاہ نے اُن کی فریاد رسی کی اور ان کی امداد کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ لوگ اس کی مہمان نوازی اور لطف و کرم سے مستفید ہوتے رہے۔ پھر اس نے فوج کشی کی تیاری کی اور اپنے حکام کو ہدایت کی کہ وہ پیداوار وصول کریں اور ترقی زراعت کے لئے کنویں کھودیں۔

فتح تونس

پھر وہ ماہ صفر ۵۵۴ھ کو ایک لاکھ فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کی اگلی فوج مہدیہ کے حاکم حسن بن علی کی زیر قیادت تھی۔ اس فوج نے تونس کا اسی سال کے درمیانی عرصہ میں محاصرہ کر لیا، وہاں باقی ماندہ صنہاجہ کی سلطنت کا ایک

حاکم احمد بن خراسان حکومت کرتا تھا۔ شاہ عبدالمومن کے بحری بیڑہ نے اس کا سمندر کی طرف سے بھی محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد شہر کے دس معزز افراد سیڑھیوں کے ذریعے شہر پناہ سے اُترے اور اُنھوں نے نہ صرف اپنے لئے بلکہ تمام اہلِ شہر کے لئے پناہ کی درخواست کی۔ لہٰذا بادشاہ نے شہر والوں کو اس شرط پر پناہ دی کہ وہ اپنے مال میں انھیں بھی شریک کریں گے اور حاکم شہر احمد بن خراسان کو اس کے حوالے کریں گے۔

مہدیہ کا محاصرہ

جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو بادشاہ اپنی فوج کو لے کر مہدیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا بحری بیڑہ سمندر میں اس کے آگے تھا وہاں یہ فوج اسی سال کے ماہ رجب کی پندرہ تاریخ کو پہنچ گئی۔ وہاں فرنگیوں کے شہزادے اور سپہ سالار تھے۔ فرنگیوں نے مہدیہ سے تھوڑے فاصلے پر زدیلہ کے مقام کو ویران کر دیا تھا۔ لہٰذا شاہ عبدالمومن نے اسی وقت اسے آباد کر دیا اور مہدیہ کا بیرونی میدان اس کی فوج سے بھر گیا۔ اس نے چند دنوں تک شہر کا محاصرہ کیا۔ چونکہ خشکی کے راستے سے میدان جنگ بہت تنگ تھا اور سمندر اسے گھیرے ہوئے تھا۔ اس لئے یہ شہر سمندر میں ایسے ہاتھ کی مانند تھا جس کا بازو خشک زمین میں ہو۔ بہرحال بادشاہ کے بحری بیڑہ نے سمندر میں اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔

شاہ عبدالمومن بذاتِ خود، حسن بن علی کے ساتھ بحری بیڑہ میں سوار ہو کر سمندر میں چاروں طرف شہر کا معائنہ کرتا رہا تو معلوم ہوا کہ وہ شہر بحری راستے سے بہت محفوظ ہے اس لئے اس نے محاصرہ کو طول دے دیا اور خوراک کی رسد جمع کر لی۔

افریقی حکام کی اطاعت

اہلِ صفاقس، طرابلس اور جبال نفوسہ کے باشندوں نے اس کی اطاعت قبول کرنے کے پیغام بھیجے۔ تاہم اس نے قابس کی طرف ایک لشکر بھیج کر اسے فتح کر لیا۔ اس نے اپنے فرزند عبداللہ کو آس پاس کے علاقوں میں فوج دے کر بھیجا۔ چنانچہ اس نے وہاں بہت سے شہر فتح کر لئے۔

پھر بادشاہ کے پاس قفصہ کا حاکم یحییٰ بن تمیم اپنے معزز اراکین سلطنت کے ساتھ آیا اور اپنی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس پر شاہ عبدالمومن نے انعام کے طور پر اسے ایک ہزار دینار دیئے۔

بحری جنگ

جب ماہ شعبان کا آخری دن ہوا تو سسلی (صقلیہ) سے ڈیڑھ سو

کشتیوں کا ایک مسلح بحری بیڑہ وہاں ایک جزیرہ میں پہنچا اور اسے تباہ کر دیا۔ اس کے بعد حاکمِ صقلیہ نے پیغام بھیجا کہ اس کا بحری بیڑہ مہدیہ کا قصد کر رہا ہے۔ جب وہ بندرگاہ کے قریب پہنچا تو شاہ عبدالمومن کے بحری بیڑوں نے اس وقت حملہ کیا جب کہ اس کی توجہ خشکی پر موجود تھی۔

سلطان کی دعا کا اثر

یہ حالت دیکھ کر شاہ عبدالمومن سجدہ میں گر پڑا اور اپنے چہرہ کو خاک آلود کر کے خدا سے (فتح و نصرت کی) دعا مانگنے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی بحری بیڑہ کو شکست ہوئی اور وہ واپس چلے گئے یہ مسلمانوں کا بحری بیڑا فتح مند رہا۔ اس کے بعد مہدیہ کے باشندے فوجی امداد سے مایوس ہو گئے تاہم وہ سال کے آخر تک اس محاصرہ کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ جب وہ اس محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تو انھوں نے شاہ عبدالمومن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے شاہ موصوف نے فرنگیوں کو مسلمان ہونے کی دعوت دی۔

صلیب پرستوں کی واپسی

مگر انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تاہم زبانی طور پر وہ اطاعت کا اقرار کرتے رہے آخر کار شاہ موصوف نے انھیں پناہ دی اور (وہاں سے چلے جانے کے لئے) انھیں کشتیاں دیں اور وہ ان کشتیوں میں سوار ہو گئے۔ مگر چونکہ ان دنوں موسم سرما تھا اس لئے سمندر میں طوفان آ گیا اور وہ فرنگی ڈوب گئے اور بہت کم لوگ بچ سکے۔

فتح مہدیہ

آخر کار شاہ عبدالمومن ماہ محرم ۵۵۵ھ کو مہدیہ میں داخل ہو گیا۔ اس طرح فرنگیوں کی وہاں بارہ سال کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

شاہ موصوف وہاں بیس دن رہا۔ اس نے شہر کے حالات کو درست کیا اور وہاں فوج کے محافظ دستے متعین کئے اور ان لوگوں نے بکثرت سامان خوراک مہیا کیا اور اپنے ایک ساتھی کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے ساتھ (سابق حاکم) حسن بن علی کو بھی رکھا۔ اور اس کے اور اس کی اولاد کے لئے جاگیریں مقرر کیں اور اپنے حاکم کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کے مشورہ اور رائے کے مطابق کام کیا کرے۔

شیرکوہ کا حملہ مصر

سلطان نورالدین العادل نے ۵۵۹ھ میں سلطان صلاح الدین کے چچا اسد الدین شیرکوہ بن شادی کو فوج دے کر بھیجا تا کہ

وہ فاطمی خلیفہ مصر العاضد کے وزیر شاور کی مدد کرے، جو اپنے حریف ضرغام کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ سلطان نور الدین خود بھی دمشق سے اپنی فوجیں لے کر فرنگیوں کے علاقے کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ انہیں اسد الدین شیر کوہ کے خلاف جنگ کرنے سے روکے۔ جب اسد الدین شیر کوہ مصر پہنچا تو ضرغام کا بھائی ناصر الدین مصری فوجیں لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ اسد الدین شیر کوہ نے اسے تینس کے مقام پر شکست دی اور پھر اس کا قاہرہ تک تعاقب کیا۔ پھر اس نے اس سال کے درمیانی زمانے میں قاہرہ پہنچ کر شاور کو مصر کا وزیر بنا دیا۔

وزیر مصر کی غداری

مگر شاور نے جلد ہی معاہدہ کی خلاف ورزی کی کیونکہ وہ اسد الدین شیر کوہ سے خائف تھا۔ اس لئے اس نے پوشیدہ طور پر فرنگیوں کو اس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلوایا اور انہیں بہت مال و دولت کا لالچ دلوایا۔ لہٰذا وہ فرنگی، مصری علاقوں کو فتح کرنے کا ارادہ کرنے لگے۔

بیت المقدس کا فرنگی بادشاہ، فرنگی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کی فوجیں بھی شامل ہو گئیں اور وہ سب اسد الدین شیر کوہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو گئیں۔ اور بلبیس کے مقام پر انہوں نے شیر کوہ کا محاصرہ کر لیا اور تین دن تک محاصرہ کرتے رہے مگر کامیاب نہیں ہو سکے۔

صلح کی درخواست

پھر انہیں یہ اطلاع ملی کہ نور الدین العادل نے ان کے ساتھی فرنگیوں کو خارم کے مقام پر شکست دے کر اسے فتح کر لیا ہے اور اس کے بعد وہ بانیاس روانہ ہو گیا ہے۔ اس خبر کو سن کر ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور انہوں نے اسد الدین شیر کوہ سے مصالحت کی درخواست کی۔ لہٰذا وہ بھی بلبیس سے شام کی طرف روانہ ہو گیا (اور ان سے صلح کر لی)۔

دوبارہ حملہ

سلطان اسد الدین شیر کوہ، دوبارہ ۵۶۲ھ میں مصر آیا۔ اس نے دریائے نیل کو اطفیح کے مقام سے عبور کیا اور جزیرہ میں اُتر گیا۔ یہ خبر سن کر وزیر مصر شاور نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی تو وہ اپنی فوجیں لے کر اس طرف روانہ ہو گئے اور اس وقت اسد الدین شیر کوہ بالائی مصر تک پہنچ گیا تھا۔

اس لئے مصری اور فرنگی فوجیں اس کے تعاقب میں روانہ ہوئیں اور اُسے جا پکڑا۔

شیرکوہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ وہ سب جنگ کرنے پر متفق تھے۔ جب مصری اور فرنگی فوجیں وہاں پہنچیں تو وہ صف بندی کر رہا تھا۔

شیرکوہ کی کامیاب جنگی چال

لہٰذا اس نے فوج کے قلب (مرکزی حصہ) میں فرنگی فوجوں کے حملہ کے اندیشہ سے اپنا قائم مقام راشد کو بنایا اور خود اپنے معتبر اور دلیر ساتھیوں کے ساتھ میمنہ (دائیں طرف کی فوج) میں شامل ہو گیا۔

فرنگیوں نے اس کے قلب (مرکزی حصہ کی فوج) پر حملہ کیا اور اس حصۂ فوج کو شکست دے کر اس کا تعاقب کیا۔ (اسد الدین شیرکوہ نے یہ چال چلی کہ) اس نے فرنگیوں کی مخالفت میں ان کی فوج کے پچھلے حصہ پر جسے وہ چھوڑ گئے تھے حملہ کر کے اسے پسپا کر دیا اور ان کا قتل عام کیا۔ چنانچہ جب فرنگی فوج اس کے مرکزی حصے (قلب) پر حملہ کرنے کے بعد واپس آئی تو انھیں اور ان کے ساتھی، سب کو پسپا ہونا پڑا، اور وہ سب مصر واپس چلے گئے

مشروط مصالحت

اسد الدین شیرکوہ نے اسکندریہ پہنچ کر مصالحت کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھتیجے غازی صلاح الدین کو وہاں کا حاکم متعین کیا۔ جب فرنگی فوجوں نے اس کا محاصرہ کیا تو اس کا چچا شیرکوہ بالائی مصر سے فوج لے کر آ گیا۔ آخر کار فرنگیوں نے صلح کا پیغام دیا تو شیرکوہ نے مصالحت کے لئے یہ شرائط رکھیں کہ فرنگی اسے پچاس ہزار دینار (تاوان کے طور پر) دیں اور شہر میں کوئی فرنگی باشندہ نہیں رہے گا اور وہ شہر کی کسی چیز پر قبضہ نہیں کریں گے۔

فرنگیوں نے یہ شرائط قبول کر لیں اور وہ شام واپس چلے گئے۔

صلیب پرستوں کا معاہدہ

پھر اہل مصر نے اسکندریہ پر قبضہ کر لیا اور اہل مصر اور فرنگیوں کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ قاہرہ میں ان کی نگران فوج رہے گی اور اسی کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ قاہرہ کے پھاٹک کھولے یا بند کرے۔ انھوں نے یہ شرط بھی رکھی کہ مصر کے خراج میں سے فرنگیوں کو ایک لاکھ دینار سالانہ دیا جائے گا۔

یہ معاہدہ طے کرنے کے بعد فرنگی فوج شام کے ساحل پر اپنے شہروں کی طرف

واپس چلی گئی۔

مصر کا محاصرہ قاہرہ میں فرنگیوں کے جو حامی تھے، انھوں نے فرنگیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ آکر مصر پر قبضہ کر لیں۔ وہ اس سلسلے میں ان کا کام آسان کر دیں گے۔

اس زمانے میں شام کے فرنگیوں کا بادشاہ مری تھا۔ اس جیسا بہادر اور عقل مند بادشاہ ان میں سے اس سے پہلے کوئی نہیں آیا تھا۔ اس نے یہ مشورہ دیا کہ "مصر سے خراج وصول کرنا ہمارے لئے اسے فتح کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ ممکن ہے کہ وہ مجبور ہو کر نور الدین کو اپنا ملک دے دیں۔ بہر حال ہم سے پہلے اس کے بادشاہ کو ہمارے ساتھ مصالحت کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔"

مگر فرنگیوں نے اس کا یہ مشورہ تسلیم نہیں کیا۔ وہ بولے:

"مصر کو فتح کر کے ہماری طاقت بڑھ جائے گی۔"

مجبور ہو کر اس کے بادشاہ نے ان کی رائے پر عمل کیا اور وہ سب مل کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ فرنگی فوجیں ماہ صفر ۵۶۴ھ میں تنیس کے مقام پر پہنچ گئیں۔ اور اسے فتح کر کے وہاں لوٹ مار کی۔ پھر انھوں نے قاہرہ کی طرف کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

آتش زدگی مصر کے وزیر مختار شاور نے مصر کو نذرِ آتش کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم بھی دیا کہ اس کے باشندے قاہرہ منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ وہ شہر لوٹا گیا اور وہاں کے باشندوں کا مال بھی لوٹا گیا۔ یہ آگ فرنگیوں کی آمد سے دو دن پہلے لگائی گئی تھی مگر یہ دو مہینے تک بھی نہیں بجھ سکی۔

فرنگیوں سے مصالحت مصر کے فاطمی خلیفہ عاضد نے سلطان نور الدین کے پاس امداد کے لئے اپنی فریاد پہنچائی۔ تاہم جب محاصرہ سخت ہوتا گیا تو وزیر مصر شاور نے فرنگیوں کے بادشاہ کو دس لاکھ دینار پر صلح کر لینے کی تجویز پیش کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ دھمکی بھی دی کہ بصورتِ دیگر سلطان نور الدین کی فوجیں وہاں پہنچ جائیں گی۔

فرنگیوں نے اس کی یہ تجویز مان لی اور انھیں مصری حکومت کی طرف سے ایک لاکھ دینار دے دیئے گئے۔ اور بقایا رقم مال کی وصولی کے بعد دینے کا وعدہ کیا گیا مگر وہ وصول نہیں ہو سکا اس لئے فرنگی بقایا رقم کا تقاضا کرتے رہے۔

شیرکوہ کی روانگی مصر

اس درمیانی مدت میں اہل مصر نے سلطان نورالدین کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ فرنگیوں کے برخلاف ان کی فوجی امداد کرے اور وہ اسدالدین شیرکوہ کو ایک لشکر دے کر بھیجے جو مصر میں قیام کرے گا۔ اس کے بدلے میں اہلِ مصر مصر کی آمدنی کا تہائی حصہ ادا کریں گے اور اسدالدین شیرکوہ کو جاگیریں دی جائیں گی اور فوج کے اخراجات برداشت کریں گے۔

(اس پیغام کے جواب میں) سلطان نورالدین نے اسدالدین شیرکوہ کو حمص سے بلوایا جہاں اس کی جاگیریں تھیں۔ اس نے اسے حکم دیا کہ وہ مصر کی طرف فوج کشی کرے۔ سلطان نے مویشی گھوڑوں اور ہتھیاروں کے علاوہ دو لاکھ دینار مزید اخراجات کے لئے دیئے اور اسے فوج اور خزانوں کا خود مختار سپہ سالار بنایا۔ (وہ جنگی ضروریات کے لئے جو چاہے خرچ کر سکتا تھا)۔

چنانچہ شیرکوہ چھ ہزار فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس نے فوج کی تمام خامیوں کو دور کیا اور ہر فوجی سوار کے لئے بیس دینار مقرر کئے۔ اس کے ہمراہ دیگر امراء اور حکام بھی شامل تھے۔ جن میں سے اس کا آزاد کردہ غلام خردیک، عزالدین قلیج، شرف الدین بن بخش، عین الدولہ یاردنی، قطب الدین نیال بن حسان اور اس کے بھائی ایوب کا فرزند غازی صلاح الدین یوسف قابل ذکر تھے۔

شیرکوہ کا استقبال

جب اسدالدین شیرکوہ مصر کے قریب پہنچا تو (اس لشکر کی آمد کی خبر سن کر) فرنگی فوجیں وہاں سے رخصت ہوگئیں، اور اپنے شہروں کی طرف روانہ ہوگئیں۔ شیرکوہ سال کے درمیانی عرصے میں مصر میں داخل ہوگیا۔ فاطمی خلیفہ عاضد نے (اس کا اور اس کی فوجوں کا استقبال کیا اور) اسے خلعت فاخرہ عطا کیا اور اس کی فوجوں کو بہت وظائف مقرر کئے۔

شاور کا قتل

مصر کے وزیر شاور نے اس دفعہ بھی متفقہ معاہدہ کو پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا اور شیرکوہ کو گرفتار کر کے اس کی فوجوں کو فرنگیوں کے مقابلہ میں استعمال کرنے کی سازش کی مگر یہ سازش کامیاب نہیں ہوسکی۔ کیونکہ اسدالدین شیرکوہ نے اس کے بُرے ارادوں کو بھانپ لیا تھا۔ لہٰذا اس کے بھتیجے صلاح الدین اور اس کے آزاد کردہ غلام عزالدین خردیک نے اسے امام شافعیؒ کے مزار کے قریب پکڑ کر اسے قتل کر دیا۔

شیر کوہ کا انتظام سلطنت

اس کے بعد فاطمی خلیفہ عاضد نے اپنی سلطنت کا انتظام اسد الدین شیر کوہ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد فرنگی فوجیں وہاں نہیں پہنچ سکیں۔

اسد الدین شیر کوہ کی وفات کے بعد سلطان صلاح الدین نے مصر کا انتظام سلطنت سنبھالا اور یہ اسلامی ملک فرنگیوں کی یلغار سے محفوظ ہو گیا۔ جیسا کہ ہم سلطان موصوف کے حالات میں بیان کریں گے۔

شہر دمیاط کا محاصرہ

جب اسد الدین شیر کوہ نے مصر کو فتح کر لیا تو فرنگیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ شام اور ساحل شام پر ان کے مقبوضہ علاقوں پر نہ قبضہ کر لے۔ اس لئے انھوں نے اپنی قوم اور خاندان کے اُن باشندوں کو خطوط لکھے جو جزائر سسلی (صقلیہ) اور فرانس میں تھے کہ وہ مصر کو فتح کرنے میں ان کی فوجی امداد کریں۔ انھوں نے بیت المقدس سے اپنے عیسائی پادریوں اور راہبوں کو بھی ان ممالک کی طرف بھیجا تاکہ وہ اُنھیں مذہبی جوش دلا کر اُنھیں اپنی حمایت پر آمادہ کریں۔ انھوں نے ان نئے فرنگی باشندوں کو مصر کے شہر دمیاط آنے کا وعدہ لیا تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ وہ اس شہر پر قبضہ کر کے اسے تمام مصر کو فتح کرنے کا ذریعہ بنائیں گے۔ لہٰذا وہ سب کے سب شہر دمیاط کے قریب جمع ہو گئے اور سلطان صلاح الدین کے ابتدائی عہد حکومت میں اس کا محاصرہ کر لیا۔

صلیب پرستوں کا مقابلہ

سلطان صلاح الدین نے اہل شہر کی فوج اور مال سے مدد کی اور وہاں بذات خود پہنچا۔ اس نے سلطان نور الدین کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ بہت جلد مصر فوجی کمک بھیجے کیونکہ مصر کو سخت خطرہ درپیش ہے۔

سلطان نور الدین نے اس پیغام کے بعد وہاں لگاتار فوجی کمک بھیجی اور خود بھی فوج لے کر شام کے فرنگی مقبوضات کی طرف کوچ کیا اور ان علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ ادھر فرنگی فوجوں نے پچاس دن تک دمیاط کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد انھوں نے محاصرہ اُٹھا لیا۔

فرنگیوں نے شام میں زنگی خاندان کے عہد حکومت میں اور ایوبی خاندان میں جو حملے کئے تھے ان کا حال، ان دونوں حکومتوں کے واقعات میں بیان کیا جائے گا۔ اب صرف وہ واقعات بیان کئے جا رہے ہیں جن کا تعلق روم کے قبضہ سے قسطنطنیہ کے فتح کرنے سے ہے۔

فتح قسطنطنیہ

جب ان صلیب پرست فرنگیوں نے شام کے اسلامی شہروں پر قبضہ کر لیا تو ان کے تعلقات قسطنطنیہ کے رومی حکومت کے ساتھ بھی تبدیل ہوتے رہے۔ کبھی ان کے ساتھ بھی جنگ ہوتی تھی اور کبھی صلح ہو جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان فرنگیوں نے مسلمانوں کی ان سرحدوں پر قبضہ کیا تھا جو رومی سرحدوں کے قریب تھیں اور یہ علاقے پہلے رومیوں کے قبضے میں تھے۔ اس لئے مسلمانوں کے برخلاف رومیوں نے جنگ میں ان فرنگیوں کی مدد کی تھی۔ مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان صلیب پرستوں نے آخر میں خود قسطنطنیہ بھی فتح کر لیا اور پائے تخت شہر رومیوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور ایک عرصہ تک صلیبی فرنگیوں کے قبضہ میں رہا۔ آخر کار ان کے ایک مذہبی پیشوا لشکری نے اس شہر کو ان صلیبی فرنگیوں کے قبضہ سے چھڑا لیا۔

فتح کے اسباب

واقعات یہ ہیں کہ شاہان روم نے ان فرنگی بادشاہوں کے ساتھ سمدھیانہ قائم کر لیا یعنی ان کی ایک بیٹی کی شادی روم کے بادشاہ سے ہو گئی اس کے بطن سے ایک فرزند تولد ہوا جس کا ماموں افرنسیس تھا۔ اس کے والد کا بھائی اس پر حملہ آور ہوا اور اس کے قبضہ سے ملک کو چھین کر اسے قید کر دیا۔

مگر اس کا لڑکا کسی طرح وہاں سے بھاگ کر فرنگی بادشاہ کے پاس جو اس کا ماموں تھا، چلا گیا۔ وہ ایسے زمانے میں اس کے پاس پہنچا تھا جبکہ فرنگی فوجیں بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے چھڑانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کیونکہ سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس فتح کر لیا تھا۔ لہٰذا دوبارہ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے یورپ کے تین بادشاہ آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک وینس کا بادشاہ دموس تھا جو اس بحری بیڑہ کا مالک تھا جس میں سوار ہو کر وہ اور اس کی فوج آئی تھی۔ وہ بہت بوڑھا اور نابینا تھا اور ایک رہنما کے بغیر نہ تو وہ سوار ہو سکتا تھا اور نہ چل سکتا تھا۔ دوسرا شخص شاہ افرنسیس کا نمائندہ تھا جو مارکوئیس کے نام سے مشہور تھا۔ تیسرا بادشاہ "کہدا قلید" کے نام سے موسوم تھا۔ اس کی فوج کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔

شاہ فرنسیس نے اپنے بھانجے کو ان کے ساتھ بھیجا اور فوج کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ

قسطنطنیہ پر اس کی بادشاہت کی حمایت کریں۔

رومیوں سے جنگ چنانچہ یہ فوج ماہ ذوالقعدہ ۵۹۹ھ میں قسطنطنیہ پہنچی۔ اس لڑکے کا چچا (جس نے ملک پر قبضہ کرلیا تھا) مقابلہ کے لئے نکلا اور فوج لے کر جنگ کرتا رہا۔ اس لڑکے کے حامیوں نے گرد و نواح میں آگ لگادی جس کی وجہ سے اس کا لشکر پریشان ہو کر واپس چلا گیا۔ پھر اس کے حامیوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اس طرح حملہ آور فرنگی شہر میں گھس گئے اور اس لڑکے کا چچا بھاگ گیا۔ ان صلیبی فرنگیوں نے لڑکے کو بادشاہ بنا دیا۔

صلیبیوں کا قبضہ اُنھوں نے اس لڑکے کے والد کو قید خانے سے رہا کردیا مگر حکومت پر خود قابض ہوگئے۔ اُنھوں نے عوام کا مال ضبط کرلیا اور فروخت کے مال پر بھی قبضہ کرلیا۔ وہاں کے گرجوں میں صلیبیوں اور حضرت مسیح اور اُن کے حواریوں کے بتوں پر جو سونا چڑھا ہوا تھا وہ سب اُنھوں نے نکال لیا۔ اسی طرح وہ انجیل جو سونے سے مرصع تھی، اس میں سے بھی سونا نکال لیا۔

اہل شہر کا محاصرہ شہر کے رومیوں کو یہ حرکت بہت ناگوار محسوس ہوئی۔ اس لئے انھوں نے اس لڑکے کو پکڑ کر مار ڈالا اور شہر سے تمام صلیبی فرنگیوں کو نکال دیا۔ یہ واقعہ ۶۰۰ھ کے درمیانی عرصے میں ہوا۔ فرنگیوں نے شہر کے باہر اپنا ڈیرا جمایا اور شہر والوں کا محاصرہ کرلیا۔

رومیوں نے قونیہ کے بادشاہ رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان سے اس کی فریاد کی، مگر اُس نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔

رومیوں کا قتل شہر میں ان فرنگیوں میں سے بہت سے لوگ رہ گئے تھے جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی۔ جب رومی فوجیں باہر ان کے فرنگی ساتھیوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں تو اندرون شہر فرنگی فوجوں نے شہر کے اندر بغاوت کردی اور شہر میں دوبارہ آگ لگادی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیرون شہر کی فرنگی فوجیں اندر گھس آئیں اور لوٹ مار کرنے لگیں۔ ایسی حالت میں بہت سے رومی بھاگ کر گرجوں میں چھپ گئے۔ ان کا سب سے بڑا گرجا سوفیا تھا۔ مگر اس سے بھی انھیں کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچا (قتل و غارت کو روکنے کے لئے) بڑے بڑے پادری اور عیسائی پیشوا انجیل اور صلیب ہاتھ میں

لے کر (مذہب عیسوی کا واسطہ دینے کے لئے) باہر نکلے مگر ان فرنگیوں نے انھیں بھی قتل کر دیا۔

نیا بادشاہ اس کے بعد تینوں فرنگی بادشاہوں کے درمیان قسطنطنیہ کی ملکیت کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ آخر کار قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ میں کبداقلید کا نام نکلا تو وہ قسطنطنیہ کا بادشاہ ہوا۔ مگر شرط یہ رکھی گئی کہ بحری جزائر یعنی اقریطش (کریٹ)، روڈس وغیرہ وینس کے بادشاہ دموس کے ماتحت رہیں گے اور فرانسیس کے مارکوئیس کے قبضہ میں خلیج کا مشرقی حصہ ہوگا۔ مگر کسی کو کچھ نہیں نکلا البتہ کبداقلید قسطنطنیہ کا بادشاہ ہوگیا۔ وہ اپنی وفات تک اس کا بادشاہ رہا۔

دوبارہ قبضہ خلیج کے مشرقی حصہ پر روم کا ایک بشپ (بڑا پادری) قابض ہوگیا تھا جس کا نام شکری تھا۔ وہ فرنگی بادشاہ کے مرنے کے بعد قسطنطنیہ پر قابض ہوگیا تھا اور اس نے اس شہر کو یورپ کے فرنگیوں اور صلیب پرستوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔

باب پنجم

دیار بکر کی سلطنت بنو ارتق

ارتق بن اکسک (جسے اکست بھی کہا جاتا ہے مگر اکسک زیادہ صحیح ہے)۔ سلطان ملک شاہ بن الپ ارسلان کا جو سلجوقی بادشاہ تھا، غلام تھا۔ اس نے ان کی سلطنت میں قابلِ تعریف کارنامے انجام دیئے۔ وہ حلوان اور اس کے قریبی اضلاع عراق کا حاکم تھا۔

ارتق کا حال

جب سلطان ملک شاہ نے سنہ ۴۷۷ھ میں موصل کا محاصرہ کرنے کے لئے فخر الدولہ بن جہیر کی سرکردگی میں فوجیں بھیجی تھیں تو اس نے ان کے بعد ارتق کی قیادت میں ایک دوسرا لشکر بھی اس مقصد کے لئے بھیجا۔ مگر اسے مسلم بن قریش نے شکست دی۔ پھر اس نے آمد کا محاصرہ کر لیا۔ اور اندرونی طور پر اس نے حصار توڑنے کا سمجھوتہ کیا بشرطیکہ اسے مالی رقم دی جائے۔ اس کے بعد وہ رقہ بھاگ گیا۔ پھر ارتق کو اپنی اس حرکت سے خوف لاحق ہوا تو وہ سلطان تتش کے ساتھ مل گیا اور حلب کا حاکم بننے کی توقع پر حلب گیا۔ مگر تتش نے اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔ تاہم ارتق نے اس جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

اس کے بعد تتش نے حلب پہنچ کر شہر فتح کر لیا۔ اس کے نگران حاکم ابن الحسین نے ارتق کے پاس جا کر پناہ لی اور اس نے اسے سلطان تتش سے بچا لیا۔

ارتق کی وفات

جب بیت المقدس میں ارتق سنہ ۴۸۳ھ میں فوت ہو گیا تو اس کے دونوں فرزند ابو الغازی اور سقمان اس کے جانشین ہو گئے۔ ان کے پاس رہا اور سروج کے علاقے تھے۔

انطاکیہ کا محاصرہ

جب سنہ ۴۶۱ھ میں فرنگیوں نے انطاکیہ کو فتح کر لیا تو شام، الجزیرہ

اور دیار بکر کے حکام نے مل کر اس کا محاصرہ کر لیا اس محاصرہ میں سقمان نے قابل تعریف کارنامے انجام دیئے۔ پھر ان مسلم حکام میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ چلے گئے۔

بیت المقدس پر قبضہ اہل مصر نے ان سے بیت المقدس کو چھیننے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ملک افضل جو مصر کا خود مختار حاکم بن بیٹھا تھا، فوج لے کر پہنچا، اور اس نے شہر کا چالیس دن تک محاصرہ کیا اور پناہ دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔ ارتق کے دونوں فرزند سقمان اور ابو الغازی اور ان کا بھتیجا یاقوتی اور ان دونوں کا چچازاد بھائی سونج (اس کے استقبال کے لئے) نکلے۔ افضل نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ پھر وہ بیت المقدس پر قبضہ کر کے مصر لوٹ گیا۔

پھر فرنگی فوجیں آئیں اور بیت المقدس پر قابض ہو گئیں۔ جیسا کہ سلجوقی سلطنت کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

بنو ارتق کا حال ابو الغازی عراق پہنچ گیا اور وہاں بغداد کے کوتوال کے عہدہ پر سرفراز ہوا۔ اس کا بھائی سقمان رہا چلا گیا اور وہاں رہنے لگا اس کی موصل کے حاکم کربوقا کے ساتھ بہت جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ایک جنگ میں اس کا بھتیجا یاقوتی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

کربوقا ۴۹۵ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بعد موسیٰ الترکمانی موصل کا حاکم ہوا۔ وہ قلعہ کیفا میں اس کا نائب تھا۔ جزیرہ ابن عمر کا حاکم جکرمس اس کے خلاف صف آرا ہوا۔ اور اس نے اس کا موصل میں محاصرہ کر لیا۔ اس موقع پر موسیٰ ترکمانی نے سقمان سے فوجی کمک طلب کی اور اس کے بدلے میں اس نے قلعہ کیفا دینے کا وعدہ کیا۔ لہٰذا سقمان فوج لے کر مدد کے لئے پہنچا اور جکرمس کو وہاں سے بھگا دیا۔ جب موسیٰ سقمان سے ملاقات کے لئے شہر سے باہر نکلا تو اس کے ایک ساتھی نے غداری کر کے موسیٰ کو قتل کر دیا۔ تاہم سقمان نے قلعہ کیفا جا کر اسے فتح کر لیا۔

متحدہ حملہ پھر ابو الغازی اور کمشتگین القیصری[۵۱] کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ کیونکہ قیصری کو سلطان برکیارق نے بغداد کا کوتوال بنا کر بھیجا۔ ابو الغازی سلطان محمد

---

[۵۱] ابن خلدون نے یہاں کمشتگین القیصری لکھا، لیکن اکثر مقامات پر القیصری کے بجائے النصیری ہے ملاحظہ ہو ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج ۷ ص ۱۱۰ - (مترجم)

کی طرف سے پہلے سے اس عہدہ پر فائز تھا۔ اس لئے اس نے قیصری کو بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ پھر اس نے اپنے بھائی سقمان سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ قلعہ کیفا سے اپنی فوج لے کر وہاں پہنچا اور اس نے تکریت کو لوٹ لیا۔ پھر ابو الغازی بھی اس کے پاس گیا اور اس کے ساتھ حاکم حلہ صدقہ بن مزید بھی شامل ہو گیا اور ان سب نے مل کر بغداد کے گرد و نواح میں تباہی مچائی اور شہر والوں پر بھی حملہ کیا۔

خلیفہ نے انھیں مصالحت کا پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ قیصری واسط چلا جائے گا چنانچہ وہ واسط چلا گیا۔ اس کے بعد ابو الغازی بغداد آ گیا اور سقمان اپنے شہر کی طرف چلا گیا۔ جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔

سلطنت کی توسیع

پھر مالک بن بہرام جو سقمان کا بھتیجا تھا ۴۵۷ھ میں خرمیہ کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔ سروج کا شہر بھی اس کے قبضے میں تھا جسے فرنگیوں نے چھین لیا تھا، اس لئے وہ عانہ گیا اور اسے بنو یعیش بن عیسیٰ سے چھین لیا۔ انھوں نے صدقہ بن مزید حاکم حلہ سے فوجی کمک طلب کی تو وہ فوج لے کر وہاں گیا اور اس مقام کو مالک بن بہرام سے چھین کر انھیں یہ شہر لوٹا دیا اور خود (اپنے پائے تخت) حلہ چلا آیا۔ اس کے واپس جانے کے بعد مالک نے پھر اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے ملک میں قائم رہا۔

اتحاد و اختلاف

پھر ۴۹۷ھ میں سقمان اور جکرمس حاکم موصل دونوں فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے پر متحد اور متفق ہو گئے۔ وہ حران کا محاصرہ کر رہے تھے۔ لہٰذا ایسی حالت میں انھوں نے باہمی تنازع کو موقوف کیا اور فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے نکلے۔ سقمان سات ہزار ترکمانی فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ لہٰذا ان دونوں فوجوں نے فرنگیوں کو شکست دی اور رہا (اڈیسا) کے حاکم بردویل کو گرفتار کر لیا۔ اس کو گرفتار کرنے والے سقمان کے فوجی تھے۔ مگر جکرمس کے ساتھیوں نے زبردستی کر کے اس فرنگی حاکم کو اپنا قیدی بنا لیا اور اس جھگڑے کی وجہ سے دونوں فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں اور دوبارہ ان میں جھگڑے اور اختلافات شروع ہو گئے۔

قلعہ ماردین کی تسخیر

ماردین کا قلعہ دیار بکر کے علاقے میں تھا۔ سلطان برکیارق نے اس کے تمام اضلاع سمیت اس کو اپنے ایک مغنی (گویا)

کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ یہ موصل کے صوبہ سے متعلق تھا اور یہاں کردوں کی قوم آ کر راستے میں فتنہ و فساد برپا کرتی تھی۔

یاقوتی کی گرفتاری

موصل کا حاکم کربوقا ایک دفعہ شہر آمد کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا جو کسی ترکمانی سردار کے قبضہ میں تھا۔ اس کے حاکم نے سقمان سے فوجی کمک طلب کی تو وہ اس کی مدد کے لئے گیا۔ مگر کربوقا سے سخت جنگ کے بعد اسے شکست دی۔ اس کا بھتیجا یاقوتی بن ارتق گرفتار ہو گیا تھا۔ اور اسے مغنی کے پاس قلعہ ماردین میں مقید کیا گیا۔ چنانچہ وہ ایک طویل مدت تک وہاں مقید رہا۔ اس عرصے میں کردوں کی لوٹ مار میں اضافہ ہوتا رہا۔

کردوں سے مقابلہ

ایسے حالات میں یاقوتی نے قلعہ کے حاکم مغنی کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے رہا کر دے تاکہ وہ شہر سے باہر رہ کر کردوں کا مقابلہ کرے۔ حاکم نے اسے رہا کر دیا۔ اور وہ کردوں کی بستیوں پر خلاط کے علاقے تک حملہ کرتا تھا۔ قلعہ کے کچھ سپاہی بھی اس کے ساتھ مل کر ان حملوں میں شریک ہوتے تھے (اس قسم کے حملوں کا عادی بننے کے بعد) اس نے قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ کردوں پر چھاپے مارنے کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے قلعہ کے سپاہیوں کو بھی پکڑ لیا۔ اور قلعہ کے قریب آ کر اس نے یہ اعلان کیا کہ اگر قلعہ کا دروازہ نہ کھولا گیا تو وہ ان کے سپاہیوں کو قتل کر دے گا۔ لہذا اہل قلعہ نے دروازہ کھول دیا تو اس نے داخل ہو کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

پھر اس نے لشکر اکٹھا کر کے نصیبین کی طرف کوچ کیا اور جزیرۂ ابن عمر پر حملہ کر دیا جو جکرمش کے ماتحت تھا۔

یاقوتی کا قتل

جکرمش اور اس کے ساتھیوں نے جنگ میں اسے شکست دی۔ اور اسے مار ڈالا۔ پھر خود جکرمش اس کے مرنے پر رویا۔

یاقوتی کی بیوی اس کے چچا سقمان کی بیٹی تھی وہ اس کے قتل کے بعد اپنے والد کے پاس چلی گئی اور اس نے ترکمانی فوج کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔ سقمان ان ترکمانی فوجوں کو لے کر نصیبین پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے (اپنے بھتیجے کا) انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ جکرمش نے اس کے خون بہا (دیت) کے طور پر اس قدر مال و دولت دی کہ وہ خوش

ہو گیا اور اپنے وطن لوٹ گیا۔

سقمان کی حکومت

یاقوتی کے مرنے کے بعد اس کا بھائی علی چکرمش کے ماتحت ماردین کا حاکم بن گیا۔ مگر سقمان نے وہاں پہنچ کر اپنے بھتیجے کو جبل جور کا حاکم بنایا اور ماردین کے قلعہ کو خود اپنی ملکیت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد کیبفا[1] کے علاوہ اس نے نصیبین کو بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

سقمان کی وفات

پھر فخر الدین بن عمار حاکم طرابلس نے سقمان بن ارتق سے فرنگیوں کے خلاف فوجی امداد طلب کی۔ وہ مصر کے فاطمی خلفاء سے باغی ہو کر طرابلس کا خود مختار حاکم ہو گیا تھا۔ اور جب فرنگیوں نے شام کے ساحلی شہروں پر قبضہ کیا تو انھوں نے اس کے ساتھ بھی جنگ شروع کی تو اس نے ۴۹۸ھ میں سقمان سے امداد طلب کی۔ سقمان نے اسے فوجی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ ابھی وہ جنگی تیاریاں کر رہا تھا کہ دمشق کے خود مختار حاکم طغرکین کی طرف سے اسے ایک خط موصول ہوا جس میں اسے دمشق بلوایا گیا تھا۔ کیونکہ اسے فرنگیوں کی طرف سے دمشق پر حملہ کا خطرہ تھا۔ لہٰذا سقمان فوج لے کر جلد روانہ ہوا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ طرابلس کے بعد دمشق جائے گا۔ جب وہ قریتین کے مقام پر پہنچا تو طغرکین کو اس کے بلوانے پر ندامت ہوئی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ مشورہ کرنے لگا کہ کسی طرح اسے دمشق آنے سے روکا جائے۔ اتنے میں سقمان بیت المقدس پہنچ کر فوت ہو گیا۔ یوں دمشق والے اس کے خطرہ سے محفوظ ہو گئے۔

سقمان کے ساتھیوں نے مرنے کے قریب اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے قلعہ کیبفا واپس چلا جائے۔ مگر اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا:

"یہ جہاد ہے اگر میں جہاد کے راستے میں مر جاؤں گا تو شہید ہوں گا۔"

جب وہ فوت ہو گیا تو اس کا فرزند ابراہیم اس کی لاش کو لے کر قلعہ کیبفا لے گیا اور اسے وہیں دفن کیا۔

ابو الغازی کا حال

اس کا بھائی ابو الغازی بغداد کا کوتوال تھا۔ سلطان محمد سلجوقی نے اسے اس وقت مقرر کیا تھا جبکہ اس کے اور اس کے بھائی

---

[1] تاریخ ابن خلدون کے قدیم نسخہ بولاق میں کیبفا یا کبیعا لکھا ہوا ہے۔ مگر صحیح کیفا ہے۔ (مترجم)

برکیارق کے درمیان خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ ۴۹۹ھ میں برکیارق اور اس کے بھائی کے درمیان ان شرائط پر صلح ہوگئی کہ بغداد اور دوسرے اسلامی ممالک اس کے ماتحت ہوں گے۔ ان میں حلوان کا علاقہ بھی شامل تھا جو ابو الغازی کی جاگیر تھا۔ اس لئے ابو الغازی نے بہت مستعدی کے ساتھ بغداد میں برکیارق کی سلطنت کا خطبہ پڑھوا دیا۔

ابو الغازی کی معزولی

صدقہ بن مزید نے جو سلطان محمد کا حامی تھا، اس بات کو ناپسند کیا۔ وہ بغداد آیا تاکہ وہ ابو الغازی کو اس کے عہدہ سے الگ کر دے۔ اس لئے وہ یعقوب کے پاس چلا گیا اور صدقہ بن مزید کو یہ معذرت نامہ بھجوایا کہ وہ برکیارق کے ماتحت ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کو امن اور صلح کا کوئی اور راستہ اس کے سوا نظر نہیں آیا تھا۔ اس کے بعد جب برکیارق فوت ہو گیا تو ابو الغازی نے اس کے فرزند ملک شاہ کی سلطنت کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا۔ سلطان محمد نے اس رویہ کو بھی ناپسند کیا۔ لہٰذا جب وہ مکمل بادشاہ بن گیا اور پورا اقتدار سنبھال لیا تو اس نے ابو الغازی کو بغداد کے انتظام سے معزول کر دیا۔

ماردین پر قبضہ

ابو الغازی شام چلا گیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر حلب کے حاکم رضوان بن تتش کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ جکرمش کے مقبوضہ شہر نصیبین کا محاصرہ کرے۔ چنانچہ وہ دونوں فوج لے کر وہاں پہنچے اور شہر نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت جکرمش نے رضوان کو ایک پیغام بھیجا جس میں رضوان کو ابو الغازی کے خلاف بھڑکایا گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے تعلقات خراب ہو گئے اور نصیبین کا محاصرہ ختم کر کے وہ دونوں وہاں سے جدا ہو کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف کوچ کر گئے۔ ابو الغازی قلعہ ماردین کی طرف چلا گیا۔ چونکہ اس کا بھائی سقمان مر چکا تھا۔ اس لئے اس نے آسانی کے ساتھ وہاں کا اقتدار سنبھال لیا۔

جکرمش کی حمایت

سلجوقی سلطان محمد نے ۵۰۲ھ میں مودود بن انتگین کو جاولی سکاوو کے بجائے موصل، الجزیرہ اور دیار بکر کا حاکم بنایا۔ جاولی سکاوو نے ان علاقوں کو جکرمش سے چھینا تھا۔ جب مودود موصل پہنچا، تو جاولی نصیبین چلا گیا جو ان دنوں ابو الغازی کے ماتحت تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے تعاون اور فوجی امداد کے لئے ابو الغازی کو لکھا۔ پھر وہ اچانک ماردین، ابو الغازی کے پاس پہنچ

گیا اور اس سے فوجی امداد کے لئے درخواست کی۔ لہٰذا وہ اسے فوجی کمک پہنچانے پر مجبور ہو گیا بلکہ وہ خود اس کے ساتھ فوج لے کر روانہ ہوا، اور اس نے سنجار اور رحبہ کے مقامات کا سخت محاصرہ کیا۔ جب وہ خابور پہنچا تو ابوالغازی بھاگ گیا اور وہاں سے نصیبین چلا آیا۔ پھر وہ اپنے شہر واپس آ گیا اور جنگ کے معاملے میں پس و پیش کرتا رہا، اور سخت اضطراب میں رہنے لگا۔

جہاد میں عدم شرکت

سلطان محمد نے ۵۰۵ھ میں امیر مودود کو فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے بھیجا اور یہ بھی حکم دیا کہ ہر علاقے کے حکام اس کے ساتھ جہاد میں شامل ہوں۔ ان میں دیار بکر کے حاکم سقمان القطبی، مراغہ کے حاکم احمد بک، اربل کے حاکم ابوالہیجا اور ماردین کے حاکم ابوالغازی کے تمام شامل تھے۔ ابوالغازی کے سوا تمام حکام اس جہاد میں شریک ہوئے۔ تاہم ابوالغازی نے اپنے بیٹے ایاز کو لشکر دے کر وہاں بھیجا تھا۔

یہ تمام اسلامی فوجیں رُہا کے مقام پر پہنچیں اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر وہ سروج کی طرف بڑھے اور وہاں بھی یہی حال رہا۔

مودود کا قتل

۵۰۶ھ میں اسلامی لشکر نے فرنگیوں کے مخصوص شہروں کی طرف کوچ کیا اور طبریہ کے مقام پر انہیں شکست دی اور فرنگیوں کے شہروں کو تباہ کر دیا۔ اس کے بعد مودود دمشق واپس آ گئے اور مختلف علاقوں کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔

امیر مودود موسم سرما گزارنے کے لئے حاکم دمشق طغرکین کے پاس مقیم ہوئے مگر اچانک انہیں قتل کر دیا گیا۔ طغرکین پر قتل کی سازش کا الزام لگایا گیا۔

اقسنقر کا تقرر

اس کے بعد سلطان محمد نے موصل کا حاکم اور مجاہدین کے لشکر کا سپہ سالار اقسنقر برسقی کو مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ فرنگی صلیب پرستوں کے ساتھ جنگ کرے۔ سلطان نے دیگر حکام کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور اپنے فرزند ملک مسعود کو ایک لشکر جرار دے کر بھیجا، تاکہ وہ بھی اس جہاد میں شریک ہوں۔

ابوالغازی کا فرار

اقسنقر (جہاد کے لئے) ۵۰۸ھ میں روانہ ہوا مگر ابوالغازی بھاگ

گیا۔ اس لئے اقسنقر نے اس کا قلعہ ماردین میں محاصرہ کیا۔ آخر کار ابو الغازی درست ہو گیا اور اس نے اپنے فرزند ایاز کو فوج دے کر بھیجا۔ اس کے بعد متحدہ اسلامی لشکر نے رُہا کا محاصرہ کیا اور اس کے مضافات کو تباہ کیا۔ پھر سروج اور شمشاط کا بھی یہی حال کیا۔ مرعش اور کیسوم کے مقامات کے حاکم نے اطاعت قبول کر لی۔

فرزند کی گرفتاری

اقسنقر نے واپس آ کر ابو الغازی کے فرزند کو قید کر لیا اور ماردین کے دیہات کو لوٹ لیا۔ اس وقت ابو الغازی فوراً اپنے بھتیجے رکن الدولہ داؤد کے پاس گیا جو اس کے بھائی سقمان کا فرزند تھا اور قلعہ کیفا کا حاکم تھا اس نے اس سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے فوجی امداد دی اور دونوں مل کر ۵۰۸ھ کے آخر میں برستقی (اسلامی لشکر کے سپہ سالار) سے جنگ کرنے کے لئے آئے اور اسے شکست دے کر اس کے فرزند ایاز کو قید سے چھڑا لائے۔

فرنگیوں کے ساتھ ساز باز

سلطان نے ابو الغازی کو (جنگ کی) دھمکی کا پیغام بھجوایا تو وہ دمشق کے حاکم طغرکین کے پاس فریادی کی حیثیت سے پہنچا۔ چونکہ اس پر بھی مودود کے قتل کا الزام لگ چکا تھا۔ اس لئے طغرکین سلطان سے ناراض تھا۔ اس لئے دونوں نے فرنگیوں سے فوجی امداد حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے انطاکیہ کے فرنگی حاکم کو پیغام بھجوایا۔ چنانچہ وہ ان دونوں سے ملنے کے لئے حمص کے قریب پہنچا اور ان سے باہمی امداد کا معاہدہ کر کے انطاکیہ چلا گیا۔

ابو الغازی کی گرفتاری

اس کے بعد ابو الغازی اپنے ساتھیوں کے ساتھ دیار بکر جا رہا تھا کہ حمص کا حاکم قیرجان راستے میں ملا۔ اس نے ابو الغازی کو گرفتار کر کے اسے قید کر لیا اور سلجوقی سلطان محمد کو اس کی اطلاع بھیج دی۔ مگر وہاں سے کوئی جواب میں تاخیر ہو گئی کہ اتنے میں طغرکین (حاکم دمشق) حمص پہنچا اور قیرجان کے پاس آیا (اور اس کی رہائی کا مطالبہ کیا) مگر قیرجان نے اس کو قتل کرنے پر اصرار کیا (تو طغرکین چلا گیا) بعد میں قیرجان نے (سلطان کی طرف سے کوئی جواب نہ آنے کی وجہ سے) ابو الغازی کو چھوڑ دیا، اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آئندہ ایسی حرکتیں نہیں کرے گا۔

ابو الغازی کے خلاف جنگ

وہاں سے ابو الغازی حلب چلا گیا۔ پھر سلطان نے ہمدان کے حاکم یوسف بن برستق اور دیگر حکام کی زیر قیادت ابو الغازی سے جنگ کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔ سلطان نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ اس کے بعد فرنگیوں سے جہاد کریں۔

چنانچہ یہ فوجیں حلب پہنچیں، وہاں کا حاکم لؤلؤ خادم تھا جو رضوان بن تتش کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے رضوان کی موت کے بعد اس کے فرزند الپ ارسلان کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ اس کے ساتھ سپہ سالار شمس الخواص بھی (شریک حکومت) تھا۔ اس لئے اس اسلامی لشکر نے ان دونوں سے مطالبہ کیا کہ وہ دونوں سلطان محمد کے تحریری حکم کے مطابق حلب کا شہر ان کے حوالے کر دیں۔

حماۃ کی تباہی

مگر ابو الغازی اور طغرکین بہت جلد ان دونوں کی مدد کے لئے فوج لے کر آ پہنچے۔ اس وجہ سے حلب فتح نہیں ہو سکا۔ لہٰذا یہ لشکر حماۃ پہنچا جو طغرکین کے ماتحت تھا اور وہیں اس کے ذخائر جمع تھے۔ اسلامی لشکر نے اس شہر کو فتح کر کے اسے تباہ کیا اور اس شہر کو حاکم حمص امیر قیرجان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بدلے میں اس نے ابو الغازی کے فرزند ایاز کو (جو اس کے پاس یرغمال کے طور پر تھا) ان کے حوالے کر دیا۔

امداد کی درخواست

اس اثناء میں ابو الغازی، طغرکین اور شمس الخواص، انطاکیہ کے فرنگی حاکم روجیل کے پاس پہنچے تھے تاکہ وہ شہر حماۃ کی مدافعت کے لئے ان کی امداد کرے۔ اس وقت ان کے پاس بیت المقدس کا فرنگی حاکم بقدوین اور طرابلس کا حاکم القمص وغیرہ بھی آئے ہوئے تھے۔ ان سب کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ وہ جنگ کو طول دیں تاکہ موسم سرما آنے پر یہ لشکر منتشر ہو جائے۔

فوجوں کی واپسی

فرنگیوں کا لشکر قلعہ افامیہ میں موجود رہا اور وہاں سے منتشر نہیں ہوا۔ آخر کار فوجیں واپس چلی گئیں۔ طغرکین بھی اپنی فوج کے ساتھ دمشق واپس چلا گیا اور ابو الغازی قلعہ ماردین واپس آ گیا اور فرنگی فوجیں بھی اپنے شہروں کی طرف واپس چلی گئیں۔

مسلمانوں کو شکست

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے کفرطاب کا مقام فتح کر لیا۔

انھوں نے حلب جانے کا ارادہ بھی کیا تھا، مگر راستے میں انھیں انطاکیہ کا حاکم روجیل ملا جو پانچ سو سوار لے کر کفرطاب کی فرنگی فوجوں کی مدد کے لئے آیا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کا سپہ سالار برسق اور اس کا بھائی شکست کھا کر اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔

ایاز کا قتل ابوالغازی کا فرزند ان کے پاس مقید تھا لہٰذا جن کی زیرِ نگرانی میں ایاز تھا انھوں نے جنگ کے موقع پر ۵۰۹ھ میں اسے مار ڈالا۔

لؤلؤ کی خود مختاری حلب کا حاکم ۵۰۸ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی سلطنت کا انتظام لؤلؤ الخادم نے سنبھالا اور رضوان کے فرزند الپ ارسلان کو اس کا بادشاہ مقرر کیا۔ پھر وہ اس سے ناراض ہو گیا اور اس کے بجائے اس کے بھائی سلطان شاہ کو بادشاہ مقرر کیا اور خود اس نے حکومت کے اختیارات سنبھالے۔

لؤلؤ الخادم کا قتل ۵۱۱ھ میں وہ قلعہ جعبر گیا تاکہ وہ مالک بن سالم بن بدران سے ملاقات کرے۔ اس وقت ترکی غلاموں نے سازش کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کا قتل خرت برت کے مقام پر ہوا اور انھوں نے اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا۔ مگر اہلِ حلب نے ان کا مقابلہ کر کے ان سے خزانے اور دوسری چیزیں جو انھوں نے چھینی تھیں واپس لے لیں۔

لؤلؤ الخادم کے بجائے شمس الخواص اتابک سربراہِ ملک مقرر ہوا۔ مگر ایک ماہ کے بعد وہ معزول ہوا۔ اس کے بجائے ابوالمعالی الملحی الدمشقی حکمران مقرر ہوا۔ مگر وہ بھی معزول ہو گیا اور اس کی جائداد ضبط کر لی گئی۔

ابوالغازی کی حکومت حلب جب حلب کی سلطنت متزلزل ہونے لگی اور اہلِ حلب کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں فرنگی حلب کو فتح نہ کر لیں۔ اس لئے انھوں نے ابوالغازی بن ارتق کو قلعہ ماردین سے بلوایا اور شہر کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ یوں رضوان بن تتش کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد اس خاندان کے کسی فرد نے حکومت نہیں کی۔

جب ابوالغازی حلب کا حاکم بنا تو وہاں کا خزانہ خالی تھا۔ اس لئے اس نے سابق

بادشاہ کے خادموں کا مال (جو بہت مالدار ہو گئے تھے) ضبط کیا اور ان کا مال دے کر فرنگیوں سے مصالحت کر لی۔

پھر وہ قلعہ ماردین کی حفاظت کے لئے وہاں گیا اور حلب میں اپنا جانشین اپنے فرزند حسام الدین تمرتاش کو بنایا۔

فرنگیوں سے جنگ

جب ابوالغازی حلب کا حاکم بن گیا اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا تو فرنگیوں کو حلب پر حملہ کرنے کے لئے) مناسب موقع نظر آیا۔ چنانچہ انھوں نے اس طرف فوج کشی کی اور حلب کے ماتحت علاقوں یعنی مراغہ وغیرہ کو فتح کر لیا۔ پھر حلب کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ایسے موقع پر اہل حلب کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ ہر صورت میں اپنے شہر کی مدافعت کریں۔ خواہ وہ جنگ کریں یا مال دے کر صلح کرنے کی کوشش کریں۔

ایسی حالت میں (جبکہ ان کے اندر بھرپور جنگ کرنے کی طاقت نہ تھی) انھوں نے فرنگیوں کو اپنی وہ جائداد اور اراضی تقسیم کر دیں جو شہر سے باہر تھیں، تاکہ وہ صلح کے ساتھ رہیں۔

ابوالغازی کی پیش قدمی

پھر انھوں نے بغداد سے فوجی امداد حاصل کرنے کی کوشش کی، مگر وہاں سے انھیں کوئی امداد نہیں مل سکی۔ اس لئے ابوالغازی نے مختلف مقامات سے فوجیں اور رضاکار سپاہی اکٹھے کئے۔ جن کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی۔ وہ انھیں لے کر شام کی طرف ۵۱۳ھ میں روانہ ہوا۔ اس کے لشکر کے ساتھ اسامہ بن مبارک بن منقذ الکنانی اور حاکم اُرزن الروم، طغان ارسلان ابن رسکین بن جناح بھی تھے۔

فرنگیوں کو شکست

فرنگی صلیبی فوج نے اماری کے قلعہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ان کے تین ہزار سوار تھے اور نو ہزار پیدل فوج تھی۔ وہ تل عفرین کے مقام پر صف آرا ہوئے، جہاں مسلم بن قریش کو قتل کیا گیا تھا۔ وہ چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرے ہوئے تھے۔ البتہ تین سرنگوں سے ان کی طرف راستہ جاتا تھا۔ جب ان فرنگیوں کی ابوالغازی کے ساتھ جنگ ہوئی تو ابوالغازی ان سرنگوں میں سے اندر گھسا۔ فرنگی ان حملوں سے غافل تھے، تاہم انھوں نے بہادری سے مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے لگاتار حملوں کا مقابلہ

کرتے رہے مگر آخر میں شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر ہر طرف سے مسلمانوں نے ان پر تلوار سے حملہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کم فرنگی جان بچا سکے۔ ان کے ستر فوجی افسر گرفتار ہوئے، جن کا زر فدیہ اہل حلب نے تین لاکھ دینار وصول کیا۔ مگر انطاکیہ کا فرنگی حاکم سرجان مارا گیا۔

دوبارہ شکست جو فرنگی فوجیں معرکہ سے بچ نکلی تھیں، وہ فرنگیوں کی دوسری فوج کے ساتھ مل کر دوبارہ حملہ آور ہوئیں، مگر اس موقع پر بھی ابو الغازی نے انھیں شکست دی اور اثارب کا قلعہ فتح کر لیا اور ازونا کا قلعہ بھی فتح کیا۔

سلطان سے مصالحت اس کے بعد وہ حلب واپس آ گیا اور شہر کے حالات درست کرنے کے بعد وہ دریائے فرات کو عبور کر کے ماردین آ گیا۔ اس نے حلب پر اپنے فرزند سلیمان کو حکمران مقرر کیا۔ پھر دبیس بن صدقہ، ابو الغازی کے پاس پناہ لینے کے لئے پہنچا تو خلیفہ المسترشد باللہ نے سدید الدولہ کے ہاتھ ابو الغازی کو پیغام بھیجا کہ وہ دبیس کو نکال دے۔[1]

پھر ابو الغازی اور سلطان محمود کے درمیان ایک معاہدۂ صلح ہوا اور اطاعت کے ثبوت میں ابو الغازی نے اپنے فرزند کو اس کے پاس یرغمال کے طور پر بھیج دیا۔ صلح کا یہ معاہدہ کرنے کے بعد ابو الغازی لوٹ آیا اور اس کے بعد وہ ۵۱۶ھ میں پھر فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوا، اور حلب کے اضلاع میں ان سے جنگ کی اور کامیابی حاصل کی۔

فرنگیوں کا محاصرہ پھر وہ اور حاکم دمشق طغرکین نے فرنگی فوجوں کا مشیرہ کے مقام پر محاصرہ کر لیا۔ پھر اس خیال سے کہ وہ سب کے سب فنا ہو جائیں گے، انھیں قلعہ سے نکلنے کا راستہ دے دیا کہ وہ اس قلعہ سے نکل کر چلے جائیں۔

طریقۂ جنگ ابو الغازی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جنگی مقامات پر طویل عرصہ تک نہیں رہتا

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل تاریخ الکامل ابن الاثیر میں یوں مذکور ہے "خلیفہ المسترشد باللہ نے سدید الدولہ ابن الانباری کے ساتھ ابو الغازی کے لئے خلعت بھیجے اور فرنگیوں کے خلاف اس کے مجاہدانہ کارناموں پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ دبیس کو نکال دے۔" ملاحظہ ہو تاریخ الکامل ج ۸ ص ۲۹۹ (مترجم)

تھا کیونکہ اس کی فوج میں ترکمانی سپاہیوں کی اکثریت تھی۔ وہ آٹے کے تھیلے اور بکری کا خشک گوشت لے کر آتے تھے۔ اس لیئے وہ زاد راہ اور خوراک کے ختم ہونے کے اندیشہ سے جلد واپس جانے کی کوشش کرتا تھا۔

بیٹے کی بغاوت ابوالغازی نے اپنے فرزند سلیمان کو حلب کا حاکم مقرر کیا تھا مگر اس کے گھرے دوستوں نے اسے اپنے والد کے خلاف بھڑکا دیا۔ یہ خبر سن کر ابوالغازی اس کے پاس پہنچا تو اس کے بیٹے نے معذرت پیش کی، اس لئے اس نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، البتہ اس نے اس کے ان گھرے دوستوں کو گرفتار کر لیا جنھوں نے اس کے خلاف سازش کرانے میں حصہ لیا تھا۔

اس سازش کا سرغنہ ایک افسر تھا جسے اس کے والد نے کہیں سے اٹھا کر پال لیا تھا اور وہ اس کے گھر ہی میں پل کر جوان ہوا تھا۔ ابوالغازی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی اور اس کی زبان کاٹ دی۔

سازش کا دوسرا سرغنہ حماۃ کا باشندہ تھا جسے لاکر ابوالغازی نے اہل حلب کے سامنے پیش کیا۔ پھر اس کی زبان بھی کاٹ دی اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ جس کے بعد وہ مر گیا۔

ابوالغازی نے اپنے بیٹے کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر شفقتِ پدری غالب آئی (اور اُسے چھوڑ دیا)۔ سلیمان دمشق بھاگ گیا اور حاکم دمشق طغر کین نے اس کے حق میں سفارش کی، مگر اس نے اس کی سفارش قبول نہیں کی۔

نیا حاکم حلب پھر ابوالغازی نے اپنے بھائی عبدالجبار کے فرزند سلیمان کو حلب کا حاکم مقرر کیا اور اس کا لقب بدرالدولہ رکھا پھر وہ ماردین واپس آگیا۔ یہ تمام واقعات ۵۱۵ھ میں رونما ہوئے۔

دبیس کی سفارش پھر ابوالغازی نے اپنے فرزند حسام الدین تمرتاش کو قاضی بہاء الدولہ ابوالحسن شہرزوری کے ساتھ (سلطان کے پاس) بھیجا تاکہ وہ دبیس کے بارے میں سفارش کریں اور اس کے مطیع اور فرمانبردار رہنے کی ضمانت دے سکیں، مگر اس میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ جب تمرتاش اپنے والد کی طرف واپس آنے لگے تو سلطان نے اس کے والد کو میا فارقین کا شہر جاگیر میں عطا کیا۔ یہ شہر پہلے سقمان قطبی حاکم خلاط کے

زیر حکومت تھا۔ لہٰذا ابو الغازی نے اس شہر پر قبضہ کر لیا اور یہ اسی کے ماتحت رہا۔ تا آنکہ سلطان صلاح الدین بن ایوب نے ۵۸۰ھ میں اسے فتح کر لیا۔

فرنگی حاکم کی گرفتاری

(اڈیسا) رُہا اور سروج کے علاقوں کا حاکم جوسکین (فرنگی) تھا۔ مالک بن بہرام نے عانہ کا شہر فتح کر لیا تھا۔ اس لئے وہ ۵۱۵ھ میں رُہا کی طرف روانہ ہوا، اور کئی دنوں تک اس شہر کا محاصرہ کرتا رہا، مگر کامیاب نہیں ہو سکا (اس لئے وہاں سے واپس چلا گیا) مگر شہر کے فرنگی حاکم نے فرنگی فوجوں کو اکٹھا کر لیا تھا۔ اس لئے وہ مالک کی فوجوں کا تعاقب کرنے لگا۔ اس وقت مالک بن بہرام کی فوجیں منتشر ہو گئی تھیں اور اس کے ساتھ صرف چار سو سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ فرنگی فوجیں اس کا تعاقب کرتے ہوئے نرم اور دلدلی زمین تک پہنچ گئیں۔ جہاں زمین کے اندر جذب ہو چکا تھا۔ اس لئے فرنگی فوجوں کے گھوڑے دلدل میں پھنس گئے اور وہاں سے نہیں نکل سکے۔ ایسی حالت میں مالک بن بہرام کی فوجوں نے انھیں جا دبوچا اور انھیں گرفتار کر لیا۔ انھوں نے فرنگی حاکم جوسکین کو بھی گرفتار کر کے اونٹ کی کھال میں بند کر دیا گیا۔ پھر اس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ رُہا کے شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دے مگر وہ اس پر رضامند نہیں ہوا۔ اس نے اپنی رہائی کے لئے زر فدیہ کے طور پر بہت سا مال دینا چاہا مگر مسلمانوں نے زر فدیہ قبول نہیں کیا اور اسے خرت برت کے مقام پر مقید کر دیا۔

ابو الغازی کی وفات

ماردین کا حاکم ابو الغازی ماہ رمضان ۵۱۶ھ میں فوت ہو گیا اس کے بعد اس کا فرزند حسام الدین تمر تاش ماردین کا حاکم ہوا، اور دوسرا فرزند سلیمان میافارقین کا حاکم ہوا۔ حلب میں اس کے بھائی عبد الجبار کا فرزند سلیمان حاکم تھا۔ لہٰذا وہ حلب پر مستقل قابض ہو گیا۔

مالک بن بہرام کی فتوحات

مالک بن بہرام بن ارتق نے شہر حران کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ اس کے چچا عبد الجبار کا فرزند سلیمان، فرنگیوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو گیا ہے اور اس نے فرنگیوں کو اثاری کا قلعہ دے دیا ہے۔ اس لئے اس نے ارادہ کیا کہ وہ خود اس کے علاقے پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ ۵۱۶ھ میں بہار کے موسم میں اس نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور شہر والوں کو پناہ دے کر حلب کو فتح کر لیا۔

فتح منبج

پھر مالک بن بہرام نے ۵۱۸ھ میں شہر منبج کی طرف کوچ کیا اور محاصرہ کرنے کے بعد شہر کو فتح کر لیا۔ اور اس کے حاکم حسان تغلبی کو مقید کر لیا۔ البتہ قلعہ کے باشندے قلعہ بند ہو گئے۔ اس لئے اس نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب فرنگیوں نے اس کی فتوحات کا حال سنا تو وہ اس کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے تو اس نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے لئے ایک فوجی دستہ مقرر کیا اور خود فرنگیوں کا مقابلہ کرنے چلا گیا۔ جنگ میں اس نے فرنگیوں کو شکست دی اور ان کا قتل عام کیا۔ پھر منبج کے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے لئے واپس چلا گیا۔ اس محاصرہ میں ایک دن اسے تیر لگا جو مہلک ثابت ہوا۔ اس واقعہ سے اس کے لشکر میں ہلچل پیدا ہو گئی اور وہ منتشر ہو گئے۔ حاکم شہر حسان بھی قید سے چھوٹ گیا۔

مالک کی شہادت

ماردین کا حاکم تمرتاش ابن الغازی اس کے ساتھ منبج کے محاصرہ میں شریک تھا۔ چنانچہ جب مالک بن بہرام شہید ہوا تو وہ اس کی لاش حلب لے گیا اور وہاں اسے دفن کیا۔ پھر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ بعد میں وہاں اپنا جانشین مقرر کر کے ماردین لوٹ گیا۔

حلب کا طویل محاصرہ

ادھر فرنگیوں نے شہر صور کی طرف فوج کشی کی اور اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد انھوں نے مسلمانوں کے دوسرے شہروں کو فتح کرنے کا قصد کیا۔ اتنے میں دبیس بن صدقہ، خلیفہ مسترشد کے واقعہ کے بعد بھاگ کر فرنگیوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے انھیں حلب کو فتح کرنے پر آمادہ کیا۔ لہٰذا فرنگی حکام انھیں لے کر روانہ ہوئے اور انھوں نے حلب کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کو طول دینے کے لئے اُنھوں نے شہر کے باہر مکانات تعمیر کر لئے تھے۔ اس طرح محاصرہ طویل ہوتا گیا اور خوراک کی قلت ہو گئی۔ جس سے شہر والوں میں بے چینی پھیل گئی اور ان کا حاکم ان حالات کا مقابلہ کرنے میں ناکام ثابت ہو رہا تھا۔ ایسے موقع پر انھیں موصل کے حاکم برسقی سے بہتر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ کیونکہ وہ (اسلامی ریاستوں میں) سب سے زیادہ طاقتور تھا اور اس کے پاس فوج بھی سب سے زیادہ تھی۔ اس لئے اہل حلب نے اپنی مدافعت کے لئے اسے بلایا اور اسے حکومت کرنے کی دعوت دی۔

برسقی کی حکومت

برسقی نے اس کے جواب میں یہ شرط رکھی کہ اس کے پہنچنے سے پہلے قلعہ پر قبضہ مل جائے تاکہ وہاں وہ اپنا دربان مقرر کر سکے۔ اس کے

بعد وہ فوج لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ فرنگیوں کی حدود کے قریب پہنچا تو وہ (اس کا مقابلہ کئے بغیر) اپنے شہروں کی طرف واپس ہو گئے۔ جب برسقی حلب پہنچا تو اہل حلب نے اس کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا چنانچہ وہ شہر میں داخل ہو کر شہر اور اس کے متعلقہ اضلاع پر قابض ہو گیا۔ وہ اپنی وفات تک وہاں حکومت کرتا رہا۔

اس کے بعد اس کا فرزند عزالدین حلب کا حاکم مقرر ہوا۔ جب وہ بھی فوت ہو گیا۔ تو سلطان محمود نے اتابک زنگی کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر حال بیان کریں گے۔

دیار بکر کے قلعوں کی تسخیر

حسام الدین تمرتاش ماردین واپس آگیا اور وہاں اس کی سلطنت قائم رہی۔ اس نے دیار بکر کے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ ۵۳۲ھ میں اس نے دیار بکر کا قلعہ ساج بھی فتح کر لیا جو گذشتہ سلاطین بنو مروان کے قبضے میں تھا اور یہ ان کا آخری قلعہ تھا۔

طویل عہد حکومت

حسام الدین تمرتاش نے اپنے بھائی سلیمان سے میافارقین کا علاقہ بھی چھین لیا تھا اور یہ بھی اس کی مملکت میں شامل ہو گیا تھا۔

تمرتاش نے ماردین پر اکتیس سال تک حکومت کی، یہاں تک کہ وہ ۵۴۷ھ میں فوت ہو گیا۔

تمرتاش کے جانشین

تمرتاش کی وفات کے بعد اس کا فرزند البی بن تمرتاش ماردین کا حاکم مقرر ہوا، اور وہ اپنی وفات تک وہاں کا حاکم رہا اس کے بعد اس کا فرزند ابو الغازی بن البی ماردین کا حاکم بنا۔ وہ بھی اپنی وفات تک حکومت کرتا رہا۔

مورخ ابن الاثیر نے ان دونوں کی تاریخ وفات نہیں تحریر کی ہے۔ مورخ حماۃ نے بھی یہ لکھا ہے کہ اسے بھی ان دونوں کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہے۔

جب ابو الغازی بن البی بھی فوت ہو گیا تو نظام الملک البقش نے انتظام سلطنت سنبھالا۔ اس نے اس کا جانشین حکمران (برائے نام) اس کے فرزند حسام الدین بولق ارسلان بن ابو الغازی بن البی کو مقرر کیا، وہ بچہ تھا، اس لئے خود مختار حاکم نظام الملک البقش ہی رہا۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرتا رہا۔ کیونکہ نوعمر حاکم کے سارے اختیارات

اس کے ہاتھ میں تھے، اور یہ حالت اس وقت تک باقی رہی جبکہ حسام الدین ۵۹۵ھ میں فوت ہوا۔ اس وقت تک یولق حکومت کرتا تھا۔

مورخ ابن الاثیر نے اس شخص کا لقب حسام الدین ناصر الملک بیان کیا ہے۔

ماردین کا محاصرہ

اس زمانے میں سلطان العادل ابوبکر ابن ایوب نے ماردین کا قصد کیا۔ الجزیرہ کے تمام حکام اس سے خائف تھے اور وہ اسے نہیں روک سکتے تھے۔ پھر مصر کا حاکم عزیز بن صلاح الدین بھی فوت ہو گیا اور اس کا بھائی افضل حاکم ہوا۔ لہٰذا سلطان العادل نے اہل مصر و دمشق اور اہل سنجار کے ساتھ اپنے فرزند الکامل کو بھیجا۔ انھوں نے ماردین کا محاصرہ کر لیا (اور محاصرہ بہت طویل مدت تک جاری رہا) ایسی حالت میں البقش نے جو یولق کا نگران تھا، اطاعت کرنے اور قلعہ کو مقررہ مدت کے اندر حوالے کرنے کا پیغام بھیجا، بشرطیکہ وہ انہیں خوراک کا سامان فراہم کر دیں۔

سلطان عادل نے اپنے فرزند کو اس کے دروازے پر مقرر کر دیا تاکہ قلعہ کے اندر ضرورت سے زائد خوراک نہ داخل ہونے پائے۔ مگر اہل قلعہ نے اس کے فرزند کو مال سے کر رضامند کر لیا اور قلعہ کو خوراک سے بھر لیا۔ اس اثناء میں سلطان نورالدین حاکم موصل ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا اور جنگ کرتا رہا، یہاں تک کہ سلطان عادل کا لشکر شکست کھا گیا۔ اہل قلعہ نے بھی نکل کر اس کے فرزند الکامل کے لشکر پر زبردست حملہ کیا چنانچہ دونوں لشکر شکست کھا کر بھاگ گئے۔

اس کے بعد حاکم ماردین حسام الدین یولق سلطان نورالدین کے پاس گیا اور اس سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنے قلعہ کی طرف واپس آ گیا۔

نورالدین دبیس کے پاس ٹھیرا ہوا تھا پھر وہ وہاں سے حوران جانے کے ارادہ سے کوچ کر گیا جیسا کہ ہم اس کی سلطنت کے حالات میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

ارتق کی حکومت

جب بولق ارسلان فوت ہو گیا تو لؤلؤ الخادم نے اس کے بعد اس کے چھوٹے بھائی ناصر الدین ارتق ارسلان بن قطب الدین ابوالغازی کو حاکم مقرر کیا۔ مورخ ابن الاثیر نے اس کا سن وفات بھی تحریر نہیں کیا ہے۔ وہ بھی البقش کی نگرانی میں سنہ ۶۰۱ھ تک کام کرتا رہا۔ آخر کار ارتق اس کی نگرانی سے تنگ

آگیا۔ جب البقش سنہ ۶۱۰ھ میں بیمار ہوا تو ارتق اس کی عیادت کے لئے آیا۔ اس وقت اس نے اس کے خادم لولو کو اس کے گھر کے کسی گوشے کے اندر مار ڈالا۔ پھر البقش کو بھی اس کے بستر مرض پر قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ ماردین کا خود مختار بادشاہ بن گیا اور المنصور کا لقب اختیار کیا۔ وہ سنہ ۶۳۶ھ میں فوت ہو گیا۔

ارتق کے جانشین

اس کے بعد اس کا فرزند سعید نجم الدین غازی بن ارتق حاکم مقرر ہوا۔ وہ سنہ ۶۵۸ یا سنہ ۶۵۳ھ میں فوت ہو گیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی مظفر قرا ارسلان بن ارتق کو حکومت ملی۔ اس نے ایک سال یا اس سے کم عرصے تک حکومت کی۔ پھر اس کے بعد اس کے بھائی منصور نجم الدین غازی بن قرا ارسلان ماردین کا حاکم ہوا۔ وہ چوّن برس تک حکومت کرتا رہا اور سنہ ۷۱۲ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند المنصور احمد حاکم ہوا۔ اس نے تین سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا فرزند الصالح محمود صرف چار مہینے تک حکمران رہا۔ یہاں تک کہ اس کا چچا المظفر فخر الدین داؤد المنصور نے اسے تخت سے اتار دیا (اور خود حکومت کرنے لگا) وہ سنہ ۷۷۸ھ میں فوت ہوا۔

اس کے بعد اس کا فرزند مجد الدین عیسیٰ ماردین کا حاکم ہوا اور ابھی تک وہی ماردین کا بادشاہ ہے۔

ہلاکو خاں کی اطاعت

جب ہلاکو خاں بن تلو خاں بن چنگیز خاں شہر بغداد اور اس سے متعلقہ علاقوں کا حاکم بنا، تو مظفر قرا ارسلان (حاکم ماردین) نے اس کی اطاعت قبول کی اور اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا۔ اس کے جانشین بھی ہلاکو خاں کی اولاد کی اطاعت کرتے رہے۔ جب بغداد میں تاتاری بادشاہوں کا آخری تاجدار ہلاک ہوا جس کا نام ابو سعید بن خربھر ہے، تو سلاطین ماردین نے تاتاریوں کا نام خطبے سے خارج کر دیا اور ان کا بادشاہ احمد المنصور بالکل خود مختار ہو گیا۔ وہ ابو الغازی بانی سلطنت کے بعد بارھواں سلطان ماردین ہے۔

قلعہ کیفا کے حکام

داؤد بن سقمان، اپنے والد سقمان اور اپنے بھائی ابراہیم کے بعد قلعہ کیفا کا حاکم ہوا۔

اس کی وفات کی تاریخ کا ہمیں علم نہیں ہے۔

نور الدین محمد

اس کے بعد نور الدین محمد، ولی عہد ہونے کی وجہ سے کیفا کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے اور سلطان غازی صلاح الدین کے درمیان تعاون واتحاد تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کو موصل کی جنگ میں فوجی امداد پہنچائی۔ اس کی شرط یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین آمد کی لڑائی میں اس کی مدد کرے۔ چنانچہ صلاح الدین نے اس جنگ میں اس کی مدد کی اور ۵۶۹ھ میں اس کے حاکم ابن نسان کا محاصرہ کیا۔ پھر یہ شہر نور الدین محمد حاکم ماروین کی عملداری میں شامل ہو گیا۔ جیسا کہ ہم سلطان صلاح الدین کے عہد کے واقعات میں اس کا ذکر کریں گے۔

قطب الدین سقمان

نور الدین محمد ۵۸۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کے دو فرزند تھے چنانچہ اس کا بڑا فرزند قطب الدین سقمان بادشاہ ہوا۔ اس کی سلطنت کا انتظام اس کے والد کے وزیر عوام ابن اسحاق الاسعد کے سپرد ہوا۔ اس سے پہلے نور الدین محمد کا بھائی عماد الدین حکومت کا دعوے دار تھا مگر وہ اس وقت فوج لے کر موصل کے محاصرہ میں سلطان صلاح الدین کی مدد کے لئے گیا ہوا تھا۔ جب اسے اپنے بھائی کی وفات کی خبر ملی تو وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کے بھائی نور الدین کی اولاد صغیر سن ہے، شہر پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس لئے وہ خرت برت کے مقام پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر کے اس کا حاکم بن بیٹھا۔ اور اس کے بعد یہ حکومت اس کے بیٹوں کو وراثت میں ملی۔

صلاح الدین کی حمایت

جب سلطان صلاح الدین موصل کی جنگ سے فارغ ہوا تو قطب الدین سقمان (حاکم کیفا) اس سے ملا۔ سلطان صلاح الدین نے قلعہ کیفا میں اسے اس کے والد کی حکومت پر برقرار رکھا اور آمد کے شہر پر بھی اس کا تسلط برقرار رکھا۔ جو اس نے اس کے والد کو فتح کر کے دے دیا تھا۔ مگر شرط یہ رکھی کہ اس کے معاملات سے وہ سلطان صلاح الدین کو مطلع کیا کرے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے۔ اس نے اس کے فرزند قرارسلان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام صلاح الدین تھا، وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور اس نے وہاں کی سلطنت کے انتظامات سنبھال لئے۔

یوں قطب الدین سقمان قلعہ کیفا اور آمد اور اس کے مضافات پر حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ۵۹۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کی موت قلعہ کیفا کے محل کے اوپر سے گرنے سے ہوئی۔

ولی عہد کا تقرر

اس کا بھائی محمود اس کے بعد حاکم بننے کا اُمیدوار تھا۔ مگر اس کا بھائی قطب الدین سقمان اس سے بہت نفرت کرتا تھا۔ اس لئے اس نے اس کو اپنی آخری عملداری قلعہ منصور کی طرف بھیج دیا تھا اور اس کے بجائے اپنے ایک غلام جس کا نام ایاس تھا انتخاب کر کے اس کا نکاح اپنی بہن کے ساتھ کر دیا تھا اور اسے اپنا ولی عہد بنا لیا تھا۔

ناصر الدین محمود

لہٰذا جب قطب الدین سقمان فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا غلام ایاس اس کا جانشین ہوا۔ اس وقت کچھ ارکان سلطنت خفیہ طور پر محمود کے پاس چلے گئے۔ وہ فوج لے کر آمد پہنچا، اس سے پہلے آمد کی مدافعت کے لئے ایاس پہنچ چکا تھا مگر وہ مقابلہ نہیں کر سکا۔ محمود نے آمد فتح کر لیا اور وہ تمام شہر پر مسلّط ہو گیا۔ اس نے ایاس کو مقید کر لیا تا آنکہ اس نے شاہ روم کی سفارش سے اسے چھوڑ دیا اور وہ روم چلا گیا، اور وہاں کے امراء میں شامل ہو گیا۔

مسعود کی جانشینی

اب محمود کیفا اور آمد اور ان کے مضافات کا خود مختار حاکم ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا لقب ناصر الدین رکھا۔ وہ ظالم اور بدسیرت تھا نیز وہ فلسفیانہ علوم جاننے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کی وفات ۶۱۹ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد مسعود حاکم ہوا۔

مسعود کا محاصرہ

مسعود اور سلطان افضل بن عادل کے درمیان ناچاقی ہو گئی اور جنگ چھڑ گئی تو اس نے اس کے برخلاف اپنے بھائی الکامل سے فوجی امداد حاصل کی اور وہ مصر سے فوجیں لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ کرک کا حاکم داؤد اور حماۃ کا حاکم مظفر بھی تھا۔ انھوں نے آمد کے مقام پر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہ نکل کر کامل کے پاس آیا تو اس نے اس کو مقید کر لیا۔ وہ الکامل کی وفات تک اس کی قید میں رہا۔ اس کے بعد وہ تاتاریوں کے پاس چلا گیا۔ وہیں وہ فوت ہو گیا۔

قلعہ خرت برت کے حکام

عماد الدین بن قرا ارسلان نے اپنے بھائی نور الدین کے فرزند قطب الدین سقمان سے خرت برت کے علاقہ کو چھین لیا تھا۔ یہ علاقہ اسی کے قبضہ میں رہا۔ یہاں تک کہ وہ ۶۰۱ھ میں فوت ہوا۔ اس نے وہاں بیس سال تک حکومت کی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا نظام الدین حاکم ہوا۔ اس کی اپنے چچازاد بھائی ناصر الدین محمود حاکم آمد و کیفا سے دشمنی تھی۔ اس لئے ناصر الدین محمود نے سلطان عادل بن ایوب کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور وہ اس کے فرزند اشرف کے ساتھ موصل کے محاصرہ میں بھی شریک ہوا تھا تاکہ وہ اس کے بعد فوج لے کر خرت برت روانہ ہو، اور یہ علاقہ فتح کر کے اسے دیدے۔

یہ حالت دیکھ کر نظام الدین ابوبکر نے غیاث الدین قلیج ارسلان حاکم روم سے فوجی امداد طلب کی۔

خرت برت کا محاصرہ

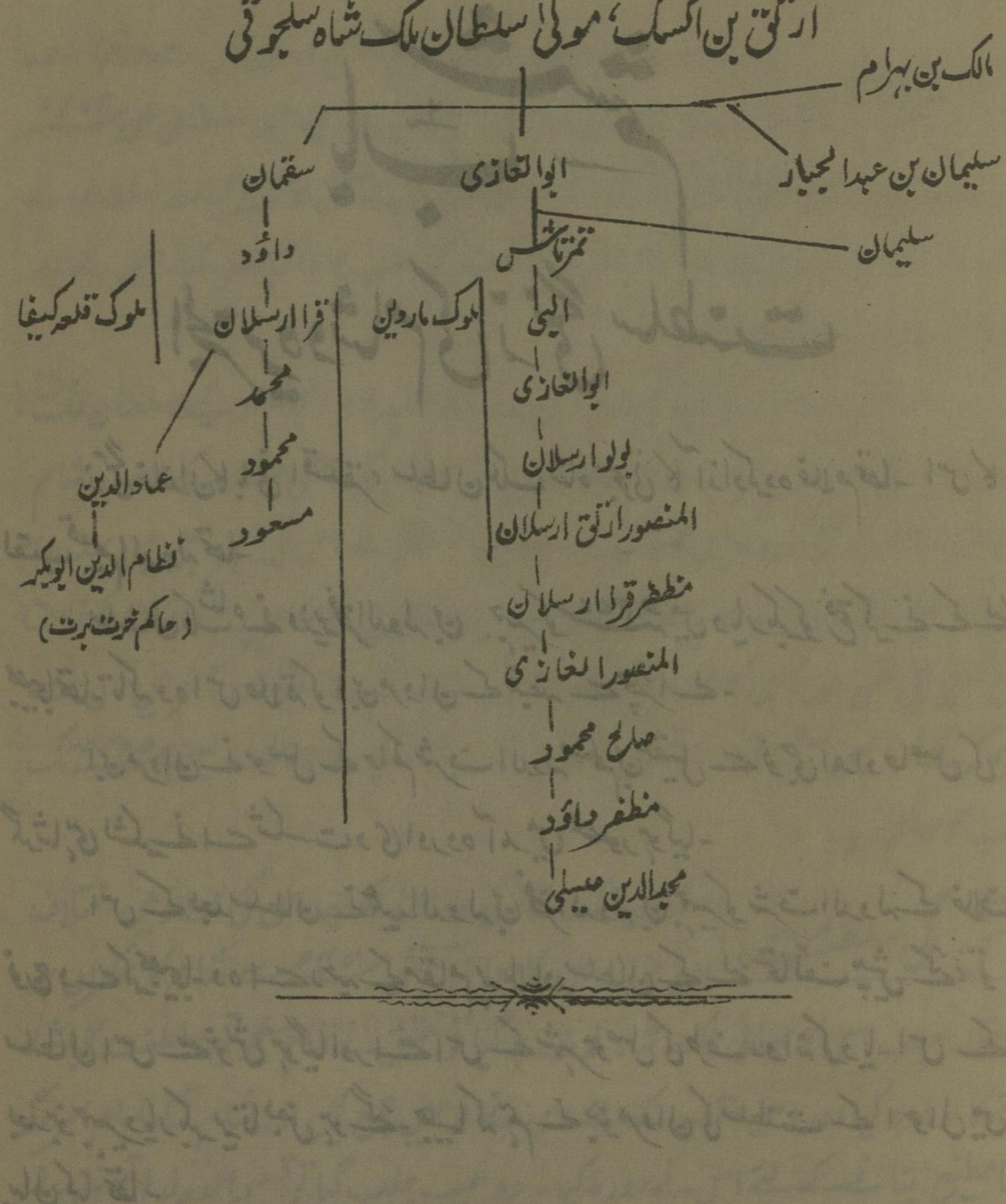
ماہ شعبان ۵۶۱ھ میں اشرف اور محمود فوجیں لے کر روانہ ہوئے اور انھوں نے خرت برت کا محاصرہ کر لیا اور اس کے بیرونی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ان کے مقابلہ کے لئے رومی علاقہ کے حاکم غیاث الدین نے نظام الدین کی مدد کے لئے سمیساط کے حاکم افضل بن صلاح الدین کے زیر قیادت فوجیں روانہ کیں۔ جب یہ لشکر ملطیہ کے مقام پر پہنچا تو اشرف اور محمود خرت برت سے نکل کر نظام الدین کے صحرائی قلعوں کی طرف بحیرہ سہتین کے قریب پہنچے اور ماہ ذوالحجہ ۵۶۱ھ میں انھیں فتح کر لیا۔

جب افضل، سلطان غیاث الدین کے لشکر کو لے کر وہاں پہنچا تو اشرف بحیرہ سے لوٹ آیا۔ اس وقت نظام الدین بھی لشکر کو لے کر قلعہ کی طرف پہنچا مگر فتح کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ وہ قلعہ آمد کے پاس ہی رہا۔

پھر رومی علاقہ کے بادشاہ کیقباد نے خرت برت کا قلعہ اس خاندان سے چھین لیا اور اس طرح اس علاقہ سے بنو سقمان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

شجرہ خاندان بنو ارتق سامنے صفحہ ۱۷۳ پر ملاحظہ فرمادیں!

شجرۂ خاندان بنو ارتق



باب ششم

الجزیرہ وشام کی زنگی سلطنت

زنگی خاندان کا بانی اقسنقر، سلطان ملک شاہ سلجوقی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس کا لقب قسیم الدولہ تھا۔

سلطان ملک شاہ نے وزیر فخر الدولہ بن جہیر کو ۴۷۶ھ میں دیار بکر کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا: تاکہ وہ اس علاقہ کو ابن مروان کے قبضہ سے چھڑا لے۔

ابن مروان نے موصل کے حاکم شرف الدولہ مسلم بن عقیل سے فوجی امداد حاصل کی مگر شاہی لشکر نے اسے شکست دی اور وہ آمد میں محصور ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان نے عمید الدولہ بن فخر الدولہ بن جہیر کو شرف الدولہ کے خلاف فوج دے کر بھیجا۔ وہ اسے رحبہ کے مقام پر ملا اور سلطان کے لیے تحائف پیش کئے، تو سلطان اس سے خوش ہو گیا اور اسے اس کے شہر موصل کی طرف روانہ کر دیا۔ اس کے بعد بنو جہیر دیار بکر پر قابض ہو گئے۔ جیسا کہ ہم نے بنو مروان کی سلطنت کے احوال میں بیان کیا تھا۔

حلب کی حکومت جب حلب میں صالح بن مرداس الکلابی کے فرزندوں کی حکومت ختم ہو گئی تو اہل حلب خود مختار ہو گئے۔ اس وقت اس کی حکومت کے یہ تین حکام دعویدار تھے:

(۱) شرف الدولہ مسلم بن قریش (۲) سلیمان بن قطلمش حاکم بلاد روم (۳) تتش ابن سلطان الپ ارسلان۔

سلیمان بن قطلمش نے مسلم بن قریش کو قتل کر دیا۔ پھر تتش نے سلیمان بن قطلمش

کو قتل کر کے حلب پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس کے قلعہ کو فتح نہیں کر سکا۔ چنانچہ وہ اس کا محاصرہ کرتا رہا۔

اقسنقر کا تقرر اہل حلب نے سلطان ملک کو پیغام بھجوایا اور اس سے درخواست کی کہ وہ حلب کی حکومت سنبھال لے۔ چنانچہ سلطان خود ۴۷۹ھ میں وہاں پہنچا۔ اس وقت تتش نے قلعہ کا محاصرہ ترک کر کے جنگل کا رُخ کیا اور سلطان نے حلب کا اقتدار سنبھال لیا۔ اور قسیم الدولہ اقسنقر کو حلب کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد وہ عراق واپس چلا گیا۔

اقسنقر نے حلب کو آباد کیا اور اس کے لئے مفید کام انجام دیئے۔ سلطان ملک شاہ نے اپنے بھائی تتش کو ہدایت کی کہ وہ اقسنقر کے ساتھ جا کر فاطمی خلفاء کے مصر و شام کے مقبوضات کو فتح کرنے میں مدد کرے۔ چنانچہ اقسنقر نے اس کی ہمراہی میں بہت سے علاقے فتح کئے۔ اس سے پہلے ۴۸۰ھ میں اس نے شیرز کے مقام پر بنو منقذ کے خلاف فوج کشی کی تھی اور اس کا محاصرہ کر کے انھیں بہت تنگ کیا تھا اور آخر میں ان سے صلح کر کے واپس آ گیا تھا۔ اقسنقر سلطان ملک شاہ کی وفات تک یعنی ۴۸۵ھ تک حلب کا حاکم رہا۔

تتش کی سلطنت سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کی اولاد میں اختلاف برپا ہوا۔ اس کا بھائی تتش ۴۷۱ھ سے شام کا حکمران ہو گیا تھا۔ جب اس کا بھائی ملک شاہ فوت ہو گیا تو تتش نے تمام سلجوقی سلطنت کا بادشاہ بننے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے اس نے فوجیں جمع کیں اور شام کے تمام امراء کو اپنا مطیع بنانے کے لئے اس نے دورہ کیا۔ وہ جب حلب گیا تو قسیم الدولہ اقسنقر نے اس کی اطاعت قبول کی اور انطاکیہ کا حاکم باغیسیان اور رُہا و حران کا حاکم قیران بھی اس کی اطاعت پر اس وقت آمادہ ہوئے جب تک کہ سلطان ملک شاہ کی اولاد کے حالات انجام تک نہ پہنچ جائیں۔

تتش کی فتوحات یہ امراء تتش کے ساتھ رہنے لگے۔ اس نے اسے فتح کر کے وہاں اپنے نام کا خطبہ (مساجد) میں پڑھوایا۔ پھر وہ نصیبین کو فتح کر کے موصل پہنچا اور اس کے حاکم ابراہیم بن قریش بن بدران کو شکست دی۔ اس کو

شکست دینے کا سہرا اقسنقر کے سر پر تھا۔ اس نے قریش بن ابراہیم کو قتل کر کے اس سے موصل کا علاقہ چھین لیا۔ اور سلطان تتش نے اس کے پھوپھی زاد بھائی علی بن مسلم بن قریش کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔

وہاں سے وہ دیار بکر گیا اور اسے بھی فتح کر لیا۔ پھر وہ آذربیجان گیا۔

ادھر سلطان ملک شاہ کا فرزند برکیارق، رے، ہمدان اور اس کے آس پاس کے شہروں پر قابض ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ ان کی حفاظت کے لئے آیا۔

اقسنقر اور حاکم رہا، بوزان برکیارق کے طرفدار ہو گئے جوان کے آقا کا فرزند تھا اور وہ اس کی فوج میں شامل ہو گئے۔ انھوں نے سلطان تتش کو چھوڑ دیا تھا۔

اقسنقر کا قتل

ان کی اس حرکت پر تتش بہت ناراض ہوا۔ چنانچہ جب وہ شام واپس آیا تو وہ فوجیں جمع کر کے ۴۸۷ھ میں قسیم الدولہ اقسنقر سے جنگ کرنے کے لئے حلب پر حملہ آور ہوا۔ سلطان برکیارق نے اقسنقر کی مدد کے لئے کربوقا کو فوج دے کر بھیجا اور وہ مقابلہ کے لئے نکلے۔ فریقین نے حلب سے چھ فرسخ کے فاصلے پر جنگ شروع کی۔ اس وقت اقسنقر کی کچھ فوجیں تتش کے لشکر میں چلی گئیں جس سے اقسنقر کی صفوں میں خلل واقع ہوا اور اسے شکست ہو گئی۔ شکست کے بعد اقسنقر کو قیدی بنا کر تتش کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

کربوقا اور بوزان حلب کے شہر کے اندر چلے گئے۔ تتش نے ان کا تعاقب کیا اور محاصرہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا اور ان دونوں سپہ سالاروں کو قیدی بنا لیا۔ جیسا کہ اس کی سلطنت کے حالات میں تحریر کیا جا چکا ہے۔

عماد الدین زنگی کے ابتدائی حالات

قسیم الدولہ اقسنقر بہت بڑا سیاست دان اور انصاف پسند حاکم تھا۔ اس کے علاقہ میں امن و امان رہا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کا فرزند سلجوقی سلطنت کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ زنگی اس کا سب سے بڑا فرزند تھا۔ وہ محبت اور احترام کے ساتھ پرورش پاتا رہا۔

سلطان برکیارق اور اس کے بھائی محمد کی خانہ جنگی کے زمانے میں جب سلطان برکیارق کی طرف سے کربوقا موصل کا حاکم ہوا تو زنگی اس کے پاس تھا۔ کیونکہ وہ اس کے والد کا دوست تھا۔ کربوقا اپنی حکومت کے زمانے میں شہر آمد کا محاصرہ کرنے گیا تھا۔ اس وقت

آمد کا ایک ترکمانی امیر تھا اور اسے سقمان بن ارتق نے فوجی امداد دی تھی۔ اس زمانے میں زنگی بن اقسنقر بچہ تھا، تاہم وہ اس کے لشکر میں شامل تھا اور اس کے والد کے ساتھیوں کی ایک۔ بڑی جماعت بھی اس میں شامل تھی اور اس جنگ میں زنگی نے بھی حصہ لیا تھا۔

کربوقا کی فتح

اس جنگ میں سقمان کو شکست ہوئی تھی اور کربوقا غالب آیا تھا۔ اسی جنگ میں ابن یاقوتی ابن ارتق گرفتار ہو گیا تھا اور کربوقا نے اسے ماردین کے قلعہ میں مقید کر دیا تھا اور یہی واقعہ ماردین میں بنو ارتق کی حکومت کا ذریعہ بنا۔ جیسا کہ ہم ان کی سلطنت کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

حکام موصل کی تبدیلی

پھر موصل کے حکام تبدیل ہوتے رہے۔ چنانچہ کربوقا کے بعد جکرمش حاکم ہوا اور اس کے بعد جاولی سکاوو، اور اس کے بعد مودود بن التیکین نے حکومت کی، اور اس کے بعد اقسنقر برسقی موصل کا حاکم مقرر ہوا، جیسا کہ سلجوقی سلطنت کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اسے سلطان محمد بن ملک شاہ نے ۵۵۸ھ میں حاکم مقرر کیا تھا اور اس کے ساتھ اپنے فرزند مسعود کو بھیجا تھا اور وہاں کے تمام امراء کو یہ تحریر کیا تھا کہ وہ اس کی قیادت میں (فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے) اس کی اطاعت کریں اور ان میں سے عماد الدین زنگی بھی تھا جو اس کا مخصوص ساتھی بن گیا۔

جب سلطان محمود اپنے والد محمد کے بعد ۵۱۱ھ میں تخت نشین ہوا تو اس کا بھائی مسعود موصل میں تھا اور اس کا اتابک جیوش بک بھی وہیں تھا۔ چنانچہ برسقی کو موصل سے بلوا کر بغداد کا کوتوال بنا دیا گیا تھا۔

دبیس کی بغاوت

حلہ کے حاکم دبیس بن صدقہ نے خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کے خلاف بغاوت کی تو برسقی نے لشکر اکٹھا کر کے حلہ کا قصد کیا۔ دبیس نے سلطان مسعود اور اس کے اتابک جیوش بک کے ساتھ موصل خط و کتابت کی اور ان دونوں کو بغداد جانے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان مسعود کے ساتھ اس کا وزیر فخر الملک، طرابلس کا حاکم ابو علی بن عمار، زنگی بن قسیم الدولہ اقسنقر اور الجزیرہ کے امراء کی ایک جماعت روانہ ہوئی۔ جب وہ بغداد پہنچے تو برسقی نے ان کے ساتھ مصالحت کی اور ان کے ہمراہ آیا۔

بغداد کے قریب جنگ

سلطان مسعود بغداد پہنچ گیا۔ منکبرس بھی بغداد آیا تو اس کے پاس دبیس بن صدقہ آیا اور ان دونوں کے درمیان بغداد کے قریب جنگ ہوئی۔ جیسا کہ اس سلطنت کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

منکبرس بغداد میں مقیم ہو گیا۔ اس نے سلطان محمود کی اپنے بھائی مسعود کے ساتھ خانہ جنگی میں (مصالحت کے لئے) عمدہ خدمات انجام دیں اور سلطان اپنے بھائی مسعود پر غالب آ گیا اور اسے اپنے پاس رکھا اور اس کے اتابک جیوس بک کو موصل سے بلوا لیا۔

زنگی کی حکومت کا آغاز

۵۱۵ھ میں وہاں برسقی کو بھیجا گیا تو زنگی کو اس کے ساتھ سابقہ خصوصیت حاصل ہو گئی۔ سلطان محمود سلجوقی نے برسقی کو موصل کی حکومت کے علاوہ بغداد کا کوتوال بنایا اور ۵۱۶ھ میں موصل کے ساتھ واسط کی حکومت بھی اس کے سپرد کر دی۔ اس نے وہاں کا حاکم زنگی کو بنایا۔ اس طرح زنگی نے دونوں علاقوں میں اپنا اچھا اثر قائم کر لیا۔

زنگی کی شجاعت

جب دبیس بن صدقہ اور خلیفہ مسترشد کے درمیان جنگ چھڑی تو خلیفہ مسترشد بغداد سے اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ موصل سے برسقی اور عماد الدین زنگی بھی آئے۔ دبیس کو شکست ہوئی اور عماد الدین نے اس مقام پر بہادری کے کارنامے دکھائے[۱]۔ پھر دبیس بصرہ گیا اور بنو عقیل کی باقی ماندہ فوج کو اکٹھا کیا۔ انہوں نے بصرہ جا کر اس شہر کو لوٹ لیا اور اس کے حاکم کو قتل کر دیا۔

خلیفہ مسترشد نے برسقی کی طرف پیغام بھیجا اور دبیس کی گرفتاری کے سلسلے میں غفلت اختیار کرنے پر اسے ملامت کی۔ کیونکہ اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے بصرہ میں تباہی مچا دی۔ آخر کار دبیس بھاگ گیا اور خلیفہ مسترشد نے بصرہ پر اقتدار حاصل کر لیا۔

بصرہ کی حکومت

اس نے بصرہ پر عماد الدین زنگی مقرر کیا تو اس نے اس کی عمدہ طریقہ سے مدافعت کی اور مضافات کے عربوں کو مغلوب کیا اور باغی عرب

---

[۱] اصل نسخہ میں یہاں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ ابن اثیر کی تاریخ الکامل کی عبارت کے مطابق یوں عبارت مکمل ہوتی ہے "عماد الدین نے اس موقع پر بہادری کے کارنامے انجام دیئے" (ملاحظہ ہو تاریخ الکامل ابن الاثیر ۸ ص۔ ۳۱۰ - ۳۱۱) مترجم

وہاں سے بھاگ گئے۔

۵۱۸ھ میں برسقی کو بغداد کے عہدہ سے معزول کر دیا گیا اور وہ موصل واپس آ گیا وہاں پہنچ کر اس نے عماد الدین زنگی کو بصرہ سے بلوایا تو وہ اس بات سے پریشان ہوا، اور کہنے لگا۔ "موصل کے لئے ہر دن نیا ہوتا ہے اور وہ ہمیں مدد کے لئے بلواتا ہے"۔

اس کے بعد وہ سلطان کے پاس گیا تاکہ وہ اسے اپنے ملازمین میں شامل کر لے۔ زنگی سلطان کے پاس اصفہان کے مقام پر پہنچا تو اس نے اپنی طرف سے اسے بصرہ کا حاکم مقرر کیا اور وہاں اسے جاگیر دی۔

برسقی کا قتل

برسقی نے ۵۱۸ھ میں شہر حلب کو فتح کر لیا۔ پھر وہ ۵۱۹ھ میں مارا گیا۔ اس کا فرزند عز الدین مسعود حلب میں تھا۔ اس لئے وہ یہ خبر سن کر جلد موصل پہنچا اور وہاں کا حاکم بن گیا۔

عفیف کو شکست

ادھر خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود سلجوقی کے درمیان مخالفت ہو گئی تو خلیفہ نے خادم عفیف کو واسط بھیجا تاکہ وہاں سے سلطان محمود کے نائب کو پیش قدمی سے روک دے۔ یہ سن کر عماد الدین زنگی بصرہ سے اس کے مقابلہ کے لئے گیا اور اس کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد اسے شکست دے دی۔ عفیف خلیفہ مسترشد کے پاس چلا گیا[1]

[1] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واقعات کی تفصیل میں کچھ عبارت حذف ہو گئی ہے۔ تاریخ الکامل میں ہے:
"خلیفہ نے مغربی جانب قیام کیا اس نے عفیف خادم کو، جو اس کے خواص میں سے تھا لشکر دے کر واسط بھیجا تاکہ وہاں سے سلطان کے نائب کو (پیش قدمی) سے روکے۔ سلطان نے اس کے مقابلہ کے لئے عماد الدین زنگی کو بھیجا جو اس وقت بصرہ میں تھا اور برسقی سے الگ ہو کر سلطان کی ملازمت میں تھا جب عفیف واسط پہنچا تو عماد الدین زنگی اس کے مقابلہ کے لئے گیا اور مشرقی کنارے پر پڑاؤ ڈالا۔ عفیف کا لشکر مغربی کنارے پر تھا۔ عماد الدین زنگی نے اسے جنگ کے خطرات سے آگاہ کیا اور چلے جانے کا مشورہ دیا مگر اس نے انکار کیا تو عماد الدین دریا عبور کر کے جنگ کرنے کے لئے پہنچا۔ جنگ میں عفیف کے لشکر کو شکست ہوئی اور اس کے بہت فوجی مارے گئے اور جو بچے وہ قید کر لئے گئے زنگی نے عفیف سے تغافل اختیار کیا اور باہمی محبت کی وجہ سے اسے بھاگنے کا موقع دیا"۔

(تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۲۱، (مترجم)

عماد الدین زنگی نے واسط میں قیام کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ کشتیوں میں فوج سوار کرا کر دریائی راستے سے اور خشکی کے راستے سے بھی (بغداد) فوجوں کو لے کر پہنچے۔ چنانچہ زنگی نے بصرہ سے کشتیاں اکٹھی کیں اور انہیں مسلح افواج سے بھر دیا۔ پھر وہ خشکی کے راستے سے سلطان کے پاس آیا۔ تمام فوجیں مسلح تھیں۔ یہ بہت خوفناک منظر تھا۔ اسے دیکھ کر خلیفہ مسترشد گھبرا گیا اور صلح کا پیغام دینے لگا۔

عراق کا کوتوال مقرر

چونکہ عماد الدین زنگی نے بصرہ اور واسط کے حاکم کی حیثیت سے نہایت عمدہ انتظامی صلاحیت اور تدبر کا ثبوت دیا تھا اور بغداد میں اس نے اچھا فوجی مظاہرہ کیا تھا۔ اس لئے سلطان محمود نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد ۵۲۱ھ میں عماد الدین زنگی کو بغداد اور عراق کا کوتوال مقرر کر دیا۔ سلطان کو خیال تھا کہ عماد الدین زنگی خلیفہ کے امور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکے گا۔ لہٰذا اس کے بعد سلطان اپنے پائے تخت اصفہان روانہ ہو گیا۔

موصل کی نئی حکومت

جب فرقہ باطنیہ کے لوگوں نے برسقی کو قتل کر دیا تو اس وقت اس کا فرزند عز الدین مسعود حلب میں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ لہٰذا وہ جلد موصل پہنچا اور وہاں کا انتظام حکومت اس نے سنبھال لیا۔ پھر اس نے سلطان محمود سے تقرر کی منظوری حاصل کی تو اس نے اسے اس کے والد کی جگہ پر مقرر کیا۔

وہ بہت بہادر انسان تھا اس لئے اس نے شام کو بھی فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے پہلے وہ رحبہ پہنچا اور وہاں کا محاصرہ کر لیا۔ پھر اہل قلعہ نے اس سے پناہ طلب کی مگر اس اثناء میں وہ بیمار ہو گیا اور اس کی یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔ اور وہ مر گیا۔

موصل میں بد نظمی

مرنے کی خبر سنتے ہی فوج میں ابتری اور انتشار پیدا ہو گیا اور وہ ایک دوسرے کو لوٹنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی لاش کو دفن کرنے کی طرف بھی متوجہ نہیں ہو سکے۔ آخر کار جاولی نے جو اس کے والد کا آزاد کردہ غلام تھا، اور فوج کا افسر تھا، اس کے بجائے اس کے چھوٹے بھائی کو حاکم مقرر کیا۔ پھر اس نے اس کے تقرر کے بارے میں سلطان کو لکھا اور اس مقصد کے لئے حاجب صلاح الدین محمد باغیسانی

اور قاضی ابوالحسن علی ابن القاسم شہرزوری کو بھیجا۔

زنگی کی حمایت

صلاح الدین حاجب نے اپنے سمدھی جقری سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ جقری عماد الدین زنگی کا طرفدار تھا۔ اس لئے اس نے صلاح الدین حاجب کو (جاولی کے) انجام سے ڈرایا اور قاضی اور اسے مشورہ دیا کہ وہ دونوں عماد الدین زنگی کو بھیجنے کا مشورہ دیں اور (ان خدمات کے صلہ میں) اس نے جاگیریں اور حکومت کے عہدے دلوانے کا وعدہ کیا۔

وزیر سے گفتگو

(اس مشورہ کے بعد) قاضی اور حاجب دونوں وزیر شرف الدین انوشیرواں بن خالد کے پاس پہنچے اور وزیر موصوف کو الجزیرہ اور شام کے حال زار سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ "فرنگی صلیب پرست ان علاقوں کے اکثر حصوں پر یعنی ماردین سے العریش تک قابض ہو چکے ہیں۔ اس لئے موصل کو ایسے حاکم کی ضرورت ہے جو ان فرنگیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکے۔ برسقی کے جس فرزند کو حاکم مقرر کیا گیا ہے وہ صغیر سن ہے۔ وہ فرنگیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے قابل نہیں ہے اور نہ وہ اپنے علاقے کی حفاظت کر سکتا ہے۔" اس کے بعد اس وفد نے وزیر مذکور سے خطاب کرتے ہوئے آخر میں یہ کہا۔

"ہم نے آپ کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا ہے اس لئے ہم اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو گئے ہیں۔"

زنگی کا انتخاب

اس کے بعد وزیر نے ان دونوں کی گفتگو سلطان تک پہنچائی سلطان نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا اور موصل کے ان دونوں معزز افراد کو بلوایا اور ان سے مشورہ لیا کہ موصل کا حاکم بننے کے لائق کون ہو سکتا ہے ان دونوں نے کچھ لوگوں کے نام لئے جن میں عماد الدین زنگی بھی شامل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے زنگی کی طرف داری سے مال و دولت کا نذرانہ بھی سلطان کے خزانے کے لئے پیش کیا۔

حاکم موصل کی حیثیت سے

سلطان نے ان کے مشورہ کو قبول کیا کیونکہ وہ زنگی کی انتظامی صلاحیت سے واقف تھا۔ چنانچہ اس نے موصل کے تمام صوبہ پر زنگی کو حاکم مقرر کیا اور اس بارے میں اس نے تحریری

فرمان بھی لکھا اور زبانی بھی اسے حاکم بننے کا حکم سنایا۔

لہٰذا سلطان عماد الدین زنگی اپنے علاقے کی طرف روانہ ہوا راستے میں اس نے فوارع کے مقام کو فتح کیا۔ اس کے بعد وہ موصل پہنچا۔ جاولی اور اس کے لشکر نے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔

زنگی کے ماتحت حکام

عماد الدین زنگی ماہ رمضان ۵۲۱ھ میں موصل پہنچا تھا۔ اس نے جاولی کو رحبہ کا حاکم بنا کر بھیجا اور قلعہ کا حاکم نصیر الدین جقری کو مقرر کیا۔ صلاح الدین یاغیسیانی کو اپنا حاجب مقرر کیا اور تمام صوبہ کا قاضی القضاۃ بہاء الدین شہرزوری کو مقرر کیا اور اس کی جاگیریں بھی اضافہ کیا۔ زنگی قاضی موصوف کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔

جزیرہ ابن عمر کی تسخیر

اس کے بعد زنگی فوج لے کر جزیرۂ ابن عمر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں برسقی کے آزاد کردہ غلام برسر اقتدار تھے۔ اُنھوں نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تو زنگی نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اس کی فوجوں اور اس شہر کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ اس لئے اس نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے اس کے آگے کے وسیع میدان میں ان سے جنگ کی۔ جب شہر والوں کو شکست ہوئی تو وہ فصیل میں قلعہ بند ہو گئے۔ پھر انھوں نے پناہ مانگی تو زنگی نے شہر میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔

فتح نصیبین

اس کے بعد زنگی نصیبین کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ یہ شہر حسام الدین تمرتاش بن ابو الغازی حاکم ماردین کے زیر اقتدار تھا۔ اس نے قلعہ کیفا کے حاکم اور اپنے چچازاد بھائی رکن الدولہ داؤد بن سقمان سے فوجی کمک طلب کی چنانچہ اس نے کمک بھیجنے کا وعدہ کیا۔ (اور اس کے وعدہ کے مطابق) حسام الدین نے اہل نصیبین کو یہ پیغام بھیجا کہ "وہ بیس دن تک ثابت قدمی سے ڈٹے رہیں"۔ چونکہ یہ پیغام شہر والوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس لئے یہ پیغام زنگی کی فوجوں کے ہاتھ لگ گیا۔

(مقررہ وقت گزرنے کے بعد) شہر والوں نے زنگی سے پناہ مانگی۔ چنانچہ اس نے انھیں (جان و مال کی) پناہ دے کر شہر فتح کر لیا۔

فتح سنجار و خابور

وہاں سے زنگی سنجار گیا۔ وہاں کے لوگوں نے پہلے مقابلہ کیا

پھر انھوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اسے بھی فتح کر لیا گیا۔ وہاں سے زنگی نے ایک لشکر خابور کی طرف روانہ کیا، وہ بھی فتح ہو گیا اور اس کے تمام علاقے پر اس کا قبضہ ہو گیا۔

فتح حران

پھر زنگی حران پہنچا، اس کے قریب رُہا، سروج اور البیرہ کے علاقے فرنگیوں کے قبضہ میں تھے اور ان کی وجہ سے حران کے باشندے پریشان تھے۔ اس لئے انھوں نے بہت جلد اس کی اطاعت قبول کر لی۔ پھر زنگی نے فرنگی حاکم جوسکیں کو صلح کا پیغام بھیجا، تاکہ وہ اس کی طرف سے (حملہ کے اندیشہ سے) مطمئن ہو جائے لہٰذا ان دونوں کے درمیان صلح ہو گئی۔

حلب کے حکام

۵۱۰ھ میں برسقی نے شہر حلب اور اس کے علاقے کو فتح کر لیا تھا اور وہاں اپنا جانشین اپنے فرزند مسعود کو بنایا تھا جب فرقہ باطنیہ نے برسقی کو موصل میں قتل کر دیا تو اس کا فرزند بہت جلد موصل پہنچا اور حلب پر اپنا جانشین امیر قرمان کو مقرر کیا۔ اس کے بعد اسے معزول کر دیا اور اس کے بجائے امیر قطلغ ابہ کو حلب کا حاکم مقرر کیا۔ مگر قرمان نے یہ کہہ کر حکومت اس کے حوالے نہیں کی:

"میرے اور امیر مسعود کے درمیان (اصلی فرمان کو ثابت کرنے کے لئے) ایک نشانی ہوتی ہے جو اس فرمان میں موجود نہیں ہے۔"

قطلغ ابہ مسعود کے پاس گیا اس نے بتایا کہ وہ اس وقت الرحبہ کا ...... کر رہا تھا[1] اس لئے وہ جلدی سے حلب کی طرف لوٹ گیا۔ شہر والے مضال بن ربیع کی قیادت میں اس کے طرفدار ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے اسے شہر میں داخل کر کے اسے حاکم بنا لیا، اور قرمان کو قلعہ سے نکال کر اور ایک ہزار دینار دے کر اسے محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔

اہل حلب کی بغاوت

قطلغ ابہ نے ۵۲۱ھ کے درمیانی عرصے میں قلعہ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر حکومت حاصل کرنے کے بعد اس کی عادتیں

---

[1] یہاں اصل نسخہ میں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں اس موقع پر یہ عبارت مذکور ہے:۔
" قطلغ ابہ مسعود کی طرف لوٹ کر گیا، وہ رحبہ کا محاصرہ کر رہا تھا۔ وہاں معلوم ہوا کہ وہ (اچانک) مر گیا ہے۔ (یہ حال دیکھ کر) وہ جلدی سے حلب کی طرف لوٹ گیا۔"
(تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۲۲۶) (مترجم)

خراب ہو گئیں اور اس نے بے حد ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ بڑے لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس لئے رعایا اس سے نفرت کرنے لگی اور اسی سال عید الفطر کے دن عوام نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بجائے انھوں نے اپنے سابق حکمران، بدر الدولہ سلیمان بن عبد الجبار بن ارتق کو اپنا حاکم بنا لیا اور انھوں نے قطلغ ابہ کا جو قلعہ میں تھا، محاصرہ کر لیا۔

فرنگیوں کی فوج کشی

منبج کا حاکم حسان اور مراغہ کا حاکم حسن دونوں حاکموں کے درمیان صلح کرانے کے لئے پہنچے مگر صلح نہیں ہو سکی۔ پھر رُہا (اڈلیسا) کا فرنگی حاکم جوسکین لشکر لے کر حلب پہنچا تو اہل حلب نے مال و دولت دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی اور وہ لوٹ گیا۔ پھر انطاکیہ کے حاکم نے فوج کشی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس سال کے ماہ ذوالقعدہ کے نصف تک فرنگی قلعہ کا بھی محاصرہ کرتے رہے۔

زنگی کی اطاعت

جب عماد الدین زنگی حران کے حاکم کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے ساتھیوں میں سے دو امیروں کو سلطان کا یہ فرمان دے کر حلب بھیجا کہ موصل، الجزیرہ اور شام زنگی کے حوالے کر دیا جائے۔ جب اہل حلب نے یہ فرمان سنا تو انھوں نے جلد اطاعت قبول کر لی اور ان دونوں امیروں میں سے ایک امیر حلب میں مقیم ہو گیا اور حلب کے دونوں حکام بدر الدولہ ابن عبد الجبار اور قطلغ ابہ عماد الدین زنگی کے پاس پہنچے۔ عماد الدین زنگی نے ان دونوں کے درمیان صلح کرا دی اور وہ دونوں زنگی کے پاس مقیم ہو گئے۔ پھر زنگی نے صلاح الدین محمد باغیسیانی کی قیادت میں لشکر بھیج کر قلعہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اس نے انتظامات درست کئے اور وہاں حکومت کرنے لگا۔ اس کے بعد زنگی خود ماہ محرم ۵۲۲ھ میں حلب کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں زنگی نے حسان سے منبج کا قلعہ چھینا اور حسن کے قبضہ سے مراغہ کو حاصل کیا۔

زنگی کی آمد حلب

اہل حلب نے زنگی کا استقبال کیا۔ اس نے حلب کے مختلف علاقے اپنے اُمراء اور فوج میں تقسیم کئے۔ اس کے بعد قطلغ ابہ کو گرفتار کر کے اسے ابن بدیع کے حوالے کیا۔ اس نے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ جس کے بعد وہ مر گیا۔

نئے حاکم کا تقرر

پھر ابن بدیع بھی باغی ہو گیا اور قلعہ جعبر کے حاکم سے امداد حاصل

کرنے کے لئے وہاں چلا گیا۔ عماد الدین زنگی نے اس کے بجائے حلب کا سربراہ اور حاکم علی بن عبدالرزاق کو مقرر کیا اور خود موصل لوٹ آیا۔

فتح حماۃ

پھر عماد الدین زنگی فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوا اور دریائے فرات کو عبور کر کے شام پہنچا۔ اس نے دمشق کے حاکم تاج الملوک بوری بن طغرکین سے کمک طلب کی۔ اس نے جانشین کے بارے میں پورا اطمینان کرنے کے بعد اپنی فوجوں کو اپنے فرزند سونج کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ فوج لے کر زنگی کی مدد کے لئے پہنچے۔ جب یہ شامی فوجیں زنگی کے پاس پہنچیں تو اس نے ان کی تعظیم و تکریم کی۔ چند دنوں کے بعد اس نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور سونج اور اس کے سپہ سالاروں کو جو اس کے ساتھ آئے تھے گرفتار کر کے انہیں حلب میں نظر بند کر دیا اور ان کے خیموں کو لوٹ لیا۔ پھر جلد وہ شہر حماۃ پہنچا، جو محافظوں سے خالی تھا۔ اس لئے اس نے آسانی کے ساتھ اسے فتح کر لیا۔

وہاں سے وہ حمص کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا حاکم قیرجان بن قراجا اس کے ساتھ اس کے لشکر میں موجود تھا۔ یہ وہی شخص تھا، جس نے سونج اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ لہٰذا زنگی نے اسے اس خیال کے ماتحت گرفتار کر لیا کہ اہل حمص اپنا علاقہ اس کے سپرد کر دیں گے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر زنگی نے قیرجان کو ان کے پاس بھیجا تو وہ بھی ان کے ساتھ مل گیا (اور واپس نہیں آیا) اس لئے عماد الدین نے کچھ عرصہ تک حمص کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس لئے زنگی سونج بن بوری کو لے کر موصل واپس آ گیا۔

فرنگیوں کے خلاف جہاد

جب عماد الدین زنگی موصل واپس آیا تو اس کی فوج نے چند دن آرام کیا۔ پھر زنگی نے جہاد کے لئے تیاری کی اور ۵۲۴ھ میں شام و حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سب سے پہلے اثارب کے قلعہ کو (جو شام میں ہے) فتح کرنے کا قصد کیا۔ یہ قلعہ حلب سے تین فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ یہاں فرنگی صلیب پرست رہتے تھے جو اہل حلب کو بہت پریشان کرتے تھے۔ اس لئے زنگی نے فوج کشی کر کے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ انطاکیہ سے فرنگیوں کی فوجیں اس کی حفاظت کے لئے آئیں اور جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ زنگی نے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر

ان کے ساتھ جنگ کی۔ مسلمان اپنی جان پر کھیل کر جنگ کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کے بہت سے سپہ سالار قیدی بنائے گئے اور بہت سے فرنگیوں کو مار ڈالا گیا ان کی لاشوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی ہڈیاں ساٹھ سال سے زیادہ عرصے تک وہیں پڑی رہیں۔

فرنگی قلعوں کی تسخیر فرنگیوں کو تباہ کن شکست دینے کے بعد زنگی قلعہ اثارب کی طرف متوجہ ہوا اور اسے فتح کر کے اسے تباہ اور ویران کر دیا۔ وہاں جو فرنگی اشخاص تھے انھیں یا تو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنا لیا گیا۔

پھر وہ انطاکیہ کے قریب قلعہ حارم[۱] کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ یہ بھی فرنگیوں کا قلعہ تھا اس لئے زنگی نے اس کا محاصرہ کیا۔ آخر کار فرنگیوں نے نصف خراج ادا کرنے کی شرط پر زنگی سے صلح کر لی، اس لئے وہ واپس چلا گیا۔ ان حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کے دلوں میں زنگی اور مسلمانوں کا رعب قائم ہو گیا اور ان کی ہوس ملک گیری کا خاتمہ ہو گیا۔

ہنو ارتق کو شکست جب زنگی اثارب اور حارم کے قلعوں کی فتح اور فرنگیوں کے ساتھ جہاد کرنے سے فارغ ہوا تو وہ الجزیرہ کی طرف لوٹ آیا اور اس نے شہر سرخس کا محاصرہ کر لیا جو ماردین کے حاکم کے ماتحت تھا۔ یہ شہر ماردین اور نصیبین کے درمیان تھا اور یہ دونوں ماردین کے حاکم ابو الغازی بن حسام الدین تمرتاش بن ابو الغازی کے ماتحت تھے۔ کیفا کا حاکم رکن الدولہ داؤد بن سقمان تمرتاش بن ارتق۔ حسام الدین، حاکم ماردین اور رکن الدولہ حاکم آمد مقابلہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ انھوں نے ترکمانوں کی تقریباً بیس ہزار فوج اکٹھی کر لی تھی اور یہ سب زنگی کی فوج کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ زنگی نے ان سب کو شکست دی اور سرخس کے شہر کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد رکن الدولہ جزیرۂ ابن عمر کو لوٹنے کے لئے روانہ ہوا مگر زنگی نے تعاقب کر کے اسے

---

[۱] حارم حلب کے علاقہ میں ایک چھوٹا شہر ہے جہاں سرسبز درخت اور چشمے ہیں اور ایک چھوٹا دریا بھی ہے۔ ابن سعید کا قول ہے کہ یہ قلعہ بہت زرخیز اور سرسبز ہے۔ اس شہر کا خاص پھل ایسا انار ہے جس میں گٹھلی نہیں ہوتی ہے اور باہر سے اس کا اندرونی حصہ نظر آتا ہے۔ یہاں پانی کی فراوانی ہے۔ (تاریخ ابو الفداء)

اپنے شہر کی طرف بھگا دیا۔ پھر زنگی نے قلعہ ہمرد کو فتح کرنے کے لئے موصل روانہ ہوگیا کیونکہ راستوں کی تنگی اور دشواری کی وجہ سے مزید پیش قدمی ممکن نہ تھی۔

دبیس کی گرفتاری پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ دبیس بن صدقہ نے جب بصرہ چھوڑا تھا تو وہ ۵۲۵ھ میں شام کے قلعہ سرخد کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ وہاں اسے ایک لونڈی نے بلوایا تھا جسے حسن نے اس لئے چھوڑ رکھا تھا کہ وہ اس سے نکاح کرے۔

جب دبیس اس مقصد کے لئے غوطۂ دمشق میں قبیلۂ کلب کی ایک بستی میں سے گزرا تو قبیلۂ کلب کے افراد نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے دمشق کے حاکم تاج الملوک کے پاس لے گئے۔ یہ خبر اتابک زنگی تک بھی پہنچی، وہ اس کا دشمن تھا۔ اس لئے اس نے تاج الملوک بوری حاکم دمشق کو اس بارے میں لکھا اور اس کے فرزند سونج اور ان امراء کے ساتھ اس کا تبادلہ کرنے کی پیش کش کی جو اس کے ساتھ تھے۔ چنانچہ (قیدیوں کے اس تبادلے کی تجویز کے مطابق) اس نے ان کو رہا کر دیا اور ان کے بدلے میں بوری نے دبیس کو زنگی کے پاس بھیج دیا۔ دبیس کو اپنی ہلاکت کا یقین تھا مگر جب وہ وہاں پہنچا تو زنگی نے اس کی تعظیم کی اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کی شکایات دور کیں۔

قاصدوں کی گرفتاری ادھر خلیفہ مسترشد نے بھی بوری ابن طغرکین حاکم دمشق کو دبیس کے بارے میں لکھا۔ مگر جب ایلچی اس کے پاس پہنچے تو وہ دبیس کو زنگی کے سپرد کر چکا تھا۔ قاصدوں نے اس فعل پہ زنگی کی برائی کی تو زنگی نے راستے ہی میں ان کو گرفتار کرا دیا۔ وہ دونوں قاصد یہ تھے (۱) سدید الدولہ بن الانباری (۲) ابوبکر ابن بشر الجزری۔ زنگی نے ان دونوں کو قید کر لیا اور اس وقت چھوڑا جبکہ خلیفہ مسترشد نے ان کے بارے میں سفارش کی۔

دبیس زنگی کے پاس ہی رہا یہاں تک کہ وہ اس کے ساتھ عراق آیا۔

محاصرۂ بغداد جب سلطان محمود ۵۲۵ھ میں فوت ہوگیا تو (بادشاہ بننے میں) اس کے بیٹے داؤد اور اس کے بھائی مسعود کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں داؤد نے مسعود کے علاقے کی طرف پیش قدمی کی اور ماہ محرم ۵۲۶ھ میں تبریز کا محاصرہ کر لیا۔ پھر دونوں کے درمیان صلح ہوگئی اور مسعود تبریز سے نکل کر ہمدان

چلا گیا۔ اس نے خلیفہ مسترشد کو پیغام بھیجا کہ خطبہ میں اس کا نام شامل کیا جائے مگر خلیفہ نے انکار کر دیا۔ سلطان مسعود نے اتابک عماد الدین زنگی سے بھی فوجی کمک طلب کی اس کے بعد سلطان مسعود نے بغداد کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

فریقین میں جنگ

مسعود سے پہلے اس کا بھائی سلجوق شاہ، حاکم فارس وخوزستان اتابک قراجا شامی کے ساتھ بہت بڑا لشکر لے کر بغداد پہنچ چکا تھا اور خلیفہ مسترشد نے اسے دار الخلافہ میں ٹھہرایا تھا مسعود کا لشکر عباسیہ میں ٹھہرا تھا۔

جب خلیفہ مسترشد کا لشکر اور سلجوق شاہ و قراجا شامی کا لشکر مسعود کے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکلا تو انہیں یہ خبر موصول ہوئی کہ عماد الدین زنگی کی فوجیں ان کے پیچھے آرہی ہیں اور یہ بھی اطلاع ملی کہ زنگی معشوب کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس لئے قراجا شامی زنگی کے مقابلہ کے لئے پیچھے کی طرف لوٹا اور سلجوق شاہ اپنا لشکر لے کر اپنے بھائی مسعود کی فوجوں سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

زنگی کو شکست

قراجا کا لشکر تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا، اور ایک دن اور ایک رات میں فاصلہ طے کرنے کے بعد صبح سویرے معشوب پہنچ گیا۔ اس نے جنگ کر کے زنگی کو شکست دی اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو قید کر لیا۔

زنگی شکست کھا کر تکریت پہنچا جہاں کا نائب سلطان صلاح الدین کا والد نجم الدین ایوب بن شادی تھا۔ وہاں سے اس نے دریائے دجلہ کو عبور کیا۔

صلح نامہ

پھر خلیفہ مسترشد کے ساتھ ان شرائط پر صلح ہوئی کہ عراق ان کے پاس رہے گا اور بادشاہت مسعود کی ہوگی اور سلجوق شاہ ولی عہد ہوں گے۔ یہ معاہدۂ صلح ۵۲۶ھ کے درمیانی عرصے میں ہوا۔

سلطان سنجر کی پیش قدمی

اس صلح نامہ کے بعد سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے سلطان طغرل بن محمود کی بادشاہت کا مطالبہ کیا۔ طغرل اس کے پاس رہتا تھا۔ لہذا (اس مطالبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے) سلطان سنجر خراسان سے روانہ ہوا اور ہمدان پہنچ گیا۔

سلطان مسعود اور سلجوق شاہ اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے اور مقابلہ کے لئے نکلے مگر جنگ کرنے میں اس لئے تاخیر کر رہے تھے کہ وہ خلیفہ مسترشد کے شامل ہونے کا

انتظار کر رہے تھے۔

خلیفہ مسترشد مغربی جانب ......[1] آیا۔ اسے اطلاع ملی کہ اتابک زنگی اور دبیس بن صدقہ بغداد پہنچ رہے ہیں۔ دبیس نے دعویٰ کیا کہ سلطان سنجر نے اسے حلہ کا علاقہ دیا تھا اس مقصد کے لئے اس نے منظوری حاصل کرنی چاہی مگر اس نے سفارش قبول نہیں کی۔ اتابک زنگی نے یہ بیان کیا کہ سلطان سنجر نے اسے بغداد کا کوتوال مقرر کیا تھا۔

اس عرصے میں سلطان مسعود اور اس کے بھائی سلجوق نے سلطان سنجر سے جنگ کی جس میں مسعود کو شکست ہوئی۔ جیسا کہ گذشتہ ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے۔

دوسری طرف مسترشد بغداد لوٹ گیا اور مغربی جانب عباسیہ میں مقیم ہوا۔ اس کی فوجوں کا مقابلہ زنگی اور دبیس سے قلعہ برائکہ پر ہوا۔ جس میں ان دونوں کو ماہ رجب کے آخر ۵۲۶ھ میں شکست ہوئی۔ اس کے بعد اتابک زنگی موصل چلا گیا۔

فرنگیوں کا حملہ اتابک زنگی کی غیر حاضری میں فرنگیوں کا بادشاہ بیت المقدس سے حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اتابک زنگی کا نائب امیر اسوار مقابلہ کے لئے نکلا۔ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ ترکمانی فوجوں کو بھی شامل کیا اور قنسرین کے مقام پر اس کے لشکر نے فرنگیوں سے جنگ کی۔ اس نے جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا تاہم مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ حلب واپس چلے گئے۔ فرنگیوں کا بادشاہ حلب کی عملداری میں کامیاب ہو کر گھس گیا۔

اس کے بعد رُہا سے فرنگی فوجوں کا ایک دستہ حلب کے علاقے میں غارت گری کے لئے آیا تو نائب امیر اسوار نے منبج کے حاکم کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کیا اور فرنگیوں کو تباہ و برباد کر دیا اور جو باقی بچے انھیں قید کر لیا، اور مسلمان جنگ میں کامیاب ہو کر واپس آئے۔

---

[1] یہاں بھی بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں ہے۔" جب خلیفہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ جلد لوٹ آیا اور مغربی جانب عبور کر کے آگیا اور عباسیہ میں قیام کیا۔ عماد الدین زنگی دبیل کے منا ریہ کے مقام پر مقیم ہوا، اور قلعہ برامکہ کے مقام پر ۲۷ رجب کو فریقین میں جنگ ہوئی۔" (مترجم)

خلیفہ کا عتاب نامہ جب زنگی خلیفہ مسترشد سے شکست کھا کر لوٹا تو اس وقت سے خلیفہ مسترشد کے ساتھ اس کے تعلقات ناخوشگوار ہو گئے اور خلیفہ موقع کا منتظر رہا۔ اس کے بعد سلاطین سلجوقیہ کے درمیان بہت اختلافات رونما ہوئے اور امراء کی ایک بڑی جماعت فتنہ و فساد سے بچنے کے لئے بھاگ کر خلیفہ کے پاس پہنچ گئی اور اس کے زیر سایہ رہنے لگے۔ ایسی صورت میں خلیفہ مسترشد نے ارادہ کیا کہ وہ اتابک زنگی کے ذریعے ان امراء کا فیصلہ کرائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے خلیفہ نے مشہور واعظ بہاء الدین ابوالفتوح اسفراینی کو بھیجا اور اس کے ہاتھ سخت عتاب نامہ بھیجا جس میں زنگی کے خلاف سخت لہجہ استعمال کیا گیا تھا۔ نیز واعظ موصوف نے خلافت کی عزت و ناموس کی خاطر اپنے خیالات کے مطابق مزید سخت الفاظ استعمال کیے۔

اتابک زنگی اس پر سخت ناراض ہوا کیونکہ اس کے روبرو اس کی توہین کی گئی تھی اس لئے اس نے واعظ مذکور کو قید کر لیا۔

محاصرہ موصل خلیفہ مسترشد نے سلطان مسعود کو پیغام بھیجا[1] ..... کہ وہ موصل کا قصد کر رہا ہے اور اس کا محاصرہ کر رہا ہے۔ کیونکہ زنگی نے (اس کے ساتھ) بدسلوکی کی ہے۔

پھر خلیفہ موصوف نے ماہ شعبان ۵۲۷ھ میں تیس ہزار جنگجو سپاہی لے کر موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ جب وہ موصل کے قریب پہنچا تو اتابک زنگی وہاں سے سنجار چلا گیا۔ اور موصل پر اپنا نائب نصر الدین جقری کو مقرر کیا۔ خلیفہ مسترشد نے وہاں پہنچ کر موصل کا محاصرہ کر لیا۔

اتابک زنگی نے خلیفہ کے لشکر کی طرف خوراک کی رسد کی فراہمی بند کر دی تھی۔ اس وجہ سے خوراک کی قلت ہو گئی اور خلیفہ کا لشکر پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔

اہل شہر کی ایک جماعت نے ان پر حملہ کرنا چاہا مگر اس کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ

---

[1] یہاں بھی بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں یہ الفاظ ہیں: "خلیفہ مسترشد باللہ نے مسعود کو وہ تمام واقعات تحریر کئے جو زنگی کی طرف سے رونما ہوئے اور اسے مطلع کیا کہ وہ موصل کا قصد کر رہا ہے اور اس کا محاصرہ کرنے والا ہے۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۴۰) (مترجم)

گرفتار کر لئے گئے اور انھیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔

یہ محاصرہ تین مہینے تک رہا مگر شہر فتح نہیں ہو سکا۔ اس لئے محاصرہ ختم کر دیا گیا اور خلیفہ بغداد واپس چلا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا خادم مطر بغداد سے آیا تھا۔ اور اس نے خلیفہ مذکور کو یہ اطلاع دی تھی کہ سلطان مسعود عراق آنے کا قصد کر رہا ہے۔ اس لئے خلیفہ جلد واپس آ گیا۔

شہر حماۃ کا محاصرہ

اتابک زنگی نے ۵۲۳ھ میں حماۃ کا شہر تاج الملوک بوری بن طغرکین حاکم دمشق سے چھین لیا تھا اور یہ شہر چار سال تک اس کی عملداری میں شامل رہا۔

تاج الملوک بوری نے ماہ رجب ۵۲۶ھ میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا فرزند شمس الملوک اسماعیل دمشق کا حکمران ہوا۔ اس نے فرنگیوں سے بانیاس کے مقام کو ماہ صفر ۵۲۷ھ میں چھین لیا۔ اس کے بعد اسے اطلاع ملی کہ خلیفہ مسترشد باللہ نے موصل کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس لئے اس نے شہر حماۃ کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا اور پھر عید الفطر اور اس کے بعد کے دو دنوں میں جنگ کر کے اسے فتح کر لیا۔ شہر کے باشندوں نے پناہ طلب کی تو اس نے انھیں پناہ دے دی۔ پھر اس نے حماۃ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ جہاں حاکم شہر اور اس کے ساتھی محصور تھے۔ انھوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد شمس الملوک نے وہاں کے ذخیروں اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔

وہاں سے اس نے قلعہ شیزر کی طرف پیشقدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے حاکم ابن منقذ نے اسے کچھ مال و دولت پیش کر کے اس کے ساتھ صلح کر لی اور وہ اسی سال ماہ ذوالحجہ میں دمشق واپس آ گیا۔

اہم قلعوں کی تسخیر

۵۲۸ھ میں اتابک زنگی حاکم موصل اور حاکم ماردین دونوں نے مشترکہ طور پر شہر آمد کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے حاکم نے کیفا کے حاکم داؤد بن سقمان سے فوجی کمک طلب کی۔ چنانچہ وہ لشکر لے کر ان دونوں کے مقابلہ کے لئے پہنچا۔ ان دونوں حاکموں نے اس کے ساتھ جنگ کر کے اسے شکست دی اور اس کے لشکر کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔

جب آمد کا محاصرہ بہت طویل ہو گیا تو ان دونوں حکام کے مشترکہ لشکر نے اس کے باہر کے درخت اور انگور کی بیلیں سب کاٹ دیں۔ اس پر بھی شہر والوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تو وہ دونوں فوجیں وہاں سے کوچ کر گئیں۔

اس کے بعد زنگی نے دیار بکر کے قلعہ نسور کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسی سال کے ماہ رجب کی پندرہ تاریخ کو یہ قلعہ فتح کر لیا۔

زنگی کا وزیر اس اثناء میں ضیاء الدین ابوسعید ابن الکفر توثی زنگی کے پاس آیا تو اتابک زنگی نے اسے اپنا وزیر مقرر کیا۔ وہ بہت اچھا سیاستدان اور شریف ثابت ہوا۔ فوج بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ بعد میں اس کا ۵۳۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

مفسدوں کی سرکوبی پھر زنگی نے کردوں کے تمام حمیدیہ قلعوں کو فتح کر لیا جس میں قلعہ العقر اور قلعہ سوس وغیرہ شامل ہیں۔ جب زنگی موصل کا حاکم ہوا تھا تو اس نے ان تمام قلعوں پر عیسیٰ الحمیری کو ان کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس نے خلیفہ مسترشد کے محاصرہ موصل کے موقع پر عمدہ خدمات انجام دی تھیں اور زنگی کے لئے کردوں کی فوج تیار کی تھی۔

تاہم جب خلیفہ مسترشد زنگی سے جنگ کر کے بغداد واپس چلا گیا تو زنگی اور اس کے لشکر نے ان قلعوں کا محاصرہ کیا اور شدید جنگ کے بعد اسی سال ان قلعوں کو فتح کر لیا۔ ان فتوحات کے بعد اس علاقے کے دیہات ان کی تباہ کاریوں سے محفوظ ہو گئے۔ کیونکہ ان قلعوں کی فوجیں دیہاتوں میں لوٹ مار کر کے انھیں تباہ و برباد کر رہی تھیں۔

ہکاریہ اور کواشی کے قلعوں کی تسخیر مورخ ابن الاثیر جزری کی روایت سے بیان کرتا ہے کہ اتابک زنگی نے جب حمیدیہ کے قلعے فتح کئے اور وہاں کے لوگوں کو وہاں سے جلاوطن کر دیا تو ابوالہیجا بن عبداللہ کو قلعہ اشب، الجزیرہ اور کواشی کے نکل جانے کا اندیشہ ہوا۔ اس لئے اس نے اتابک زنگی سے پناہ طلب کی اور اس کا حلیف بن گیا اور اس کی خدمت میں مال و دولت کا نذرانہ پیش کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے فرزند احمد کو قلعہ اشب سے نکال کر اسے کواشی کا قلعہ دے دیا اور قلعۂ اشب پہ ایک کرد حاکم مقرر کیا جس کا نام باداد منی تھا۔ اس کا فرزند احمد وہی ہے جو بعد میں ابوعلی بن احمد اعشطوب کے نام سے مشہور ہو کر سلطان صلاح الدین کے

امراء میں شامل ہوگیا تھا۔

جب ابوالہیجاء جس کا اصلی نام موسیٰ تھا، فوت ہوگیا تو اس کا فرزند احمد قلعہ اشب پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ مگر کرد حاکم باد ارمنی نے مقابلہ کیا۔ کیونکہ وہ اس قلعہ کو ابوالہیجا کے صغیر سن فرزند علی کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اتابک زنگی نے اپنے لشکر کو لے کر قلعہ اشب کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے باشندے اس سے جنگ کرنے کے لئے نکلے تو زنگی انھیں باہر دور تک لے آیا۔ اس کے بعد اس نے پلٹ کر حملہ کیا تو انھیں تباہ و برباد کردیا۔ بہت سے مارے گئے اور جو باقی بچے وہ گرفتار ہوگئے اور قلعہ پر فوراً قبضہ کرلیا۔

جب قلعہ کا حاکم باد ارمنی کرد سرداروں کے ساتھ اس کے پاس لایا گیا تو اس نے ان سب کو قتل کرادیا اور پھر موصل واپس آگیا۔

جنگی قلعوں پر قبضہ

پھر اتابک زنگی جہاد کے لئے روانہ ہوا تو اس نے اپنے نائب نصر الدین جقری کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے کنجا کو خالی کرکے قلعہ عمادیہ میں قیام کیا۔ انھوں نے قلعہ الشعبانی، فرح، کواشی، زعفرانی، الفی، سرف اور سفروہ کا محاصرہ کیا۔ یہ سب ہکاریہ کے قلعے ہیں۔ اس نے جنگ کرکے ان سب قلعوں کو فتح کرلیا۔ اس طرح کوہستان (الجبل) اور زوزن کے علاقوں میں امن و امان ہوگیا اور یہاں کی رعایا کردوں کی لوٹ مار سے محفوظ ہوگئی۔

ہکاریہ کے غیر مفتوحہ قلعے

ہکاریہ کے وہ قلعے جو فتح نہیں ہوسکے تھے یہ ہیں:۔
(۱) حلا (۲) صورا (۳) ہرور (۴) الملاسیی (۵) یاسرا (۶) مانرجا (۷) باکرا (۸) نسرہ

ان قلعوں کو سلطان زنگی کی شہادت کے بہت عرصے کے بعد عمادیہ کے حاکم قراجا نے فتح کیا۔ ابن الاثیر کے قول کے مطابق وہ زین الدین علی کی طرف سے ان ہکاریہ قلعوں کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ مجھے ان قلعوں کی فتح کی تاریخ نہیں معلوم ہے۔ اس لیے میں نے اس کا صرف تذکرہ یہاں کیا ہے۔

قلعوں کے بارے میں دوسری روایت

مورخ ابن الاثیر مزید تحریر کرتا ہے:
اس خبر کے برخلاف مجھے چند کردی عالموں

نے بیان کیا ہے کہ" ابوبکر زنگی نے قلعہ اشب، وخرسانی اور قلعہ عمادیہ کو فتح کر لیا تھا اور ہکاریہ کے قلعہ داروں میں سے صرف جبل صور اور ہزور کے قلعہ دار باقی رہ گئے۔ مگر ان کی قوت و شوکت ایسی نہیں تھی کہ ان سے خوف کھایا جائے۔

اس کے بعد وہ موصل واپس آ گیا اور کوہستانی قلعوں کے لوگ اس سے ڈرنے لگے۔

ایک قلعہ دار کی بحالی

جب ابیہ، الغی اور فرح کے قلعوں کا حاکم فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کا فرزند ان قلعوں کا حاکم ہوا۔ اس کی والدہ خدیجہ بنت الحسن، ابراہیم اور عیسیٰ کی ہمشیرہ تھی جو موصل میں زنگی امراء میں سے تھے اس لئے اس کی والدہ نے اپنے فرزند علی کو اپنے مذکورہ بالا دونوں بھائیوں کے پاس بھیجا۔ جو اس کے ماموں تھے۔ مقصد یہ تھا کہ وہ دونوں ماموں اسے امن و امان کی ضمانت دلوائیں چنانچہ وہ زنگی کے پاس گیا تو اس نے اسے ان قلعوں کی حکمرانی پر برقرار رکھا۔ اس طرح ہکاریہ کے قلعے مستقل طور پر فتح ہو گئے۔

قلعہ شعبان کا حاکم مہرانیہ سے تھا۔ اس کا نام حسن بن عمر تھا۔ اس نے اسے حاصل کر کے تباہ و برباد کر دیا۔ کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

شکایت کا نتیجہ

نصر الدین جعفری (زنگی کا نائب) ابیہ، الغی اور فرح کے قلعوں کے حاکم علی کو ناپسند کرتا تھا۔ اس نے اتابک زنگی سے اس کے خلاف شکایت کر کے اسے قید کرنے کا مشورہ دیا تو اس نے علی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ پھر اسے اس فعل پر پشیمانی ہوئی، اس لئے اس کی رہائی کا حکم دیا مگر معلوم ہوا کہ وہ (قید خانے میں) مر گیا ہے۔ لہٰذا اس نے نصر الدین کو اس کے قتل کا ملزم قرار دیا۔

دیگر قلعوں کی تسخیر

پھر اس نے قلعہ ربیہ کی طرف فوج بھیجی۔ چنانچہ فوج نے جا کر وہاں اچانک حملہ کیا اور اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ انھوں نے علی کے فرزند اور بھائیوں کو قید کر لیا مگر چونکہ اس کی والدہ خدیجہ وہاں نہیں تھی، اس لئے وہ بچ گئی قاصد نے زنگی کے پاس جا کر اسے ربیہ کے قلعہ کی فتح کی خوشخبری سنائی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد اس نے علی کے باقی ماندہ قلعوں کی تسخیر کے لئے بھیجا، مگر کواشی کا قلعہ ان سے فتح نہیں ہو سکا۔ اس لئے علی کی والدہ خدیجہ کواشی کے حاکم کے پاس گئی جو مہرانیہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا نام جرک راہبر وا تھا۔ خدیجہ نے اس سے درخواست کی کہ وہ کواشی کا قلعہ

(فوجوں کے) حوالے کردے تاکہ ان کے قیدی چھوڑے جا سکیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور قلعے زنگی کے حوالے کر دیئے۔ اس کے بعد قیدی بھی چھوڑ دیئے گئے۔ اس کے بعد کردوں کے کوہستانی علاقے کا نظم و نسق درست ہو گیا۔

حاکم دمشق کا قتل

دمشق کے حاکم شمس الملوک اسماعیل بن بوری کی سلطنت کا نظم و نسق خراب ہو گیا تھا اور اس کی طاقت کمزور ہو گئی تھی۔ اس لئے فرنگی (صلیب پرست) فوجیں اس پر دست درازی کرنے لگی تھیں۔ اسے اپنا انجام خراب نظر آیا تو اس نے اتابک زنگی کو پوشیدہ طور پر بلوایا تاکہ وہ اسے دمشق کی حکومت والے کر کے خود سبکدوش ہو جائے۔ اس کے ارکان سلطنت کو اس بات کا پتہ چل گیا تھا اس لئے انہوں نے اس کی والدہ کے پاس اس کی شکایت کی۔ اس کی والدہ نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی اس سے نجات حاصل کر لیں گے۔ چنانچہ اس کی والدہ اچانک اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

زنگی کا محاصرۂ دمشق

اتنے میں اتابک زنگی بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے دریائے فرات کے کنارے سے اپنے قاصد بھیجے تو انھیں معلوم ہوا کہ شمس الملوک فوت ہو گیا ہے اور اس کے بجائے اس کا بھائی محمود حاکم بن گیا ہے اور تمام ارکانِ سلطنت نے اس کی حمایت کی ہے۔

یہ خبر لے کر وہ اتابک زنگی کے پاس پہنچے۔ یہ خبر سن کر وہ اس سے متاثر نہیں ہوا اور پیش قدمی کرتا ہوا دمشق کے باہر صف آرا ہوا۔ دمشق کے ارباب حکومت نے زنگی کا سخت مقابلہ کیا۔ ان کا سپہ سالار معین الدین ابر بوہ تھا جو طغر کین کا اتابک تھا۔

حاکم دمشق سے مصالحت

پھر خلیفہ مسترشد نے ابو بکر بن بشر جزری کو اتابک زنگی کے پاس بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ حاکم دمشق سے صلح کر لے۔ چنانچہ زنگی نے مصالحت کر لی اور سال کے درمیان میں وہاں سے کوچ کر گیا۔

مسعود کے خلاف متحدہ بغاوت

بہت سے امرائے سلجوقیہ سلطان مسعود کے خلاف بغاوت پر متحدہ طور پر آمادہ ہو گئے اور اس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیاریاں کرنے لگے۔ چنانچہ داؤد بن سلطان محمود آذربیجان سے ماہ صفر ۵۳۲ھ میں بغداد آیا اور پائے تخت میں مقیم ہوا۔ باغی امراء اس سے خط و کتابت کرنے

لگے اور بعض امراء اس کے پاس آئے جن میں قزوین، اصفہان، اہواز اور اُبلہ کے حکام اور اتابک زنگی حاکم موصل بھی شامل تھے۔ بغداد سے فوجیں ان کی طرف نکلیں۔ داؤد بن سلطان محمود بغداد کا کوتوال مقرر ہوا، اور خلیفہ کا شاہی جلوس وزیر جلال الدین الرضی کے ساتھ نکلا۔ کیونکہ خلیفہ اس سے اور قاضی القضاۃ زینبی سے ناراض ہو گیا تھا۔

پھر خلیفہ راشد، سلطان داؤد اور اتابک زنگی نے مل کر ایک معاہدہ کیا اور ہر ایک نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے حلف اُٹھایا اور خلیفہ راشد نے اتابک زنگی کو دو لاکھ دینار بھیجے۔

اتنے میں سلجوقی شاہ واسط پہنچ گیا تھا۔ اس نے امیر بک ابہ کو گرفتار کر کے اس کا مال لوٹ لیا تھا۔ اتابک زنگی اس کی مدافعت کے لئے گیا۔ اس کے بعد دونوں میں صلح ہو گئی اور زنگی بغداد واپس آ گیا۔ اس نے ان تمام فوجوں کا معائنہ کیا جو سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لئے تیار کی گئی تھیں۔ وہ خراسان کے راستے پر روانہ ہوا، مگر جب یہ اطلاع ملی کہ سلطان مسعود بغداد کی طرف روانہ ہو گیا ہے تو وہ لوٹ آیا اور شاہ داؤد بھی لوٹ آیا۔

محاصرۂ بغداد

آخر کار سلطان مسعود بغداد کے قریب پہنچا اور ان کا پچاس دن سے زیادہ عرصے تک محاصرہ کرتا رہا۔ پھر وہ نہروان کی طرف کوچ کر گیا۔ جب حاکم واسط طرنطائی کشتیاں لے کر اس کے پاس آیا تو وہ بغداد پہنچا اور دریا کو عبور کر کے مغربی جانب آیا۔

خلیفہ راشد موصل میں

پھر (خلیفہ کی حامی) فوجوں میں جو بغداد میں تھیں، اختلاف پیدا ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شاہ داؤد لشکر لے کر اپنی سلطنت آذربیجان واپس چلا گیا۔ اس کے ساتھ جو امراء تھے وہ بھی منتشر ہو گئے۔ لہٰذا خلیفہ راشد اپنے ساتھیوں کو لے کر اتابک زنگی کے پاس چلا گیا جو مغربی جانب تھا۔ وہاں سے خلیفہ زنگی کے ساتھ موصل چلا گیا۔

خلیفہ کی معزولی

ان تمام اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان مسعود پندرہ ذوالقعدہ ۵۳۰ھ کو بغداد میں داخل ہو گیا۔ وہاں وہ خود بھی مقیم ہوا اور اس کے ساتھ کا لشکر بھی رہنے لگا۔ اس نے تمام قاضیوں اور علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے خلیفہ راشد کا اس کے اپنے دستخطوں سے یہ حلف نامہ پیش کیا گیا کہ "اگر وہ سلطان (مسعود)

کے لئے فوج جمع کرے گا یا اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکلے گا تو اپنے آپ کو خلافت سے معزول کر دے گا۔" یہ حلف دیکھ کر سب علماء نے اس کی معزولی کا فتویٰ دیا۔ پھر خلیفہ راشد کی معزولی کے بارے میں ارکان سلطنت کی شہادتیں پیش ہوئیں اور انھیں تحریر کیا گیا۔ اس کی پشت پر علماء نے اس کی معزولی کا فتویٰ تحریر کیا۔ چونکہ قاضی القضاۃ، خلیفہ راشد کے ساتھ موصل چلا گیا تھا اس لئے قاضی المعین نے (معزولی کا) فیصلہ سنایا اور خلافت کے لئے ...[1] ابن المستظہر کا نام پیش کیا۔

زنگی کی طرف سے تصدیق

اتابک زنگی کی طرف سے قاضی کمال الدین محمد بن عبداللہ شہرزوری ایلچی بن کر بغداد گئے اور انھوں نے اس وقت بیعت کی ...[2] جبکہ سابق خلیفہ کی معزولی ثابت ہو گئی تھی۔ قاضی موصوف اتابک زنگی کے لئے خلیفہ کی طرف سے خاص جاگیر کا حکم نامہ لے کر آئے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھی اس کے ساتھ ساتھ وہ خلیفہ کی معزولی کی مستند دستاویزیں بھی لے کر آئے تھے۔ چنانچہ موصل میں جو قاضی القضاۃ تھے۔ اُنھوں نے ان کے مطابق اپنا فیصلہ بھی ان کی تصدیق میں نافذ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ راشد (معزول) موصل سے آذربائیجان کی طرف چلے گئے۔

---

[1] کتاب کے اصل نسخہ میں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں یہ عبارت ہے۔" وہ امیر ابوعبداللہ المستظہر ہے۔ خلافت سے پہلے وہ اس نام سے مشہور تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد اس کا لقب المقتفی الامراللہ ہو گیا۔ (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۴-۳۵۵) مترجم)

[2] یہاں بھی اصل نسخہ میں بیاض ہے۔ تاریخ الکامل میں یوں مذکور ہے:۔" مجھے یہ اطلاع ملی ہے سلطان مسعود نے خلیفہ مقتفی الامراللہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے خواص کے لئے جاگیریں دینے کے بارے میں بتائیں۔ اُنھوں نے یہ جواب تحریر کیا" گھر میں اسی خچر ہیں جو دریائے دجلہ سے پانی لاتے ہیں۔ اس لئے سلطان کو دھیان رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ اس قدر پانی پیتے ہیں اُنھیں کس قدر ضرورت ہو گی؟ اس پر یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ انھیں بھی اتنا ہی دیا جائے جو خلیفہ المستظہر باللہ کو دیا جاتا ہے۔ سلطان مسعود نے ان کی یہ بات سنی تو کہا۔" ہم نے ایک عظیم شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔"

(تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۴) (مترجم)

جیسا کہ ہم خلفاء اور سلجوقی سلاطین کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

عساکر حلب کا جہاد

ماہ شعبان سنہ ۵۳۰ھ میں حلب کی فوجیں (جو زنگی کے ماتحت تھیں زنگی کی انہی فوجوں کے ساتھ مل کر) اتابک زنگی کے حلب میں نائب امیر اسوار کی قیادت میں جہاد کے لئے روانہ ہوئیں۔ انھوں نے فرنگیوں کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی اور ان کے شہر لاذقیہ پر اچانک حملہ کر دیا اور فرنگیوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ اور ان کے علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ مجاہدین نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ انھوں نے شہر لاذقیہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو ویران کر دیا۔

وہاں سے وہ شیزر کی طرف گئے۔ شام کے علاقے میں ترکی فوجیں اس قدر کثرت سے پھیل گئی تھیں کہ فرنگیوں پر ان کی دہشت طاری ہو گئی اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

حمص کا محاصرہ

اتابک زنگی ماہ شعبان سنہ ۵۳۱ھ میں فوج لے کر حمص کی طرف روانہ ہوا وہاں حاکم دمشق کی طرف سے معین الدین بن القائم حاکم تھا۔ حمص اس کی جاگیر تھی۔ اس نے اپنے ساتھی صلاح الدین باغیسیانی کو اس کی طرف بھیجا تاکہ وہ حمص کا شہر اس کے سپرد کر دے۔ اس نے معذرت کی اور کہا کہ شہر کو حوالے کر دینا درست نہیں ہے اس لئے زنگی نے اس کا محاصرہ کر لیا تاہم ایلچی ایک دوسرے کے پاس آتے رہے۔ اس کے بعد انھوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تو زنگی نے وہاں سے کوچ کیا اور اسی سال شوال کے مہینے میں زنگی قلعہ بقدوین کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ یہ قلعہ صلیبی فرنگیوں کے ماتحت تھا۔

فرنگیوں کو شکست

فرنگیوں نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ آخر کار اللہ نے دشمن کو شکست دی اور مسلمانوں کو ان سے نجات ملی۔ فرنگیوں کے حکام بقدوین کے قلعہ کے اندر گھس کر محصور ہو گئے۔ اتابک زنگی نے محاصرہ سخت کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے عیسائی پادری اور راہب روم اور یورپ کے عیسائی ممالک کی طرف گئے اور ان سے فوجی کمک طلب کی۔ انھوں نے رومیوں کو اس بات سے ڈرایا کہ اتابک زنگی بقدوین کے قلعہ پر قبضہ کر لے گا۔ اس کے بعد اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ مسلمان ان سے بیت المقدس بھی واپس لے لیں گے۔

قلعہ بقدوین کی تسخیر

اس کے بعد اتابک زنگی نے محاصرہ مزید سخت کر دیا اور انھیں اس قدر تنگ کیا کہ وہ محاصرہ کی سختیاں برداشت نہیں کر سکے۔

آخرکار انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور پچاس ہزار دینار ادا کرنا منظور کیا۔ زنگی نے یہ معاہدہ تسلیم کر لیا اور قلعہ فتح کر لیا۔

قلعہ کی تسخیر کے بعد انھوں نے سُنا کہ روم اور فرنگی فوجیں لے کر ان کی مدد کرنے کے لئے آرہے ہیں۔

دیگر فتوحات اتابک زنگی نے اس قلعہ کے محاصرہ کے دوران معرہ اور کفر طاب بھی فتح کر لیا تھا۔ یہ علاقے حلب اور حماۃ کے درمیان تھے۔ ان کی فتح کے بعد فرنگیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ پھر اتابک زنگی ماہ محرم ۵۳۲ھ میں بعلبک کی طرف روانہ ہوا اور دمشق کی عملداری کے ایک قلعہ المعدل کو فتح کر لیا۔ پھر بانیاس کے نائب نے بھی اطاعت قبول کر لی۔

فتح حمص جب شاہ روم کا حلب پر حملہ ہوا تو زنگی سلمیہ کی طرف چلا گیا۔ جب رومیوں کا حملہ ختم ہو گیا تو زنگی نے واپس آکر حمص کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثناء میں زنگی نے دمشق کے حاکم محمود کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنی والدہ مردخاں بنت جاولی سے جس نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا تھا، اس کا نکاح کرا دے۔ چنانچہ وہ اس کے رشتۂ ازدواج میں آگئی اور ماہ رمضان میں زنگی کے پاس پہنچا دی گئی۔ اس عرصے میں زنگی نے شہر حمص اور اس کے قلعہ کو فتح کر لیا تھا۔

زنگی کا خیال تھا کہ اس سے نکاح کرنے کے بعد دمشق کی حکومت اس کے قبضے میں آجائے گی مگر ایسا نہیں ہو سکا۔

شاہ روم کے حملے جب بیت المقدس کے فرنگیوں نے عیسائی قوموں کے بادشاہ، شاہ روم (قسطنطنیہ) سے فوجی امداد کی درخواست کی تو اس نے فوج جمع کی اور ۵۳۱ھ میں سمندر کے سفر پر روانہ ہوا، اور اس کے بحری بیڑے بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے پھر وہ قیلیقیہ کے شہر کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ شہر والوں نے مال دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی۔ وہاں سے وہ اذنہ اور مصیصہ پہنچا جو ابن لیون ارمنی کے ماتحت تھے۔ شاہ روم نے ان دونوں شہروں کا محاصرہ کرنے کے بعد انہیں فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے عین زربہ کی طرف پیش قدمی کی اور اسے بھی فتح کر لیا۔ اس نے تل حمدون پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اس کے باشندوں کو جزیرہ قبرص کی طرف منتقل کر دیا اس نے اسی سال ماہ ذوالقعدہ میں شہر انطاکیہ بھی فتح کر لیا۔ وہاں کا حاکم ریمنڈ تھا جو فرنگیوں کا بادشاہ تھا۔ اس نے شاہ روم

کے ساتھ صلح کرلی تھی۔

وہاں سے شاہ روم بنراس کی طرف لوٹا اور وہاں سے بن لیون کے علاقے میں داخل ہوا۔ اس نے مال دے کر صلح کرلی اور اس کی اطاعت قبول کی۔

فتح مراغہ شاہ روم شام میں ۵۳۲ھ کے آغاز میں داخل ہوا۔ اس نے مراغہ کا محاصرہ کرلیا جو شہر حلب سے چھ فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ اہل مراغہ نے اتابک زنگی سے فریاد کی تو اس نے حلب کی مدافعت کے لئے فوجیں بھیجیں، تاہم شاہ روم نے مراغہ پر حملہ کرکے اور وہاں کے لوگوں کو پناہ دے کر اسی سال کے درمیانی زمانے میں اسے فتح کرلیا۔ مگر فتح کے بعد غداری کرکے انھیں تباہ کردیا۔ پھر اس نے حلب کی طرف کوچ کیا، اور دابق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس کے ساتھ فرنگی فوجیں بھی تھیں۔

دوسرے دن یہ فوجیں حلب پہنچ گئیں اور تین دن تک اس کا محاصرہ کیا مگر فتح نہیں کرسکے۔ ان کا ایک بہت بڑا پادری بھی وہاں مقتول ہوا۔ وہاں سے وہ ماہ شعبان میں قلعہ اثارب کی طرف روانہ ہوا۔ جب شاہ روم وہاں پہنچا تو اس کے باشندے وہاں سے بھاگ گئے رومیوں نے وہاں اپنے قیدیوں کو رکھا اور ان پر محافظ فوجی دستے مقرر کئے۔ (جب حلب کے نائب امیر اسوار کو اس بات کا علم ہوا تو) اس نے فوج بھیج کر وہاں کے محافظ فوجی دستوں کو قتل کردیا اور وہ قیدیوں کو چھڑا لائے۔

اتابک زنگی اثارب کے قلعہ کی فتح کے بعد سلمیہ چلا گیا اور دریائے فرات کو عبور کرکے رقہ پہنچا۔ اس نے رومیوں کا تعاقب کرکے ان کی خوراک کی رسد منقطع کردی۔

زنگی کی فوجی سیاست رومیوں نے قلعہ شیزر کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کا حاکم سلطان بن علی الکنانی تھا۔ انھوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کرکے اس پر (قلعہ شکن) منجنیقیں نصب کردیں۔ وہاں کے حاکم نے اتابک زنگی سے کمک طلب کی تو وہ فوج لے کر وہاں پہنچا۔ اس نے نہر العاصی کے قریب شیزر اور حماۃ کے درمیان قیام کیا اور وہاں سے فوجی دستے بھیجے تاکہ وہ رومیوں کے فوجی خیموں پر چھاپے مارتے رہیں زنگی نے رومیوں کو چیلنج دیا کہ وہ کھلے میدانوں میں آکر جنگ کریں۔ مگر انھوں نے اس کا یہ چیلنج قبول نہیں کیا۔

پھر زنگی نے رومیوں کو فرنگیوں سے آپس میں لڑوانے کی کوشش کی اور ہر ایک کو

دوسرے کے خطرات سے آگاہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں اور فرنگیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

آخر کار اسی سال کے ماہ رمضان میں چالیس دن تک قلعہ شیزر کے محاصرہ کے بعد شاہ روم وہاں سے کوچ کر گیا۔ زنگی نے ان کا تعاقب کیا اور انھیں تباہ و برباد کر دیا۔

رومیوں کے خطرات

اتابک زنگی نے سلطان مسعود کے پاس قاضی کمال الدین محمد بن عبداللہ شہرزوری کو بھیجا تاکہ وہ اس سے دشمن کے برخلاف فوجی کمک طلب کرے اور سلطان کو رومیوں کے خطرات سے آگاہ کرے کہ اگر انھوں نے حلب پر قبضہ کر لیا تو وہ دریائے فرات کے راستے سے بغداد پہنچ جائیں گے۔

بغداد میں عوامی احتجاج

چنانچہ قاضی کمال الدین نے بغداد پہنچ کر یہ انتظام کیا کہ محل کی جامع مسجد میں مسلمان فریاد کریں اور منبر پر خطیب ان رومی حملوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور فریاد کریں۔ اسی طرح سلطان کی شاہی مسجد میں چیخ و پکار اور نوحہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں اور ہر طرف سے عوام کا سیل رواں اکٹھا ہو گیا اور وہ سب فریاد و فغاں کرتے ہوئے سلطان کے محل تک پہنچ گئے۔ چنانچہ سلطان مسعود پر اس فریاد و فغاں کا بہت اثر ہوا اور اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا۔ یہاں تک کہ قاضی کمال الدین کو اس کے بُرے اثرات محسوس ہوئے۔ پھر سلطان روم کے واپس چلے جانے کی خبر موصول ہوئی۔ چنانچہ قاضی موصوف نے سلطان مسعود کو اس کی خبر دی۔[1]

بعلبک کی تسخیر

دمشق کے حاکم سلطان محمود کو قتل کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۵۳۳ھ میں رونما ہوا تھا۔ اس کی والدہ زمرد خاں (سرد خاں ؟) کا اتابک زنگی سے نکاح ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے زنگی کو

---

[1] یہاں بھی بیاض (خالی جگہ) ہے۔ اس موقع پر تاریخ الکامل لابن اثیر کی عبارت یہ ہے:

"قاضی کمال الدین نے کہا "میرے پاس زنگی کا خط شام سے آیا ہے جس میں یہ اطلاع ہے کہ شاہ روم واپس چلا گیا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ کوئی لشکر ساتھ نہ آئے"۔ سلطان کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا "لشکر تیار ہو گیا ہے اور وہ شام کی طرف ضرور جائے گا"۔ چنانچہ اس نے تدبر اور دانشمندی کا ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ لشکر واپس آ گیا۔ (مترجم)

جبکہ وہ الجزیرہ میں تھا، قتل کی اطلاع دی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ دمشق جا کر اس کے بیٹے کا انتقام وہاں کے ارکان سلطنت سے لے۔

زنگی اس مقصد کے لئے روانہ ہوا اور اہل دمشق نے بھی محاصرہ کے لئے تیاری کر لی مگر پھر زنگی نے شہر بعلبک کا قصد کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دمشق کے قائم مقام سربراہ نے کمال الدین محمد بن بوری کو دمشق کا بادشاہ مقرر کر دیا تھا اور اس کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا اس نے اپنی لونڈی بعلبک بھیج دی تھی۔ جب زنگی دمشق کی طرف روانہ ہوا تو اس نے اپنے ایلچیوں کو آگے انز کے پاس بھیج دیا تھا تاکہ وہ شہر زنگی کے حوالے کر دے۔ جس کے بدلے میں وہ اس کے حسب پسند علاقے عطا کر دے گا۔ مگر اس نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا زنگی نے بعلبک کی طرف پیش قدمی کی اور اس سال کے ماہ ذوالحجہ کے آخر میں اس کا محاصرہ کر لیا اور شہر کی فصیلوں پر (قلعہ شکن آلات) مجانیق نصب کر دیں۔ پھر اس کا محاصرہ بھی سخت کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل شہر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مگر قلعہ کی محافظ فوجیں ڈٹی رہیں۔ مگر جب وہ انز کی طرف سے فوجی کمک سے مایوس ہو گئیں تو انھوں نے بھی پناہ طلب کی۔ مگر جب زنگی نے اس پر قبضہ کیا تو انھیں گرفتار کر کے انھیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اس نے انز کی لونڈی سے نکاح کر لیا اور اسے حلب لے گیا۔

جب زنگی کا انتقال ہوا تو اس کے فرزند نورالدین محمود نے اس کی موت کے بعد اس لونڈی کو اس کے آقا کے پاس واپس پہنچا دیا۔

محاصرۂ دمشق

اتابک زنگی بعلبک کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد ماہ ربیع الاول ۵۳۴ھ میں دمشق کا محاصرہ کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ بقاع کے مقام پر مقیم ہوا، اور وہاں سے حاکم دمشق جمال الدین محمد کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ دمشق کا شہر اس کے سپرد کر دے اور اس کے بدلے میں وہ جو علاقہ چاہے گا اسے مل جائے گا۔ اس نے اس پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے وہ فوج کشی کرتا ہوا داریا کے مقام پر پہنچ گیا۔ فریقین کی ہراول فوجوں میں مقابلہ ہوا جس میں فتح اتابک زنگی کی فوجوں کو حاصل ہوئی۔ انھوں نے مخالف فوج کا صفایا کیا۔ پھر زنگی نے دس دن کے لئے جنگ بند کر دی۔ اس عرصے میں وہ حاکم دمشق سے گفت و شنید کرتا رہا۔ زنگی نے اسے دمشق کے بدلے میں بعلبک اور حمص دینے کا وعدہ کیا اور جو شہر وہ پسند کرے وہ اسے دے دیئے جائیں گے۔ حاکم دمشق ان باتوں کے لئے تیار

ہو گیا تھا۔ مگر اس کے ساتھیوں نے انھیں قبول نہیں کیا اس لئے جنگ پھر شروع ہو گئی اس اثناء میں اس سال کے ماہ شعبان میں دمشق کا حاکم جمال الدین محمد فوت ہو گیا۔ لہٰذا معین الدین انز نے اس کے بجائے اس کے فرزند محی الدین انز کو حاکم بنایا اور خود اس کی طرف سے حکومت کرتا رہا۔

فرنگیوں کی امداد

اتابک زنگی نے اب شہر کو فتح کرنا چاہا مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس اثناء میں معین الدین انز نے فرنگیوں سے یہ درخواست کی کہ وہ اتابک زنگی کے مقابلے میں اس کی فوجی مدد کریں۔ اس نے ان فرنگیوں کو زنگی کے خطرناک ارادوں سے آگاہ کر کے انھیں ڈرایا اور انھیں اس کے بدلے میں یقین دلایا کہ وہ بانیاس کو فتح کرانے میں ان کی اعانت کرے گا۔ صلیبی فرنگیوں نے اس کی درخواست قبول کر لی۔ (جب زنگی کو فرنگیوں کے حملے کی اطلاع ملی تو) وہ اس سال کی ۱۵ رمضان المبارک کو حوران پہنچا تاکہ وہ فرنگیوں کا مقابلہ کرے۔ مگر وہ وہاں نہیں پہنچے۔ اس لئے وہ دمشق کا محاصرہ کرنے کے لئے واپس آ گیا۔ وہ وہاں کے دیہات کو نذر آتش کر کے اپنے ملک واپس چلا گیا۔

بانیاس پر صلیب پرستوں کا قبضہ

اس کے بعد فرنگی فوجیں آ گئیں تو معین الدین انز دمشق کی فوجوں کو لے کر بانیاس کی طرف روانہ ہوا۔ یہ مقام اتابک زنگی کی عملداری میں تھا۔ تاہم اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ فرنگیوں کے ساتھ اپنے معاہدہ کو پورا کرے۔ بانیاس کا نائب حاکم شہر صور پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا، اسے راستہ میں انطاکیہ کا حاکم ملا جو فوجی کمک لے کر دمشق جا رہا تھا۔ (جب اس سے مڈبھیڑ ہوئی تو) بانیاس کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ مارے گئے۔ ان کی شکست خوردہ فوج شہر پہنچ گئی تھی مگر اس کے حوصلے پست ہو گئے تھے اس لئے معین الدین انز اور فرنگی فوج نے شہر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ پھر فرنگی فوج کے حوالے کر دیا گیا۔

اہل دمشق سے مقابلہ

اس واقعہ پر زنگی بہت ناراض ہوا، اور اس نے حوران اور دمشق کی عملداری میں اپنی فوجیں منتشر کر دیں اور خود وہ اچانک فوج لے کر دمشق پہنچ گیا۔ اہل دمشق کو اس کی آمد کی خبر نہیں ہو سکی تھی تاہم وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے اور جنگ کرتے رہے۔ اہل دمشق کی ایک بڑی جماعت

جماعت ماری گئی۔ مگر چونکہ زنگی کے ساتھ فوج کی تعداد کم تھی اس لئے وہ پیچھے ہٹ کر اپنی منتشر فوجوں کے انتظار میں مرج راہط آیا۔ جب سب فوجیں آگئیں تو انھیں لے کر اپنے ملک واپس آگیا۔

شہرزور کی تسخیر

شہرزور کا علاقہ ایک ترکمانی حاکم قفجاق بن ارسلان شاہ کے ماتحت تھا۔ آس پاس کے حکام اس کی عملداری میں داخل ہونے سے پرہیز کرتے تھے کیونکہ یہ علاقہ دشوار گذار تھا اور اس میں بہت تنگ درے تھے اس وجہ سے اس حاکم کی طاقت بڑھ گئی اور بہت سے ترکمانی اس کی فوج میں شامل ہوگئے تھے۔

اتابک زنگی ۵۳۴ھ میں اس علاقے کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ شہرزور کے حاکم نے بھی اپنی فوج کو اکٹھا کیا اور زنگی کا مقابلہ کیا مگر اتابک زنگی کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے دشمن کے جنگی خیموں کا صفایا کر دیا۔ پھر اس نے دشمن کا تعاقب کیا اور اس کے قلعوں کا محاصرہ کر کے ان سب کو فتح کر لیا۔ آخر میں قفجاق نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسے پناہ دی گئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قفجاق اس کا اور اس کے فرزندوں کا صدی کے آخر تک وفادار رہا اور ان کی خدمت کرتا رہا۔

دیگر جنگی قلعوں کی تسخیر

۵۳۵ھ میں زنگی اور کیفا کے حاکم داؤد بن سقمان کے درمیان جنگیں شروع ہوئیں، جن میں داؤد کو شکست ہوئی اور اتابک زنگی نے اس کے قلعہ بہرد کو فتح کر لیا اور پھر موصل واپس آ گیا۔

۵۳۶ھ میں زنگی نے شہر الحرمیہ کو فتح کر لیا اور آل مہارش کو جو وہاں مقیم تھے، موصل منتقل کر دیا، اور ان کے بجائے اپنے ساتھیوں کو وہاں بسایا۔ پھر آمد کے حاکم نے اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا اور اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس سے پہلے وہ زنگی کے برخلاف تھا اور داؤد بن سقمان حاکم کیفا کا حامی تھا۔

۵۳۷ھ میں زنگی نے قلعہ اشہب کی طرف لشکر بھیجا۔ یہ ہکاریہ کے علاقے میں کردوں کا سب سے بڑا قلعہ تھا اور یہاں ان کے اہل و عیال اور عمدہ ذخیرے محفوظ رہتے تھے۔ اس لشکر نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اتابک زنگی نے اس قلعہ کو تباہ و برباد اور ویران کرنے کا حکم دیا اور اس قلعہ کے بجائے (جنگی اہمیت کے پیش نظر)

قلعہ عمادیہ تعمیر کرایا۔ چونکہ یہ قلعہ بہت بڑا تھا اور اس کی مناسب حفاظت نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے یہ قلعہ عمادیہ ویران ہو گیا تھا۔ مگر اب اس کی دوبارہ تعمیر کرائی گئی۔

موصل کے نائب حاکم نصیر الدین نے بھی اکثر جنگی قلعے فتح کئے تھے۔

سلطان مسعود سے مصالحت

سلجوقی خاندان کا بادشاہ مسعود، آتابک زنگی سے باغیوں کی طرح نفرت رکھتا تھا۔ زنگی بھی سلطان مسعود سے اس مقصد سے چھیڑ چھاڑ رکھتا تھا کہ اسے اپنی طرف سے دور رکھے۔ تاہم جب ۵۳۸ھ میں سلطان مسعود اپنے سب کاموں سے فارغ ہو گیا تو وہ آتابک زنگی کی سرکوبی اور موصل کا محاصرہ کرنے کے لئے بغداد آیا (زنگی کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو) اس نے اسے اپنی طرف مائل کرنے اور اپنا طرفدار بنانے کے لئے پیغام بھیجا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ واپس چلا جائے تو وہ اس کو ایک لاکھ دینار پیش کرے گا۔ چنانچہ اس نے اس رقم کی ادائیگی بھی شروع کر دی تھی اور اس میں سے بیس ہزار دینار ادا کئے۔ پھر خود سلطان ایسی مصیبت میں مبتلا ہوا کہ اسے آتابک زنگی کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے اس نے باقی رقم کا مطالبہ ترک کر دیا۔

زنگی نے بھی سلطان سے مخلصانہ سلوک کیا۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ زنگی کا فرزند غازی، سلطان کے پاس رہتا تھا۔ جب وہ بھاگ کر موصل آیا تو زنگی نے اپنے نائب حاکم نصیر الدین جقری کو ہدایت کی کہ وہ اس کے فرزند کو موصل میں داخل ہونے سے روک دے۔ اس لئے اپنے فرزند کو بھی یہ پیغام بھیجا کہ وہ سلطان کی خدمت میں واپس چلا جائے۔

زنگی نے سلطان کو یہ خط لکھا:

"میرا فرزند سلطان کی ناراضگی کے خوف سے بھاگ کر آیا ہے۔ میں نے اسے آپ کی خدمت کے لئے تیار کیا ہے۔ اس لئے میں نے اس سے ملاقات نہیں کی ہے۔ میں بھی آپ کا غلام ہوں اور یہ ملک بھی آپ کا ہے۔"

زنگی کی اس تحریر سے سلطان بہت متاثر ہوا۔

دیار بکر کی فتوحات

پھر آتابک زنگی نے دیار بکر کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں کے مندرجہ ذیل قلعے اور شہر فتح کر لئے:۔

طرہ، اسعرد، حران، قلعہ الرزق، قلعہ نطلیت، قلعہ یاسہ، قلعہ ذوالقرنین وغیرہ

اس نے ماردین کے قریب فرنگی علاقے حملین، المودن، تل موزر اور اس کے علاوہ سجستان کے قلعے فتح کر لئے اور وہاں محافظ فوجیں مقرر کیں۔ وہ شہر آمد بھی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے شہر عانہ کی طرف بھی لشکر بھیجا جو دریائے فرات کی عملداری میں تھا اور اسے بھی فتح کر لیا۔

نصیر الدین جقری کا قتل

موصل میں اتابک زنگی کے پاس ملک الپ ارسلان بن سلطان محمد مقیم تھا۔ اس کا لقب خفاجی تھا۔ وہ سلطان کے مشابہ تھا۔ اس نے سلطان کو یہ فریب دے رکھا تھا کہ ملک اس کا ہے۔ اور وہ اس کا نائب ہے۔ اس لئے وہ سلطان مسعود کی وفات کا انتظار کر رہا ہے اس کے بعد (مساجد میں) اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ اپنے نام سے ملک پر حکومت کرے گا۔ تاہم اس کی آمد و رفت وہاں تھی اور وہ اس کی خدمت کے لئے کوشاں تھا۔

بعض فتنہ پردازوں نے اتابک زنگی کی غیر حاضری میں شہزادہ موصوف کے ساتھ سازش کی اور اسے آمادہ کیا کہ وہ نائب حاکم کو قتل کر دے اور موصل پر قبضہ کر لے چنانچہ جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے اتابک کے بعض فوجیوں اور موالی کو اشارہ کیا انھوں نے نصیر الدین پر حملہ کر کے اسے ماہ ذوالقعدہ ۵۳۹ھ میں قتل کر دیا اور اس کا سر اس کے ساتھیوں کی طرف پھینک دیا۔

قاتلوں کی سرکوبی

اتنے میں قاضی تاج الدین یحییٰ بن شہرزوری اس کے پاس آیا اور بظاہر اس کی اطاعت کا اظہار کیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ قلعہ پہنچ کر مال و دولت اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لے۔ ادھر قاضی موصوف نے پہلے قلعہ کے محافظ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو داخل ہونے دے۔ اس کے بعد ان سب کو گرفتار کر لے۔

جب شہزادہ مذکور نصیر الدین کے قاتلوں کے ساتھ سوار ہو کر قلعہ پہنچا تو قلعہ کے حاکم نے ان سب کو قلعہ میں مقید کر لیا۔ اس کے بعد قاضی شہر واپس آ گیا۔

اتابک زنگی۔ جب البیرہ کا محاصرہ کر رہا تھا تو اسے یہ اطلاع ملی۔ اس لئے شہر میں اختلاف کے اندیشہ سے وہ موصل آ گیا۔ جب زین الدین علی ابن کجک آیا تو زنگی نے

اس کو نصیر الدین کے بجائے قلعہ کا حاکم مقرر کیا۔ پھر موصل میں رہ کر محاذ جنگ کی خبر کا انتظار کرتا رہا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ وہ فرنگی جو البیرہ میں تھے کہیں دوبارہ نہ آجائیں۔ اس لئے ماردین کے حاکم نجم الدین کو پیغام بھیجا گیا اور وہ قلعہ اس کے سپرد کر دیا گیا۔ یوں وہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔

قلعہ جعبر اور فنک کا محاصرہ

۵۴۱ھ میں اتابک زنگی نے بماہ محرم جعبر کے قلعہ کی طرف فوج کشی کی۔ اس کا نام دوس بھی تھا اور یہ دریائے فرات پر واقع تھا۔ اس کا حاکم سالم ابن مالک العقیلی تھا۔ سلطان ملک شاہ نے جب اس کے والد سے حلب حاصل کیا تھا تو اس کے بدلے میں سلطان مذکور نے اس کے والد کو یہ قلعہ جاگیر میں دیا تھا۔

اتابک زنگی نے جزیرہ ابن عمر سے دو فرسخ پر واقعہ قلعہ فنک کی طرف بھی ایک لشکر بھیجا تھا جس نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ان دنوں فنک کے قلعہ کا حاکم حسام الدین کردی تھا۔

اتابک زنگی کا قتل

اتابک زنگی نے جعبر کے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ حسان منبجی نے درمیان میں آکر صلح کرانے کی کوشش کی (مگر کامیابی نہیں ہوئی) اور محاصرہ جاری رہا۔

قلعہ جعبر کے محاصرہ کے دوران یہ حادثہ پیش آیا کہ اتابک زنگی کے آزاد کردہ غلاموں نے اس کے خلاف سازش کر کے اچانک اسے قتل کر دیا اور پھر وہ جعبر کے قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے اور وہاں کے باشندوں کو اس کی اطلاع دی۔ چنانچہ انھوں نے شہر پناہ پر کھڑے ہو کر اس کے قتل کا اعلان کیا۔

یہ اعلان سن کر جب اس کے ساتھی اس کے پاس پہنچے تو وہ دم توڑ رہا تھا۔

اتابک زنگی کی شہادت کا واقعہ ۵ ربیع الآخر ۵۴۱ھ میں پیش آیا۔ اس وقت اس کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ اسے رقہ میں دفن کیا گیا۔

زنگی کی سیرت

اتابک زنگی اچھا سیاست دان اور منصف مزاج حاکم تھا۔ اس کا اپنی فوج پر بڑا رعب تھا۔ اس نے بہت سے شہر آباد کئے اور وہاں امن وامان قائم کیا۔ وہ ظالم کے برخلاف مظلوم کی داد رسی کرتا تھا۔ وہ بہت دلیر اور

غیور مجاہدِ اعظم تھا۔

زنگی کی شہادت کے بعد اس کا لشکر قلعہ فنک سے واپس آگیا۔ اس کا حاکم عفار تھا۔ ابن اثیر تحریر کرتا ہے۔" میں نے ان کے بارے میں سنا کہ تین سو سال سے ان لوگوں میں داد و دہش کا طریقہ رائج ہے اور جو کوئی ان کے پاس پناہ کے لئے آتا ہے وہ اسے پناہ دیتے ہیں۔ ان میں قومیت اور اتحاد کا جذبہ شدید ہے۔

نورالدین حاکم حلب

اتابک زنگی کی شہادت کے بعد اس کے فرزند نورالدین محمود نے اپنے ہاتھ سے اس کی انگوٹھی اتار لی اور اسے لے کر حلب پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

سیف الدین غازی حاکم موصل

موصل میں ملک الپ ارسلان ابن سلطان محمود نے حاکم بننے کا دعویٰ کیا۔ فوج کی ایک بڑی تعداد نے اس کی حمایت کی۔ اس نے موصل کا خود مختار بادشاہ بننا چاہا۔ اس اثناء میں جمال الدین محمد بن علی بن متولی الدیوان اور صلاح الدین بن محمد الباغیسانی حاجب کے درمیان اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ وہ سلطنت کو اصلی مالک کے لئے محفوظ رکھیں گے۔ اس لئے وہ امرائے سلطنت سے یہ معاہدہ کرتے رہے کہ وہ سیف الدین غازی بن اتابک زنگی کو حاکم تسلیم کریں۔ اس مقصد کے لئے وہ گرد و نواح کے امراء کو موصل بھیجتے رہے۔

ان دونوں ارکان سلطنت نے الپ ارسلان کو سمجھایا کہ وہ لذت کوشی اور عیش و عشرت میں مشغول رہے چنانچہ وہ اسی قسم کی زندگی بسر کرتا رہا۔

الپ ارسلان کی گرفتاری

اس وقت سیف الدین غازی شہر زور میں تھا جو اس کی جاگیر تھا۔ اس نے زین الدین علی کو جک کو جو موصل میں قلعہ کا نائب حاکم تھا، بلوایا تھا تاکہ وہ اس کے پاس رہے۔

ادھر شہزادہ الپ ارسلان سنجار کی طرف روانہ ہوا۔ حاجب اور اس کا دوست بھی اس کے ساتھ تھے۔ انھوں نے وہاں کے حاکم کو پوشیدہ طور پر یہ ہدایت کی کہ وہ الپ ارسلان سے تاخیر کی معذرت کرے تاکہ وہ موصل پر قبضہ کر سکے۔ جب وہ موصل کی طرف روانہ ہوئے تو وہ سنجار کے شہر کے پاس سے گزرے۔ وہ لشکر کھڑا ہوا تھا۔ انھوں نے الپ ارسلان کو مشورہ دیا کہ وہ دریائے دجلہ کو مشرق کی سمت سے عبور کرے۔

پھر انھوں نے سیف الدین غازی کو اس کا واقعہ بتایا اور اس بات سے بھی مطلع کیا کہ اس کے پاس فوج کم ہے۔ اس لئے سیف الدین غازی نے اپنی فوج کو بھیج کر اسے گرفتار کر لیا اور اسے قلعہ موصل میں مقید کر دیا۔

اب سیف الدین غازی موصل اور الجزیرہ کا حاکم تھا اور اس کا بھائی نورالدین محمود حلب کا حاکم ہو گیا تھا۔ صلاح الدین باغیسانی بھی اس کے پاس پہنچ گیا تھا اور وہ اس کی سلطنت کا انتظام کرتا رہا۔

اہل رُہا کی بغاوت

اتابک زنگی کی شہادت کے بعد رُہا (اڈیسا) پر فرنگی حاکم جوسکین نے قبضہ کر لیا۔ جوسکین اپنے مقبوضہ علاقہ تل باشر میں مقیم تھا۔ اس نے رُہا کے باشندوں سے خط و کتابت کی۔ وہاں عام طور پر ارمنی آباد تھے۔ اس لئے اس نے انھیں مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر بھڑکایا تاکہ وہ شہر ان کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ اُنھوں نے اس کی بات مان لی اور اس سے اُنھوں نے ایک مقررہ دن کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس معین دن کو وہ اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچا اور شہر پر قبضہ کر لیا مگر قلعہ محفوظ رہا۔

بغاوت کی سرکوبی

جب نورالدین محمود کے پاس یہ خبر حلب پہنچی تو اس نے تیزی کے ساتھ اس طرف پیش قدمی کی۔ جب وہ پہنچا تو (فرنگی حاکم) جوسکین اپنے شہر جا چکا تھا۔ تاہم نورالدین نے شہر کو لوٹا اور اس کے باشندوں کو قیدی بنا لیا پھر وہ کوچ کر گیا۔

سیف الدین غازی نے بھی (اس کی مدد کے لئے) فوجیں بھیجیں مگر وہ راستے ہی میں تھیں کہ انھیں نورالدین کے کارنامے کا علم ہوا تو وہ واپس چلی گئیں۔ یہ واقعہ ۵۴۱ھ میں ہوا۔

فتح بعلبک

اتابک زنگی کی شہادت کے بعد حاکم دمشق نے بعلبک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ وہاں اتابک کا نائب نجم الدین ایوب بن شادی حکومت کرتا تھا۔ چونکہ فوجی کمک پہنچنے میں تاخیر ہوئی۔ اس لئے اس نے حاکم دمشق سے صلح کر لی اور بعلبک کا شہر اس کے سپرد کر دیا۔ اس کے بدلے میں اسے جاگیر اور مال و دولت ملی اور دمشق کے علاقے کے دس دیہات بھی ملے۔ چنانچہ وہ خود بھی حاکم دمشق کے ساتھ دمشق منتقل ہو گیا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

فرنگیوں سے جہاد

۵۴۲ھ میں نور الدین محمود حلب سے جہاد کے لئے فرنگیوں کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ان کے شہر ارتاح کو فتح کر لیا اور دوسرے قلعوں کا محاصرہ کیا۔ زنگی کی شہادت کے بعد فرنگیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ اپنے چھینے ہوئے علاقے واپس لیں گے۔ مگر اب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا اندازہ غلط تھا۔

غازی کی تباہ کاری

اسی طرح ماردین اور کیفا کے حاکموں کو بھی یہ توقع تھی کہ وہ بھی اپنے علاقے واپس لے سکیں گے۔ مگر جب سیف الدین غازی کی حکومت آئی تو وہ دیار بکر کی عملداری میں گھس گیا اور اس نے دارا اور دوسرے مقامات فتح کر لئے۔ آگے بڑھ کر اس نے ماردین کا محاصرہ کر لیا اور اس کے گرد و نواح کو اس قدر تباہ کیا کہ وہاں کے حاکم حسام الدین تمرتاش کو اس کے مقابلے میں آتابک زنگی کی تباہ کاری ہیچ معلوم ہوئی، حالانکہ وہ اس کا دشمن تھا۔ بہر حال ان تباہ کاریوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے سیف الدین غازی سے صلح کر لی اور اپنی بیٹی کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔ مگر وہ رخصتی سے پہلے موصل چلا گیا۔ اس کے بعد وہ بیمار ہو کر رخصتی سے پہلے فوت ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے بھائی قطب الدین نے اس لڑکی کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا۔

فرنگیوں کا محاصرہ دمشق

ہم نے پہلے دقاق بن تتش کے موالی بنو طغتکین کے حالات میں یہ بیان کیا تھا کہ یورپ کے ملک جرمنی کا بادشاہ ۵۴۳ھ میں شام پہنچا تھا اور اس نے (صلیبی) فرنگی فوجوں کو لے کر دمشق کا محاصرہ کیا تھا۔ اس وقت وہاں کا حاکم مجیر الدین بن ارتق تھا جو معین الدین انز مولیٰ (جو اس کے دادا طغتکین کا غلام تھا) کے زیر تربیت تھا۔

مسلمانوں کا متحدہ مقابلہ

معین الدین نے سیف الدین غازی حاکم موصل کو پیغام بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو فوجی امداد دے۔ لہٰذا غازی نے لشکر تیار کر کے شام کی طرف فوج کشی کی۔ اس نے اپنے بھائی نور الدین کو بھی حلب سے بلوا لیا تھا۔ ان لوگوں نے حمص میں قیام کیا اور فرنگی فوجوں کو محاصرہ سے روکنے گئے۔ چنانچہ دمشق کے مسلمانوں کو ان فوجوں کے آنے سے تقویت پہنچی۔

معین الدین نے شام میں بسنے والی فرنگی فوج اور نو وارد جرمن فوج کو الگ الگ پیغام بھیجنے شروع کئے اور دونوں فوجوں میں نااتفاقی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے شام کی

فرنگی فوجوں کے لئے قلعہ بانیاس دینے کی پیش کش کی، بشرطیکہ وہ وہاں سے کوچ کر جائیں۔ آخر کار اس کی سیاسی چالیں کامیاب ہوگئیں اور جرمنی کا بادشاہ دمشق سے چلا گیا اور قسطنطنیہ سے آگے شمالی سمت میں اپنے ملک لوٹ گیا۔ سیف الدین غازی اور اس کے بھائی نے مسلمانوں کی حمایت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

فرنگی بادشاہوں کی آمد

جب جرمنی کا بادشاہ شام پہنچا تھا تو اس کے ساتھ ہسپانیہ کے عیسائی بادشاہ (جو حلالقہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا) اذونش کا فرزند بھی تھا۔ اس کے دادا نے مسلمانوں سے طرابلس الشام کا شہر چھینا تھا۔ جبکہ (عیسائی) فرنگی شام پہنچے تھے۔

اب اس کا پوتا جرمنی کے بادشاہ کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے قلعہ العریمہ کو فتح کر لیا اس کے بعد اس نے طرابلس الشام کو فرنگی حاکم القمص سے چھیننے کی کوشش کی۔ اس لئے اس نے نورالدین محمود اور معین الدین انز کو پیغام بھیجا۔ یہ دونوں جرمن بادشاہ کے چلے جانے کے بعد بعلبک کے شہر میں اکٹھے ہوئے تھے۔

فرنگی بادشاہوں کے خلاف جہاد

اس نے ان دونوں مسلمان حاکموں کو ہسپانیہ کے بادشاہ اذونش کے فرزند کے خلاف بھڑکایا اور انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ العریمہ کا قلعہ اس کے قبضے سے چھڑالیں۔ لہٰذا یہ دونوں حکام ۵۴۳ھ میں فوج لے کر روانہ ہوئے۔ اس نے سیف الدین غازی کو بھی اسی قسم کا پیغام بھیجا، وہ حمص میں تھا۔ اس نے ان دونوں مسلمان حاکموں کی مدد کے لئے جزیرۂ ابن عمر کے حاکم عزالدین ابوبکر الدبیسی کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔

فرنگی شہزادہ کی گرفتاری

انھوں نے العریمہ کے قلعہ کا چند دنوں تک محاصرہ کیا پھر اس کی فصیل کو توڑ کر قلعہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو فرنگی باشندے تھے انھیں قید کر لیا۔ اس میں اذونش کا شہزادہ بھی شامل تھا۔ اس کے بعد سیف الدین کا لشکر واپس چلا گیا۔

صلیب پرستوں کو شکست

پھر نورالدین زنگی کو یہ اطلاع ملی کہ فرنگی فوج شام کے مقام بیغوین اکٹھی ہو رہی ہے تاکہ وہ حلب کے علاقہ پر حملہ کرے۔ لہٰذا وہ وہاں گیا اور انھیں شکست دے کر ان کا کام تمام کیا اور باقی لوگوں کو

قیدی بنا لیا۔ اس نے وہاں کے مال غنیمت اور قیدیوں کو اپنے بھائی سیف الدین غازی اور خلیفہ مقتفی میں بھی تقسیم کیا۔

سیف الدین غازی کی وفات

سیف الدین غازی حاکم موصل نے ۵۴۴ھ کے درمیانی عرصہ میں وفات پائی۔ اس نے تین سال دو مہینے تک حکومت کی۔ اس کا صرف ایک صغیر سن فرزند تھا جو اپنے چچا نور الدین محمود کے پاس پرورش پاتا رہا اور نوعمری ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ اس طرح غازی کی نسل منقطع ہو گئی۔

سیف الدین غازی کی سیرت

سیف الدین غازی بہت فیاض اور بہادر حکمران تھا۔ اس کا دستر خوان بہت وسیع تھا۔ وہ صبح و شام (غریبوں کو) کھانا کھلاتا تھا اور ہر دفعہ (کھانے کے موقع پر) ایک سو بکریاں ذبح کی جاتی تھیں۔

وہ پہلا حاکم تھا جو اپنے سر پر علم بلند کرتا تھا۔ اس نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ تلواریں گلے میں لٹکانے کے بجائے پٹکے پر لٹکائی جائیں۔

اس نے فقہاء اور علماء کے لئے مدارس تعمیر کرائے اور غریبوں کے لئے محتاج خانے تعمیر کرائے۔

جب مشہور شاعر حیص بیص نے اس کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا تو اس نے خلعت وغیرہ کے علاوہ ایک ہزار مثقال انعام میں دیا۔

قطب الدین کی تخت نشینی

جب سیف الدین غازی فوت ہوا تو وزیر جمال الدین اور سپہ سالار زین الدین علی نے بہت مستعدی دکھائی وہ اس کے بھائی قطب الدین کو لے کر آئے اور فوراً اسے بادشاہ بنا کر اس کی جانشینی کا اعلان کیا اور اس کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ پھر وہ پائے تخت پہنچا۔ اس وقت زین الدین اس کا ہمرکاب تھا۔ یہاں لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور موصل و الجزیرہ میں اس کے بھائی کی عملداری میں رہنے والے سب باشندوں نے اس کی اطاعت قبول کی۔

قطب الدین نے خاتون بنت حسام الدین تمرتاش حاکم ماردین سے نکاح کیا۔ اس لڑکی سے اس کے بھائی (سیف الدین غازی) کا نکاح ہو چکا تھا مگر وہ رخصتی سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ اس خاتون کے بطن سے قطب الدین کی تمام اولاد پیدا ہوئی۔

نور الدین کا سنجار پر قبضہ

قطب الدین مودود موصل کا بادشاہ ہو گیا۔ اس کا بھائی نور الدین محمود

شام میں تھا وہ اس کا بڑا بھائی تھا۔ حلب اور حماۃ اس کے ماتحت تھے۔ لہذا اس کے بھائی غازی کے مرنے کے بعد امراء کی ایک جماعت نے اس کے ساتھ خط و کتابت کی۔ انہی امراء میں سنجار کا نائب حاکم عبدالملک بھی شامل تھا۔ اس نے بھی (اطاعت قبول کرنے کے بارے میں) خط و کتابت کی تھی۔ لہذا وہ اپنے امراء میں سے ستر شہسواروں کو لے کر جلد اس کی طرف روانہ ہوا اور اپنے ساتھیوں سے پہلے بارش والے دن شہر میں داخل ہو گیا۔ لوگوں نے اسے نہیں پہچانا صرف اتنا سمجھ سکے کہ وہ ترکمانی فوج کا سردار ہے۔ پھر وہ کوتوال کے گھر پہنچا۔ اس نے دست بوسی کر کے اطاعت قبول کی۔ پھر اس کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے اور وہ سب مل کر سنجار کی طرف روانہ ہوئے مگر اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے اس کے ساتھی پھر پیچھے رہ گئے اور وہ صرف دو سواروں کے ساتھ سنجار پہنچا اور شہر کے باہر قیام کیا اور نائب حاکم کو بلا بھیجا۔ وہ موصل کی طرف روانہ ہوا تھا اور قلعہ پر اپنے فرزند شمس الدین محمد کو چھوڑ گیا تھا۔ اس نے اپنے والد کو بلوانے بھیجا تو وہ راستے سے لوٹ آیا۔ یہاں آ کر اس نے سنجار کو نور الدین محمود کے حوالے کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اس نے کیفا کے حاکم فخر الدین قری ارسلان کو باہمی محبت کی بنا پر بلوا بھیجا۔ وہ اپنی فوجوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔

سلطنت کی تقسیم کا فیصلہ

اتنے میں سنجار پر قبضہ کی خبر حاکم موصل قطب الدین اور اس کے وزیر جمال الدین اور سپہ سالار زین الدین کو بھی مل گئی تو وہ سب لشکر لے کر نور الدین محمود سے جنگ کرنے کے لئے سنجار کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ تل اعفر تک پہنچ چکے تھے۔ پھر انھوں نے اس سے جنگ کرنے سے گریز کیا۔ وزیر جمال الدین نے اسے مصالحت کرنے کا مشورہ دیا اور وہ صلح کرنے کے لئے بذات خود گیا اور مصالحت کر کے سنجار اپنے بھائی قطب الدین کو لوٹا دیا۔ اس کے بدلے میں اس کے بھائی نے شہر حمص، الرحبہ اور شام کا علاقہ (بڑے بھائی) کو دے دیا۔ اس طرح نور الدین محمود شام کا واحد حاکم ہو گیا اور اس کا بھائی قطب الدین الجزیرہ کے تمام علاقے کا واحد خود مختار حاکم تسلیم کیا گیا اور اس معاہدہ پر دونوں نے اتفاق کر لیا۔ اس کے بعد نور الدین سنجار میں اپنے والد کے ذخیرہ کو لے کر حلب واپس چلا گیا۔

عہدِ نورالدین کے مشہور واقعات

انطاکیہ کے فرنگی حاکم کا قتل

نورالدین نے ۵۴۴ھ میں انطاکیہ پر حملہ کیا اور اس کے بہت سے قلعوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ جب وہ بعض قلعوں کا محاصرہ کر رہا تھا تو فرنگی فوجوں نے جمع ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ نورالدین نے ان کا مقابلہ کیا اور اس موقع پر دلیرانہ کارنامے انجام دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی (صلیب پرستوں) کو شکست ہوئی اور انطاکیہ کا حاکم برنس مارا گیا۔ وہ بہت سرکش حاکم تھا۔

اس کے بعد اس کا نابالغ بیٹا سمند حاکم بنایا گیا۔ اس کی والدہ نے ایک دوسرے برنس ثانی سے نکاح کر لیا تاکہ وہ اس کے بچے کی نگرانی کر سکے۔ اور ملک کا انتظام چلا سکے۔

نورالدین نے اس پر بھی حملہ کیا اور جنگ میں اس کو شکست دی اور وہ برنس ثانی بھی قیدی بنا لیا گیا۔ اس طرح نابالغ سمند کو حکومت کرنے کا موقع مل گیا۔

فتح افامیا

پھر نورالدین ۵۴۵ھ میں قلعہ افامیا کی طرف گیا جو شیزر اور حماۃ کے درمیان تھا اور بہترین قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ نورالدین نے اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور اس میں محافظ فوجیں مقرر کیں اور ان کے لئے ہتھیاروں اور خوراک وغیرہ کا ذخیرہ جمع کر لیا۔

فرنگیوں سے صلح

ابھی وہ اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ وہ فرنگی جو شام میں تھے، اکٹھے ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ مگر جب انھیں (اس کی فتوحات کی) خبر ملی تو وہ مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور مصالحت کے لئے آمادہ ہوئے۔ چنانچہ نورالدین نے ان سے صلح کر لی۔

فرنگی قلعوں کی طرف پیش قدمی

اس کے بعد نورالدین نے فوج تیار کر کے فرنگیوں کے سرغنہ کے قلعوں کی طرف مجاہدانہ حملے کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ وہ حلب کے شمال میں تل باشر، عنتاب اور عزاز وغیرہ قلعوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ان کے فرنگی حاکم جوسکین نے بھی فوجیں جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈالا اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور کافی تعداد میں مسلمان قیدی بنائے گئے۔

جوسکین کی گرفتاری

(اس شکست پر جوسکین بہت خوش ہوا اور) اس نے ملک مسعود

بن قلیج ارسلان کو پیغام بھیجا جس میں نور الدین کی شکست پر اس کو شرم دلائی گئی تھی کیونکہ وہ اس کا داماد تھا۔ اس کا یہ پیغام اس کو بہت ناگوار گذرا۔ اس لئے اس نے جوسکین کو گرفتار کرنے کی تدبیر سوچی۔ اس نے اپنے گرد و نواح کے ترکمانی قبائل کو مال خرچ کر کے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسے گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ انھوں نے کوشش کی اور ان میں سے کچھ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ اس نے مال حاصل کر کے چھوڑنا چاہا۔ مگر حلب کے ایک حاکم ابوبکر الرامہ نے ایک لشکر بھیجا جو اس قبیلہ سے نہیں تھا۔ وہ لشکر جوسکین کو مقید کر کے حلب لے آیا۔

شام کے قلعوں کی تسخیر

نور الدین نے اس کے بعد مندرجہ ذیل قلعوں کو فتح کر لیا:

(۱) تل باشر (۲) عنتاب (۳) هدار (۴) تل خالد (۵) فورص (۶) داوندار (۷) مرج الرصاص (۸) قلعہ الناده (۹) کفر شود (۱۰) کفرلات (۱۱) دلوکا (۱۲) عرش (۱۳) نہر الجود۔

اس نے ان قلعوں میں خوراک کا ذخیرہ جمع کیا۔ فرنگیوں نے لشکر کشی کی تاکہ وہ اس کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ قلعہ حلاک پر ان سے جنگ ہوئی۔ اس میں فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے انھیں قتل کیا اور جو بچ گئے انھیں قید کر لیا۔ پھر نور الدین نے دلوکا کا قلعہ فتح کر لیا، البتہ تل باشر فتح نہیں ہو سکا، وہ اس وقت فتح ہوا جب نور الدین نے دمشق کو فتح کر لیا تھا۔ اس سے وہاں کے لوگوں نے پناہ طلب کی تو اس نے ان کے پاس حسان المنبجی کو بھیجا اُنھوں نے قلعہ اس کے حوالے کیا۔ پھر اس قلعہ کو مستحکم کیا گیا۔ یہ واقعہ ۵۴۹ھ میں ہوا۔

فتح دمشق کا ارادہ

صلیبی فرنگیوں نے ۵۴۸ھ میں عسقلان کے شہر کو فاطمی خلفاء کے قبضہ سے چھین لیا تھا۔ ان دونوں حکومتوں کی راہ میں نور الدین کے لئے دمشق حائل تھا۔ اس لئے اس کا فتح کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ عسقلان فتح کرنے کے بعد فرنگیوں نے دمشق پر بھی دست درازی شروع کر دی تھی اور اہل دمشق پر جزیہ و خراج مقرر کر دیا تھا اور ان سے یہ معاہدہ بھی کیا تھا کہ وہ ان قیدیوں کو جو ان کے قبضے میں ہیں اپنے وطن جانے کا اختیار دیں۔ ان دنوں دمشق کا حاکم مجیر الدین انز بن محمد تھا۔ جو اتابک طغرکین کا پڑپوتا تھا۔ وہ بہت کمزور طبیعت کا انسان تھا۔ اس لئے نور الدین کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں فرنگی دمشق

کو فتح نہ کر لیں۔ مجیدالدین اکثر اپنے ہمسایہ حکام سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا اور وہ فرنگیوں سے امداد طلب کرتے تھے۔ یوں وہ وہاں غلبہ حاصل کرتے تھے۔ اس لئے وہ دمشق کے سیاسی حالات پر بہت غور و خوض کرتا رہا۔

سیاسی جوڑ توڑ آخر کار بہت غور و فکر کے بعد اس نے مجیدالدین سے تعلقات بڑھانے شروع کئے۔ یہاں تک کہ دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات مضبوط و مستحکم ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے اس کے ارکان سلطنت کے بارے میں مداخلت شروع کی اور ان پر یہ الزام لگانے لگا کہ وہ اس سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اس طرح اس نے ایک کو دوسرے کے خلاف لڑوانا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم دمشق کے ارکان سلطنت ختم ہو گئے۔ اور اس کے امراء میں سے خادم عطاء بن حفاظ کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا۔ وہی اس وقت سلطنت کا سربراہ تھا۔ وہ نورالدین کے لئے پریشانی کا سبب بنا رہا اور اس کی وجہ سے وہ دمشق کو فتح کرنے کا منصوبہ مکمل نہیں کر سکا تھا۔ اس لئے اس نے مجیدالدین کو اس کے خلاف ورغلایا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کو الگ کر کے قتل کر دیا۔

اس قسم کے انتشار کی بدولت دمشق اپنے محافظوں سے خالی ہو گیا۔ اس وقت نورالدین نے علانیہ مجیدالدولہ کے خلاف اپنی دشمنی کا اظہار کیا اور اس پر دست درازی شروع کی۔ اس نے فرنگیوں سے فوجی کمک طلب کی۔ اس کے بدلے اس نے مال و دولت دینے اور بعلبک کا علاقہ ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ فرنگی اپنی فوجیں اکٹھی کر کے اس مقصد کے لئے تیار ہو گئے۔

دمشق میں بغاوت سلطان نورالدین ۵۴۹ھ میں دمشق روانہ ہوا۔ اس نے دمشق کے نوجوانوں سے خط و کتابت کر کے انہیں کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لئے جب سلطان نورالدین وہاں پہنچا تو نوجوانوں نے مجیدالدین کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا اور وہ قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔

فتح دمشق سلطان نورالدین نے دمشق فتح کر لیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے مجیدالدین کو جاگیریں دینے کا وعدہ کیا جن میں حمص کا شہر بھی شامل تھا۔ چنانچہ مجیدالدین وہاں چلا گیا اور سلطان نورالدین نے قلعہ بھی فتح کر لیا۔

سلطان نورالدین نے بعد میں اسے حمص کے بجائے بالس کا علاقہ دینا چاہا۔ مگر وہ

اس پر رضامند نہیں ہوا اور بغداد چلا گیا۔ وہاں اس نے گھر تعمیر کیا اور وہیں رہنے لگا یہاں تک کہ اس نے وہیں وفات پائی۔

دیگر قلعوں کی تسخیر

جب سلطان نورالدین دمشق کی فتح سے فارغ ہوا تو حلب کے شمال میں جو فرنگی فوجیں تل باشر میں تھیں۔ انھوں نے پناہ طلب کی اور اسے اپنا قلعہ حوالے کر دیا۔ چنانچہ سلطان نورالدین کے ایک بڑے امیر حسان المنبجی نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

پھر وہ ۵۵۱ھ میں انطاکیہ کے قریب قلعہ بہرام کی طرف آیا۔ یہ قلعہ انطاکیہ کے فرنگی حاکم سمند کے ماتحت تھا۔ اس نے اس کا محاصرہ کیا تو فرنگی فوجیں اس کی مدافعت کے لئے کمربستہ ہو گئیں۔ پھر انھوں نے اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ تبدیل کر لیا اور سلطان نورالدین سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ (فرنگی) قلعہ حارم کا نصف علاقہ اسے دیں گے۔ چنانچہ اس نے ان سے صلح کر لی اور واپس چلا گیا۔

قلعہ شیزر کی تاریخ

شیزر کا قلعہ شہر حماۃ سے نصف مرحلہ کے فاصلے پر ایک اونچے پہاڑ پر قائم ہے۔ وہاں تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ اس پر بنو منقذ کنانیوں کی حکومت تھی جو صالح بن مرداس حاکم حلب کے زمانے میں ۴۲۰ھ سے اس قلعہ کے موروثی حاکم چلے آرہے تھے

شیزر کے حکام

ابوالحسن بن نصیر بن منقذ کے بعد اس کا فرزند مرہف نصر بن علی حاکم ہوا۔ جب ۴۹۱ھ میں وہ فوت ہونے لگا تو اس نے ابوسلم بن مرشد کو جو اس کا بھائی تھا، حاکم مقرر کیا۔ وہ علم قراءت اور ادب کا بہت بڑا عالم تھا۔ سلطان بن علی نے اپنے بھائی مرشد کو حاکم مقرر کیا۔ دونوں بھائیوں میں اس قدر اتحاد و اتفاق تھا جو کسی دو افراد میں نہیں ہو سکتا تھا۔ مرشد کے بہت سے فرزند نرینہ ہوئے جو بڑے ہو کر سردار بنے۔

ان میں سے عزالدولہ ابوالحسن علی، مؤیدالدولہ اسامہ اور اس کا فرزند علی بن اسامہ (زیادہ مشہور) ہیں۔ ان کی اپنے چچازاد بھائیوں سے رقابت ہوئی اور باہمی شکایت ہونے لگی۔ مگر مرشد اور اس کے بھائی میں بے حد اتفاق و اتحاد کی بدولت ان نااتفاقی نہیں ہو سکی۔

جب مرشد ۵۳۱ھ میں فوت ہو گیا تو اس کے بھائی سلطان نے اس کی اولاد سے بدسلوکی کی اور انھیں قلعہ شیزر سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ منتشر ہو گئے۔ ان میں سے کچھ سلطان

نورالدین کے پاس بھی پہنچے۔ اسے ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ تاہم وہ فرنگیوں سے جنگ کرنے میں مشغول تھا (اس لئے وہ ان کے لئے کچھ نہیں کر سکا)۔

جب سلطان بھی فوت ہوگیا اور قلعہ کی حکومت اس کی اولاد کے حصے میں آئی تو انھوں نے (صلیبی) فرنگیوں سے خط و کتابت شروع کر دی۔ ان کی اس حرکت پر سلطان نورالدین بہت ناراض ہوا۔

شام کے زلزلے

پھر شام میں زبردست زلزلے آئے جن کی وجہ سے شام کے اکثر شہر تباہ و برباد ہو گئے۔ بالخصوص حماۃ، حمص، کفرطاب، المعرۃ، افامیہ، حصن الاکراد، عرقہ، لاذقیہ، طرابلس اور انطاکیہ کے شہروں کی عمارتیں تمام کی تمام گر گئیں اور منہدم ہو گئیں۔ زلزلے کا یہ حادثہ ۵۵۲ھ میں رونما ہوا۔

شام کے وہ شہر جن کی عمارتوں کا کچھ حصہ گر گیا تھا اور ان کی فصیلیں منہدم ہو گئی تھیں ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان فصیلوں کے گرنے سے سلطان نورالدین کو فرنگیوں کے حملوں کا اندیشہ ہوا۔ اس لئے وہ اپنی فوجوں کو لے کر تمام شہروں کے چاروں طرف گھوما اور جن شہروں کی فصیلیں ٹوٹ گئی تھیں، ان کی مرمت کرائی۔

قلعہ شیزر کی تسخیر

انہی زلزلوں کے ایام میں شیزر قلعہ کے امراء، حاکم شیزر کی ایک دعوت میں جمع تھے کہ اچانک زلزلہ آیا، وہ سب اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قلعہ کی دیواریں ان پر گر پڑیں اور قلعہ شیزر کے امراء میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ اس کے قریب ہی سلطان نورالدین کا ایک حاکم تھا جو فوراً وہاں چڑھا اور سلطان نورالدین کے نام اس پر قبضہ کیا۔ پھر اس نے اس قلعہ کی فصیلوں کی مرمت کروائی اور اس کی عمارتوں کی از سر نو تعمیر کرائی۔ چنانچہ یہ قلعہ اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آیا۔" یہ سب ابن الاثیر کا بیان ہے۔

شیزر کے بارے میں ابن خلکان کا بیان

ابن خلکان (مؤلف وفیات الاعیان ہے جو مشاہیر مسلمانوں کا مشہور تذکرہ ہے) کا بیان یہ ہے:۔

"۴۷۴ھ میں بنو منقذ نے رومیوں کے قبضہ سے قلعہ شیزر کو حاصل کیا۔ جس نے اسے فتح کیا تھا وہ علی بن منقذ بن نصر بن سعد تھا۔ اس نے اس قلعہ کا حال بغداد لکھ کر بھیجا تھا۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے :۔

حاکم شیزر کا خط

قلعہ شیزر کا حال

"میں یہ خط قلعہ شیزر سے لکھ رہا ہوں۔ اللہ اس کی حفاظت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عظیم اور مستحکم قلعہ کو فتح کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ جو اس سے پہلے کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہوئی۔ اگر اس کی اصل حقیقت جاننے کی کوشش کی جائے تو پتہ چلے گا کہ میں اس امت کا شیر ببر ہوں اور جنات اور سرکش مخلوق کے لئے حضرت سلیمان کی مانند ہوں۔ میں شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کرا سکتا ہوں اور چاند کو اس کے مقام سے نیچے اتار سکتا ہوں۔ میں ستاروں کا باپ ہوں اور میں ہی سب کچھ جانتا ہوں۔

جب میں نے اس قلعہ کی طرف نگاہ ڈالی تو مجھے حیرت انگیز باتیں نظر آئیں۔ اس قلعہ میں تین ہزار افراد کی مع اہل و عیال، ساز و سامان اور اموال کے ساتھ آباد ہونے کی گنجائش ہے۔ اس میں کوئی انسان پانچ عورتیں اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

میں نے اس کے اور قلعہ روم کے درمیان ایک ٹیلے کا انتخاب کیا جو خواص کے نام سے مشہور ہے۔ اس ٹیلے کو بھی قلعہ کہا جاتا تھا۔ میں نے اس قلعہ کو آباد کیا اور اپنے اہل و عیال اور خاندان کو اس میں بسایا۔ میں نے بزور شمشیر اسے رومیوں سے چھینا اور تیزی کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے باوجود میں نے یہاں کے رہنے والے رومیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کے ساتھ عزت و احترام کا رویہ اختیار کیا۔ میں نے ان رومیوں کو اپنے اہل و عیال اور خاندان میں شامل کر لیا تھا۔ اُن کے سؤر میری بکریوں کے ریوڑوں کے ساتھ پرورش پاتے تھے اور اذان کے آواز کے ساتھ ساتھ ان کے ناقوس بھی بجتے تھے۔

جب شیزر کے اصلی باشندوں نے میرا یہ رویہ دیکھا تو وہ مجھ سے بیحد مانوس ہو گئے اور تقریباً ان کی نصف آبادی میرے پاس پہنچ گئی۔ میں نے بھی ان کی عزت و احترام میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

جب مسلم بن قریش عقیلی ان کے پاس پہنچا تو اس نے اہل شیزر میں سے تقریباً بیس افراد مار ڈالے۔ جب مسلم بن قریش ان کے پاس سے چلا گیا تو انھوں نے قلعہ میرے حوالے کر دیا۔"

یہاں پر علی بن منقذ کا خط ختم ہو جاتا ہے۔

دونوں روایات میں اختلاف ابن خلکان اور ابن الاثیر کے بیانات میں تقریباً پچاس سال کا فرق نظر آتا ہے۔ تاہم ابن الاثیر کا بیان زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ (صلیبی) فرنگیوں نے پانچویں صدی کے شروع میں شام کے کسی علاقے کو فتح نہیں کیا تھا۔

دیگر حالات

فتح بعلبک بعلبک کا شہر ضحاک البقاعی کے ماتحت تھا (بقاعی کی نسبت بقاعہ سے ہے۔ اب یہ شہر حاکم دمشق کے ماتحت ہے جب سلطان نورالدین نے دمشق فتح کیا تو ضحاک نے بعلبک پر اپنا تسلط برقرار رکھا۔ سلطان نورالدین فرنگیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہیں کر سکا۔ تاہم ۵۵۲ھ میں سلطان نورالدین نے اسے حکومت سے برطرف کر کے بعلبک کو فتح کر لیا۔

بھائی کی بغاوت ۵۵۴ھ میں سلطان نورالدین حلب میں مقیم تھا اور اس کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی امیر امیران بھی تھا۔ اس اثناء میں نورالدین قلعہ میں بیمار ہوا اور اس کا مرض خطرناک ہو گیا۔ تو اس کے چھوٹے بھائی نے فوج جمع کر کے قلعۂ حلب کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان نورالدین کا سب سے بڑا حاکم شیرکوہ ابن شادی حمص کا حاکم تھا۔ جب اسکو بغاوت کی خبر ملی تو وہ دمشق کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ دمشق پر قبضہ کر لے اس کا حاکم اس کا بھائی نجم الدین ایوب (والد سلطان صلاح الدین تھا۔ اس نے اپنے بھائی کی یہ حرکت پسند نہیں کی۔ اور اسے حکم دیا کہ وہ حلب جا کر سلطان نورالدین کی موت و زیست کے بارے میں یقینی اطلاع حاصل کر لے۔

بغاوت کا انسداد چنانچہ وہ تیز رفتاری کے ساتھ حلب پہنچا اور قلعہ پر چڑھ کر وہاں کی چھت سے سلطان نورالدین کو (زندہ حالت میں) عوام کے سامنے نمودار کیا۔ اسے دیکھ کر لوگ اس کے بھائی امیر امیران سے الگ ہو گئے۔ اب اس کا بھائی حران گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

جب نورالدین تندرست ہوا تو اس نے اپنے بھائی سے حران کا علاقہ چھین کر اسے اپنے بھائی قطب الدین حاکم موصل کے نائب زین الدین علی کجک کے حوالے کر دیا۔ اور پھر

وہ رقہ کی طرف گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

سلیمان شاہ کا حال

سلیمان شاہ ابن سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس خراسان کے پاس رہتا تھا۔ اس نے اسے اپنا ولی عہد بنا لیا تھا اور خراسان کی مساجد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا جب ۵۴۸ھ میں سلطان سنجر دشمن کے ہاتھوں مقید ہوگیا اور سلیمان شاہ کے خلاف دشمن کی فوجیں برسر پیکار ہوئیں تو وہ دشمن کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکا۔ اس لئے وہ خوارزم شاہ کے پاس بھاگ گیا اور (تعلقات مستحکم کرنے کے لئے) اپنی بھتیجی کا اس سے نکاح کر دیا۔ مگر خوارزم شاہ کو بعض اطلاعات ایسی موصول ہوئیں جن کی وجہ سے سلیمان شاہ کی شخصیت مشتبہ ہوگئی۔ اس لئے اسے خوارزم سے نکال دیا گیا۔

سلیمان شاہ کی بے بسی

پھر سلیمان شاہ وہاں سے اصفہان آیا۔ مگر کوتوال شہر نے اسے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اس لئے وہ قاشان کی طرف روانہ ہوا تو اس کے بھائی محمود کے فرزند محمد شاہ نے ایک لشکر بھیج کر اسے داخل ہونے سے روک دیا۔ اس لئے وہ خراسان روانہ ہوا۔ مگر ملک شاہ نے اسے وہاں بھی آنے نہیں دیا۔ اس لئے اس نے نجف کا قصد کیا اور ... [1] میں مقیم ہوا۔ اور خلیفہ المستنصر (؟) کے پاس پیغام بھجوایا اور اپنے اہل و عیال کو اظہار اطاعت کے لئے یرغمال کے طور پر بھجوایا۔ اور بغداد آنے کی اجازت طلب کی۔

خلیفہ کا استقبال

خلیفہ نے اس کی تعظیم و تکریم کی [2] اور اسے آنے کی اجازت دے دی۔ وزیر ابن ہبیرہ کا فرزند اسے جلوس کی شکل میں لانے کے

---

[1] یہاں بھی بیاض ہے۔ تاریخ الکامل میں مذکور ہے۔ "وہ بندنجین کے مقام پر مقیم ہوا اور اس نے خلیفہ المقتفی کے پاس ایک قاصد بھیجا جس کے ذریعے اس نے خلیفہ کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۴۸) (مترجم)

[2] یہاں عبارت نامکمل ہے۔ تاریخ الکامل میں ہے۔ "خلیفہ نے اس کی بیوی اور اس کے ساتھ آنے والوں کی عزت افزائی کی اور اسے بغداد آنے کی اجازت دی۔ سلیمان شاہ کے ساتھ ایک نہایت مختصر فوج تھی جو تین سو افراد پر مشتمل تھی۔" (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۴۸-۴۹) (مترجم)

لئے اس کے پاس پہنچا، اس جلوس میں قاضی القضاۃ بھی شریک تھے۔ چنانچہ وہ دونوں اس حالت میں بغداد پہنچے۔ اور سنہ ۵۵۰ھ کے آخر میں سلیمان شاہ کو خلعت عطا کیا گیا۔

خلیفہ کی طرف سے فوجی امداد

چند دنوں کے بعد سلیمان شاہ کو محل میں حاضر کیا گیا اور قاضی القضاۃ اور ارکان سلطنت کے سامنے اس نے اطاعت کا حلف اٹھایا۔ اس کے بعد بغداد کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اسے اس کے والد کے القاب عطا کئے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ اسے تین ہزار سوار دئے جائیں۔ چنانچہ وہ انھیں لے کر ماہ ربیع الاول سنہ ۵۵۱ھ میں کوہستان عجم (بلاد الجبل) کی طرف روانہ ہوا۔ خلیفہ نے حلوان میں قیام کیا اور اس کے بھتیجے ملک شاہ حاکم ہمدان سے امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے دو ہزار سواروں سے مدد کی۔ اس کے صلے میں سلیمان شاہ نے اسے اپنا ولی عہد بنا لیا۔ خلیفہ نے ان دونوں حکام کی مال و دولت اور ہتھیاروں سے مدد کی۔ پھر رے کا حاکم ایلاگز بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا اس طرح ان کی فوجوں کی تعداد بہت ہو گئی تھی۔

سلیمان شاہ کی شکست

ادھر سلطان محمد نے حاکم موصل قطب الدین مودود اور اس کے نائب زین الدین علی کجک سے تعاون و حمایت کی درخواست کی (چنانچہ اس کی مدد کے لئے لشکر بھیجا گیا) اور سلطان محمد سلیمان شاہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس جنگ میں سلیمان شاہ کو شکست ہوئی۔ اور اس کی فوجیں منتشر ہو گئیں ایلاگز بھی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

سلیمان شاہ کی گرفتاری

(شکست کے بعد) سلیمان شاہ شہر زور کے راستے سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر جب زین الدین علی کجک کو اس کی شکست کی خبر ملی تو وہ موصل کی فوجوں کے ساتھ روانہ ہوا اور شہر زور میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ امیر ایراق بھی تھا۔ جب سلیمان شاہ وہاں سے گذرا تو زین الدین نے اسے گرفتار کر لیا اور موصل لے جا کر عزت و احترام کے ساتھ نظر بند کر دیا اور اس کی اطلاع سلطان محمد کو بھیج دی گئی۔

سلیمان شاہ کی تخت نشینی

جب سلطان محمود بن محمد ۵۵۵ھ میں فوت ہو گیا تو ہمدان کے اکابر امراء نے قطب الدین آتابک کو پیغام بھیجا کہ وہ سلیمان شاہ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کے وزیر جمال الدین کو بادشاہ کا وزیر بنانا چاہتے

ہیں۔ انھوں نے اس قسم کا معاہدہ بھی کیا تھا۔ اس لئے قطب الدین نے اسے شاہانہ طریقے سے رخصت کیا اور اس کے ساتھ زین الدین علی کمچک کی زیر قیادت موصل کی فوجوں کو ہمدان تک بھیجا۔ جب کوہستانی علاقہ (بلاد الجبال) قریب آیا تو وہاں کی فوجیں امداد اور استقبال کے لئے پہنچ گئیں اور یہ فوجیں سلیمان شاہ کا استقبال کرنے کے بعد بادشاہ موصوف کو اپنی حفاظت میں سرکاری راستے پر لے گئیں۔ ایسی حالت میں زین الدین کو اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوا۔ اس لئے وہ اپنی فوجیں لے کر موصل واپس چلا گیا اور سلیمان شاہ ہمدان آ گیا۔

نور الدین کی جنگی سرگرمیاں

ادھر نور الدین محمود نے حلب کی فوجوں کو تیار کیا اور قلعہ حارم کے زنگیوں کا محاصرہ کر لیا۔ ابتداء میں فرنگی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے۔ مگر بعد میں مقابلہ کرنے سے ڈر گئے اور جنگ نہیں کر سکے۔ یہ محاصرہ طویل ہو گیا۔ اس لئے نور الدین محمود واپس آ گیا۔

نور الدین کی شکست

پھر اس نے ۵۵۸ھ میں طرابلس کو فتح کرنے کے لئے فوج کشی کی۔ جب وہ حصن الاکراد کے نیچے بقیعہ کے میدان میں پہنچا تو فرنگی فوجوں نے اسے شکست دی اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ سلطان نور الدین اپنی شکست خوردہ فوج کے ساتھ بچ کر بحیرہ قطینہ پہنچا جو حمص کے قریب ہے۔ وہیں اس کی شکست خوردہ فوجیں بھی پہنچ گئی تھیں۔

نور الدین نے دمشق اور حلب سے مال و دولت، خیمے اور دیگر فوجی ساز و سامان اکٹھا کیا اور فوجوں کی خامیاں اور کمزوریاں دور کیں۔ فرنگیوں کو یہ علم ہو گیا تھا کہ وہ حمص میں موجود ہے۔ مگر وہ اس کے مقابلے کے لئے نہیں آئے بلکہ انھوں نے صلح کی درخواست کی، مگر اس نے یہ درخواست نامنظور کر دی۔ اس لئے فرنگی حصن الاکراد میں اپنے محافظ دستے مقرر کر کے واپس چلے گئے۔

غریبوں کی امداد پر اصرار

نور الدین نے اس جنگ میں ایک شخص کو جو ابن نصری کے نام سے مشہور تھا معزول کر دیا۔ کیونکہ اس نے مصارف جہاد کی کثرت کی وجہ سے غرباء، علماء، صوفیہ اور قاریوں کو زیادہ انعامات دینے سے منع کیا تھا۔ اس پر سلطان نور الدین ناراض ہوا اور کہنے لگا: "خدا کی قسم! مجھے صرف انہی لوگوں کی وجہ سے نصرت اور فتح کی امید ہے۔ کیونکہ یہ افراد بھی میرے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ وہ رات کے وقت

میری حمایت میں دعاؤں کے تیر چلاتے ہیں۔ اس لئے میں یہ اخراجات بند نہیں کر سکتا۔ بیت المال میں ان کا حق ہے۔ اس لئے ان کی حق تلفی کرنا میرے لئے جائز نہیں ہے۔"

اسلامی حکام کا متحدہ جہاد پھر اس نے فرنگیوں سے انتقام لینے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کچھ فرنگی فوجیں مصر کی طرف روانہ ہوئیں۔ اس لئے اس نے یہ موقع غنیمت جانا کہ وہ ایسی صورت میں ان شہروں پر حملہ کرے۔ چنانچہ اس نے جہاد میں مدد دینے کے لئے مندرجہ ذیل حکام کے نام پیغام بھیجے:۔

(۱) قطب الدین مودود حاکم موصل (۲) فخر الدین قرا ارسلان حاکم کیفا (۳) نجم الدین ولی حاکم ماردین۔ چنانچہ ان سب حکام کے لشکر اس ترتیب کے ساتھ روانہ ہوئے کہ درمیان میں اس کا بھائی قطب الدین تھا اور اس کے اگلے حصہ پر اس کا سپہ سالار زین الدین علی کجک تھا۔ اس کے پیچھے حاکم کیفا تھا۔ نجم الدین حاکم ماردین نے بھی اپنا لشکر بھیجا تھا۔

فرنگیوں کا مشترکہ مقابلہ جب پوری امدادی فوجیں پہنچ گئیں تو سلطان نور الدین ۵۵۹ھ میں قلعہ حارم کی طرف روانہ ہوا اور اس کے قلعہ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دئے۔ اس موقع پر ساحل شام کے علاقوں میں جو فرنگی حکام باقی رہ گئے تھے وہ سب اکٹھے ہو گئے۔ ان میں سب سے آگے حاکم انطاکیہ پرنس، اسمند، حاکم طرابلس القمص اور (فرنگی حاکم) جوسکین کا فرزند تھا۔ اس کے علاوہ دوسری عیسائی قوموں سے بھی امداد طلب کی گئی تھی اور وہ بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس لئے نور الدین قلعہ حارم کا محاصرہ چھوڑ کر ارتاح کی طرف رخ کیا۔

فرنگیوں کی شکست فرنگیوں نے اب اس کے ساتھ جنگ کرنے کے خیال کو ترک کر دیا اور وہ قلعہ حارم کی طرف لوٹ گئے۔ مگر سلطان نور الدین نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے جنگ چھیڑ دی۔ اس لئے انھوں نے حلب کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ کیفا کا حاکم مسلمانوں کے میمنہ (دائیں طرف کی) فوج پر تھا۔ انھوں نے اس کو شکست دی اور اس کا تعاقب کرنے لگے۔ اس وقت زین الدین نے موصل کی فوجوں کے ساتھ فرنگیوں کی صفوں پر حملہ کیا اور ان کا زبردست نقصان ہونے لگا تو فرنگیوں نے میمنہ کا تعاقب چھوڑ دیا۔ اور جب وہ اپنی صفوں کی طرف لوٹے تو جنگ کا رخ فرنگیوں کے خلاف پلٹ گیا اور انھیں شکست ہو گئی۔

صلیب پرست حکام کی گرفتاری

اب سلطان قتل و خون ریزی سے فارغ ہو کر فرنگی سرداروں کو گرفتار کرنے لگے۔ ان میں انطاکیہ کا حاکم برنس اسمند اور طرابلس کا حاکم القمص بھی شامل تھا۔ چونکہ انطاکیہ کا شہر فوجوں سے خالی ہو گیا تھا اس لئے مسلم حکام نے آس پاس کے علاقوں میں انطاکیہ کو فتح کرنے کے خیال سے فوجی دستے بھیجنے چاہے مگر سلطان نورالدین نے انھیں روکا اور کہا

نورالدین کی سیاسی بصیرت

"مجھے اندیشہ ہے (کہ اگر ہم نے انطاکیہ پر حملہ کیا تو) انطاکیہ والے فرنگی حکام اسے شاہ روم کے حوالے کر دیں گے کیونکہ اسمند اس کا بھانجا ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ اسمند کا پڑوس شاہ روم کے پڑوس سے بہتر ہے۔"

پھر سلطان نورالدین نے قلعہ حارم کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور فاتح بن کر لوٹا۔

قلعہ بانیاس کی تسخیر

جب سلطان نورالدین نے حارم کا قلعہ فتح کیا تو اس نے موصل کے لشکر اور قلعہ کیفا کی فوجوں کو اپنے وطن جانے کی اجازت دیدی اور خود قلعہ بانیاس کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ یہ قلعہ ۵۴۳ھ سے فرنگیوں کے قبضے میں تھا۔ پھر اس نے طبریہ کی طرف راستہ بدلا۔ اس لئے فرنگیوں نے اس کی مدافعت شروع کی۔ یہ حالت دیکھ کر سلطان نورالدین نے ان کے مخالف سمت میں بانیاس کی طرف فوج کشی کی۔ کیونکہ اس وقت اس کی محافظ فوجوں کی تعداد کم ہو گئی اور ماہ ذوالحجہ ۵۵۹ھ میں اس کا محاصرہ سخت کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی نصیرالدین امیر امیران بھی شریک جنگ تھا۔ اس وقت اس کی ایک آنکھ میں تیر آکر لگا۔

یہ حالت دیکھ کر انھوں نے اس کی مدافعت کے لئے فوجیں اکٹھی کرنی شروع کیں۔ مگر وہ پوری تیاری نہ کرنے پائے تھے کہ سلطان نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور وہاں جنگجو سپاہی مقرر کر دئے اور ہتھیاروں کا ذخیرہ بھی اکٹھا کر دیا۔ فرنگیوں کو اس قدر خوف لاحق ہوا کہ انھوں نے طبریہ کی عملداری میں اسے نصف حصہ دے دیا اور اس نے ان کے باقی حصے پر جزیہ لگا دیا۔

مصر میں فرنگی حکام کے پاس بھی حارم اور بانیاس کے قلعوں کی تسخیر کی خبریں پہنچیں، مگر اس سے پہلے یہ علاقے فتح ہو گئے تھے۔ اس لئے سلطان نورالدین دمشق واپس آ گیا۔

پھر وہ ۵۶۱ھ میں قلعہ منیطرہ پر اچانک حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر لیا۔ جب وہ اس قلعہ کو فتح کر چکا تھا تو فرنگی اپنی فوجیں جمع کر کے پہنچے۔ مگر اب ان کے لئے اس قلعہ کا واپس لینا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے وہ واپس چلے گئے۔

فاطمی حکومت کا زوال

اس زمانے میں مصر کی فاطمی حکومت زوال پذیر تھی۔ اس کے وزراء اپنے خلفاء پر غالب آ کر خود مختار ہوتے جا رہے تھے۔ ایسا آخری وزیر شاور السعدی تھا، اسے صالح بن زریک نے قوص کا حاکم مقرر کیا تھا۔ مگر بعد میں وہ پشیمان ہوا۔

جب صالح بن زریک جو مصر کا خود مختار حاکم تھا، فوت ہو گیا تو اس کا فرزند زریک اس کا قائم مقام ہوا۔ اس نے شاور کو قوص کی حکومت سے معزول کر دیا۔ شاور اس معزولی پر بہت ناراض ہوا۔ اس لئے اس نے فوج اکٹھی کر کے قاہرہ پر فوج کشی کی اور اسے فتح کر لیا۔ پھر اس نے زریک کو قتل کر دیا اور خلیفہ عاضد پر غالب آ کر مصر کا خود مختار حاکم بن گیا۔ اس نے اپنا لقب امیر الجیوش رکھا۔ یہ واقعہ ۵۵۸ھ میں رونما ہوا۔

وزیر شاور کی فریاد

ابھی اس کی وزارت کے سات مہینے گذرنے نہ پائے تھے کہ مصر کے حاجب ضرغام نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اسے قاہرہ سے نکال دیا۔ شاور بھاگ کر شام چلا گیا اور نور الدین محمود زنگی کے پاس اپنی فریاد لے کر گیا۔ وہ اس سے فوجی امداد کا طالب ہوا۔ اس کے بدلے میں اس نے وعدہ کیا کہ وہ مصری محصول کی آمدنی کا تہائی حصہ ادا کرے گا اور سلطان نور الدین کی فوج امداد کے لئے وہاں مستقل رہے گی۔

شیرکوہ کی فوج کشی

لہٰذا سلطان نور الدین نے اس مقصد کے لئے اپنے امراء میں سے اسد الدین شیرکوہ (صلاح الدین کے چچا) کا انتخاب کیا جو حمص میں تھا۔ اس نے زبردست لشکر تیار کیا اور وہ لشکر ماہ جمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ میں مصر روانہ ہو گیا۔ نور الدین اس کے بعد فرنگی علاقوں کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ انھیں اس لشکر کی مزاحمت سے روک سکے۔

اسد الدین شیرکوہ (مصری وزیر) شاور کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ سلطان صلاح الدین بھی گئے جو اس کے بھائی نجم الدین کے فرزند تھے۔

مخالفوں کا قتل

جب یہ لشکر بلبیس کے مقام پر پہنچا تو ضرغام کا بھائی ناصر الدین مصری فوج کو لے کر مقابلہ کے لئے آیا، مگر اسے شکست ہوئی اور وہ قاہرہ واپس چلا گیا

اسد الدین شیر کوہ نے اس کا تعاقب کیا اور اسے سیدہ نفیسہ کے مزار کے پاس قتل کر دیا۔ اس کا بھائی بھی مارا گیا اور شاور اپنی وزارت پر بحال کر دیا گیا۔

وزیر مصر شاور کی عہد شکنی

اسد الدین شیر کوہ نے اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ کے باہر قیام کیا اور شاور نے جنگ سے پہلے سلطان نور الدین سے جو معاہدہ کیا تھا، اس کے ایفا کا انتظار کرتا رہا۔ مگر شاور نے عہد شکنی کی اور اسے یہ پیغام دیا کہ وہ واپس اپنے شہر چلا جائے۔ مگر شیر کوہ نے اپنا ٹیکس وصول کرنے پر اصرار کیا اور بلبیس اور مشرقی علاقوں کی طرف کوچ کر کے ان پر قبضہ کر لیا۔

فرنگیوں کی مدد

شاور نے فرنگیوں سے فوجی کمک طلب کی تو وہ فوراً امداد کے لئے روانہ ہو گئے کیونکہ ان کے دلوں میں نور الدین کا خوف و دہشت بہت غالب تھی اور انہیں توقع تھی کہ وہ مصر فتح کر لیں گے۔

ادھر سلطان نور الدین دمشق سے روانہ ہوا تاکہ وہ انہیں فوج کشی سے روکے، مگر وہ نہیں رُکے بلکہ وہ اپنے شہروں کے لئے محافظ فوجیں چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔

محاصرہ اور صلح

جب وہ مصر کے قریب پہنچے تو اسد الدین شیر کوہ مصری علاقہ سے روانہ ہو گیا مگر فرنگیوں اور مصری فوجوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ انھوں نے تین مہینے تک اس کا محاصرہ جاری رکھا اور صبح و شام جنگ کرتے رہے۔ جب فرنگیوں کو یہ اطلاع ملی کہ قلعہ حارم اور دوسرے مقامات پر انہیں شکست ہو گئی ہے اور نور الدین کو فتح و نصرت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے تو اُنھوں نے اسد الدین شیر کوہ سے مصالحت کے لئے سلسلہ جنبانی کی مگر اپنی شکست کی خبروں کو چھپائے رکھا۔ شیر کوہ نے ان کے ساتھ مصالحت کر لی اور مصری علاقہ کو چھوڑ کر شام چلا گیا۔ فرنگی فوجیں راستوں میں اس کی گھات میں لگی رہیں۔ مگر وہ راستہ تبدیل کر کے اپنے وطن پہنچ گیا۔

شیر کوہ کی دوبارہ فوج کشی

سلطان نور الدین نے شیر کوہ کو دوبارہ ۵۶۲ھ میں مصر بھیجا۔ اور وہ فوجیں لے کر موسم بہار میں روانہ ہوا، اور اطفیح کے مقام پر قیام کیا۔ پھر دریائے نیل کو عبور کر کے وہ مغربی سمت سے قاہرہ کے قریب پہنچا، اور جیزہ کے مقام پر دریائے نیل کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اور قاہرہ کا پچاس دن تک محاصرہ جاری رکھا۔ شاور نے فرنگیوں سے کمک طلب کی۔

فتح اسکندریہ

وہ شیر کوہ کے مقابلہ کے لئے مصر کے بالائی حصے پر پہنچا۔ سال کے درمیانی حصے میں فریقین میں جنگ ہوئی تو اسد الدین شیر کوہ نے مصریوں کو شکست دی اور اسکندریہ کی سرحد کی طرف جا کر اسکندریہ کو فتح کر لیا اور اس پر اپنے بھتیجے صلاح الدین کو حاکم مقرر کیا۔ پھر لوٹ کر شیر کوہ نے مصر کے بالائی حصہ (صعید) کو روند ڈالا۔

دوبارہ صلح

مصر اور فرنگیوں کی مشترکہ فوجوں نے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں پہنچ کر انھوں نے غازی صلاح الدین کو محاصرہ میں لے لیا۔ مگر جب اسد الدین شیر کوہ اپنی فوجوں کو لے کر وہاں پہنچا تو یہ فوجیں صلح پر آمادہ ہوگئیں۔ چنانچہ مصالحت کے بعد شیر کوہ شام کی طرف واپس آگیا اور ان کے لئے اسکندریہ کو چھوڑ دیا۔

مصر پر فرنگی تسلط

شاور کے فرزند شجاع نے سلطان نور الدین کو تحریر کیا کہ وہ اور امرائے مصر اس کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ مگر اس عرصے میں صلیبی فرنگیوں نے اہل مصر پر غلبہ حاصل کر لیا تھا اور انھوں نے قاہرہ پر اپنے محافظ فوجی دستے مقرر کر دئے تھے۔ قاہرہ کے دروازے ان کے قبضے میں تھے۔ لہٰذا انھوں نے شام میں اپنے بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا تو وہ مصر کو فتح کرلے۔ انھوں نے اہل مصر پر جزیہ (ٹیکس) بھی عائد کر دیا تھا۔

فتح مصر

یہ حالت دیکھ کر سلطان نور الدین نے فوری اقدامات کئے اور ۵۶۴ھ کے موسم بہار میں اس نے اسد الدین شیر کوہ کو دوبارہ فوج کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے مصر کو فتح کر لیا اور شاور کو قتل کر کے فرنگیوں کو مصر سے نکال دیا۔ خلیفہ عاضد نے پہلے کی طرح اسے خود مختار وزارت پیش کی۔

مصر میں صلاح الدین کی حکومت

جب اسد الدین شیر کوہ فوت ہوا تو اس کا بھتیجا غازی صلاح الدین ایوبی اس کا قائم مقام ہوا۔ مگر وہ بھی بدستور سلطان نور الدین محمود کا مطیع اور فرمانبردار رہا۔ جب فاطمی خلیفہ عاضد فوت ہوا تو سلطان نور الدین نے غازی صلاح الدین کو یہ حکم نامہ بھجوایا کہ مصر میں عباسی خلافت کا سلسلہ جاری کرنے اور خلیفہ مستضئ کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا جائے۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ فاطمی خلیفہ کی زندگی ہی میں نور الدین نے یہ بات تحریر کی تھی۔ اس کے بعد خلیفہ عاضد تقریباً پچاس دن میں فوت ہوگیا تو اس کے بعد خلیفہ عباسی المستضئ کا خطبہ پڑھوایا گیا۔ اس طرح مصر میں فاطمی سلطنت اور خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ واقعہ ۵۶۷ھ میں رونما ہوا۔

اس سے پہلے سلطان نور الدین اور حاکم قونیہ سلطان قلیج ارسلان بن مسعود کے درمیان ۵۶۰ھ میں جھگڑا ہو گیا تھا مگر صالح بن رزیک نے قلیج ارسلان کو فتنہ و فساد سے روک دیا تھا۔

نور الدین کے مجاہدانہ کارنامے

فرنگی قلعوں کی تسخیر

۵۶۲ھ میں سلطان نور الدین نے جہاد کے لئے اپنی فوج تیار کی اور اپنے بھائی قطب الدین کو بھی موصل سے بلوایا۔ وہ اس کے پاس حمص کے مقام پر پہنچا۔ پھر وہ دونوں بھائی فوج لے کر فرنگی علاقوں میں داخل ہوئے جب وہ حصن الاکراد سے گذرے تو اس کے گرد و نواح کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ پھر انھوں نے عرقہ کا محاصرہ کیا اور حلکہ[1] کو ویران کر دیا۔ مسلمانوں نے العریمہ اور صافیتا کو فتح کر لیا۔ انھوں نے اپنے فوجی دستے مختلف علاقوں میں بھیجے جہاں انھوں نے فرنگی علاقوں کو نقصان پہنچایا (ان فوجی کارروائیوں سے فارغ ہو کر) مسلمان حمص واپس آ گئے اور وہاں ماہ رمضان تک قیام کیا۔ پھر قلعہ بانیاس کی طرف منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں نے قلعہ حموص[2] کا قصد کیا تو فرنگی وہاں سے بھاگ گئے۔ سلطان نور الدین نے اس قلعہ کی فصیل کو توڑ کر اس میں آگ لگا دی۔ اس نے بیروت کا قصد کیا تو اس کا بھائی قطب الدین موصل چلا گیا۔ لہٰذا سلطان نور الدین نے اسے دریائے فرات کے کنارے پر رقہ کا علاقہ دے دیا۔

شہر منبج میں غازی بن حسان نے بغاوت کی تو سلطان نے لشکر بھیج کر اسے فتح کر لیا اور یہ علاقہ غازی کے بھائی قطب الدین نیال بن حسان کو دے دیا گیا۔ چنانچہ یہ شہر اس کے ماتحت رہا تا آنکہ اسے صلاح الدین بن ایوب نے اسے فتح کر لیا۔

حاکم جعبر کی گرفتاری

پھر قبیلہ بنو کلاب نے قلعہ جعبر کے حاکم شہاب الدین ملک بن علی العقیلی کو گرفتار کر لیا۔ پہلے اس قلعہ کا نام دوس تھا۔ پھر

---

[1] یہاں حلکہ کا لفظ ہے مگر تاریخ الکامل میں ہے۔ ”انھوں نے حلبہ کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اسے ویران کر دیا“ (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۹۶) (مترجم)

[2] یہاں حموص کا لفظ مذکور ہے مگر تاریخ الکامل میں ہے ”انھوں نے ہونین کے قلعہ کا قصد کیا۔ یہ قلعہ فرنگیوں کے مستحکم قلعوں میں سے تھا“ (مترجم)

قلعہ کے بانی کے نام پر اس کا نام جعبر رکھا گیا۔

جب سلطان ملک شاہ نے حلب فتح کیا تو اس نے اس قلعہ کو اپنے جد امجد کو عطیہ کے طور پر دے دیا تھا اور یہ قلعہ اس کی نسل کے قبضے میں رہا۔ جب حاکم مذکور ۵۶۳ھ میں سیر و شکار کے لیئے باہر نکلا تو بنو کلاب نے جو اس کی گھات میں تھے اسے گرفتار کر لیا اور وہ اسے حاکم دمشق سلطان فخر الدین محمودؒ کے پاس لے گئے۔ اس نے اسے عزت و احترام کے ساتھ نظر بند رکھا اور یہ کوشش کی کہ وہ برغبت و رغبت یا خوف سے قلعہ جعبر سے دست بردار ہو جائے۔ مگر وہ کسی صورت سے رضامند نہیں ہوا تو سلطان نے امیر فخر الدین محمود بن ابی علی[1] الزعفرانی کے زیر قیادت لشکر بھیجا۔ اس نے ایک عرصہ تک اس کا محاصرہ کیا مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر اس نے ایک دوسرا لشکر بھی (امداد کے طور پر) بھیجا اور پورے لشکر کا سپہ سالار اپنے رضاعی بھائی امیر فخر الدین ابو بکر ابن الدایہ کو مقرر کیا جو اس کے سب سے بڑے امراء میں سے تھا۔ اس کا محاصرہ بھی کامیاب نہیں رہا۔ اس لیئے دوبارہ اس کے حاکم کے ساتھ لطف و عنایت کا سلوک کیا گیا۔ اس دفعہ وہ رضامند ہو گیا تو سلطان نور الدین نے اس کے بدلے میں سروج اور اس کے علاقے عطا کیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ حلب کا میدان، مراغہ اور بیس ہزار دینار بھی دئے۔ یوں ۵۶۴ھ میں قلعہ جعبر فتح ہو گیا اور یہاں سے بنو مالک کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

موصل کے واقعات

زین الدین کا تقرر

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اتابک زنگی کا موصل میں نائب نصیر الدین جقری تھا۔ جب عماد الدین اتابک زنگی موصل سے باہر تھا تو سلطان محمودؒ کے فرزند الپ ارسلان نے (جو وہاں موجود تھا) موصل کی سلطنت حاصل کرنے کی طمع میں ۵۳۹ھ میں اسے قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ جب سلطان زنگی البیرہ کے محاصرہ سے فارغ ہو کر موصل آیا تو

---

[1] یہاں نام غلط ہے اور واقعات کی تفصیل نامکمل ہے۔ "تاریخ الکامل میں ہے۔" سلطان نے اسے نظر بند کیا اور اس کے موالی کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور جاگیر اور مال دے کر اس نے چاہا کہ وہ قلعہ اس کے حوالے کر دے مگر اس نے ایسا نہیں کیا جب وہ سختی اور دھمکیوں سے بھی رضامند نہیں ہوا تو سلطان نور الدین نے امیر فخر الدین مسعود بن علی الزعفرانی کے زیر قیادت ایک لشکر بھیجا۔ اس نے اس کا محاصرہ کیا مگر اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔" (ج ۹ ص ۹۶-۹۷، (مترجم)

اس نے اس کے بجائے زین الدین بن علی بن کمشتکین کو قلعہ موصل کا نائب مقرر کر دیا تھا۔ وہ آتابک زنگی کے عہدِ حکومت میں نیز اس کے فرزند غازی اور دوسرے فرزند قطب الدین کے زمانے میں ۵۵۸ھ تک ان کے وزیر جمال الدین محمد بن علی اصفہانی کے ساتھ اپنے عہدے پر برقرار رہا۔ اس نے اس کو نظربند کر دیا تھا اور وہ (وزیر) نظربندی کے ایک سال بعد فوت ہو گیا تھا۔ اس کی لاش مدینہ منورہ لائی گئی اور اسے وہاں ایک خانقاہ میں دفن کیا گیا جو اس نے اس مقصد کے لئے تیار کرائی تھی۔

اس کی وفات قطب الدین کے فرزند سیف الدین غازی کے زمانے میں ہوئی تھی۔ اس نے اس کے بجائے اس کے فرزند جلال الدین ابوالحسن کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔

زین الدین کی خود مختاری

زین الدین علی بن کمشتکین، جو کجک (کوچک ؟) کے لقب سے مشہور تھا، قطب الدین کے عہد میں خود مختار ہو گیا تھا اور مستقل طور پر سلطنت کا انتظام کرتا تھا۔ اس کے قبضے میں اکثر شہر جاگیر کے طور پر آ گئے تھے جن میں یہ شہر اور قلعے شامل تھے: اربل، شہرزور، ہکاریہ کے قلعے مثلاً عمادیہ، حمیدیہ، تکریت اور سنجار وغیرہ۔

آخر عمر میں سبکدوشی

اس کے اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کے ذخیرے اربل منتقل کر دئے تھے اور خود نائب کی حیثیت سے قلعہ موصل میں رہتا تھا۔ جب وہ بہت بوڑھا ہو گیا اور بینائی اور سماعت کی قوت جاتی رہی تو اس نے موصل چھوڑ کر اربل میں اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس نے اربل کے علاوہ اپنے تمام مقبوضہ شہر قطب الدین کے حوالے کر دئے اور وہ اربل کی طرف ۵۶۴ھ میں چلا گیا۔

فخر الدین عبدالمسیح کا تقرر

قطب الدین نے اس کے بجائے فخر الدین عبدالمسیح کو مقرر کیا۔ جو اس کے جد امجد آتابک زنگی کا آزاد کردہ خصی غلام تھا۔ اس نے اس کو اپنی سلطنت کا حاکم بنایا۔ اس نے قلعہ میں قیام کیا اور اس کو از سرِ نو تعمیر کرایا کیونکہ زین الدین نے اس کی تعمیر نہیں کرائی تھی

نجم الدین ایوب کی روانگی

۵۶۵ھ میں غازی صلاح الدین نے سلطان نور الدین محمود کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان کے والد نجم الدین ایوب کو ان کے پاس بھیج دے۔ چنانچہ نور الدین نے ان کے والد کو ایک فوج کی حفاظت میں بھیجا۔ اس لشکر میں بہت سے سوداگر اور سلطان صلاح الدین کے ساتھی بھی جانے کے لئے شامل ہو گئے۔

قلعہ کرک کا محاصرہ

سلطان نور الدین کو بعد میں خیال آیا کہ اس لشکر کا وہ راستہ جو

صلیبی فرنگیوں کے علاقے میں سے گذرتا ہے، وہ خطرناک ہے۔ اس لئے اس کی فوجیں قلعہ کرک کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اس قلعہ کی بنیاد پرنس ارناط نے رکھی تھی اور اسے نہایت اہم جنگی نوعیت کا قلعہ بنادیا تھا۔ اس لئے سلطان نورالدین نے اس کا محاصرہ کیا۔ فرنگیوں نے بھی اس کے مقابلہ کے لئے فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔ مگر سلطان نورالدین نے ان کی فوجوں کے اجتماع سے پہلے ان کی ہراول فوج پر حملہ کردیا۔ فرنگی فوجوں نے مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور وہ اُلٹے پاؤں بھاگ گئیں لہٰذا سلطان نے ان کے شہروں پر فوج کشی کرکے انھیں تباہ کردیا اور راستے میں جو قلعے نظر آئے انھیں بھی تباہ اور ویران کردیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے علاقے میں پہنچ کر حوشب کے مقام پر قیام کیا اور اس مقام سے سلطان نے نجم الدین ایوب کو مصر روانہ کیا۔ چنانچہ وہ ۵۶۵ھ کے درمیانی عرصے میں مصر پہنچ گیا جہاں فاطمی خلیفہ عاضد سوار ہوکر ان کے استقبال کے لئے پہنچا ہوا تھا۔

فرنگی حاکم کا قتل

جب سلطان نورالدین عشیرا میں تھا تو وہ قلعہ اکبرہ کے حاکم شہاب الدین محمد بن الیاس ابن ابی الغازی بن ارتق سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ بعلبک کے قریب پہنچا تو اسے راستہ میں صلیبی فرنگیوں کا ایک فوجی دستہ ملا۔ اس نے ان کے ساتھ جنگ کرکے انھیں شکست دی اور انھیں تباہ کیا۔ پھر جنگی قیدی اور مقتولوں کے سر سلطان نورالدین کے پاس لائے گئے تو اس نے ان کٹے ہوئے سروں میں سے حصن الاکراد کے فرنگی حاکم استبان (استبار کا سردار) کا سر پہچان لیا جو مسلمانوں کے لئے بہت خطرناک تھا۔

قیامت خیز زلزلے

ابھی سلطان نورالدین اسی مقام پر تھا کہ اسے ان زبردست زلزلوں کی خبر موصول ہوئی۔ جو شام، موصل، الجزیرہ اور عراق کے تمام علاقوں میں رونما ہوئے تھے اور ان کی وجہ سے ان علاقوں کے اکثر شہر تباہ اور ویران ہوگئے تھے۔ چنانچہ نورالدین نے ان تمام تباہ شدہ علاقوں کا گشت کیا اور یکے بعد دیگرے تمام علاقوں کی تعمیر و مرمت کا کام کرایا۔ یہاں تک کہ اس کی انتھک کوششوں کی بدولت تمام تباہ شدہ علاقے درست ہوگئے۔ (صلیب پرست) فرنگیوں نے بھی اپنے شہروں کی تعمیر و مرمت کی۔ کیونکہ انھیں سلطان نورالدین کے حملوں کا اندیشہ تھا۔

موصل میں غازی کی حکومت

موصل کا حاکم قطب الدین مودود، ماہ ذوالحجہ ۵۶۵ھ میں فوت ہوگیا۔ اس نے ساڑھے اکیس سال حکومت کی تھی۔ اس نے اپنا ولی عہد اپنے بڑے فرزند عماد الدین کو بنایا تھا اس وقت حکومت کا نگران فخر الدین عبد المسیح

تھا۔ وہ نورالدین محمود کا بہت مطیع تھا۔ اور عماد الدین سے اس کی بے رخی کا اسے علم تھا۔ اس لئے اس نے اس کے بجائے اس کے بھائی سیف الدین غازی کو اس کی والدہ خاتون بنت حسام الدین بن البوالغازی کے مشورہ اور حمایت کے مطابق موصل کا حاکم بنایا۔ عماد الدین مدد حاصل کرنے کے لئے اپنے چچا کے پاس چلا گیا۔ اس طرح فخر الدین عبدالمسیح موصل کا خود مختار حاکم بن گیا اور وہی اس کے سفید و سیاہ کا مالک بن گیا۔

نورالدین کی یلغار

جب سیف الدین غازی بن قطب الدین موصل کا برائے نام بادشاہ بنا اور فخر الدین عبدالمسیح اس پر حاوی ہو گیا تو اس کی خود مختاری کی خبر سے نورالدین محمود بہت ناراض ہوا۔ اس لئے وہ اس کے خلاف لشکر لے کر موصل کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ۵۶۶ھ کے آغاز میں قلعہ جعبر کے قریب دریائے فرات کو عبور کیا اور شہر رقہ پہ یورش کر کے اسے فتح کر لیا۔ پھر خابور کا پورا علاقہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد شہر نصیبین کو تسخیر کیا۔ یہ سب موصل کی عملداری میں تھے۔ کیفا کا حاکم نورالدین محمد بن قرا ارسلان بھی اس کی مدد کے لئے آ پہنچا پھر اس نے سنجار کی طرف فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا اور اس کو فتح کر کے اپنے بھتیجے عماد الدین بن قطب الدین کے حوالے کیا۔ اتنے میں موصل کے امراء کے خطوط ملے جس میں اس کی حمایت کی گئی تھی۔ اس لئے وہ تیز رفتاری کے ساتھ شہر بلد پہنچا۔ پھر اس نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے موصل کے مشرقی سمت قلعہ نینوا میں قیام کیا۔ اب اس کے اور موصل کے درمیان صرف دریائے دجلہ حائل تھا۔ انہی دنوں موصل کی فصیل میں بھی بڑا رخنہ پڑ گیا تھا۔

موصل کا محاصرہ

ادھر موصل میں سیف الدین غازی نے اپنے بھائی عز الدین مسعود کو ہمدان، بلاد الجبل، آذربیجان، اصفہان اور رے کے حاکم آتابک شمس الدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے چچا نورالدین کے برخلاف اس کی فوجی امداد کرے۔ اس لئے اس نے اپنے مشیر ایاز کو نورالدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے موصل پر حملہ کرنے سے منع کرے۔ نورالدین نے اس کا دھمکی آمیز سخت جواب دیا اور موصل کا محاصرہ کر لیا۔ موصل کے تمام امراء سلطان نورالدین کی اطاعت پر متفق ہو گئے۔ فخر الدین عبدالمسیح (نگران حکومت) نے بھی ہتھیار ڈالنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ بشرطیکہ اس کا بھتیجا سیف الدین اپنے عہدے پہ برقرار رہے۔

نورالدین کا موصل پر قبضہ

نورالدین نے اس کی یہ شرط تسلیم کر لی مگر یہ حکم دیا کہ وہ خود موصل سے نکل جائے اور اس کے ساتھ شام چلے۔ جب یہ معاہدہ

فریقین میں ہوگیا تو نورالدین نے ۵۶۶ھ میں ماہ جمادی الاول میں موصل پر قبضہ کر لیا اور شہر میں داخل ہوگیا۔ اس نے قلعہ کا حاکم ایک خصی غلام کو مقرر کیا جس کا نام کمشتکین تھا۔ اسے سعدالدین کا لقب دیا گیا۔

موصل کی جامع مسجد کی تعمیر

سلطان نے اس کے بھتیجے سیف الدین کو اپنے عہدے پر برقرار رکھا۔ جب سلطان موصل کا محاصرہ کر رہا تھا تو عباسی خلیفہ المستضئ کی طرف سے اس کے پاس شاہی خلعت پہنچا اس نے موصل میں (ایک شاندار) جامع مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جو اس کے نام سے مشہور ہوئی۔

دیگر انتظامات

سلطان نے سیف الدین (عبدالمسیح فخرالملک کے بھتیجے) کو حکم دیا کہ وہ کمشتگین کو تمام امور سلطنت میں مشورہ دیا کرے۔

اس نے اپنے بھائی قطب الدین کے (بڑے) فرزند عماد الدین کو سنجار کا شہر جاگیر میں دیا، اس کے بعد وہ شام کی طرف واپس چلا گیا۔

جہاد کے لئے پیش قدمی

غازی صلاح الدین ماہ صفر ۵۶۹ھ میں مصر سے فرنگی علاقوں میں جہاد کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا، اور قلعہ شوبک پر حملہ کیا[1]۔ وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈالنے کے لئے دس دن کی مہلت طلب کی جو انھیں دی گئی۔

سلطان نورالدین کو بھی (اس کے جہاد کی) خبر مل گئی تھی۔ اس نے بھی دمشق سے دوسرے راستے سے فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے فوج کشی کی۔

صلاح الدین کا اندیشہ

(غازی صلاح الدین کو جب یہ اطلاع ملی تو) اس کے ساتھیوں نے اسے یہ مشورہ دیا: "اگر آپ سلطان نورالدین کی فرنگیوں کے خلاف امداد کریں گے تو جب فرنگیوں کی طاقت کمزور ہو جائے گی تو اس کے بعد سلطان نورالدین

---

[1] یہاں بیاض (خالی جگہ) ہے۔ تاریخ الکامل میں عبارت یوں مذکور ہے:

"اس نے قلعہ شوبک پر حملہ کیا۔ اس کے اور قلعہ الکرک کے درمیان ایک دن کی مسافت تھی۔ اس نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور وہاں جو (صلیبی) فرنگی تھے انھیں بہت پریشان کیا۔

الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۱۱۲) (مترجم)

آپ پر دست درازی کرے گا۔ اس صورت میں آپ اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

نورالدین کی ناراضگی

(اس مشورہ کے بعد) سلطان صلاح الدین نے قلعہ شوبک کا محاصرہ ملتوی کر دیا اور مصر واپس چلا گیا۔ اس نے سلطان نورالدین کو یہ معذرت نامہ بھیجا کہ اسے اطلاع ملی تھی کہ مصر کے بعض کمینے امراء اس کے خلاف بغاوت کرنا چاہتے تھے (اس لئے وہ مصر واپس چلا گیا) مگر سلطان نورالدین نے اس کا یہ معذرت نامہ قبول نہیں کیا اور اسے مصر کی حکومت سے معزول کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسی حالت میں غازی صلاح الدین نے اپنے والد، اپنے ماموں شہاب الدین الحارمی اور دوسرے رشتہ داروں سے بھی مشورہ کیا۔

صلاح الدین کو مشورہ

اس کے بھتیجے تقی الدین عمر نے اسے مشورہ دیا کہ وہ بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کر دے۔ مگر اس کے والد نجم الدین ایوب نے اس مشورہ کو پسند نہیں کیا اور اس سے کہا۔ "ہم میں سے کوئی نہیں ہے جو سلطان نورالدین کا، اگر وہ خود آئے یا کوئی لشکر بھیجے، مقابلہ کر سکے۔" اس کے والد نے اسے یہی مشورہ دیا کہ وہ اطاعت کا خط لکھے اور اگر وہ تم سے یہ علاقہ لینا چاہے تو تم اسے یہ علاقہ (بخوشی) حوالے کر دو۔"

باہمی رنجش کا خاتمہ

جب محفل برخاست ہوئی تو اس کے والد نے تنہائی میں یہ بات کہی:۔ "تم اس گفتگو سے کیوں امراء کے لئے دست درازی کی راہ ہموار کرتے ہو۔ اگر تم یہی کام کرنا چاہتے ہو تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس کا مقابلہ کرے گا۔ مگر اس کے ساتھ نرمی اختیار کرنا بہتر ہے۔" چنانچہ غازی صلاح الدین نے اپنے والد کے مشورہ کے مطابق نرم لہجہ میں خط لکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نورالدین نے اس سے درگذر کی اور اس کا مقابلہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین مصر پر حکومت کرتا رہا۔

صلیب پرستوں کی سرکوبی

اس کے بعد سلطان نورالدین نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور فرنگیوں کے خلاف جہاد کے لئے پیشقدمی کی۔ کیونکہ انھوں نے اس کے ملک کے باشندوں کی تجارتی کشتیاں لوٹ لی تھیں اور یہ مغالطہ دے کر عہد شکنی کی کہ وہ کشتیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ سلطان نے اُن کے اس مغالطہ کو تسلیم نہیں کیا اور ان کے خلاف فوج کشی کی اور ان کے شہر انطاکیہ اور طرابلس وغیرہ کے لئے اپنے فوجی دستے روانہ کئے۔

خود اس نے عرقہ کے قلعے کا محاصرہ کیا اور اس کے بیرونی حصے کو ویران کر دیا۔ اس نے قلعہ صافیتا اور عریمہ کی طرف فوج بھیجی اور انھیں فتح کر کے ان دونوں قلعوں کو تباہ اور ویران کر دیا۔

پھر سلطان عرقہ سے طرابلس کی طرف روانہ ہوا، اور راستہ میں جو فرنگی علاقے دکھائی دئے ان کو تباہ و برباد کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی خود اپنے آپ سے انصاف کرنے پر مجبور ہوئے اور انھوں نے لوٹ کا وہ مال واپس کردیا جو انھوں نے معززشہریوں سے چھینا تھا۔ اس کے بعد ان صلیبی فرنگیوں نے تجدید صلح کی درخواست کی۔ سلطان موصوف نے ان کے شہروں کو تباہ کرنے، ان کے مردوں کو قتل کرنے اور ان کا مال غنیمت واپس کرنے کے بعد ان سے صلح کرلی۔

جلد خبر رسانی کا انتظام

سلطان نورالدین نے اس سال جلد خبر رسانی کے لئے کبوتروں کے ذریعے شام میں خبریں بھیجنے کا انتظام کیا۔ کیونکہ اس کا ملک وسیع ہوگیا تھا اس لئے خبر رسانی کا انتظام کرنا ضروری تھا۔ اس نے ایسے پرندوں کے ذریعے انتظام کرنے والوں کے لئے معقول تنخواہ مقرر کی تاکہ یہ پرندے اپنے بازوؤں میں تیز رفتاری کے ساتھ جلد خطوط لاسکیں اور لے جاسکیں۔

فرنگیوں کے ساتھ جھڑپیں

پھر فرنگیوں نے دمشق کی عملداری میں حوران کے علاقے پر حملہ کیا۔ جب سلطان نورالدین ان کے مقابلے کے لئے گیا تو وہ دیہاتوں کی طرف بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کرکے ان کو نقصان پہنچایا۔ سلطان نے خود عشیر کے مقام پر قیام کیا اور وہاں سے فوجی دستے طبریہ کے علاقے کی طرف بھیجے۔ انھوں نے اسے تباہ وبرباد کردیا۔ جب فرنگی فوجیں اس کی مدافعت کے لئے پہنچیں تو اس وقت تک مسلمان فوجیں واپس جاچکی تھیں۔ فرنگیوں نے مسلمان فوجوں کا تعاقب کرنے کے لئے دریا کو عبور کیا اور اپنا چھینا ہوا مال واپس لینے کی کوشش کی تو مسلمانوں نے ان کے ساتھ سخت جنگ کی۔ آخر کار (صلیبی) فرنگی ناکام ہوکر لوٹ گئے۔

ارمنی سردار ابن لیون کے حالات

ارمنی سردار ملیح بن لیون جو حلب کے راستوں کا منتظم تھا، سلطان نورالدین کا مطیع و فرمانبردار ہوگیا۔ سلطان نے اسے باربرداری اور نقل وحرکت کا منتظم بنادیا اور شام کے علاقے میں جاگیریں دیں۔ وہ سلطان کی فوجوں کے ساتھ جاتا تھا اور اپنے ہم مذہب فرنگیوں کے خلاف مسلمانوں کی جنگوں میں شریک ہوتا تھا اور جب کبھی اسے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد کی ضرورت ہوتی تھی تو مسلمان اس کی مدد کرتے تھے۔

رومی علاقے پر قبضہ

ابن لیون کے علاقے (آرمینیہ) کے قریب ادنہ، مصیصہ اور طرسوس کے شہر تھے۔ یہ شہر قسطنطنیہ کے بادشاہ روم کے قبضے میں تھے۔ ابن لیون

نے ان پر حملہ کر کے ان شہروں کو فتح کر لیا تھا۔ اس لئے قسطنطنیہ کے بادشاہ نے ۵۶۲ھ کے درمیانی عرصے میں اپنے مذہبی پیشواؤں کی قیادت میں ایک بھاری لشکر بھیجا۔ ابن لیون نے سلطان نورالدین سے فوجی کمک طلب کی۔ چنانچہ سلطان نے اس کی امداد کے لئے فوجیں بھیجیں۔ اس کے بعد ابن لیون نے رومی فوجوں کے ساتھ جنگ کر کے انہیں شکست دے دی۔ اور جنگ میں جو مالِ غنیمت اور قیدی ملے وہ اس نے سلطان نورالدین کے پاس بھیج دئے۔ اس طرح ابن لیون کی شان و شوکت اور ملکی طاقت بڑھ گئی اور شہنشاہ روم اپنا علاقہ لینے سے مایوس ہو گیا۔

رومی علاقے کی طرف یلغار

رومی علاقے (موجودہ ترکی) ملطیہ، سیواس، اخصری اور قیساریہ کا حاکم ذوالنون بن محمد بن دانشمند ان علاقوں کا اپنے چچا یاغی ارسلان اور اس کے بھائی ابراہیم بن محمد کے بعد حکمران ہوا تھا۔ اس لئے قلیج ارسلان بن محمد اس کے شہروں کو خوف زدہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ان تمام علاقوں کو فتح کر لیا۔ ذوالنون وہاں سے بھاگ کر نورالدین کے پاس پہنچا اور اس سے فریاد کی۔ سلطان نے قلیج ارسلان کو اس کے حق میں ایک سفارشی خط لکھا کہ وہ اس کے علاقے واپس کر دے مگر اس نے سلطان نورالدین کی سفارش قبول نہیں کی۔ اس لئے سلطان نے اس کے خلاف فوج کشی کی اور ۵۶۸ھ کے ماہ ذوالقعدہ میں قلیج ارسلان کے مندرجہ ذیل شہر اور اس کے درمیان کے علاقے فتح کر لئے۔ کیسور، مہنسا، مرعش اور مرزبان۔

پھر اس نے سیواس کی طرف فوجیں بھیجیں اور اسے بھی فتح کر لیا۔

مشروط صلح

اب (ہار کر) قلیج ارسلان نے سلطان نورالدین سے رحم کی درخواست کی لہٰذا سلطان نورالدین نے ان شرائط پر اس کے ساتھ صلح کی کہ وہ فرنگی فوجوں کے خلاف اس کی مدد کرے گا۔ سیواس کا علاقہ ذوالنون کے قبضہ میں رہے گا اور وہاں سلطان نورالدین کی فوج اس کے ساتھ رہے گی۔

اس کے بعد سلطان نورالدین اپنے ملک واپس چلا گیا اور سیواس کا علاقہ ذوالنون کے قبضہ میں نورالدین کی وفات تک رہا

نورالدین کی بادشاہت کی تصدیق

پھر سلطان نورالدین کا ایلچی بغداد سے آیا، جس کا نام کمال الدین ابوالفضل محمد بن عبداللہ شہرزوری تھا۔ وہ اپنے ساتھ خلیفہ المستضئی کا یہ فرمان لایا کہ "سلطان نورالدین موصل، جزیرہ، اربل، خلاط،

شام، بلادِ روم اور دیار مصر کا بادشاہ ہے ۔"

الکرک میں اجتماع کی تجویز

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سلطان نورالدین اور صلاح الدین کے درمیان ناچاقی ہو گئی تھی اور سلطان نورالدین نے غازی صلاح الدین کو مصر کی حکومت سے معزول کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر سلطان صلاح الدین نے نرم رویہ اختیار کیا تھا اس وجہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ دونوں بادشاہ آئندہ الکرک کے مقام پر اکٹھے ہوں گے اور ان دونوں میں سے جو پہلے پہنچ جائے گا، وہ دوسرے کا انتظار کرے گا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین ماہ شوال ۵۶۸ھ میں مصر سے روانہ ہوا، اور الکرک کے مقام پر پہلے پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

صلاح الدین کا ملاقات سے گریز

جب سلطان نورالدین کو سلطان صلاح الدین کی مصر سے روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوجوں کی خامیوں کو دور کیا اور فوج کو لے کر الکرک سے دو منزلوں کے فاصلے پر الرقیم کے مقام پر قیام کیا۔ اس کی آمد کی خبر سے سلطان صلاح الدین کو خوف لاحق ہوا اور اسے اندیشہ ہوا کہ ملاقات کے وقت وہ فوراً معزول کر دے گا۔ اس نے اپنے والد نجم الدین ایوب کو مصر میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اس وقت اس کے پاس یہ اطلاع آئی کہ اس کا والد سخت بیمار ہو گیا ہے لہٰذا اس موقع پر سلطان صلاح الدین کو نورالدین کی ملاقات سے گریز کرنے کا یہ اچھا بہانہ ہاتھ آیا، اور وہ مصر واپس چلا گیا۔ اس نے فقیہ عیسیٰ کے ہاتھ سلطان نورالدین کو یہ معذرت نامہ بھجوایا اور یہ بھی پیغام دیا کہ سلطنت مصر کی حفاظت اس کے لئے زیادہ اہم تھی۔

نجم الدین ایوب کی وفات

جب سلطان صلاح الدین مصر پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کا والد فوت ہو چکا ہے۔ وہ اپنی سواری سے گر گیا تھا اور زخمی حالت میں اسے گھر لے جایا گیا تھا۔ جہاں وہ چند دنوں کے بعد ماہ ذوالحجہ کے آخر میں اسی سال فوت ہو گیا۔

تمام مطالبات کی منظوری

سلطان نورالدین بھی دمشق آ گیا۔ اس نے اپنے ملک کے قاضی کمال الدین شہرزوری کو بغداد بھیجا تھا تاکہ وہ خلیفہ سے اپنے مقبوضات کا تقرر نامہ حاصل کر سکے۔ اس کے مفتوحہ علاقے مصر، شام، الجزیرہ اور موصل تھے، اور دیار بکر، خلاط اور بلادِ روم نے اس کی اطاعت قبول کی تھی۔

اس نے یہ درخواست بھی کی تھی کہ اس کے والد زنگی کی جو جاگیریں عراق میں تھیں وہ بھی اسے لوٹا دی جائیں۔ جاگیریں یہ تھیں: حریفین، درب صارون۔

اس نے یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ دریائے دجلہ کے کنارے موصل سے باہر اسے ایک قطعہ اراضی دیا جائے جہاں وہ فرقہ شافعیہ کے لئے ایک دار العلوم تعمیر کرائے۔ چنانچہ اس کے یہ تمام مطالبات منظور کرلئے گئے۔

سلطان نورالدین کی وفات

سلطان نورالدین محمود بن آق سنقر زنگی نے ۱۱ شوال ۵۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس نے سترہ سال حکومت کی۔ اس نے سلطان صلاح الدین بن ایوب سے مصر کی حکومت چھیننے کی تیاری شروع کردی تھی۔ اور اپنے بھتیجے سیف الدین کی قیادت میں فرنگیوں سے جہاد کے نام پر اس نے ایک بڑا لشکر تیار کرلیا تھا۔ اس کی سلطنت بہت وسیع ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ جب سیف الدین ایوب حاکم بنا تو اس کے نام کا خطبہ حرمین (مکہ و مدینہ) اور یمن کی مساجد میں بھی پڑھا جاتا تھا۔

نورالدین کی سیرت

سلطان نورالدین مسلمانوں کے مفادات کا خاص طور پر خیال رکھتا تھا اور نماز اور جہاد کا پابند تھا۔ وہ امام ابو حنیفہ کے فقہی مسلک سے اچھی طرح واقف تھا اور نہایت عادل اور انصاف پسند حاکم تھا اور اپنے مقبوضہ علاقوں میں جنگی ٹیکس نہیں لیتا تھا۔

تعمیری کام

سلطان نورالدین نے (شام کے زلزلوں کے بعد) شام کے قلعوں کو مستحکم کیا اور اس کے شہروں پر فصیلیں تعمیر کرائیں۔ ان میں یہ شہر بھی شامل تھے۔ دمشق، حمص، حماۃ، شیزر، بعلبک، حلب۔

رفاہ عام کے کام

سلطان نورالدین نے فرقہ حنفیہ و شافعیہ کے بہت سے مدارس بھی تعمیر کرائے۔ اس نے موصل میں (عظیم الشان) جامع نوری تعمیر کرائی۔ اس نے ہسپتال اور شفاخانے بھی تعمیر کرائے اور راستوں میں سرائے اور صوفیائے کرام کے لئے خانقاہیں تمام ملک میں تعمیر کرائیں اور ان کے لئے بکثرت اوقاف مقرر کئے۔ چنانچہ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس کے اوقاف کی ماہانہ آمدنی نو ہزار شامی دینار تھی۔

سلطان نورالدین، علماء اور دیندار حضرات کا بے حد عزت و احترام کرتا تھا اور ان کے لئے تعظیماً کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور محفل میں بھی ان سے بے حد محبت کرتا تھا اور ان کی کوئی بات

رد نہیں کرتا تھا۔

سلطان نورالدین نہایت متواضع، بارعب اور باوقار حکمران تھا۔

دمشق میں ملک صالح کی جانشینی

جب سلطان نورالدین کی وفات ہوئی تو دمشق میں تمام اُمراء، سپہ سالار اور ارکان سلطنت اکٹھے ہوئے اور ان سب نے اس کے فرزند ملک صالح اسماعیل کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ اس وقت گیارہ سال کا بچہ تھا۔ اُنھوں نے اس کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ شام کے عوام نے اور سلطان صلاح الدین نے مصر میں اس کی اطاعت قبول کی اور تمام ملک کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور ملک کے سکہ پر اس کا نام کندہ کرایا گیا۔

ملک صالح کا نگران اور اس کی سلطنت کا منتظم اور سربراہ امیر شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم مقرر ہوا۔ قاضی کمال الدین شہرزوری نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ تمام معاملات میں سلطان صلاح الدین سے رجوع کیا کریں تاکہ وہ ان کی اطاعت سے روگردانی نہ کرے۔ مگر ان لوگوں نے اس مشورہ کو نہیں مانا۔

حاکم موصل کی خود مختاری

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سلطان نورالدین نے الجزیرہ کو فتح کر لیا تھا اور اپنے بھائی قطب الدین کے فرزند سیف الدین غازی کو موصل کا حاکم مقرر کیا تھا۔ سلطان اپنے ساتھ فخرالدین عبدالمسیح کو لے گیا تھا، جسے سیف الدین نے مقرر کیا تھا اور وہ خود مختار ہو گیا تھا۔

سلطان نے قلعہ موصل کا حاکم سعدالدین گمشتگین کو مقرر کیا تھا۔ سلطان نے مرنے سے پیشتر ان دونوں کو بلوایا تھا۔ چنانچہ سیف الدین غازی اور گمشتگین دونوں لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ راستے میں انھیں سلطان نورالدین کی وفات کی اطلاع ملی تو اس وقت فوج کے اگلے حصے پر گمشتگین مقرر تھا وہ یہ خبر سن کر حلب بھاگ گیا۔

سیف الدین کی فتوحات

لہٰذا سیف الدین غازی نے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور وہ بھی نصیبین کی طرف لوٹ گیا اور اسے فتح کر کے اپنی فوجیں خابور کی طرف بھیجیں، جنھوں نے یہ علاقہ بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہ حران پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان نورالدین کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس شہر کا چند دنوں تک محاصرہ کیا گیا پھر سیف الدین غازی نے اس شرط پر اس سے ہتھیار ڈلوائے کہ وہ (اطاعت کرنے کے بعد) اسے حران کا مالک بنائے گا۔

مگر جب اس نے اطاعت قبول کی تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور حران پر قبضہ کر لیا گیا۔

جب سیف الدین غازی رُہا پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان نورالدین کا ایک خادم تھا۔ اس نے بھی شہر حوالے کر دیا اور اس کے معاوضہ میں اسے جزیرۂ ابن عمر کا قلعہ الزعفرانی دیا گیا۔ بعد میں وہ بھی اس سے چھین لیا گیا۔

الجزیرہ پر قبضہ

وہاں سے سیف الدین رقہ اور سروج پہنچا۔ انھیں بھی فتح کر لیا۔ یوں الجزیرہ کے تمام شہر اس نے فتح کر لئے تھے البتہ قلعہ جعبر نہیں فتح ہو سکا۔ کیونکہ وہ مستحکم قلعہ تھا۔ اور راس عین بھی فتح نہیں ہو سکا کیونکہ وہ اس کے ماموں زاد بھائی قطب الدین حاکم ماردین کے قبضہ میں تھا۔

شمس الدین علی بن الدایہ حلب میں تھا۔ وہ سلطان نورالدین کا سب سے بڑا حاکم تھا اور اس کے پاس فوجیں بھی تھیں مگر وہ سیف الدین اور فخرالدین عبدالمسیح کا مقابلہ نہیں کر سکا۔

فتح دمشق کا منصوبہ

سلطان نورالدین نے فخرالدین عبدالمسیح کو اپنی وفات سے پہلے سیواس میں ذوالنون بن دانشمند کے پاس بھیج دیا تھا۔ جب نورالدین فوت ہو گیا تو وہ اپنے دوست سیف الدین غازی کے پاس چلا گیا۔ کیونکہ اس نے اس کو بادشاہ بنایا تھا۔ سیف الدین اس وقت الجزیرہ کو فتح کر چکا تھا۔ اس لئے فخرالدین نے اسے مشورہ دیا کہ وہ شام کا قصد کرے۔ اس کے دوسرے بڑے حاکم نے اس کی مخالفت کی مگر سیف الدین نے اسی کا مشورہ قبول کیا اور موصل لوٹ آیا۔

صلاح الدین کا پیغام

غازی صلاح الدین نے ملک صالح اور اس کے ارکان سلطنت کو یہ پیغام بھجوایا کہ انھوں نے سیف الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے اسے کیوں نہیں بلوایا۔ صلاح الدین نے انھیں ان خطروں سے آگاہ کیا جو اس کی مدد کے بغیر تنہا سیف الدین کا مقابلہ کرنے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

بعد ازاں شمس الدین بن الدایہ نے ملک صالح کو دمشق سے حلب آنے کا پیغام دیا تاکہ وہ دونوں مل کر الجزیرہ کو واپس لے سکیں، مگر ملک صالح کے امرا نے اسے وہاں جانے سے روک دیا۔ کیونکہ انھیں اندیشہ تھا کہ ابن الدایہ اس پر مسلط نہ ہو جائے۔

فرنگیوں سے مصالحت

سلطان نورالدین کی وفات کے بعد فرنگیوں نے فوج کشی کر کے قلعہ بانیاس کا محاصرہ کر لیا جو دمشق کی عملداری میں تھا۔ شمس الدین

المقدم نے بھی فوجیں اکٹھی کیں اور وہ دمشق سے روانہ ہوا۔ اس نے فرنگیوں سے خط و کتابت کر کے انھیں سیف الدین حاکم موصل اور صلاح الدین حاکم مصر کے حملوں کے خطرات سے آگاہ کیا۔ اس لئے فرنگیوں نے اس سے مال وصول کر کے صلح کر لی۔

صلیب پرستوں کا خطرہ

غازی صلاح الدین کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اس صلح کو بہت ناپسند کیا۔ اس نے ملک صالح اور اس کے ارکان سلطنت کو تحریر کیا کہ یہ بہت بُری حرکت کی گئی ہے۔ اس طرح فرنگیوں کے حملوں کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔

حقیقت یہ تھی کہ ابن المقدم نے فرنگیوں سے اس لئے صلح کی تھی کہ اسے سلطان صلاح الدین اور سیف الدین غازی کے حملوں کا اندیشہ تھا۔

حلب پر حملے کا اندیشہ

چونکہ سیف الدین غازی نے الجزیرہ کے شہروں کو فتح کر لیا تھا، اس لئے شمس الدین ابن الدایہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ حلب کو بھی فتح کر لے گا۔ اس لئے اس نے سعد الدین کمشتکین کو، جو سیف الدین غازی کے پاس سے بھاگ کر وہاں آیا تھا۔ دمشق بھیجا تاکہ وہ ملک صالح سے ملاقات کے لئے درخواست کرے۔ جب کمشتکین دمشق کے قریب پہنچا تو ابن المقدم نے اس کے خلاف فوج بھیجی جس نے اسے لوٹ لیا اور وہ (ناکام) حلب لوٹ آیا۔

کمشتکین کی حکومت حلب

بعد ازاں ابن المقدم اور دمشق کے ارکان سلطنت نے یہ فیصلہ کیا کہ ملک صالح کا حلب جانا زیادہ مناسب ہے چنانچہ انھوں نے کمشتکین کو بلوایا اور اس کے ساتھ ملک صالح کو بھیجا۔ جب کمشتکین حلب پہنچا تو اس نے ابن الدایہ اور اس کے بھائیوں کو گرفتار کر لیا اور رئیس حلب ابن الخشاب اور ایک اور اعلیٰ افسر کو بھی گرفتار کر لیا اور ملک صالح کے حکم سے وہ حلب کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔

سیف الدین سے مصالحت

ابن المقدم اور دمشق کے امراء کو جب (اس کی خود مختاری) کی خبر ملی تو انھیں اس کا خطرہ محسوس ہوا۔ اس لئے انھوں نے سیف الدین غازی حاکم موصل کو تحریر کیا کہ وہ اسے دمشق کا حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ سیف الدین نے وہاں جانے میں تامل کیا اور وہ سمجھا کہ شاید یہ دھوکے کی چال ہے۔ اس لئے اس نے اس کی اطلاع کمشتکین کو دی اور اس نے اسے وہ مال و دولت دے کر جو اس نے اس کے شہروں سے چھینا تھا صلح کر لی۔ اس سے اہل دمشق کے دلوں میں مزید شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ اس لئے اب انھوں نے

سلطان صلاح الدین ایوب سے خط و کتابت کر کے اسے بلوایا۔

سلطان صلاح الدین کی فتح دمشق

سلطان صلاح الدین مصر سے برق رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں وہ فرنگیوں کو شکست دیتا ہوا بصری پہنچا۔ اس کے حاکم نے اس کی اطاعت قبول کی۔ وہاں سے وہ دمشق پہنچا، تو وہاں کے ارکان سلطنت، شمس الدین محمد بن عبدالملک کی قیادت میں اس کے استقبال کے لئے نکلے۔ یہ وہی شمس الدین ابن المقدم تھا جس کے والد نے سنجار کا علاقہ سلطان نورالدین کے ۵۴۴ھ میں حوالے کیا تھا۔ لہٰذا اب سلطان صلاح الدین ۵۷۰ھ میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں دمشق میں (فاتحانہ طور پر) داخل ہوا۔ دمشق میں وہ اپنے والد کے گھر میں جو دارالعقیقی کے نام سے مشہور تھا، قیام پذیر ہوا۔

قلعۂ دمشق کی تسخیر

قلعہ کا حاکم ریحان تھا جو سلطان نورالدین کا وفادار خادم تھا (اس کا قلعہ پر قبضہ تھا) سلطان صلاح الدین نے قاضی کمال الدین شہرزوری کے ذریعے اسے یہ پیغام بھجوایا کہ وہ (صلاح الدین) ملک صالح کا مطیع و فرمانبردار ہے۔ اس نے اپنے ملک میں اسی کی بادشاہت کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوایا ہے۔ وہ یہاں محض اس لئے آیا ہے کہ وہ ان علاقوں کو واپس لے جو چھین لئے گئے ہیں۔

(اس پیغام کے بعد) ریحان نے قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا اور اس نے اس کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔ یہ تمام کارروائی کرتے وقت سلطان صلاح الدین ملک صالح کی اطاعت کا اظہار کرتا رہا۔ اس نے خطبہ اور سکہ اسی کے نام پر برقرار رکھا۔

دمشق کا نیا حاکم

جب سلطان صلاح الدین نے دمشق ملک صالح کے نام پر فتح کیا، تو اس نے وہاں اپنے بھائی سیف الاسلام طغرکین بن ایوب کو جانشین بنایا۔

زعفرانی کا فرار

حمص، حماۃ، قلعہ مرعش، سلیمیہ، تل خالد اور رُہا (اڈلیسہ) کا الجزیرہ کے شہروں میں شمار ہوتا تھا اور یہ سلطان نورالدین کے ایک حاکم فخرالدین مسعود زعفرانی کے ماتحت تھے۔ البتہ ان کے قلعے دوسروں کے ماتحت تھے۔

جب سلطان نورالدین فوت ہوا تو زعفرانی اپنی بدکرداری کی بناء پر وہاں سے بھاگ گیا۔

فتح حمص

لہٰذا جب سلطان صلاح الدین نے دمشق فتح کیا تو اس کے بعد اس نے حمص کی طرف فوج کشی کی اور شہر پر قبضہ کر لیا مگر قلعہ اس کے جداگانہ حاکم کی وجہ سے مسخر نہیں ہو سکا۔ اس لئے اس کے محاصرہ کے لئے ایک لشکر تیار کیا گیا اور خود صلاح الدین حماۃ روانہ ہوا۔ اور ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو اس کا محاصرہ کیا۔ اس کے قلعہ کا حاکم خرویک تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ "وہ ملک صالح کا فرمانبردار ہے اور وہ یہاں محض اس لئے آیا ہے کہ اسے فرنگیوں سے محفوظ کرے اور الجزیرہ کے شہر اس کے چچازاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے واپس لے۔"

محاصرۂ حلب

سلطان صلاح الدین نے اس علاقہ پر عزالدین کو اپنا نائب بنا کر اسے حلب میں ملک صالح کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے ساتھ معاہدہ کرے اور شمس الدین علی حسن اور عثمان تقی الدین کو قید سے چھڑا لائے۔ چنانچہ عزالدین قلعہ پر اپنے بھائی کو جانشین مقرر کر کے حلب روانہ ہوا۔ جب وہ حلب پہنچا تو کمشتکین نے اسے گرفتار کر کے قید کر لیا۔ ایسی حالت میں اس کے بھائی نے حماۃ کا قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا اور صلاح الدین نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور فوراً اس نے حلب کی طرف پیشقدمی کی اور حلب کا محاصرہ کر لیا۔ ملک صالح اس وقت نوعمر بچہ تھا تاہم وہ سوار ہو کر شہر میں گشت کرتا رہا اور اپنے والد کے حقوق جتا کر لوگوں سے امداد کا خواستگار ہوا۔ اہل حلب اس کی درخواست سے بہت متاثر ہوئے اور سلطان صلاح الدین کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے شہر سے باہر نکلے اور جان نثاری کے ساتھ لڑے۔

کمشتکین کی چالیں

اس اثناء میں کمشتکین نے فرقہ اسماعیلیہ کے سردار کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ سلطان صلاح الدین کو خفیہ طور پر اچانک قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے چند جاں نثاروں (فدائیوں) کو اس مقصد کے لئے بھیجا۔ مگر صلاح الدین کے ساتھیوں اور اس کے سپاہیوں کو اس خفیہ سازش کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ انھوں نے (اس سازشی گروہ کا) خاتمہ کر دیا اور صلاح الدین بدستور حلب کا محاصرہ کرتا رہا۔

کمشتکین نے (دوسری چال یہ چلی کہ اس نے) (صلیبی) فرنگیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ سلطان صلاح الدین کے ملک پر حملہ کریں تاکہ وہ ان کے پاس سے کوچ کر جائے۔

فرنگیوں کی پیش قدمی

سلطان نورالدین نے ۵۵۹ھ میں القمص کو جو اس وقت طرابلس کے حاکم مستیجی کے پاس تھا۔ قلعہ حارم کی جنگ میں گرفتار کیا تھا اس وقت

سے لے کر اب تک وہ حلب میں نظر بند تھا۔ اس لئے کمشتکین نے (موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے) اس وقت اسے ڈیڑھ لاکھ دینار اور ایک ہزار قیدیوں کے بدلے میں رہا کر دیا۔ اس کا فرنگیوں کے بادشاہ مری کے فرزند پر بہت بڑا اثر تھا۔ اور وہ اس کی رائے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ رجب کی ساتویں تاریخ کو وہ فرنگی فوجوں کو لے کر قلعہ رستین کی طرف روانہ ہوا۔

ایک قلعہ کی تسخیر

سلطان صلاح الدین نے دوسرے دن ان سے صلح کر لی اور وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد صلاح الدین قلعہ کا محاصرہ کرتا رہا اور ماہ شعبان کے آخر میں اسے فتح کر لیا۔ اس طرح وہ شام کے اکثر علاقے پر قابض ہو گیا۔

فتح بعلبک

وہاں سے وہ بعلبک کی طرف روانہ ہوا، جہاں کا حاکم سلطان نورالدین کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک شخص یمن الخادم تھا۔ اس شہر کا بھی محاصرہ کیا گیا۔ آخرکار اہل شہر نے ہتھیار ڈال دئے اور صلاح الدین نے بعلبک کو اسی سال کی پندرھویں رمضان المبارک میں فتح کر لیا اور اسے شمس الدین محمد بن عبدالملک کے حوالے کر دیا۔ کیونکہ اس نے دمشق کی فتح کے موقع پر اطاعت اور وفاداری کا ثبوت دیا تھا اور شہر کو اس کے حوالے کر دیا تھا۔

فوجی امداد کی درخواست

جب سلطان صلاح الدین نے حمص و حماۃ فتح کر لئے اور حلب کا محاصرہ کیا تو ملک صالح اسماعیل نے حلب سے اپنے چچازاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے خط و کتابت کر کے اس سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے فوجیں اس مقصد کے لئے اکٹھی کیں۔ اس نے دوسرے بھائی عمادالدین زنگی حاکم سنجار سے بھی فوجی کمک طلب کی تھی مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ اس کے سلطان صلاح الدین سے گہرے تعلقات تھے، کیونکہ اسی نے اسے سنجار کا حاکم بنایا تھا۔ اس لئے اس نے اس سے مزید توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔

سیف الدین غازی کی امداد

لہٰذا سیف الدین غازی نے سلطان صلاح الدین کے مقابلہ کے لئے ماہ رمضان ۵۷۰ھ میں اپنے بھائی عزالدین مسعود کے ہمراہ اور سپہ سالار عزالدین قنذار کی قیادت میں فوجیں بھیجیں اور خود سیف الدین غازی فوج لے کر سنجار کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں اس نے اپنے بھائی عمادالدین کا محاصرہ کر لیا، مگر وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔

موصل کی فوج کو شکست
جب وہ سنجار کا محاصرہ کر رہا تھا، اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان صلاح الدین نے اس کے بھائی عزالدین اور اس کے لشکر کو شکست دے دی۔ اس لئے وہ عماد الدین سے صلح کر کے موصل واپس آ گیا۔

متحدہ فوج کا دوبارہ مقابلہ
سیف الدین غازی نے دوبارہ اپنے بھائی عزالدین کو فوجیں دیکر قیدناز کے ساتھ بھیجا اور وہ حلب کی طرف روانہ ہوئے وہاں اس کا لشکر بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ سب کے سب سلطان صلاح الدین کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔

پیغام صلح کی ناکامی
سلطان صلاح الدین نے اس وقت عماد الدین کے پاس موصل میں یہ پیغام بھجوایا کہ وہ اس کے اور ملک صالح کے درمیان اس شرط پر صلح کرا دے کہ ملک صالح اسے دمشق پر قبضہ رکھنے کی اجازت دے۔ اس کے بدلے میں وہ اسے حمص اور حماۃ لوٹا دے گا۔ مگر ملک صالح نے یہ شرط رکھی کہ وہ شام کے تمام شہر لوٹا دے اور صرف مصر کی حکومت پر اکتفا کرے۔

متحدہ لشکر کی شکست
لہذا صلاح الدین سے ان کی فوجیں حماۃ کے قریب نبرد آزما ہوئیں۔ اس جنگ میں انھیں شکست ہوئی۔ البتہ عزالدین نے تھوڑی دیر ثابت قدمی دکھائی مگر سلطان صلاح الدین نے جان توڑ حملہ کر کے اسے بھی شکست دے دی اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس نے حلب کی فوجوں کا تعاقب کر کے انھیں وہاں سے بھگا دیا اور پھر ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ نے طول پکڑا تو انھوں نے الشام کے مقبوضہ علاقوں کا اسے حاکم تسلیم کر لیا اور صلح کر لی۔

خطبہ بند
(اس فتح کے بعد) سلطان صلاح الدین نے اپنی مقبوضہ سلطنت کی مساجد میں ملک صالح کے نام کا خطبہ پڑھوانا بند کرا دیا اور سلطان کے نام کا خطبہ پڑھنا اپنی تمام سلطنت میں جاری کرایا۔

قلعہ بغدوین کا محاصرہ
سلطان صلاح الدین نے اسی سال کی دسویں شوال کو حلب سے کوچ کیا اور حماۃ واپس آ گیا۔ وہاں سے وہ قلعہ بغدوین کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ اس قلعہ کا حاکم فخر الدین مسعود بن زعفرانی تھا۔ جو سلطان نور الدین کے امراء میں سے تھا اور سلطان صلاح الدین کے دربار سے بھی وابستہ ہو گیا تھا اور وہاں اس نے عمدہ خدمات انجام دیں، مگر جب اس کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں کامیابی نہیں ہوئی تو وہ

صلاح الدین کو چھوڑ کر بغدوین بھاگ آیا تھا جہاں اس کا نائب حکومت کر رہا تھا۔

قلعہ کی تسخیر

سلطان صلاح الدین نے بغدوین کا محاصرہ کیا۔ جب یہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیے تو صلاح الدین نے اسے اپنے ماموں شہاب الدین محمود بن تکش الحارمی کے حوالے کر دیا۔ حمص کا علاقہ اس نے اپنے چچا زاد بھائی ناصر الدین بن شیر کوہ کے حوالے کیا اور ۵۷۰ھ کے آخر میں دمشق واپس آگیا۔

غازی کی تیسری جنگ

سیف الدین غازی حاکم موصل اپنے بھائی کی شکست کے بعد سنجار کا محاصرہ چھوڑ کر موصل واپس آگیا تھا۔ اس نے فوجوں کو اکٹھا کیا اور ان میں خوب مال و دولت تقسیم کی اور اس کے علاوہ کیفا اور ماردین کے حکام سے بھی فوجی کمک طلب کی۔ اس طرح اس نے چھ ہزار سواروں کے ساتھ کوچ کیا اور وہ ۵۷۱ھ کی فصل بہار میں نصیبین پہنچا۔ وہاں وہ موسم سرما کے اختتام تک مقیم رہا۔ پھر وہ حلب پہنچا تو سعد الدین کمشتکین سربراہِ مملکت نے اپنی حلب کی فوجوں کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔

غازی کی شکست اور فرار

(یہ صورت حال دیکھ کر سلطان صلاح الدین نے مصر سے اپنی فوجیں بلوائیں اور انھیں کوچ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچ گئیں۔ پھر وہ دمشق سے کوچ کرتا ہوا سیف الدین اور کمشتکین کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پہنچا اور تل الفحول میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ آخر کار دشمن کی فوجیں شکست کھا کر حلب واپس آگئیں۔ سیف الدین غازی نے اپنے بھائی عز الدین کو حلب میں اپنی فوجوں کی قیادت کے لیے چھوڑا، اور خود دریائے فرات عبور کر کے موصل بھاگ گیا۔ کیونکہ اس کا خیال یہ تھا کہ سلطان صلاح الدین اس کا تعاقب کر رہا ہے۔

سپہ سالار کی معزولی

ملک صالح نے اپنے وزیر جلال الدین اور مجاہد الدین "قایمان" سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ وہ موصل سے قلعہ حمیدیہ چلا جائے، مگر ان دونوں نے اس کی مخالفت کی۔ آخر کار اس نے قنذار کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا۔ کیونکہ اسی کے مشورہ پر عمل کرنے سے یہ شکست ہوئی۔ اس نے اس کے بجائے مجاہد الدین قایمان کو (سپہ سالار) مقرر کیا۔

فتح مراغہ و منبج

سلطان صلاح الدین (متحدہ) لشکر کو شکست دے کر اور ان کا مال غنیمت حاصل کر کے مراغہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اسے فتح کر کے وہاں اپنا حاکم مقرر کیا۔ وہاں سے وہ منبج گیا۔ وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان المنبجی تھا جو سلطان صلاح الدین سے بہت عداوت رکھتا تھا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اس کا شہر فتح کر لیا اور اس کے قلعہ کا شدید

محاصرہ کیا۔ پھر اس کی فصیلوں میں نقب لگا کر قلعہ فتح کر لیا اور اسے اسیر کر لیا۔ پھر اس کا مال و متاع ضبط کر کے اسے چھوڑ دیا۔ وہ موصل بھاگ گیا۔ جہاں سیف الدین نے رقہ کا علاقہ اسے عطا کیا۔

قلعہ اعزاز کی تسخیر

جب صلاح الدین منبج سے فارغ ہوا تو اس نے قلعہ اعزاز کی طرف پیش قدمی کی جو بہت ہی مستحکم قلعہ تھا۔ سلطان نے اس کا چالیس دن تک محاصرہ کیا، اس کے بعد اہلِ قلعہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور عید الاضحیٰ کے دن قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔

حلب کا محاصرہ و صلح

پھر سلطان نے حلب کی طرف کوچ کیا اور وہاں کا محاصرہ کیا۔ ملک صالح بھی وہاں تھا۔ اہلِ حلب نے گھمسان کی جنگ کی، اس لئے سلطان نے جنگ کو طول دیا پھر مصالحت کی کوشش کی بشرطیکہ سیف الدین حاکم موصل اور کیفا اور ماردین کے حکام بھی اس میں شامل ہوں۔ چنانچہ اس شرط پر معاملہ طے ہو گیا اور ملک صالح کی ہمشیرہ سلطان صلاح الدین کے پاس آئی۔ سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم کی اور اسے عطیات سے نوازا۔ ملک صالح کی ہمشیرہ نے سلطان سے قلعہ اعزاز طلب کیا۔ جو سلطان نے بخوشی عطا کیا۔ بعد ازاں سلطان نے بلاد اسماعیلیہ کی طرف کوچ کیا۔

حاکم شہرزور کی نافرمانی اور اطاعت

مجاہد الدین قایماز شہر اربل کا منتظم تھا۔ اس کی شہرزور کے حاکم شہاب الدین محمد بن بدران سے دشمنی تھی۔ چنانچہ جب سیف الدین نے مجاہد الدین کو موصل کا نائب مقرر کیا تو شہاب الدین کو اس سے خطرہ لاحق ہوا۔ اس لئے اس نے سیف الدین کی اطاعت سے انکار کیا۔ یہ واقعہ ۵۷۲ھ میں ہوا۔ لہٰذا جلال الدین وزیر نے اسے موثر طریقے سے سمجھایا اور اسے بغاوت کے انجام سے ڈرایا اور اطاعت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس کے سمجھانے بجھانے سے اس نے اطاعت قبول کی اور جلد موصل حاضر ہو کر اطاعت کا اعلان کیا۔

کمشتکین کا عروج و زوال

سعد الدین کمشتکین، حلب میں ملک صالح کی حکومت کا نگران تھا۔ اس کا مخالف ابو صالح العجمی تھا، جس نے سلطان نور الدین اور ملک صالح کے ہاں بہت اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا اور وزیر کے مرتبہ سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اسے فرقہ باطنیہ کے کسی شخص نے حملہ کر کے قتل کر دیا تھا۔ یوں کمشتکین کے لئے (حکومت کا) میدان خالی ہو گیا اور وہ ملک صالح پر بھی حاوی ہو کر خود مختار ہو گیا تھا۔ اس کے ظلم و استبداد کی بہت شکایتیں ہونے لگیں اور یہ بھی الزام لگایا گیا کہ اس نے وزیر کو بھی قتل کرایا تھا۔ لہٰذا کمشتکین کو گرفتار کر کے اسے قید کر دیا گیا۔ سلطان

نے اسے قلعہ حارم عطا کیا تھا، لہٰذا اس کے ساتھی وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ ملک صالح نے چاہا کہ وہ قلعہ اس کے حوالے کر دیں مگر انھوں نے انکار کر دیا۔

قلعہ حارم کی تسخیر

جب کمشتکین قید خانے میں ہلاک ہو گیا تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا۔ آخر کار ملک صالح نے مال و دولت دے کر ان سے قلعہ حاصل کیا۔ کیونکہ اس کے محاصرہ کے لئے جو لشکر بھیجا گیا تھا وہ محاصرہ سے عاجز آ گیا تھا۔ لہٰذا جب اس کے ساتھیوں نے قلعہ اس کے حوالے کیا تو اس نے اپنی طرف سے ایک حاکم مقرر کیا۔

ملک صالح کی وفات

ملک صالح اسماعیل بن نورالدین محمود حاکم حلب کا ۵۷۷ھ کے درمیانی عرصے میں انتقال ہو گیا۔ اس نے آٹھ سال تک حکومت کی تھی۔ اس نے اپنا ولی عہد عزالدین مسعود حاکم موصل کو بنایا تھا۔ اس وقت بعض ارکان سلطنت نے عزالدین کے بڑے بھائی عمادالدین حاکم سنجار کو ولی عہد بنانا چاہا۔ کیونکہ اس کی ملک صالح کی ہمشیرہ سے رشتہ داری تھی اور اس کا والد سلطان نورالدین بھی اسے زیادہ پسند کرتا تھا، مگر اس نے انکار کیا اور عزالدین نے بھی یہ کہا تھا:

"میں حلب کو سلطان صلاح الدین سے بچانے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہوں"۔

عزالدین کی جانشینی

بہر حال جب ملک صالح فوت ہو گیا تو امرائے حلب نے عزالدین مسعود کو بلوایا۔ چنانچہ وہ اور مجاہدین قایماز دریائے فرات پر پہنچے۔ جہاں امرائے حلب نے ان کا استقبال کیا اور اسے اپنے ساتھ حلب لائے۔ چنانچہ وہ اسی سال کے ماہ شعبان کے آخر میں شہر حلب میں داخل ہوا۔

سلطان صلاح الدین ان دنوں مصر میں تھا اور ان سے بہت دور تھا۔ اس کا بھتیجا تقی الدین عمر منبج میں تھا۔ جب اس نے ان کا خطرہ محسوس کیا تو وہ وہاں سے حماۃ پہنچا۔ اہل حماۃ نے اس کی مخالفت کی اور عزالدین کی حمایت میں نعرے لگائے۔

معاہدہ کی پابندی

اہل حلب نے عزالدین کو مشورہ دیا کہ وہ دمشق اور شام کے شہروں پر حملہ کرے انھوں نے اسے (فتح و کامرانی کی) امید دلائی۔ مگر اس نے اس وجہ سے انکار کیا کہ اس کے اور صلاح الدین کے درمیان (معاہدۂ صلح) ہے۔ عزالدین حلب میں کئی مہینے رہا۔ پھر وہاں سے رقہ کی طرف کوچ کیا۔

تبادلہ کی تجویز پر عمل

جب عزالدین حلب سے رقہ آیا تو وہاں اس کے پاس اس کے بھائی عمادالدین

حاکم سنجار کے قاصد آئے، وہ یہ پیغام لائے تھے کہ عماد الدین چاہتا ہے کہ وہ اپنے علاقے سنجار کے بدلے میں حلب کی حکومت حاصل کرے۔ عزالدین نے اس کی یہ بات نہیں مانی تو عماد الدین نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ (ایسی حالت میں) وہ سنجار کا علاقہ سلطان صلاح الدین کے سپرد کر دے گا۔

عماد الدین کی حکومت اس موقع پر اس کے امراء نے عزالدین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سنجار کی حکومت قبول کر لے کیونکہ اس کا بھائی عزالدین کا مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ بھی حاکم ہے اور اس کے پاس لشکر اور علاقے بھی کافی ہیں۔ لہٰذا عزالدین نے اپنے بھائی سے سنجار کا علاقہ حاصل کر لیا اور اسے حلب کی حکومت دے دی۔ چنانچہ عماد الدین حلب پہنچا اور وہاں کا حاکم بن گیا۔

سلطان صلاح الدین کے لئے اس کی حکومت موافق و مناسب تھی کیونکہ اسے عزالدین کی طرف سے دمشق پر حملہ کا خطرہ تھا۔

الجزیرہ کی طرف پیشقدمی عزالدین حاکم موصل نے مظفر الدین کوکبری زین الدین کجک کو حران اور اس کا قلعہ دیدیا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین البیرہ کا محاصرہ کرنے کے لئے پہنچا تو مظفر الدین، صلاح الدین کے ساتھ مل گیا اور اسے کامیابی کی امید دلائی اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ الجزیرہ پر حملہ کر دے۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے دریائے فرات کی طرف نوج کشی کی اور بظاہر یہ مشہور کیا کہ وہ حلب کا محاصرہ کرنا چاہتا ہے (مگر درحقیقت الجزیرہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا) اس وقت مظفر الدین بھی دریا کو عبور کر کے صلاح الدین کے پاس پہنچ گیا تھا اور اس کے ساتھ قلعہ البیرہ تک آیا۔ البیرہ کا قلعہ بہت مستحکم تھا اور دریائے فرات کے کنارے الجزیرہ کی سرحد پر تھا۔ اس کا حاکم اہلِ ماردین کے (شاہی خاندان) بنوارتق سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کی اطاعت قبول کی اور اس کے پل پر سے صلاح الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو پار کیا۔

اس وقت حاکم موصل عزالدین نے (خبر سن کر) مجاہد الدین کے ساتھ نصیبین کی طرف پیشقدمی کی تھی تاکہ وہ سلطان صلاح الدین کے مقابلے میں حلب کی مدافعت کرے۔ مگر جب ان دونوں کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان صلاح الدین نے دریائے فرات کو عبور کر لیا ہے تو وہ دونوں موصل واپس آ گئے اور رُہا (اڈیسہ) کی طرف محافظ فوجی دستے بھیجے۔

رُہا کی تسخیر سلطان صلاح الدین نے گرد و نواح کے بادشاہوں سے فوجی امداد کے لئے

خط و کتابت کی۔ اس سے پہلے صلاح الدین اور حاکم کیفا نور الدین محمد بن قرا ارسلان کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ اگر صلاح الدین آمد کے شہر کو فتح کرے تو وہ اس کے حوالے کر دے گا۔ لہٰذا جب اس نے حکام کو پیغام بھیجے تو کیفا کا حاکم سب سے پہلا شخص تھا جو اس کی امداد کے لئے پہنچا۔ اس وجہ سے اب سب سے پہلے سلطان صلاح الدین نے رُہا کی طرف پیش قدمی کی اور ماہ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ ان دنوں وہاں کا حاکم فخر الدین مسعود زعفرانی تھا۔ جب محاصرہ سخت ہوا تو اس نے سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کے ساتھ مل کر اس نے بھی قلعہ کا محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ اس کے نائب نے مقررہ مال لے کر قلعہ کو صلاح الدین کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے یہ علاقہ مظفر الدین کوکبری حاکم حران کو دے دیا۔

مزید فتوحات

سلطان وہاں سے رقہ گیا جہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان المنبجی تھا۔ وہ وہاں سے موصل کی طرف بھاگ گیا۔ اسی لئے سلطان صلاح الدین نے (آسانی کے ساتھ) فتح کر لیا۔ وہاں سے وہ خابور کے علاقہ کی طرف روانہ ہوا، جو قرقیسیا، ماکسین اور عربان کے مقامات پر مشتمل تھا۔ سلطان نے یہ تمام مقامات فتح کر لئے۔

فتح نصیبین

پھر اس نے نصیبین کی طرف پیش قدمی کی اور اسے فوراً فتح کر لیا۔ البتہ قلعہ کا چند دنوں تک محاصرہ کیا گیا۔ پھر وہ بھی تسخیر ہو گیا۔ سلطان نے اس کا حاکم اپنے سب سے بڑے حاکم ابو الہیجاء السمین کو مقرر کیا اور حاکم کیفا کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

موصل کی طرف پیش قدمی

سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ فرنگیوں نے دمشق کی عملداری پر حملہ کر دیا ہے اور وہ داریا کے مقام پر پہنچ گئے ہیں مگر سلطان اس خبر سے متاثر نہیں ہوا اور اس نے اپنا کام جاری رکھا۔ مظفر الدین کوکبری اور ناصر الدین محمود بن شیرکوہ نے اسے موصل پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور سنجار اور جزیرہ ابن عمر کی طرف پیش قدمی کرنے پر بھی آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے (ان کے مشورہ کے مطابق) موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ موصل کا حاکم عزالدین اور نائب مجاہد الدین تھا۔ انہوں نے بہت فوجیں اکٹھی کر لی تھیں اور انہیں فیاضانہ طور پر عطیات دیئے تھے اور اپنے مقبوضہ شہروں کو فوج سے بھر دیا تھا۔ ان میں الجزیرہ، سنجار، موصل اور اربل کے علاقے شامل تھے۔

موصل میں ناکام جنگ

سلطان صلاح الدین وہاں روانہ ہو گیا۔ جب وہ محاذ کے قریب پہنچا

تو وہ اور مظفر الدین، ناصر الدین ابن شیرکوہ اور دیگر ارکان سلطنت فصیلوں کو دیکھنے کے لئے گئے تو بہت مستحکم پایا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین نے مظفر الدین اور اپنے چچا زاد بھائی ناصر الدین ابن شیرکوہ سے مخاطب ہوکر کہا:

"تم دونوں نے مجھے دھوکا دیا"۔

پھر سلطان صبح کے وقت شہر پہنچ گیا اور اس کے ساتھی جنگ کے لئے صف آرا ہوگئے۔ اس نے منجنیق نصب کی مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس نے اس قسم کے تو (قلعہ شکن آلات) نصب کئے مگر شہر سے ایک جماعت نکلی اور وہ اسے لے گئی۔ وہ رات کے وقت شہر سے مشعل لے کر نکلتے تھے اور نقل و حرکت کا اظہار کرتے تھے۔ اس سے سلطان صلاح الدین کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ شب خون نہ ماریں۔ لہٰذا اس نے جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

مصالحت کی ناکام کوشش

اس عرصہ میں صدر الدین شیخ الشیوخ (سہروردی) خلیفہ ناصر کی طرف سے ان کے خواص بشیر خادم کے ساتھ فریقین میں مصالحت کرانے کے لئے پہنچ گئے تھے۔ ان کی شرائط صلح یہ تھیں کہ سلطان صلاح الدین الجزیرہ کے شہر لوٹا دے۔ سلطان نے اس کے مقابلے میں یہ شرط رکھی کہ دوسرا فریق حلب کا علاقہ لوٹا دے۔ مگر اس کے لئے وہ تیار نہیں ہوئے۔ پھر سلطان نے حلب کو لوٹانے کی شرط بھی ترک کر دی اور کہا کہ وہ ایک دوسرے کی امداد کرنا چھوڑ دیں۔ مگر اس کے لئے بھی وہ رضامند نہیں ہوئے۔

سنجار کا محاصرہ

اسی سلسلے میں حاکم آذربیجان، قزل ارسلان کے قاصد بھی پہنچ گئے تھے، اور حاکم خلاط شاہ ارمن کا پیغام بھی پہنچا تھا، مگر فریقین میں سے کوئی تصفیہ نہیں ہو سکا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے موصل سے سنجار کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں عز الدین حاکم موصل کا بھائی امیر امیران ہندوا اور خود عز الدین بھی لشکر لے کر موجود تھا۔ شرف الدین نے سلطان سے مقابلہ کیا اور موصل سے بھی اس کی فوجی کمک پہنچی۔ مگر سلطان نے اس کے درمیان حائل ہوکر اسے روک دیا اور دادیہ کے بعض کردی امراء نے اس میں مداخلت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان صلاح الدین نے اسے شکست دی اور وہ موصل بھاگ گیا۔

فتح سنجار

اب سلطان صلاح الدین نے سنجار فتح کر لیا جو اس کے الجزیرہ کے تمام مقبوضہ علاقوں کے لئے حفاظتی سرحد ثابت ہوا۔ سلطان نے اس کا حاکم سعد الدین ابن معین الدین انز کو مقرر کیا جو دمشق کا حاکم بن گیا تھا اور طغرکین کا آخری نائب تھا۔ (وہ بہترین حاکم ہر حیثیت سے تھا

حاکم نصیبین کی معزولی

سلطان وہاں سے لوٹتے وقت نصیبین کے مقام سے بھی گذرا، وہاں کے باشندوں نے (اس کے نئے حاکم) ابوالہیجاء السمین کی شکایت کی۔ چنانچہ اس نے اسے معزول کیا وہاں سے وہ مظفر الدین کوکبری کے شہر حران پہنچا اور ۵۸۶ھ میں وہاں کے قلعہ میں آرام کیا اور اپنی فوجوں کو روانہ ہونے کی اجازت دے دی۔

حاکم خلاط کی ناراضگی

اس اثناء میں حاکم موصل عزالدین نے خلاط کے حاکم شاہ ارمن سے فوجی امداد طلب کی تھی۔ چنانچہ شاہ ارمن نے صلاح الدین کے پاس سفارش کے لئے کئی قاصد بھیجے اور سب سے آخر میں اس نے اپنے آزاد کردہ غلام سکرجاہ کو بھیجا جبکہ سلطان سنجار کا محاصرہ کر رہا تھا۔ سلطان نے اس کی سفارش قبول نہیں کی۔ چنانچہ وہ غضبناک ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

جنگ کی منسوخی

پھر شاہ ارمن (شاہ ارمن) حاکم ماردین، قطب الدین کے پاس گیا وہ اس کا بھانجا اور عزالدین کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اس نے اس سے فوجی کمک طلب کی اور اس کے ساتھ کوچ کیا۔ ان کے پاس عزالدین بھی موصل سے فوج لے کر آ گیا تھا۔ ان سب نے سلطان صلاح الدین سے جنگ کا عزم مصمم کیا۔ جب صلاح الدین کو یہ خبر ملی تو اس نے حمص اور حماۃ کے حاکم تقی الدین کو جو اس کا بھتیجا تھا، بھیجا اور خود ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے کوچ کیا، اس نے فوج لے کر راس عین کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

(جب دشمن کو یہ خبر ملی) وہ اس کا مقابلہ کرنے سے باز آئے اور ہر ایک اپنے شہر واپس چلا گیا۔ سلطان صلاح الدین بھی ماردین چلا گیا اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد لوٹ آیا۔

فتح حلب و آمد

جب سلطان صلاح الدین نے ماردین سے کوچ کیا تو وہ آمد کے مقام پر آیا اور ۵۷۹ھ میں اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فتح کر لیا اور معاہدہ کے مطابق یہ شہر اس نے نورالدین محمد بن قرا ارسلان کے حوالے کر دیا۔ پھر وہ شام کی طرف روانہ ہوا اور حلب کے علاقہ کے مقام تل خالد کا محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دئے اور سلطان نے اسے ماہ محرم ۵۷۹ھ میں فتح کر لیا۔ وہاں سے اس نے عینتاب کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کا حاکم سلطان نورالدین زنگی کے خازن اسماعیل کا بھائی ناصر الدین محمد تھا۔ اسے سلطان نورالدین نے حاکم مقرر کیا تھا اور اس وقت سے وہی اس کا حاکم تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کے سامنے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ وہ اسے اس قلعہ کا حاکم بحال رکھے گا۔ چنانچہ سلطان نے اسی کو حاکم مقرر کیا

اور وہ اس کا مطیع و فرمانبردار بن گیا۔

وہاں سے سلطان صلاح الدین نے حلب کی طرف پیش قدمی کی، وہاں کا حاکم عماد الدین زنگی بن مودود تھا۔ سلطان نے وہاں چند دنوں تک میدان الاخضر کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ پھر وہ جبل جوشن کی طرف منتقل ہو گیا۔

علاقوں کا تبادلہ

حلب کا حاکم عماد الدین فوج کو تنخواہ نہیں دے سکا تھا۔ اس لئے سلطان صلاح الدین نے اسے بذریعہ خط و کتابت یہ پیغام بھیجا کہ وہ حلب کے بجائے اسے سنجار، نصیبین، خابور، رقہ اور سروج کے علاقے دے دے گا۔ چنانچہ عماد الدین نے یہ تبادلہ منظور کر لیا۔ سلطان صلاح الدین نے یہ شرط بھی رکھی تھی کہ عماد الدین سے جب فوجی خدمت لی جائے گی تو وہ اس کے لئے فوراً حاضر ہو جائے گا۔ آخرکار ان شرائط کے مطابق عماد الدین مذکورہ بالا علاقوں کی طرف چلا گیا اور اس نے ان پر قبضہ کر لیا۔

سلطان صلاح الدین ۵۷۹ھ کے آخر میں حلب میں داخل ہو گیا۔ حلب کی فتح کے بعد سلطان کا چھوٹا بھائی تاج الملوک بوری فوت ہو گیا۔ کیونکہ اس کے گھٹنے میں چوٹ لگی تھی اور اس کے صدمے اور تکلیف سے وہ فوت ہو گیا۔

قلعہ حارم کی تسخیر

حلب کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین نے قلعہ حارم کی طرف فوج کشی کی، جہاں سلطان نور الدین کا آزاد کردہ غلام سرجک حاکم تھا۔ اسے موجودہ حاکم عماد الدین نے مقرر کیا تھا، مگر جب اس نے حلب سلطان صلاح الدین کے حوالے کیا تو سرجک قلعہ حارم میں بند ہو کر بیٹھ گیا تھا (اور اس نے سلطان کی اطاعت قبول نہیں کی) اس لئے سلطان نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ دونوں کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت رہی۔ اس عرصے میں سرجک نے خفیہ طور پر فرنگیوں کو بلوانے کا پیغام بھیجا (لیکن اس کے ساتھیوں کو یہ بات معلوم ہو گئی) اس کے ساتھیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ یہ قلعہ فرنگیوں کے حوالے کر دے گا۔ اس لئے انھوں نے اسے قید کر دیا اور سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ سلطان نے اسے فتح کر کے اپنے ایک خاص آدمی کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ سلطان نے تل خالد پر امیر دارم الیارقی کو حاکم مقرر کیا جو تل باشر کا حاکم تھا۔

سلطان نے قلعہ عزازانہ امیر سلیمان بن جندر کو دے دیا۔ سابق حاکم عماد الدین نے اس قلعہ کو ویران کر دیا تھا مگر امیر موصوف نے اسے آباد کیا۔

سلطان صلاح الدین نے حلب کے مختلف علاقے اپنے امراء اور فوج میں تقسیم کر دئے تھے۔

مجاہد کا زوال اور گرفتاری

موصل میں مجاہد الدین قایماز کی حکومت بہت مستحکم تھی اس کے حریف حکام میں عزالدین محمود، قندار سپہ سالار اور حاکم عراق ابو الخیر کا فرزند شرف الدین احمد، اکابر امراء میں سے تھے۔ وہ دونوں شاہ موصل کو اس کے خلاف بھڑکاتے تھے اور اس کی بکثرت شکایتیں کیا کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ موصل نے اسے الگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر وہ اس کی مجلس میں یہ کام نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مجاہد الدین بہت خود مختار تھا اور اس کے اختیارات اور شان و شوکت بہت زیادہ تھی۔ لہذا بادشاہ نے یہ تدبیر کی کہ بیماری کی وجہ سے وہ خانہ نشین ہو گیا۔ چونکہ مجاہد الدین خصی تھا، اس لئے محل کی خواتین اس سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ بادشاہ کی عیادت کے لئے محل میں داخل ہو گیا۔ اسی وقت بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور پھر خود بادشاہ سوار ہو کر قلعہ پہنچا اور وہاں اس کی مال و دولت اور اس کے ذخیروں پر قبضہ کر لیا اور قندار کو وہاں اپنا نائب بنایا۔ اور (احمد ابن ابی الخیر کو) جو حاکم عراق کا فرزند تھا، امیر حاجب مقرر کیا اور ان دونوں کو سلطنت کے کاموں کا مختار بنا دیا۔

مجاہد کے سابقہ اختیارات

مجاہد الدین کے قبضے میں اربل کا شہر تھا جہاں کا حاکم زین الدین یوسف بن زین الدین علی کچک، نو عمر بچہ اس کے زیر نگرانی کام کرتا تھا۔ اسی طرح اس کے قبضہ میں جزیرۃ ابن عمر بھی تھا۔ یہاں کا حاکم بھی نو عمر بچہ تھا اور اس کے زیر نگرانی تھا، اس کا نام معز الدین سنجر شاہ بن سیف الدین غازی تھا۔ اس کے قبضۂ اختیار میں شہر زور کا علاقہ، دقوقا اور قلعہ عقر الحمیدیہ بھی تھے۔ ان تمام علاقوں میں اس کے اپنے نائب مقرر تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جب سلطان صلاح الدین نے الجزیرہ فتح کر لیا تھا تو عزالدین مسعود شاہ موصل کے قبضے میں موصل کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اس کا قلعہ مجاہد الدین کے قبضے میں تھا اور وہی حقیقی معنوں میں موصل کا بادشاہ تھا۔ لہذا جب عزالدین نے اسے گرفتار کر لیا تو اربل کا حاکم خود مختار ہو گیا۔ جزیرۂ ابن عمر کے حاکم نے سلطان صلاح الدین کی اطاعت قبول کر لی۔

صلح کی دوبارہ تجویز کی ناکامی

اس دفعہ بھی خلیفہ ناصر نے شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردی؟) اور بشیر خادم کو عزالدین اور سلطان صلاح الدین کے درمیان صلح کرانے کے لئے بھیجا (انھوں نے یہ تجویز رکھی کہ) الجزیرہ اور اربل سلطان صلاح الدین

کے پاس رہے گا، مگر عزالدین نے یہ تجویز منظور نہیں کی اور کہا: "یہ دونوں علاقے میری عملداری میں ہیں"۔

اربل کی تباہی

اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے موصل فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسے موقع پر شاہ عزالدین زلفندار اور حاکم عراق کے فرزند پر بہت ناراض ہُوا کیونکہ ان دونوں نے مجاہدالدین کو الگ کرا کر یہ مصیبت پیدا کی۔ اس نے آذربیجان والے شخص کو پہلے معزول کیا اور کہا: "مجھے تمھاری ضرورت نہیں ہے"۔ پھر اس نے تین ہزار سواروں کا ایک لشکر تیار کیا اور وہ اربل کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ جب زین الدین یوسف ان کے مقابلے کے لئے پہنچا تو وہ الگ الگ لوٹ مار کر رہے تھے۔ اس نے انھیں شکست دی اور کامیاب ہو کر بلادِ عجم چلا گیا۔

مجاہدالدین موصل واپس آ گیا۔

حاکم حران کی بحالی

سلطان صلاح الدین نے ماہ ذوالقعدہ ۵۸۱ھ میں دمشق سے کوچ کیا۔ جب وہ حران پہنچا تو اس نے مظفرالدین کوکبری کو گرفتار کر لیا، کیونکہ اس نے پچاس ہزار دینار بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، مگر جب وہ پہنچا تو اس نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس لئے اس نے اسے بھی گرفتار کیا کہ اہلِ الجزیرہ اس کے خلاف تھے۔ پھر اس نے اسے چھوڑ دیا اور اسے حران اور رُہا کی حکومت پر بحال کیا۔

متحدہ لشکر کی یلغار

جب سلطان نے حران سے کوچ کیا تو کیفا، داری اور جزیرۂ ابن عمر کی فوجیں اس کی فوجوں کے ساتھ شامل ہو گئی تھیں۔ ان میں شاہ موصل عزالدین کا بھتیجا معزالدین سنجر شاہ بھی شامل تھا (جو جزیرۂ ابن عمر کا حاکم تھا) اس نے اپنے چچا سے بغاوت اختیار کر لی تھی اور مجاہدالدین کے زوال کے بعد خود مختار ہو گیا تھا۔

موصل کے وفد کی آمد

ان سب نے سلطان صلاح الدین کے ساتھ موصل کی طرف پیشقدمی کی۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو شاہ عزالدین کی والدہ، اس کا چچازاد بھائی نورالدین محمود اور موصل کے ارکان سلطنت کی ایک جماعت وفد کی صورت میں سلطان سے ملاقات کرنے کے لئے آئی۔ ان کا خیال تھا کہ سلطان انھیں ضرور باریابی کی اجازت دیں گے۔ مگر فقیہ عیسیٰ اور علی بن احمد المشطوب نے اسے مشورہ دیا کہ انھیں لوٹا دیا جائے (چنانچہ وہ لوٹ گئے)۔

محاصرہ موصل اب سلطان صلاح الدین موصل پہنچا اور جنگ شروع کر دی، مگر جنگ میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے اسے اب وفد کو لوٹانے پر ندامت ہوئی۔

اتنے میں اس کے پاس ملامت آمیز القاضی الفاضل کا خط پہنچا، پھر اربل کا حاکم زین الدین یوسف بھی آ گیا۔ اس نے اسے اس کے بھائی مظفر الدین کو کبری اور دوسرے امراء و حکام کے ساتھ ٹھہرایا۔ پھر اس نے امیر علی بن احمد المشطوب کو ہکاریہ کے علاقہ میں الجزیرہ کے قلعہ کی طرف بھیجا۔ جہاں ہکاریہ کے کردی اس کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور وہ ان کا محاصرہ کرنے لگا۔

حاکم موصل کے نظام کی درستی قلعہ موصل کے نائب زلفندار نے (صلاح الدین سے) خط و کتابت کرنی چاہی۔ مگر اس کی اطلاع عزالدین (شاہ موصل) کو مل گئی۔ لہٰذا اس نے اسے اس کام سے روک دیا، بلکہ اس کا مشورہ ترک کر کے مجاہد الدین قایماز کو اپنا مشیر بنا لیا اور اس کی رائے اور مشورہ پر عمل کرنے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے انتظام سلطنت درست کر لیا اور کافی اصلاح کر لی۔

میافارقین کی تسخیر سلطان صلاح الدین موصل کے طویل محاصرہ سے تنگ آ گیا تھا کہ اتنے میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں ۵۸۲ھ میں اسے اطلاع ملی کہ خلاط کا حاکم شاہ ارمن ماہ ربیع الاول کی نو تاریخ کو فوت ہو گیا اور اس کے علاقہ پر اس کا آزاد کردہ غلام بکتمر مسلط ہو گیا ہے۔ یہ خبر سن کر سلطان صلاح الدین نے موصل سے کوچ کر کے شہر میافارقین کو فتح کر لیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر نصیبین سے گزرتا ہوا وہ ۵۸۲ھ کے ماہ رمضان میں پھر موصل پہنچا۔

شرائط صلح کی تکمیل اب فریقین کے قاصد مصالحت کی کوشش کرنے لگے اور یہ طے پایا کہ عزالدین شاہ موصل شہرزور کا علاقہ، قرائی اور ماوراء الزاب کا علاقہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کرے گا اور مساجد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا جائے گا اور اس کے سکہ پر بھی اس کا نام کندہ ہو گا۔ اس اثناء میں سلطان صلاح الدین بیمار ہو گیا اور وہ حران پہنچ گیا۔ اس کے ایلچی صلح کی شرائط کی تکمیل کرانے وہیں اس کے پاس پہنچے۔ فریقین نے (اس معاہدہ کی تکمیل کے لئے) حلف اٹھایا۔ پھر سلطان نے ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور خود حران میں بیماری کی حالت میں رہا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی عادل اور اس کے چچا شیرکوہ کا لڑکا ناصر الدین تھے۔ (اس صلح کے بعد) موصل میں امن و امان قائم ہو گیا۔

نسلی فسادات پھر ترکمان اور کرد قوموں کے درمیان جزیرہ، موصل، عمادیہ، دیار بکر، خلاط، شام، شہرزور

اور آذر بیجان میں زبردست نسلی فسادات ہوئے۔ ان فسادات میں بے شمار قومیں ماری گئیں، اور فسادات کا یہ سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہا۔ ان فسادات کا سبب یہ تھا کہ ترکمان قوم کی ایک دلہن کو رخصت کر کے اس کے شوہر کے پاس لے جایا جا رہا تھا۔ جب یہ لوگ زوزان اور اکراد کے قلعہ کے پاس سے گذرے تو وہاں کے لوگوں نے عام جوانوں کی عادت کے مطابق ان سے ولیمہ کی دعوت کی فرمائش کی، جس کا انھوں نے سخت جواب دیا۔ (اس پر مشتعل ہو کر) حاکم قلعہ نے اس کے شوہر کو قتل کر دیا۔ اس کے جواب میں ترکمان قوم کردوں پر ٹوٹ پڑی اور انھیں قتل کر دیا۔

فسادات کا خاتمہ

آخر کار مجاہد الدین نے دونوں قوموں میں صلح کرائی اور انھیں خوب عطیات دئیے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دونوں قومیں متحد ہو گئیں اور یہ فسادات ختم ہو گئے۔

حاکم اربل کی وفات

زین الدین یوسف بن علی کوچک، سلطان صلاح الدین کا مطیع ہو گیا تھا۔ اربل اس کی عملداری میں تھا اور اس سلسلے میں اس کے اور حاکم موصل عزالدین کے درمیان ۵۸۶ھ میں صلح ہو گئی تھی۔ وہ اپنا لشکر لے کر سلطان صلاح الدین کے پاس گیا تھا، وہیں وہ بیمار ہو گیا اور اسی سال کے ماہ رمضان کے آخر میں فوت ہو گیا۔

نئے حاکم کا تقرر

اس کا بھائی اس کی زندگی ہی میں اس کے علاقے پر قابض ہو گیا تھا اور اس نے وہاں کے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا تھا۔ جن میں بلداجی حاکم قلعہ حقبیر کان بھی شامل تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین سے یہ درخواست کی کہ وہ اسے اس کے بھائی کی جگہ پر اربل کا حاکم مقرر کرے۔ چنانچہ سلطان نے اسے اربل کا حاکم مقرر کیا اور اس میں شہر زور کا علاقہ، دوقبر قرابلی اور بنی قفجاق کا علاقہ بھی شامل کر دیا۔

اہل اربل نے مجاہد الدین قایماز سے خط و کتابت کر کے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ مجاہد اس وقت موصل میں تھا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کے خوف سے ان کی درخواست منظور نہیں کی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی، کہ جب عزالدین نے اسے قید سے رہا کیا تھا اور اسے اپنا نائب بنایا تھا تو اس وقت اس نے پہلے جیسے اختیارات اسے نہیں دئیے تھے، بلکہ اس کے ساتھ اپنے کسی غلام کو حکومت میں شریک کر دیا تھا جس کا اسے بہت افسوس تھا۔ لہٰذا جب اہل اربل نے اس سے خط و کتابت کی تو اس نے کہا:

"بخدا! میں ایسا کام نہیں کروں گا کہ میرے ساتھ فلاں شخص بھی شریک حکومت ہو جائے"۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین کے بھائی مظفر الدین نے اربل پر قبضہ کر لیا۔

سنجر شاہ کی دو عملی

سنجر شاہ بن سیف الدین غازی بن مودود اپنے والد کی وصیت کے مطابق جزیرۂ ابن عمر کا حاکم ہو گیا اور جب مجاہد الدین کو الگ کیا گیا تو وہ اپنے چچا عز الدین کا باغی ہو گیا تھا اور اپنے چچا کے برخلاف اس کی جاسوسی اور مخبری کرتا تھا۔ وہ سلطان صلاح الدین کو اس کی خبریں لکھ کر بھیجتا تھا اور اس کے خلاف سلطان کو بھڑکاتا تھا تاکہ ان دونوں کے درمیان قطع تعلق ہو جائے۔

عکا کا متحدہ محاصرہ

جب ۵۸۶ھ میں سلطان صلاح الدین نے عکا کا محاصرہ کیا تو اس نے فوجی امداد اپنے گرد و نواح کے ان حکام سے طلب کی جو اس کے زیر اطاعت تھے۔ چنانچہ عز الدین حاکم موصل اور اس کا بھائی عماد الدین حاکم سنجار و نصیبین، سنجر شاہ (حاکم جزیرۂ ابن عمر) اور قلعہ کیفا وغیرہ کے حکام سلطان کی امداد کے لئے عکا پہنچے۔ اتنے میں جزیرۂ ابن عمر سے ایک جماعت سنجر شاہ سے داد رسی کے لئے پہنچی۔ سنجر کو ان سے اندیشہ ہوا، لہٰذا اس نے سلطان صلاح الدین سے واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ اس پر سلطان صلاح الدین نے یہ عذر پیش کیا کہ اس طرح فوجیں منتشر ہو جائیں گی۔ تاہم وہ جانے پر اصرار کرتا رہا اور واپس چلا گیا۔ اسی زمانے میں تقی الدین عمر بن شاہ حماۃ سے لشکر لے کر آ رہا تھا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ سنجر شاہ کا راستہ روک لے اور واپس لے آئے۔ چنانچہ ایک قلعہ کے قریب اس سے ملا اور زبردستی اسے واپس لے آیا۔

جزیرۂ ابن عمر کا محاصرہ

سلطان صلاح الدین نے حاکم موصل عز الدین کو بھی حکم دیا کہ وہ جزیرۂ ابن عمر کا محاصرہ کرے۔ کیونکہ اس کے خیال میں کوئی سیاسی فریب ہو رہا تھا۔

عز الدین نے واپسی کی اجازت مانگی اور جزیرۂ ابن عمر کے قبضہ کی منظوری حاصل کی۔ پھر وہاں پہنچ کر اس نے چار مہینے تک محاصرہ کیا، مگر وہ ناقابلِ تسخیر ثابت ہوا۔ اس لئے وہ نصف علاقہ لینے پر رضامند ہو گیا۔ اور اس کے مطابق صلح کر کے وہ موصل واپس آ گیا۔

حکام الجزیرہ کی تبدیلی

سلطان صلاح الدین نے الجزیرہ کے شہر حران، رُہا، سمیاط اور میافارقین کو فتح کر کے ان کا حاکم اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہ کو مقرر کیا۔

تھا۔ جب تقی الدین فوت ہوا تو اس نے اپنے بھائی العادل ابوبکر بن ایوب کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ جب سلطان صلاح الدین بھی ۵۸۹ھ میں فوت ہو گیا تو عزالدین حاکم موصل نے ان شہروں کو واپس لینے کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا، کچھ لوگوں نے حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ گرد و نواح کے حکام سے فوجی امداد طلب کی جائے جیسے اربل، جزیرۂ ابن عمر، سنجار و نصیبین کے حکام ہیں۔ ان میں سے جو مخالفت کرے اُن سے فوراً جنگ شروع کی جائے اور اس سے پیشتر کہ وہاں کے باشندے مدافعت کے لئے تیار ہوں۔ ان کے شہروں پر قبضہ کر لیا جائے۔

حکام سے خط و کتابت

مجاہد الدین قایماز نے یہ مشورہ دیا کہ مذکورہ بالا علاقوں کے بادشاہوں سے مشورہ کیا جائے اور ان کے مشورہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ چنانچہ اس نے مجاہد الدین کا مشورہ تسلیم کیا اور ان بادشاہوں سے خط و کتابت کی۔ انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ سلطان صلاح الدین کی اولاد کے رویہ کا انتظار کیا جائے۔ کیونکہ شہر مطیع و فرمانبردار ہے اور سلطنت کا نظام قائم ہے۔

مختلف اطلاعات

پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ ماردین کے حاکم نے ان کے کسی شہر پر حملہ کیا ہے لہٰذا وہ بہت بڑا لشکر لے کر ماردین پر حملہ کرنے کے لئے پہنچ جائے۔ اس کے نتیجہ میں اُنھوں نے نقل و حرکت چھوڑ دی۔ پھر انھیں اطلاع ملی کہ وہ حران کے باہر لشکر لے کر پہنچ گیا ہے تو وہ اس لئے اس کے خلاف نقل و حرکت کے لئے تیار ہو گیا اور جب حاکم سنجار کے ساتھ معاہدہ ہو گیا تو افضل کی طرف سے شام کی فوجیں ملک عادل کے پاس پہنچ گئیں اور اس نے تقویت حاصل کر لی۔

ملک عادل کے خلاف پیشقدمی

عزالدین بھی اپنی فوجیں لے کر موصل سے نصیبین پہنچا اور اپنے بھائی عماد الدین کو لے کر وہ سب رُہا پہنچ گئے۔ ملک عادل نے بھی ان کے قریب مرج الریحان کے مقام پر اپنی فوجیں اکٹھی کر لی تھیں وہ ان سے خائف تھا۔ چند دنوں تک فریقین اسی حالت میں رہے۔ پھر عزالدین (حاکم موصل) بیمار ہو گیا تو وہ فوجوں کو اپنے بھائی عماد الدین کی قیادت میں دے کر موصل واپس آ گیا۔

موصل میں ارسلان شاہ کی حکومت

جب عزالدین موصل واپس آیا تو وہ دو مہینے وہاں زندہ رہا، اس کا مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ

وہ ماہ رمضان کے آخر میں ۵۸۹ھ میں فوت ہوگیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند نورالدین ارسلان شاہ موصل کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کی سلطنت کا انتظام مجاہدالدین قایماز کے سپرد ہوا جو اس کے والد کے زمانے میں بھی موصل کی سلطنت کا انتظام کیا کرتا تھا۔

عمادالدین کی وفات
پھر اس کا بھائی عمادالدین بن مودود، حاکم سنجار، خابور و نصیبین رقہ اور سروج بھی ماہ محرم ۵۹۴ھ میں فوت ہوگیا۔ یہ وہ حاکم تھا جس کو یہ علاقے دے کر سلطان صلاح الدین نے حلب کا علاقہ لیا تھا۔

قطب الدین کی جانشینی
اس کے بعد اس کا فرزند قطب الدین بادشاہ بنا۔ اس کا ناظم سلطنت اس کے والد کا آزاد کردہ غلام مجاہدالدین برتقش تھا۔ وہ دیندار، انصاف پسند، نیک اور متواضع انسان تھا۔ وہ علماء اور دیندار حضرات سے بہت محبت کرتا تھا اور ان کا بے حد ادب و احترام کرتا تھا۔ البتہ وہ شافعیہ حضرات سے تعصب رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سنجار میں حنفیہ فرقہ کے لئے ایک مخصوص مدرسہ تعمیر کرایا۔ بہرحال وہ نیک سیرت تھا۔

باہمی اختلاف
عمادالدین حاکم سنجار کا نصیبین کے علاقے میں جو نائب تھا۔ اس نے موصل کے ان دیہات کی طرف دست درازی شروع کر دی جو اس کے علاقے کے قریب تھے۔ اس بارے میں سلطنت موصل کے نگران سربراہ مجاہدالدین قایماز نے اپنے بادشاہ نورالدین سے پوشیدہ رکھ کر عمادالدین کو ایک خط لکھا، جس میں اس کے نائب کے بارے میں یہ شکایت کی گئی تھی مگر عمادالدین نے اپنے اس دعوے پر اصرار کیا کہ یہ علاقے اس کی عملداری میں شامل ہیں۔ اس کا جواب بہت سخت تھا، اس لئے نورالدین نے اس کا وہ خط اپنی سلطنت کے بندگوں کے ہاتھ لوٹا دیا۔ اس وقت وہ بیمار تھا۔ اس موقع پر بھی اس نے اسی طرح جواب دیا۔ قاصد نے جو اتابک زنگی کے عہد کی یادگار تھا، اسے نصیحت کی مگر وہ اس کے ساتھ درشت کلامی سے پیش آیا۔

نصیبین پر حملہ
ایسی حالت میں نورالدین حاکم موصل نے نصیبین پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد یہ خبر موصول ہوئی کہ عمادالدین فوت ہوگیا ہے اور اس کے بجائے اس کا فرزند قطب الدین حاکم مقرر ہوا ہے۔ ایسے موقع پر نورالدین نے نصیبین پر حملہ کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا اور ۱۵ جمادی الاولیٰ ۵۹۴ھ میں اس مقصد کے لئے روانہ ہوگیا۔

قطب الدین کی شکست
قطب الدین بن سنجر بھی فوج لے کر پہنچا، مگر نورالدین اس سے پہلے

فوج لے کر پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ جب مقابلہ ہوا تو نور الدین نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا۔ وہاں سے وہ اپنے نائب مجاہد الدین برتقش کے ساتھ حران پہنچا۔ اب ان لوگوں نے سلطان عادل سے امداد کے لیے درخواست کی۔

اس اثناء میں سلطان نور الدین نصیبین میں مقیم رہا جب سلطان عادل الجزیرہ پہنچا تو وہ موصل چلا گیا اور اسی سال کے ماہ رمضان میں وہاں پہنچ گیا۔ اس کے روانہ ہونے کے بعد قطب الدین وہاں واپس آ گیا۔

قایماز کی وفات

اس موقع پر سلطان نور الدین کے لشکر میں بہت آدمی مارے گئے اور موصل کے بہت امراء بھی فوت ہو گئے۔ چنانچہ سربراہ سلطنت مجاہد الدین قایماز بھی فوت ہو گیا۔

ماردین کا محاصرہ

جب نور الدین موصل چلا گیا اور قطب الدین نصیبین واپس آ گیا تو سلطان عادل نے بھی وہاں سے کوچ کر کے ماردین کا محاصرہ کیا، اور چند دن سخت محاصرہ کرنے کے بعد لوٹ گیا۔

سلطان عادل خود واپس چلا گیا تھا، مگر اپنے فرزند کامل کی قیادت میں محاصرہ کے لئے فوج چھوڑ گیا تھا۔ یہ بات الجزیرہ اور دیار بکر کے حکمرانوں کو ناگوار گذری اور انھیں اندیشہ ہوا کہ وہ اس طرح ان کے تمام علاقوں پر قبضہ کرے گا۔

جب سلطان عادل خود نور الدین کے مقابلہ کے لئے پہنچا تھا تو اس وقت ان علاقوں کے حکام میں سے کوئی اس کے مقابلہ کے لئے نہیں پہنچا تھا کیونکہ اس وقت اس کا لشکر بہت زیادہ تھا مگر جب وہ دمشق لوٹ گیا اور صرف اس کا فرزند کامل ماردین میں رہ گیا تو انھوں نے اب اس کا مقابلہ کرنا آسان سمجھا علاوہ ازیں اس مقابلہ کے لئے سلطان صلاح الدین کے فرزند ظاہر اور افضل نے پھر انھیں بھڑکایا کیونکہ وہ اپنے چچا عادل کے مخالف تھے۔

متحدہ فوج کا مقابلہ

چنانچہ موصل کا حاکم نور الدین ارسلان شاہ سب سے پہلے یکم شعبان ۵۹۵ھ میں مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور نصیبین پہنچ گیا۔ وہاں اس کے ساتھ اس کا چچا زاد بھائی حاکم سنجار قطب الدین محمد بن زنگی اور دوسرا چچا زاد بھائی سنجار شاہ ابن غازی حاکم جزیرۂ ابن عمر بھی فوج لے کر آ گئے۔ عید الفطر گذارنے کے بعد یہ سب فوجیں روانہ ہو گئیں اور ماردین کے قریب کامل کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔

کامل کو شکست

اس وقت اہل ماردین محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے تھے۔ چنانچہ ان کے

سربراہ نے کامل کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور قلعہ اس کے حوالے کرنے کے لیے ایک مدت مقرر کی بشرطیکہ وہ انھیں خوراک کی رسد مہیا کرنے کی اجازت دے۔ شہزادہ کامل نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا تھا اور وہ اس عرصے میں مزید کارروائی کر رہے تھے کہ اتنے میں انھیں فوجوں کی آمد کی خبر ملی تو اہل ماردین نے صلح سے انکار کر دیا اور کامل شکست کھا کر بیرونی علاقے کی طرف پسپا ہو کر پہنچا، مگر اہل قلعہ نے باہر نکل کر اس کی فوجوں کا شام تک مقابلہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادہ کامل راتوں رات شوال کی پندرھویں تاریخ کو اپنے ملک روانہ ہو گیا اور اہل نے اس کی فوج کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا۔

نورالدین کی واپسی

اب ماردین کے حکمران لؤلؤ ارسلان ابن ابی الغازی نے قلعہ سے نکل کر نورالدین کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ اپنے قلعہ کی طرف لوٹ گیا۔ نورالدین اور اس کے ساتھی کستنر کے مقام پر چلے گئے۔ وہاں سے وہ راس عین پہنچے جہاں انھیں حلب سے ظاہر بن صلاح الدین کا قاصد آ کر ملا۔ اس نے یہ پیغام پہنچایا کہ سلطان ظاہر کے نام کا اس سلطنت میں خطبہ اور سکہ ہونا چاہیے۔ اس مطالبہ پر وہ حیران ہو گیا اور اس نے ان کی حمایت کرنے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔ پھر وہ بیمار ہو گیا اور اس کا عذر پیش کیا۔ آخر کار وہ ماہ ذوالحجہ میں اسی سال کے آخر میں موصل واپس آ گیا۔

الجزیرہ کی طرف فوج کشی

ملک عادل نے ۵۹۶ھ میں اپنے بھتیجے افضل بن صلاح الدین سے مصر کی سلطنت چھین لی۔ اس سے سلطان حلب ظاہر اور حاکم ماردین کو سخت اندیشہ پیدا ہوا۔ انھوں نے حاکم موصل نورالدین سے اتحاد قائم کرنے کے لیے خط و کتابت کی۔ انھوں نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ملک عادل کے مقبوضہ علاقوں الجزیرہ، رہا، حران، رقہ اور سنجار کی طرف فوج کشی کرے۔ چنانچہ سلطان نورالدین نے ان علاقوں کو فتح کرنے کے لیے ماہ شعبان ۵۹۷ھ میں کوچ کیا۔

فریقین میں مصالحت

اس کے ساتھ سنجار کا حاکم اور اس کا چچازاد بھائی قطب الدین حاکم ماردین حسام الدین بھی شامل ہو گئے۔ وہ سب راس العین پہنچے۔ اس وقت حران میں فائز بن العادل ایک بڑے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے نورالدین کو صلح کا پیغام بھیجا جو اس نے جلد منظور کر لیا۔ کیونکہ اس کے لشکر میں موت کے بہت حادثات ہو چکے تھے۔ فریقین نے باہم حلف اٹھایا اور سلطان عادل سے بھی حلف اٹھوایا گیا۔

اس کے بعد نور الدین اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ میں موصل واپس آ گیا۔

نور الدین کا حملۂ نصیبین

اس کے بعد سلطان عادل سنجار کے حاکم قطب الدین سے خط و کتابت کرتا رہا اور اسے اپنی اطاعت پر آمادہ کرتا رہا تاآنکہ (وہ اس کا مطیع ہو گیا) اور ۶۰۰ھ میں اس نے اپنی سلطنت کی مساجد میں اس کی حکومت کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا۔ یہ خبر سن کر حاکم موصل، نور الدین لشکر لے کر قطب الدین کے علاقہ نصیبین پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ قلعہ بھی فتح ہونے والا تھا کہ اچانک اس کے نائب کی طرف سے موصل سے یہ خبر موصول ہوئی کہ مظفر الدین کوکبری، حاکم اربل نے موصل کے علاقوں پر حملہ کر دیا ہے۔ اس لئے نور الدین نے نصیبین سے کوچ کیا تاکہ وہ اربل پر حملہ کرے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ (حملہ کی) خبر صحیح نہیں تھی، اس لئے وہ سنجار کے علاقہ تل اعفر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔

اس عرصے میں موسیٰ بن عادل حران سے راس العین، حاکم سنجار کی مدد کے لئے فوج لے کر پہنچا۔ اس کی حمایت حاکم اربل مظفر الدین، حاکم کیفا و آمد اور حاکم جزیرۂ ابن عمر نے بھی کی۔ انھوں نے بذریعہ خط و کتابت متحدہ لشکر میں شامل ہونے کا وعدہ کیا۔

نور الدین کی شکست

جب نور الدین نے نصیبین سے کوچ کیا تھا تو وہ سب اکٹھے ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ موسیٰ بن عادل کا بھائی نجم الدین حاکم میافارقین بھی شامل ہو گیا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر نور الدین تل اعفر سے کفر زمان پہنچا۔ اس کا مقصد جنگ کو طول دینا تھا (تاکہ دشمن کا لشکر متفرق ہو جائے) مگر اس کے ایک مخبر کا خط آیا جس میں دشمن کی تعداد کو کم اور ناقابلِ اعتنا قرار دیا گیا تھا۔ وہ اس کے (مخبر) آزاد کردہ غلام کا خط تھا۔ اس لئے اس نے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے نوشری کی طرف کوچ کیا۔ یہ مقام دشمن کی فوجوں کے قریب تھا اس لئے فریقین صف آرا ہو گئے اور جنگ ہونے لگی۔ اس میں نور الدین (حاکم موصل) کو شکست ہوئی اور وہ قلیل شکست خوردہ فوج کے ساتھ بھاگ نکلا۔ دشمن کے لشکر نے کفر زمان میں قیام کیا اور انھوں نے شہر فید اور اس کے متعلقہ دیہاتوں کو لوٹ لیا۔ پھر وہاں وہ کچھ عرصے تک مقیم رہے۔

دونوں طرف سے قاصد صلح کی گفت و شنید کرتے رہے تاکہ نور الدین تل اعفر کا علاقہ،

حاکم سنجار، قطب الدین کو واپس کر دے۔ چنانچہ اس نے وہ علاقہ لوٹا دیا اور ۶۰۱ھ میں فریقین میں صلح ہوگئی اور ہر ایک حاکم اپنے شہر کو واپس چلا گیا۔

سنجر شاہ کے مظالم

سنجر شاہ بن غازی بن مودود اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جزیرہ ابن عمر کے علاقہ کا حاکم مقرر ہوا۔ وہ بد سیرت اور ظالم و جابر حاکم تھا۔ وہ نہ صرف اپنی رعایا اور لشکر پر مظالم برپا کرتا تھا بلکہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بھی بدسلوکی کرتا تھا۔ وہ سب کے ساتھ بہت سختی کرتا تھا اور سخت انتقام لیتا تھا وہ اپنی اولاد پر بھی رحم و شفقت نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے دونوں فرزندوں محمود اور مودود کو زوزان کے علاقے کے قلعہ فرج کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ اس کی وجہ محض غلط فہمی اور شک و شبہ تھی۔

سنجر شاہ نے اپنے دوسرے فرزند غازی کو نکال کر اسے شہر کے ایک گھر میں نظر بند کر دیا تھا۔ جہاں غازی کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ وہ گھر بہت خطرناک تھا، اس لئے وہ چپکے سے وہاں سے بھاگ گیا اور شہر میں پوشیدہ ہوگیا۔ اس نے حاکم موصل نور الدین کو بھی یہ پیغام بھیجا۔ اس نے یہ سمجھا کہ شاید وہ وہاں پہنچ گیا ہے، اس لئے اس نے اس کے والد کے خوف سے اسے زاد راہ بھیج دیا۔

سنجر شاہ کا قتل

اس کے والد نے اسے تلاش کرنا چھوڑ دیا کیونکہ یہ خبر مشہور ہوگئی تھی کہ وہ شام میں ہے۔ مگر غازی (وہیں شہر میں رہ کر) سازشیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے والد کے گھر میں (پوشیدہ طور پر) داخل ہوگیا اور اس کی لونڈیوں کے پاس چھپ گیا۔ چنانچہ ایک رات جبکہ سنجر شاہ نشے کی حالت میں تھا تو وہ تنہائی میں اس کے پاس پہنچا اور نیزہ سے اس پر چودہ دفعہ وار کر کے اسے زخمی کر دیا اور پھر اسے ذبح کر دیا اور زنان خانے میں رہنے لگا۔

محمود بن سنجر کی حکومت

جب باہر استاذ الدولہ کو اس (کے قتل) کی اطلاع ملی تو اس نے ارکان سلطنت کو جمع کر کے شاہی محل کے دروازے (باہر سے) بند کرا دیئے اور لوگوں سے محمود بن سنجر شاہ کی حکومت کے لئے بیعت حاصل کی۔ پھر اس نے محمود اور اس کے بھائی مودود کو قلعہ فرج سے بلوایا (جب یہ کام مکمل ہوگیا) تو انھوں نے محلسرائے میں داخل ہو کر غازی کو قتل کر دیا۔ جب محمود وہاں پہنچا تو انھوں نے اسے بادشاہ بنا کر اسے

اس کے باپ کا لقب معین الدین عطا کیا۔ اس نے ان لونڈیوں کو جنہوں نے اس کے والد کے قتل کی سازش کی تھی، دریائے دجلہ میں ڈبو دیا۔

عادل اور نورالدین کی رشتہ داری

قطب الدین محمود بن زنگی اور اس کے چچازاد بھائی نورالدین ارسلان شاہ بن مسعود حاکم موصل کے درمیان بہت سخت عداوت تھی۔ اس قسم کے کچھ واقعات پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ اس لئے ۶۰۵ھ میں جب سلطان عادل حاکم مصر و شام نے جب اپنی بیٹی کا رشتہ سلطان نورالدین کے لڑکے کے ساتھ پیش کیا تو اس نے اپنے فرزند کی سلطان عادل کی صاحبزادی سے نکاح کر دیا (یوں اس کے ساتھ اس کے تعلقات مستحکم ہو گئے)۔

اتحاد باہمی

سلطان نورالدین جزیرہ ابن عمر پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے سلطان عادل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حاکم سنجار قطب الدین سنجر کے برخلاف اس کی امداد کرے تاکہ قطب الدین کا علاقہ جو سنجار، نصیبین اور خابور پر مشتمل ہے، سلطان عادل کو مل جائے اور سنجر شاہ کا علاقہ (جزیرہ ابن عمر) سلطان نورالدین حاکم موصل حاصل کر سکے۔ سلطان عادل نے اس کا مشورہ قبول کر لیا۔ اس نے نورالدین کو یہ اُمید دلائی کہ وہ قطب الدین کے علاقے کو فتح کرنے کے بعد اس کے فرزند کو دے دے گا۔ جو اس کا داماد بھی ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے اس مقصد کے لئے حلف اٹھایا اور سلطان عادل ۶۰۶ھ میں دمشق سے خابور کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔

فتح خابور و نصیبین

نورالدین نے جب اس معاملے پر دوبارہ غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ ایک الجھن میں پھنس گیا ہے۔ وہ اس کے بغیر بھی ان علاقوں کو فتح کر سکتا ہے۔ چنانچہ اگر نورالدین الجزیرہ کی طرف روانہ ہو تو عادل اس کے اور موصل کے درمیان حائل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر نورالدین نے سرکشی کی تو وہ وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے وہ اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا رہا کہ اتنے میں سلطان عادل نے خابور اور نصیبین کو فتح کر لیا اس وقت قطب الدین نے یہ ارادہ کیا کہ وہ سنجار کو اس بدلے میں دے کر وہ علاقے حاصل کر لے۔ مگر اس کے والد کے آزاد کردہ غلام احمد بن برتقش نے اس کی مخالفت کی۔

اس عرصے میں نورالدین نے اپنے فرزند قاہر کے ساتھ مل کر سلطان عادل کو امداد دینے کے لئے لشکر تیار کیا۔ کیونکہ فریقین میں اس بات کا معاہدہ ہو چکا تھا۔

عہد شکنی

اتنے میں قطب الدین سنجر نے اپنے فرزند کو اربل کے حاکم مظفر الدین کے پاس فوجی امداد کے لئے بھیجا۔ مظفر الدین نے سلطان عادل کو پیغام بھیجا کہ وہ جنگ نہ کرے۔ لیکن عادل نے اس کی سفارش قبول نہیں کی کیونکہ نور الدین اس کی مدد کر رہا تھا۔ اس پر مظفر الدین ناراض ہوگیا اور اس نے نور الدین کو کہلا بھیجا کہ وہ ان کے مشترکہ دشمن (عادل) کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کی مدد کرے۔ نور الدین نے ان کی بات مان لی اور سلطان عادل کی مدد کرنے سے دست بردار ہوگیا۔

امداد کا اعلان

پھر اس نے اور مظفر الدین دونوں نے حلب کے حاکم ظاہر بن صلاح الدین اور رومی سلطنت کے حاکم کسنجر بن قلیج ارسلان سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ ان دونوں حکام نے ان کی درخواست منظور کرلی۔ اور انھوں نے یہ اعلان کیا کہ اگر سلطان عادل سنجار کے علاقے سے واپس نہ آیا تو وہ اس کے علاقے پر حملہ کردیں گے۔

فریقین میں مصالحت

ادھر (بغداد کے) خلیفہ ناصر نے بھی استاذ الدولہ ابو نصر ہبۃ اللہ بن المبارک بن الضحاک اور اپنے خاص آزاد کردہ غلام امیر قنباش کو اس مقصد کے لئے بھیجا کہ وہ سنجار کے علاقے کو خالی کرانے کے لئے کوشش کریں۔ ادھر سلطان عادل کے ساتھیوں نے بھی سنجار کا سخت محاصرہ کرنے میں پس و پیش کیا۔ بالخصوص حمص اور رحبہ کے حاکم اسد الدین شیرکوہ نے کھلم کھلا اس محاصرہ کی مخالفت کی، اس لئے سلطان عادل نے صلح منظور کرلی اور یہ فیصلہ ہوا کہ سلطان عادل نے نصیبین اور خابور کے جو علاقے فتح کئے ہیں وہ اس کے قبضے میں رہیں گے اور سنجار کا علاقہ قطب الدین کے پاس رہے گا۔ فریقین نے ان شرائط پر حلف اٹھایا۔ اس کے بعد سلطان عادل حران چلا گیا، اور سلطان مظفر الدین اربل واپس آگیا۔

ارسلان شاہ کی وفات

نور الدین ارسلان شاہ بن مسعود ۶۰۷ھ کے درمیانی عرصے میں فوت ہوگیا۔ اس نے موصل میں اٹھارہ سال حکومت کی۔ وہ دلیر، بہادر اور بارعب حاکم تھا اور اس نے اپنی رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اس نے اس وقت اپنے آباؤ اجداد کی سلطنت کو ترقی دی جبکہ یہ سلطنت ختم ہوچکی تھی۔ وفات کے وقت اس نے اپنے فرزند عز الدین مسعود کو ولی عہد مقرر کیا جو بیس سال کا تھا۔ اس نے یہ بھی وصیت کی کہ اس کا آزاد کردہ غلام بدر الدین لؤلؤ سلطنت کا انتظام کرے گا۔ کیونکہ

وہ بہت اچھا سیاست داں تھا۔ چنانچہ وہ مجاہد الدین قایماز کی وفات کے بعد سے انتظام سلطنت سنبھالے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے فرزند عماد الدین کو قلعہ عقر الحمیدیہ اور قلعہ شوش کا حاکم بنا دیا تھا اور اسے عقر کی طرف بھیج دیا تھا۔

چنانچہ جب نور الدین فوت ہوا تو لوگوں نے اس کے فرزند عز الدین مسعود کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کا لقب القاہر رکھا۔ یوں وہ موصل اور اس کے علاقہ کا حاکم ہوگیا اور بدر الدین لؤلؤ اس کی سلطنت کا انتظام کرنے لگا۔

القاہر کی وفات

سلطان قاہر عز الدین مسعود حاکم موصل نے ۶۱۵ھ میں ماہ ربیع الاول کے آخر میں وفات پائی۔ اس نے آٹھ سال تک حکومت کی۔ اس کا ولی عہد اس کا بڑا فرزند نور الدین ارسلان شاہ تھا۔ (اس کی وفات کے وقت) اس کی عمر بیس سال تھی۔

ارسلان شاہ ثانی

(جب وہ بادشاہ مقرر ہوا تو) اس کا سرپرست اور سربراہ مملکت لؤلؤ مقرر ہوا۔ جیسا کہ اس کے باپ کے زمانے میں بھی وہی نگران سلطنت تھا۔ اسی کے مطابق رعایا نے بیعت کی اور نور الدین نے بادشاہت کا انتظام سنبھال لیا۔

دوستانہ تعلقات

پھر بغداد کے خلیفہ کو لکھا گیا کہ وہ حسب معمول حکم نامہ اور خلعت بھجوائے۔ چنانچہ یہ چیزیں بھی پہنچ گئیں۔ اس طرح اطراف ملک کے بادشاہوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے گئے جیسا کہ اس کے بزرگوں کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات قائم تھے۔

اس کا چچا عماد الدین قلعہ عقر الحمیدیہ میں تھا۔ اس کو یقین تھا کہ سلطنت اسے ملے گی مگر ایسا نہیں ہو سکا۔

نیک سیرت بادشاہ

بہرحال نور الدین کا انتظام سلطنت درست رہا کیونکہ وہ نیک سیرت تھا۔ وہ فریادیوں اور حاجت مندوں کی شکایتیں سن کر ان کے ساتھ انصاف کرتا تھا۔ خلیفہ کی طرف سے بھی اس کی بادشاہت کا پروانہ موصول ہوگیا تھا اور بدر الدین لؤلؤ کی نگرانی بھی تسلیم کی گئی تھی اور دونوں کے لئے شاہی خلعت بھیجے گئے تھے۔

عماد الدین کی بغاوت

اس کے چچا عماد الدین کو اسی کے والد نے عقر اور شوش کے دو قلعوں کا حاکم بنایا تھا، جو موصل سے قریب تھے اور

اصل حکومت اس نے بڑے فرزند القاہر کے لئے مقرر کی تھی۔ چنانچہ جب القاہر فوت ہوگیا تو عماد الدین بادشاہت کا امیدوار بنا۔ مگر کوشش کے باوجود کامیاب نہیں ہوسکا۔ البتہ عمادیہ کے نائب حاکم نے جو اس کے دادا کا آزاد کردہ غلام تھا، اس کی اطاعت قبول کرکے اس کے ساتھ ساز باز کرلی تھی، مگر بدرالدین لؤلؤ کو اس کا پتہ چل گیا تو اس نے اس نائب کو معزول کردیا اور وہاں دوسرا حاکم مقرر کرکے بھیجا جو اس کا نائب مقرر ہوا، اور اس کے بعد اس نے دوسرے حکام کے اختیارات محدود کردئے۔

عمادیہ پر قبضہ (تخت نشینی کے بعد) نورالدین بن القاہر کمزوری کی وجہ سے بہت عرصے تک بیمار رہا۔ اسے طرح طرح کے امراض لاحق ہوتے رہے۔ ان کی وجہ سے وہ طویل عرصے تک رعایا کی نظروں سے پوشیدہ رہا۔ اس لئے عماد الدین زنگی نے عمادیہ میں نورالدین کی موت کی خبر اُڑادی اور یہ اعلان کیا۔ "میں اپنے بزرگوں کی سلطنت کا زیادہ حقدار ہوں"۔ لوگوں نے یہ بات سچ سمجھی۔ لہٰذا اُنھوں نے بدرالدین لؤلؤ کے نائب اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ پھر انھوں نے عمادیہ کا شہر عماد الدین کے حوالے کردیا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۶۱۵ھ کی پندرھویں تاریخ کو ہوا۔

مظفر کی حمایت جب (بدرالدین لؤلؤ کو اس کی اطلاع ملی تو) اس نے لشکر تیار کرکے موسم سرما میں عمادیہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت سردی بہت پڑ رہی تھی، اور برفباری ہورہی تھی۔ اس لئے وہ جنگ نہیں کرسکے۔ اربل کے حاکم سلطان مظفرالدین نے عماد الدین کی حمایت کی اور اس کی فوجی امداد کے لئے پہنچ گیا۔ اس پر بدرالدین لؤلؤ نے اپنے معاہدہ یاد دلایا جس میں یہ تحریر تھا کہ وہ موصل کے علاقے پر حملہ نہیں کرے گا۔ اس میں ہکاریہ اور زوزان کے قلعے بھی شامل تھے۔ اس لئے اسے ان لوگوں کی فوجی امداد نہیں کرنی چاہیئے جو حملہ آور ہیں۔ اس کے باوجود وہ ان کی امداد پر مصر رہا اور عہد شکنی کا مرتکب ہوا۔

حاکم موصل کو شکست لؤلؤ کا لشکر عمادیہ کا محاصرہ کرتا رہا۔ آخر کار وہ ایک رات دشوار گزار راستے عبور کرتے ہوئے سوار ہوکر اور پیش قدمی کرتے ہوئے عمادیہ کے قریب پہنچ گئے۔ لہٰذا اہل عمادیہ نے نکل کر اس کے لشکر کو دروں اور گھاٹیوں میں لڑکر شکست دے دی، اور یہ (شکست خوردہ) فوج موصل واپس آگئی۔ اس کے بعد عماد الدین نے ہکاریہ اور زوزان کے اہل قلعہ کو اطاعت قبول کرنے کا پیغام بھیجا تو انھوں نے

اطاعت قبول کر لی اور وہ ان پر حکومت کرنے لگا۔

اشرف موسیٰ کی زیر اطاعت

جب عماد الدین نے ہکاریہ اور زوزان کے قلعوں کو فتح کر لیا اور حاکم اربل مظفر الدین نے اس کی مدد کی تو بدر الدین لؤلؤ کو اس سے بہت خطرہ لاحق ہوا۔ اس لئے اس نے سلطان اشرف موسیٰ بن عادل کی اطاعت قبول کر لی۔ وہ الجزیرہ اور خلاط کے اکثر علاقوں کا حاکم بن گیا تھا۔ اس لئے اس نے اس سے فوجی امداد طلب کی جو اس نے منظور کر لی۔ موسیٰ بن عادل اس وقت حلب میں تھا اور وہ بلاد روم کے حاکم کیکاؤس سے مقابلہ کر رہا تھا اس نے مظفر الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی عہد شکنی کو ناپسند کرتا ہے۔ اس لئے وہ موصل کے ان علاقوں کو واپس کر دے جن پر اس نے قبضہ کر لیا ہے اور اگر اس نے زنگی کی حمایت اور امداد پر اصرار کیا تو وہ اس کے علاقے پر حملہ کر دے گا۔

اشرف موسیٰ کی مخالفت

مظفر الدین نے اس کے پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس نے اپنے ساتھ ماردین کے حاکم اور کیفا کے حاکم ناصر الدین محمود کو بھی ملا لیا۔ چنانچہ انھوں نے اشرف موسیٰ بن عادل کی اطاعت کو قبول نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشرف موسیٰ نے نصیبین کی طرف اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ جب لؤلؤ کی ضرورت ہو، وہ اس کی مدد کریں۔

عماد الدین کی شکست

جب موصل کا لشکر عمادیہ کا محاصرہ چھوڑ کر واپس چلا گیا تو عماد الدین زنگی قلعہ عقر کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ موصل کے صحرائی علاقوں کو فتح کرلے۔ کیونکہ وہ موصل کے کوہستانی علاقوں کو فتح کر چکا تھا اور اس سلسلے میں اربل کے حاکم مظفر الدین نے اسے فوجی امداد دی تھی۔

(جب عماد الدین وہاں پہنچا تو) موصل کی فوجیں شہر سے چار فرسخ کے فاصلے پر قلعہ عقر سمت صف آرا ہوئیں۔ پھر یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ موصل کی فوجیں عماد الدین زنگی کی فوجوں پر اچانک حملہ کریں۔ چنانچہ انھوں نے ماہ محرم کی آخری تاریخ کو ۶۱۶ھ میں صبح کے وقت حملہ کر دیا اور عماد الدین کے لشکر کو شکست دی۔ وہ بھاگ کر اربل پہنچ گیا اور موصل کا لشکر اپنے مقام پر واپس آ گیا۔

مصالحت

آخر کار خلیفہ ناصر اور اشرف موسیٰ بن عادل کے قاصد وہاں پہنچے اور مصالحت

کرانے لگے۔ چنانچہ فریقین میں صلح ہو گئی اور انھوں نے آپس میں حلف اور معاہدہ کیا۔

حاکم موصل کی وفات

حاکم موصل نورالدین تخت نشین ہوتے ہی طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ ایک سال کی حکومت بھی پوری نہیں کرنے پایا تھا کہ فوت ہو گیا۔ (سلطنت کے نگران) لؤلؤ نے اس کے بجائے ناصر الدین محمد بن القاہر کو تین سال کی عمر میں تخت نشین کر دیا اور فوج سے اس کی بادشاہت کا حلف اٹھوایا اور ایک شاہانہ جلوس میں اس کو سوار کر کے بٹھایا جسے دیکھ کر لوگ مطمئن ہو گئے۔

موصل پر حملہ

نورالدین کی وفات اور اس کے بھائی ناصر الدین کی صغر سنی کی وجہ سے اس کے چچا عماد الدین اور حاکم اربل مظفر الدین نے دوبارہ موصل پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لئے تیار ہو گئے تھے اور انھوں نے اپنے فوجی دستے موصل کے گرد و نواح میں بھیجے تاکہ وہ وہاں تباہی مچائیں۔

اس وقت لؤلؤ نے اپنے بڑے فرزند کو فوج دے کر موسیٰ اشرف کی امداد کے لئے بھیج رکھا تھا، جو فرنگیوں کے ساحلی علاقوں پر حملہ کر رہا تھا تاکہ وہ دمیاط میں اپنے ساتھیوں کو کمک نہ بھیج سکیں۔

فوج کی آمد

ایسے موقع پر (جبکہ موصل پر دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا) لؤلؤ نے جلدی سے اشرف کی اس فوج کو بلوایا جو نصیبین پر متعین تھی۔ چنانچہ وہ ۶۱۶ھ کے درمیانی عرصے میں موصل آ گئی۔ اس کا سپہ سالار اشرف کا آزاد کردہ غلام ایبک تھا۔ لؤلؤ نے اس فوج کو ناکافی تصور کیا کیونکہ وہ اس کے اس لشکر کے برابر تھی جو اس نے شام بھیجا ہوا تھا۔ بلکہ وہ اسے اس سے بھی کم نظر آئی۔

ایبک نے اصرار کیا کہ وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے اربل چلا جائے، مگر لؤلؤ نے اسے چند دنوں تک روکے رکھا۔ جب اس نے مزید اصرار کیا تو لؤلؤ بھی اس کے ساتھ دریا پار کر کے گیا اور وہ موصل سے دو فرسخ کے فاصلے پر دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر صف آرا ہوئے۔

سخت مقابلہ

مظفر الدین نے بھی لشکر اکٹھا کیا اور انھوں نے دریا عبور کر کے زاب پر قیام کیا۔ ایبک اپنے لشکر اور لؤلؤ کی فوج کے ساتھ پیش قدمی کرتا گیا اور ماہ رجب میں آدھی رات تک چلتا رہا۔ لؤلؤ نے اسے مشورہ دیا کہ وہ صبح کا انتظار کرے، مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ رات کے وقت ہی ان پر حملہ کر دیا۔ ایبک نے عماد الدین زنگی

کی میسرہ (بائیں طرف) کی فوج پر حملہ کر کے اسے شکست دی۔ اسی طرح لؤلؤ کا میسرہ بھی جو قلیل تعداد میں تھی، شکست کھا گئی۔ لہٰذا مظفر الدین نے پیش قدمی کر کے اسے شکست دے دی اور دریائے دجلہ کو عبور کر کے موصل پہنچ گیا اور وہاں تین دن رہا۔ پھر اسے یہ اطلاع پہنچی کہ لؤلؤ اس پر شب خون مارنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ واپس چلا گیا۔ پھر فریقین میں قاصدوں کا تبادلہ ہوا، اور آخر کار اس بات پر صلح ہوئی کہ ہر ایک کے قبضے میں جو علاقہ ہے، وہ اس پر قابض رہے گا۔

حاکم سنجار کی وفات

حاکم سنجار قطب الدین محمد بن زنگی بن مودود ۸ر صفر ۶۱۶ھ میں فوت ہو گیا۔ وہ نیک سیرت تھا اور اپنے حکام کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا۔ اس کے بعد اس کا فرزند عماد الدین شاہین شاہ حاکم سنجار ہوا۔ اور وہ چند مہینوں تک حکومت کرتا رہا۔ ایک دفعہ وہ تل اعفر کے مقام پر گیا تو اس کا بھائی عمر ایک جماعت کو لے کر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو قتل کر کے خود حاکم بن بیٹھا۔ وہ کچھ عرصے تک حکومت کرتا رہا۔ آخر کار اشرف بن عادل نے ماہ جمادی الاولی ۶۱۷ھ میں شہر سنجار پر قبضہ کر لیا۔

کواشی پر عماد الدین کا قبضہ

کواشی موصل کا بہترین اور اعلیٰ قلعہ تھا اور نہایت ہی مستحکم تھا۔ جب عمادیہ کے باشندے خود مختار ہو گئے، تو اس قلعہ کی فوج نے بھی خود مختاری کا ارادہ کیا۔ انھوں نے لؤلؤ کے نائب حاکم کو وہاں سے نکال دیا اور صرف دور ہی سے اظہار اطاعت کرتے رہے۔ کیونکہ انھیں ان پر غلاموں کی ہلاکت کا اندیشہ تھا۔

پھر انھوں نے عماد الدین زنگی کو بلوا کر قلعہ اس کے حوالے کر دیا اور وہ وہیں مقیم ہو گیا لؤلؤ نے ایسی حالت میں اسے ان معاہدات کا حوالہ دیا جنھیں توڑنا مناسب نہیں تھا۔ مگر اس نے اس سے روگردانی کی۔ پھر اس نے حلب میں اشرف کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی فوجی امداد کرے۔ چنانچہ اس نے فوج کشی کی اور دریائے فرات کو عبور کر کے حران پہنچا۔

اشرف کے خلاف پروپیگنڈا

ادھر اربل کا حاکم مظفر الدین اپنے گرد و نواح کے بادشاہوں سے خط و کتابت کرتا رہا اور انھیں اشرف کے خلاف بھڑکاتا رہا اور اس کے حملوں سے انھیں ڈراتا رہا۔

اس عرصے میں کیکاؤس بن کیخسرو اور حاکم روم میں خانہ جنگی ہو گئی اور کیکاؤس حلب کی طرف روانہ ہوا تو مظفر الدین نے اپنے گرد و نواح کے بادشاہوں کو جن میں کیفا، آمد اور ماردین کے حکام شامل تھے، کیکاؤس کی حمایت کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ انھوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے۔

اشرف کے خلاف سازش

اتنے میں کیکاؤس فوت ہو گیا۔ مگر اشرف کے دل میں اس کے اور مظفر الدین کے بارے میں کدورت باقی تھی اس لئے اشرف حران پہنچا تاکہ وہ لؤلؤ کی مدد کرے۔ مگر مظفر الدین نے اس کے امراء میں سے احمد بن علی المشطوب اور عزالدین محمد الحمیدی وغیرہ کو اس کے خلاف بھڑکایا چنانچہ وہ اشرف کو چھوڑ کر ماردین کے ماتحت علاقہ دبیس میں پہنچے، تاکہ وہ دیگر اطراف ملک کے بادشاہوں سے مل کر اشرف کا مقابلہ کریں۔

سازش کی ناکامی

ادھر اشرف نے حاکم آمد کو اپنا طرف دار بنا لیا اور اسے شہر حالی اور جبل جودی کے علاقے دے دئے اور اگر دارا کا علاقہ فتح ہو گیا تو اسے بھی دینے کا وعدہ کیا۔ اس لئے وہ اس کا طرفدار بن گیا اور مخالف جماعت سے الگ ہو گیا۔ اس کے علاوہ دوسرے امراء بھی اس کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح مخالف گروہ کا شیرازہ بکھر گیا اور صرف ابن المشطوب اشرف کے مقابلے پر رہ گیا تھا۔ اس لئے اس نے اربل جانے کا قصد کیا۔ جب وہ نصیبین کے راستے سے گذرا تو وہاں کے ایک سردار نے اسے شکست دی اور وہ شکست کھا کر سنجار بھاگ گیا جہاں اس کے حاکم نے اسے قید کر لیا مگر پھر اسے چھوڑ دیا۔ لہٰذا اس نے فسادیوں کو اکٹھا کر کے موصل کی عملداری میں لبقعا کے مقام کا قصد کیا اور وہاں تباہی مچا کر واپس آ گیا۔

ابن المشطوب کی شکست

پھر وہ سنجار سے دوبارہ موصل کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ لؤلؤ نے اس کے گھات میں رہنے کے لئے ایک لشکر بھیج دیا۔ انھوں نے اس کا راستہ روک کر اسے شکست دے دی۔

تل اعفر کی تسخیر

وہ سنجار کے علاقہ تل اعفر کے پاس سے گذرا تو لوگوں نے اسے وہاں روک لیا اور لؤلؤ کو پیغام بھیجا تو وہ وہاں پہنچا اور اس کا محاصرہ کر کے

ماہ ربیع الاول ۶۱۷ھ میں تل اعفر کو فتح کر لیا۔ ابن المشطوب کو قید کر کے موصل بھیجا گیا پھر اسے اشرف کے پاس بھیجا گیا۔ چنانچہ اس نے اسے حران میں قید کر دیا۔ جہاں وہ کئی سال تک مقید رہا اور قید خانے ہی میں فوت ہو گیا۔

حاکم ماردین سے صلح

ادھر جب آمد کے حاکم نے اشرف کی اطاعت قبول کر لی تو وہ حران سے ماردین کی طرف روانہ ہوا اور دنیسر میں قیام کر کے ماردین کا محاصرہ کر لیا اشرف کے ساتھ آمد کا حاکم بھی (محاصرہ میں) شریک تھا۔ اشرف اور حاکم ماردین کے درمیان، قاصدوں کی آمد و رفت رہی۔ ماردین کے حاکم کی یہ شرط تھی کہ وہ اسے راس العین کا علاقہ واپس کر دے۔ اشرف نے اسے یہ علاقہ اس شرط پر دیا کہ وہ اسے تیس ہزار دینار دے اور حاکم آمد کو الموزر کا مقام دے (جو شہر شنحنان کے قریب ہے[1]) آخر کار فریقین میں صلح ہو گئی۔

حاکم سنجار کا پیغام

اب اشرف دنیسر سے نصیبین کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ وہاں سے موصل جائے۔ راستے میں حاکم سنجار کے قاصد اس سے ملے اور اس کا یہ پیغام لائے کہ اشرف کو وہ سنجار کا علاقہ اس شرط پر حوالے کرنے کے لئے تیار ہے کہ وہ اسے اس کے بدلے میں رقہ کا علاقہ دے دے۔ کیونکہ لؤلؤ نے تل اعفر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس لئے اسے اب اس کی طرف سے بہت خطرہ ہے۔ اور چونکہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا اس لئے اس کے ارکان سلطنت اس سے نفرت کرتے ہیں۔

علاقوں کا تبادلہ

اشرف نے اس کی بات تسلیم کر لی اور اسے رقہ کا علاقہ دے دیا۔ اور خود ماہ جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں سنجار پر قبضہ کر لیا اور حاکم سنجار اپنے اہل و عیال اور خاندان کے ساتھ کوچ کر گیا۔ یوں زنگی خاندان کی حکومت پورا نوے سال کے بعد اس علاقے سے ختم ہو گئی۔

مظفر سے مصالحت

جب اشرف نے سنجار پر قبضہ کر لیا تو وہ موصل روانہ ہو گیا۔ وہاں مصالحت کرانے کے لئے خلیفہ عباسی الناصر اور حاکم اربل مظفر الدین کے ایلچی پہنچے ہوئے تھے۔ مظفر الدین موصل کی عملداری کے قلعے حاکم موصل، لؤلؤ کو واپس کرتے

---

[1] الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۳۲۳ (مترجم)

کے لئے تیار تھا۔ تاہم وہ مصر تھا کہ عمادیہ کا علاقہ زنگی کے قبضہ میں رہے گا۔ اس معاملہ پر دو مہینے تک گفت و شنید جاری رہی مگر کامیابی نہیں ہو سکی۔ لہٰذا اشرف نے اربل پر حملہ کرنے کے ارادے سے کوچ کیا۔ یہاں تک کہ وہ دریائے زاب کے قریب پہنچ گیا۔ چونکہ لشکر مظفر الدین کے ساتھ حاکم آمد کی بدسلوکی سے تنگ آ گیا تھا۔ اس لئے اس نے اس کی درخواست منظور کرنے کا مشورہ دیا اور اشرف کے ساتھیوں نے بھی اس کی تائید کی، لہٰذا صلح منظور ہو گئی العقر اور شوش کے قلعے اشرف کے نائبوں کو دے دئے گئے۔ یہ دونوں قلعے زنگی کے تصادر یرغمال کے طور پر تھے۔

اشرف ماہ رمضان ۶۱۷ھ میں سنجار لوٹ آیا، مگر جب قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے آدمی بھیجے گئے تو وہاں کی فوج نے قلعوں کو ان کے حوالے نہیں کیا بلکہ مزاحمت کی۔ عمادالدین زنگی نے شہاب بن العادل کی پناہ حاصل کی، اس نے اپنے بھائی اشرف سے اس کی سفارش کی تو اس نے اسے چھوڑ دیا اور العقر اور شوش کے دونوں قلعے اسے لوٹا دئے اور اپنے حکام کو وہاں سے واپس بلا لیا۔

جب لؤلؤ کو یہ معلوم ہوا کہ اشرف قلعہ تل اعفر بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ یہ قدیم زمانے سے سنجار کا ایک حصہ رہا تھا۔ تو اس نے اشرف کو پیغام پہنچایا کہ وہ اسے اس کے حوالے کر دینا چاہتا ہے۔

موصل کے قلعوں کی تسخیر

جب زنگی، ہکاریہ، زوزان اور ساود کے قلعوں پر قابض ہو گیا تو وہاں کی رعایا نے اسے ویسا نیک سیرت نہیں پایا جیسا کہ لؤلؤ تھا۔ اس لئے انھوں نے اسے ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے لکھا۔ اس نے ان کی بات مان لی۔ مگر جب اشرف سے اس نے اجازت مانگی تو اس نے اس کی اجازت نہیں دی جب زنگی اشرف کے پاس سے آیا تو اس نے عمادیہ کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس وقت انھوں نے دوبارہ لؤلؤ سے خط و کتابت کی تو لؤلؤ نے اشرف سے پھر اجازت مانگی اور اس نے اسے ایک نیا قلعہ، نصیبین کا علاقہ اور دونوں دریاؤں کے درمیان کی حکومت عطا کی اور ان قلعوں کو فتح کرنے کی اجازت دے دی اور اپنے حکام وہاں بھیجے۔ اس نے معاہدہ کی پوری پابندی کی۔ لہٰذا موصل کی عملداری کے باقی قلعوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور ان سب نے لؤلؤ کی اطاعت قبول کی۔ اس طرح اس کی سلطنت منظم ہو گئی۔

قلعہ سوس کی تسخیر

سوس کا قلعہ اور العقر کا قلعہ موصل سے بارہ فرسخ کے فاصلے پر ایک دوسرے کے قریب تھے۔ یہ دونوں عماد الدین زنگی بن نور الدین کے والد کی وصیت کے مطابق اس کے قبضے میں تھے۔ وہ ان دونوں قلعوں کے ساتھ ساتھ ہکاریہ اور زوزان کے قلعوں پر بھی قابض تھا جو موصل میں شامل ہو گئے تھے۔

وہ خود ۶۱۹ھ میں سلجوقی خاندان کی یادگار ازبک بن پہلوان حاکم آذربیجان کی طرف روانہ ہوا اور اس کے ساتھ کوچ کرنے لگا۔ اس نے بھی اسے جاگیریں دیں اور وہ اس کے پاس رہنے لگا۔

یہ صورت حال دیکھ کر لؤلؤ موصل سے قلعہ سوس پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے محاصرہ سخت کیا مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ کیونکہ دشمن کا لشکر پامردی کے ساتھ محاصرہ کا مقابلہ کرتا رہا اور اسے موصل واپس جانا پڑا۔ آخر کار جب محاصرہ بہت سخت ہو گیا اور خوراک اور امداد کے تمام ذرائع منقطع ہو گئے تو وہاں کے باشندوں نے لؤلؤ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ انھوں نے چند شرائط پیش کیں جو اس نے قبول کر لیں۔ اس کے بعد انھوں نے قلعہ اس کے حوالے کر دیا۔

اشرف کا موصل پر قبضہ

اب اشرف بن عادل موصل پر بھی قابض ہو گیا تھا اور لؤلؤ نے اس کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اس نے خلاط اور ارمینیہ کے تمام علاقے کو فتح کر لیا تھا اور اسے اپنے بھائی شہاب الدین غازی کے ماتحت کر دیا تھا۔ پھر اس نے اسے اپنی تمام سلطنت کا ولی عہد بنا دیا بعد ازاں ان دونوں بھائیوں کے درمیان خانہ جنگی ہو گئی تو غازی نے اپنے بھائی معظم حاکم دمشق اور مظفر الدین کوکبری سے امداد طلب کی اور ایک دوسرے کو موصل کا محاصرہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ان دونوں کے بھائی الکامل نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور وہ خلاط کی طرف روانہ ہو گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس سے پہلے اس نے حاکم دمشق المعظم کو جو پیغام بھیجا تھا، اس میں اسے سخت دھمکی دی تھی، اس لئے وہ اپنے بھائی کی مدد نہیں کر سکا۔

شہاب الدین غازی نے مظفر الدین کوکبری حاکم اربل سے مدد طلب کی تو وہ موصل کی طرف روانہ ہو گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا تاکہ اشرف کو خلاط کی طرف سے روک لے۔ دمشق کا حاکم المعظم بھی اپنے بھائی غازی کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔

موصل کا حاکم لؤلؤ محاصرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ چنانچہ مظفر الدین نے دس

دن تک اس کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس لئے وہ ۶۲۱ھ کے درمیانی عرصے میں کوچ کر گیا۔ پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ اشرف نے اپنے بھائی کے قبضے سے خلاط کو چھڑا لیا ہے تو وہ اپنے فعل پر سخت نادم ہوا۔

اہل عمادیہ کی بغاوت

قلعہ عمادیہ موصل کی عملداری میں تھا۔ وہاں کے باشندوں نے ۶۱۵ھ میں بغاوت کی اور عماد الدین زنگی کے حامی ہو گئے پھر دوبارہ وہ لؤلؤ حاکم موصل کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے اور کچھ عرصے تک مطیع رہے پھر وہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر سرکش ہو گئے اور لؤلؤ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے نائب حاکم کو معزول کرے چنانچہ یکے بعد دیگرے وہ اپنے حاکموں کو معزول کرتا رہا۔ پھر خواجہ ابراہیم اور اس کا بھائی اپنے حامیوں کے ساتھ خود مختار ہو گئے۔ انھوں نے اپنے مخالفوں کو قلعہ سے باہر نکال دیا اور لؤلؤ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

بغاوت کی سرکوبی

لؤلؤ ان کی سرکوبی کے لئے ۶۲۲ھ میں روانہ ہوا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور ان کی خوراک کی فراہمی کا راستہ بند کر دیا۔ اس نے قلعہ ہزدان کی طرف بھی لشکر بھیجا کیونکہ اہل عمادیہ کی طرح انھوں نے بھی بغاوت کر دی تھی۔ ان کا محاصرہ کیا گیا تو وہ مطیع ہو گئے اور یہ قلعہ فتح کر لیا گیا۔

فتح عمادیہ

لؤلؤ نے پھر اپنے نائب امین الدین کی قیادت میں عمادیہ کی طرف فوجیں بھیجیں۔ اور خود موصل واپس آ گیا۔ یہ محاصرہ اس سال کے ماہ ذوالقعدہ تک جاری رہا۔ آخر کار اہل عمادیہ نے امین الدین سے مال و جاگیر اور قلعہ کا معاوضہ دینے اور مصالحت کے لئے خط و کتابت کی اور لؤلؤ (حاکم موصل) نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔ امین الدین اس سے پہلے یہاں کا حاکم رہ چکا تھا۔ اس لئے یہاں اس کے اندرونی حامیوں کی ایک جماعت تھی جو اس کی امداد کے لئے تیار تھے اور اس سے خط و کتابت کرتے تھے۔ اس عرصے میں اکثر اہل شہر خواجہ ابراہیم کی اولاد کی حرکتوں سے ناراض ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ انھوں نے مصالحت کرنے میں اپنا مفاد مقدم رکھا ہے اور انھیں نظر انداز کر دیا ہے۔ لہٰذا امین الدین کے اندرونی حامیوں کو ان پر تسلط اختیار کرنے کا موقع مل گیا۔ انھوں نے پوشیدہ طور پر امین الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ شہر پر رات کے وقت حملہ کر کے اہل شہر سے مصالحت کرے۔ چنانچہ اس نے ان سے مصالحت کر لی تو اہل شہر نے خواجہ ابراہیم کی اولاد پر حملہ کر دیا اور لؤلؤ کی حمایت میں نعرے بلند کئے۔ یہ سن کر لشکر قلعہ پر چڑھ گیا۔

اور امین الدین نے قلعہ کو فتح کر لیا اور اس سے پہلے کہ لؤلؤ اولاد خواجہ کے وفد سے کوئی معاہدہ صلح کرے، اس نے فتح کی اطلاع اسے بھیج دی۔

جلال الدین کی دوبارہ آمد

جلال الدین شکری بن خوارزم شاہ کے ساتھ ۶۱۷ھ میں تاتاریوں کی خوارزم، خراسان اور غزنہ میں جنگ ہوئی تو ان جنگوں میں جلال الدین کو شکست ہوئی اور وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ پھر وہ وہاں سے ۶۲۲ھ میں واپس آیا اور عراق و آذربیجان کے علاقوں پر قابض ہو گیا۔ وہ اشرف بن عادل کے خلاط اور جزیرہ کے علاقوں کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس لیئے ان دونوں کے درمیان فتنہ و فساد شروع ہو گیا۔ اشرف کے قریبی علاقوں کے حکام نے اسے بھڑکانا شروع کیا۔ جن میں مظفر الدین حاکم اربل، مسعود حاکم آمد اور اس کا بھائی المعظم حاکم دمشق پیش پیش تھے۔ یہ سب اس کی مخالفت پر متفق ہو گئے تھے۔

جلال الدین کی پیش قدمی

چنانچہ جلال الدین نے خلاط کی طرف پیش قدمی کی اور مظفر الدین نے موصل کی طرف فوج کشی کی۔ وہ زاب کے قریب پہنچ کر جلال الدین (کے جنگی نتیجہ) کا انتظار کرتا رہا۔ حاکم دمشق المعظم حمص و حماۃ کی طرف روانہ ہوا۔

جلال الدین کی واپسی

ادھر لؤلؤ نے موصل کے لیئے اشرف سے فوجی امداد طلب کی چنانچہ وہ حران پہنچا، اس کے بعد وہ دنیسر آیا اور اس نے ماردین کے علاقہ کو تباہ کیا۔ جب جلال الدین بن خوارزم شاہ کو یہ خبر ملی کہ کرمان میں اس کے نائب حاکم نے بغاوت اختیار کی ہے تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ ادھر روانہ ہو گیا اور خلاط کے علاقے میں تباہی مچا کر وہاں سے چلا گیا۔

مخالفوں کی مراجعت

(اس کے چلے جانے کے بعد) دوسرے مخالف حکام کا بازو کٹ گیا اور ان پر اشرف کا رعب طاری ہو گیا۔ اس سے پہلے خود اس کا بھائی حمص و حماۃ کے قریب پہنچ گیا تھا اور اس نے ان دونوں شہروں کا محاصرہ کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اسی طرح مظفر الدین بھی موصل کا محاصرہ کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ مگر اب دونوں حمص و حماۃ اور موصل کو چھوڑ کر اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔ دوسرے حکام بھی اسی طرح اپنے علاقوں کی طرف لوٹ گئے۔

فتنہ تاتار

تاتاری فوجوں نے جب ۶۲۸ھ میں جلال الدین خوارزم شاہ پر آمد کے

مقام پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا تو ان کا مقابلہ کسی بادشاہ سے نہ ہو سکا اور ان کی مزاحمت کوئی نہیں کر سکا۔ لہذا وہ ملک عراق کے طول و عرض میں فتنہ و فساد برپا کرتے رہے پھر وہ الجزیرہ میں داخل ہو گئے تو سب سے پہلے اُنھوں نے نصیبین کے علاقے کو تباہ و برباد کیا پھر وہ سنجار گئے اور اسے لوٹ لیا پھر خابور کے علاقے میں داخل ہو کر وہاں تباہی مچائی۔

تاتاریوں کی واپسی

تاتاریوں کا ایک گروہ موصل کی طرف گیا اور اس کے علاقے کا صفایا کیا۔ پھر وہ اربل پہنچے اور وہاں فساد برپا کیا تو مظفر الدین اپنے لشکر کو لے کر ان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس نے موصل کے حاکم سے بھی کمک طلب کی تو لولو نے اس کی امداد کے لیے اپنی فوج بھیجی۔ اس کے بعد تاتاری فوج وہاں سے واپس آذربیجان چلی گئی۔ اس لیے ہر فوج اپنے اپنے شہر واپس چلی گئی۔

مظفر الدین کی وفات

مظفر الدین کوکبری بن زین الدین کجک حاکم اربل نے ۶۲۹ھ میں وفات پائی۔ اس کی وفات یوسف کے بعد جو اس کا بھائی تھا، صلاح الدین کے زمانے میں ہوئی۔ اس نے وہاں چوالیس سال تک حکومت کی، مگر چونکہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے اس نے وصیت کی کہ اربل کی حکومت خلیفہ المستنصر کے حوالے کر دی جائے۔ چنانچہ خلیفہ موصوف نے وہاں اپنے نائب کو بھیج کر اربل پر قبضہ کر لیا اور یہ علاقہ بھی خلیفہ کی عملداری میں شامل ہو گیا۔

خوارزم شاہ کی فوج کا انتشار

جب جلال الدین خوارزم شاہ آمد کے مقام پر ہلاک ہو گیا تو اس کی فوج رومی علاقے کے حاکم کیقباد کے پاس پہنچ گئی، اس نے ان سے مدد لی۔ جب وہ ۶۳۴ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا فرزند کیخسرو حاکم ہوا تو اس نے ان کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا۔ باقی وہاں سے چلے گئے اور ملک کے اطراف میں بھاگ گئے۔

صالح نجم الدین ایوب، حران، کیفا اور آمد میں اپنے والد الملک العادل کی طرف سے نائب تھا۔ اس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ (خوارزم شاہ کی) فوج کو اپنے ساتھ ملا لے۔ چنانچہ اس کے والد نے اسے اس بات کی اجازت دے دی اور وہ اس فوج کو اپنے کام میں لے آیا اور انھیں ملازم رکھ لیا۔

جب اس کا باپ ۶۳۵ھ میں فوت ہوا تو یہ فوج باغی ہو کر موصل چلی گئی۔ لولو نے

انھیں ساتھ ملا لیا اور ان کے ساتھ فوج کشی کی۔

(یہ صورت حال دیکھ کر) ملک صالح نے سنجار میں اس فوج کا محاصرہ کر لیا اور انھیں یہ لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی کہ وہ انھیں حران اور رُہا کا علاقہ دے گا تاکہ وہ وہاں آباد ہو سکیں۔ چنانچہ انھوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس نے حسب وعدہ انھیں یہ دونوں علاقے دے دئیے اور انھوں نے ان دونوں علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر انھوں نے لؤلؤ کے ماتحت نصیبین کے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

اس زمانے میں بنو ایوب کے خاندان میں جو شام کے مختلف مقامات پر حکمران تھا بہت نااتفاقی تھی۔ چنانچہ ان کے اختلاف و انتشار کا حال آگے چل کر ان کی سلطنت کے حال میں بیان کریں گے۔

اب سنجار کی حکومت جواد یونس ابن مودود بن العادل کے ماتحت ہو گئی تھی۔ اس نے یہ حکومت صالح نجم الدین ایوب سے دمشق کی حکومت کے بدلے میں حاصل کی تھی، مگر لؤلؤ نے ۶۳۷ھ میں سنجار کی حکومت اس سے چھین لی تھی۔

خوارزم کی فوج سے جنگ

پھر حاکم حلب اور خوارزمی فوجوں میں جنگ چھڑ گئی۔ انھوں نے صفیہ خاتون بنت العادل سے مدد طلب کی تو اس نے معظم توران شاہ بن صلاح الدین کے زیر قیادت فوجیں بھیجیں مگر انھوں نے اس کے لشکر کو شکست دے کر اس کے بھتیجے الافضل کو قید کر لیا اور حلب میں داخل ہو کر اسے تباہ کیا۔ پھر انھوں نے منبج کو فتح کر لیا اور وہاں فتنہ و فساد برپا کیا اور انھوں نے رقہ سے دریائے فرات کو کاٹ دیا۔

فوجوں کا تعاقب

جب وہ واپس جانے لگے تو دمشق اور حمص کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا اور انھیں شکست دے کر ان کا قتل عام کیا۔ وہ بھاگ کر اپنے شہر حران چلے آئے تو حلب کی فوجیں بھی وہاں پہنچ گئیں اور انھوں نے حران کو فتح کر لیا۔ خوارزم کی فوجیں وہاں سے عانہ پہنچ گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر حاکم موصل لؤلؤ جلد نصیبین پہنچا اور اس نے اس شہر کو ان کے قبضے سے چھڑا لیا۔

حاکم موصل کی شکست

صفیہ بنت العادل ۶۴۰ھ میں حلب میں فوت ہو گئی۔ اس نے وہاں اپنے والد العزیز محمد بن الظاہر غازی بن صلاح الدین کے بعد حکومت کی تھی۔ اس کے بعد اس کا بھائی الناصر یوسف ابن العزیز حاکم مقرر ہوا۔ اس کا نگران اس کا آزاد کردہ غلام اجیال خاتونی مقرر ہوا۔ ۶۴۸ھ میں اس کے لشکر اور بدرالدین لؤلؤ

حاکم موصل کے درمیان جنگ ہوئی جس میں لؤلؤ کو شکست ہوئی اور الناصر نے نصیبین، دارا، اور قرقیسیا کے علاقے فتح کر لئے۔ لؤلؤ حلب آ گیا۔

ہلاکو خاں کی اطاعت

جب سلطان ہلاکو خاں نے بغداد پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور خلیفہ مستعصم اور بغداد کے تمام شرفاء کو قتل کر دیا تو وہاں سے وہ آذربیجان چلا گیا۔ اس وقت لؤلؤ جلد آذربیجان اس کے پاس پہنچا اور ہلاکو خاں کی اطاعت قبول کر کے موصل آ گیا۔

لؤلؤ کی وفات

حاکم موصل بدرالدین لؤلؤ ۶۵۷ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا لقب الملک الرحیم تھا۔ اس کے بعد اس کا ایک فرزند صالح اسماعیل موصل کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کا دوسرا فرزند مظفر علاءالدین علی سنجار کا حاکم ہوا۔ اور جزیرۂ ابن عمر کا حاکم اس کا تیسرا فرزند مجاہد اسحاق ہوا۔ سلطان ہلاکو خاں نے انھیں کچھ عرصہ تک حاکم رکھا پھر ان سب سے ان کی حکومت چھین لی اور وہ سب مصر چلے گئے اور وہاں بادشاہ ظاہر بیبرس کے مہمان رہے۔

زنگی سلطنت کا خاتمہ

پھر سلطان ہلاکو خاں نے شام کی طرف فوج کشی کی اور اس کو بھی فتح کر لیا۔ یوں خاندان اتابک زنگی کی سلطنت کا شام اور الجزیرہ کے تمام علاقوں سے خاتمہ ہو گیا۔

زنگی سلطنت کا شجرۂ نسب

قسیم الدولہ اقسنقر مولیٰ سلطان ملک شاہ

- اتابک عمادالدین زنگی
  - سیف الدین غازی
  - قطب الدین مودود
    - عزالدین مسعود
      - نورالدین ارسلان شاہ
        - القاہر عزالدین مسعود
          - نورالدین ارسلان شاہ دوم
        - بدرالدین لؤلؤ مولیٰ نورالدین
          - صالح اسماعیل
  - سلطان عادل نورالدین محمود زنگی
    - غازی اسماعیل

باب ہفتم

ایوبی خاندان کی سلطنت

یہ سلطنت بھی زنگی خاندان کی ایک شاخ ہے۔ ان کے جد امجد ایوب بن شادی کا نسب نامہ بعض مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

ایوب بن شادی بن مروان بن علی بن عشرۃ بن الحسن بن علی بن احمد بن علی بن عبدالعزیز بن ہدبتہ بن الحصین بن الحارث بن سنان بن عمر بن مرّہ بن عوف الحمیری الدوسی۔

خاندان کا بانی

مشہور مورخ ابن الاثیر کا قول ہے کہ یہ لوگ رواد یہ کرد قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن خلکان کا قول ہے کہ اس خاندان کا جد امجد شادی درین کے شرفاء میں سے تھا۔ وہاں اس کا دوست بہروز تھا۔ جہاں اس پہ ایک خصی امیر نے حملہ کیا تو بہروز بھاگ کر سلطان مسعود بن محمد بن ملک شاہ کے پاس پہنچا اور وہاں وہ اس کے فرزندوں کے دایہ کی خدمت انجام دینے لگا۔ جب وہ دایہ فوت ہو گیا تو سلطان نے بہروز کو اس کی جگہ پر اپنے فرزندوں کا دایہ مقرر کیا۔ جب اس کی صلاحیت اور قابلیت ظاہر ہوئی تو اسے کسی سرکاری عہدے پر ترقی دی گئی۔ اس وقت اس نے اپنے دوست شادی بن مروان کو بلا بھیجا کیونکہ ان دونوں میں بے حد محبت اور دوستی تھی۔ لہٰذا شادی بہروز کے پاس آ گیا۔

نجم الدین ایوب

پھر سلطان نے بہروز کو بغداد کا کوتوال مقرر کیا تو وہ وہاں گیا اور اپنے ساتھ شادی کو بھی لے گیا۔ پھر سلطان نے اسے قلعہ تکریت عطا کیا تو اس نے شادی کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ جہاں شادی اپنی وفات تک حاکم مقرر رہا۔ اس کی وفات کے بعد بہروز نے اس کے فرزند نجم الدین ایوب کو اس کے بجائے تکریت کا حاکم مقرر کیا جو اسد الدین شیر کوہ سے بڑا تھا۔ وہ وہاں ایک عرصہ تک حاکم رہا۔

ایوب کا کارنامہ

موصل کے حاکم عماد الدین زنگی نے سلطان مسعود کی حمایت میں خلیفہ

مسترشد کے خلاف ۵۲۰ھ میں فوج کشی کی تھی تو اسے شکست ہوئی تھی۔ جب وہ موصل جانے کے لئے واپس ہوا تو وہ تکریت کے پاس سے گذرا۔ اس وقت نجم الدین ایوب نے اسے زادِ راہ مہیا کیا اور دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے لئے اس کے لئے پل تیار کیا اور دریا کو عبور کرنے کے لئے ہر ممکن سہولت فراہم کی۔

زنگی کے دربار میں

اس عرصے میں اسدالدین شیر کوہ نے تکریت میں کسی کو قتل کیا اور اس کے بھائی نجم الدین ایوب نے اس کا زرِ فدیہ نہیں ادا کیا تو بہروز نے اسے معزول کردیا اور دونوں بھائیوں کو تکریت سے نکال دیا۔ دونوں بھائی عماد الدین زنگی کے پاس موصل پہنچ گئے جہاں زنگی نے ان دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور انہیں جاگیریں عطا کیں۔

بعلبک کا حاکم

جب زنگی نے ۵۳۴ھ میں بعلبک فتح کیا تو نجم الدین ایوب کو اپنا نائب مقرر کیا اور وہ اس کے زمانے میں وہاں کا حاکم رہا۔

دمشق میں قیام

جب ۵۴۱ھ میں عماد الدین زنگی فوت ہوگیا تو حاکم دمشق فخر الدین طغرکین نے بعلبک پر فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار نجم الدین ایوب نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ وہ اسے دمشق میں جاگیریں دے گا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ دمشق رہا۔

شیر کوہ کی خدمات

البتہ اسدالدین شیر کوہ، نورالدین محمود بن زنگی کے ساتھ رہا۔ سلطان نے اس کی انتظامی قابلیت سے متاثر ہو کر اسے حمص اور رحبہ کے علاقے دے دیئے تھے۔ اور اسے سپہ سالار بنا دیا تھا۔

سلطان موصوف کا دمشق پر قبضہ اور اہل دمشق کی مداخلت اور امداد اسدالدین شیر کوہ کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ جب اس کا بھائی دمشق میں تھا تو وہ اس سے خط و کتابت کرتا رہا۔ چنانچہ ان دونوں بھائیوں کی کوششوں اور تعاون سے دمشق ۵۴۹ھ میں فتح ہوا۔

فاطمی سلطنت کا زوال

اسی زمانے میں مصر میں فاطمی سلطنت زوال پذیر تھی اور اس کی ترقی رُک گئی تھی بلکہ اس کے وزراء اپنے خلفاء پر حاوی ہو گئے تھے اور خلفاء کے اختیارات باقی نہیں رہے تھے اور چونکہ اس سلطنت پر زوال آ گیا تھا۔ اس لئے صلیبی فرنگی فوجیں مصر کے ساحل اور دیگر شہروں پر حملے کرنے لگی تھیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے مصر کے کئی شہر فتح کر لئے تھے اور انھوں نے قاہرہ کے دربار خلافت پر بھی تسلط حاصل کر لیا تھا اور ان پر جزیہ بھی عائد کر دیا تھا۔ لہٰذا اہل مصر سخت مصیبت میں مبتلا تھے

اور یہ تمام تکالیف برداشت کر رہے تھے کہ آخر کار آتابکی زنگی اور اس کی سلجوقی قوم نے ان کی فاطمی خلافت کی تحریک و دعوت کا خاتمہ کر دیا۔ اور خلیفہ عاضد ان کا آخری خلیفہ ثابت ہوا۔

(پہلے خلیفہ عاضد پر صالح بن زریک وزیر کی حیثیت سے مسلط تھا) پھر شاور سعدی اس پر غالب آ گیا اور اس نے زریک بن صالح کو ۵۵۸ھ میں قتل کر دیا اور وہ عاضد پر مسلط ہو گیا۔ پھر ضرغام اس وزیر پر غالب آ گیا اور اس نے اس کو قاہرہ سے نکال دیا اور نو مہینے تک مصر پر حکومت کرتا رہا۔

شاور شام بھاگ گیا اور ۵۵۹ھ میں نور الدین زنگی کے پاس فریادی بن کر پہنچا۔ اس نے مصری سلطنت کا ایک تہائی محصول ادا کرنے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ ایسا لشکر بھیجے جو وہاں مستقل طور پر قیام کرے۔ سلطان نور الدین نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور اسد الدین شیرکوہ کو فوج دے کر بھیجا۔

ایوبی سلطنت کا آغاز

شیرکوہ نے ضرغام کو قتل کر کے شاور کو اس کے رتبۂ وزارت پر فائز کیا۔ آخر کار اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاطمی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور مصر اور اس کا تمام علاقہ ایوبی خاندان کے ماتحت آ گیا۔ ابتدا میں نور الدین محمود بن زنگی کی حکومت قائم رہی مگر جب نور الدین محمود فوت ہوا اور سلطان صلاح الدین خود مختار حاکم ہو گیا تو یہاں خلفائے عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ سلطان صلاح الدین اس کے بعد سلطان نور الدین محمود کے فرزندوں پر بھی غالب آ گیا اور اس نے شام کا علاقہ بھی ان کے قبضے سے چھین لیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے چچازاد بھائی مودود نے بہت تباہی مچائی تھی۔ اس طرح سلطان صلاح الدین کی سلطنت وسیع ہوتی گئی اور اس کی وفات کے بعد بھی اس خاندان کی سلطنت میں توسیع ہوئی تاآنکہ یہ سلطنت بھی ختم ہو گئی۔

وزیر مصر کی فریاد رسی

(واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ) جب سلطان نور الدین محمود حاکم شام نے شاور کی فریاد پر اس کے ساتھ اپنا لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا تو اس نے اس لشکر کا سپہ سالار اسد الدین شیرکوہ بن شادی کو منتخب کیا، وہ اس وقت اس کے اکابر امراء میں شامل تھا۔ سلطان نے اسے حمص سے طلب کیا جہاں کا وہ حاکم تھا اور وہاں اس کی جاگیر تھی۔ پھر سلطان نے اس کے لیے (عمدہ) فوج تیار کی اور ان کی فوجی خامیوں کو دور کیا۔

شیر کوہ کی روانگی شیر کوہ نے دمشق سے ماہ جمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ میں پیش قدمی کی اس کے ساتھ ساتھ خود سلطان نور الدین بھی اپنی فوجیں لے کر (فرنگی صلیبیوں) کے علاقے کی طرف روانہ ہوا، تاکہ وہ انھیں شیر کوہ کے لشکر کو روکنے یا لوٹانے کی مہلت نہ دے اور وہ حاکم مصر سے دوستانہ تعلقات اور معاہدہ کی وجہ سے اس کے لشکر کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

ضرغام کا قتل جب اسد الدین شیر کوہ اپنی فوج کے ساتھ بلبیس کے مقام پر پہنچا تو وہاں ضرغام کے بھائی ناصر الدین نے اس کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور وہ قاہرہ بھاگ گیا۔ پھر خود ضرغام ماہ جمادی الاخیرہ کی آخری تاریخ کو مقابلہ کے لئے نکلا، مگر وہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے قریب مارا گیا اور اس کا بھائی بھی مارا گیا۔

شاور کی غداری شیر کوہ نے شاور کو وزارت کے عہدہ پر فائز کر دیا مگر وزیر بننے کے بعد اس نے شیر کوہ کو واپس جانے کا حکم دیا اور اس معاہدہ سے روگردانی کی جسے وہ پہلے تسلیم کر چکا تھا۔

جب اسد الدین شیر کوہ نے اس سے ایفاء وعدہ کا مطالبہ کیا تو اس نے اسے منظور نہیں کیا اس لئے شیر کوہ بلبیس اور مصر کے مشرقی شہروں پر قابض ہو گیا۔

فرنگیوں کی امداد شاور نے (یہ صورت حال دیکھ کر) فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی اور انھیں (مراعات دینے کا) وعدہ کیا چنانچہ انھوں نے اس کی درخواست جلد منظور کر لی اور فرنگیوں کا بادشاہ مری، فرنگیوں کی فوج لے کر روانہ ہو گیا۔ اس نے ان فرنگیوں کو بھی اپنی فوج میں شامل کر لیا جو بیت المقدس کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ اسد الدین شیر کوہ مصر کو فتح کر لے گا۔

(یہ حالات دیکھ کر) سلطان نور الدین فوج لے کر گیا تاکہ انھیں جنگ میں مشغول رکھ کر فرنگیوں کو وہاں جانے سے روکے، مگر وہ آگے بڑھ گئے تھے۔

مشترکہ فوج سے مقابلہ اسد الدین شیر کوہ، بلبیس کے مقام پر پہنچا تو مصری اور فرنگی فوجیں متحد ہو کر مقابلہ کے لئے آ گئیں۔ انھوں نے اس کا تین مہینوں تک محاصرہ کیا۔ تاہم شیر کوہ صبح و شام ان سے جنگ کرتا رہا اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا (فرنگی اسے شکست نہ دے سکے) البتہ انھوں نے اس کی خبر رسانی کے ذرائع بند کر دیے تھے۔ اس عرصے میں سلطان نور الدین نے جزیرہ، دیار بکر اور قصر حارم کے حکام کو جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔

اور جب فرنگی فوجیں مقابلہ کے لیے آئیں تو سلطان نے انھیں شکست دے کر ان کا صفایا کر دیا اور انطاکیہ و طرابلس کے حکام کو قیدی بنا لیا گیا۔ حارم جو حلب کے قریب تھا، فتح کر لیا گیا پھر سلطان بانیاس کے مقام پر پہنچا، جو دمشق کے قریب تھا، اسے بھی اس نے فتح کر لیا۔ جیسا کہ سلطان نور الدین کے حالات میں (مفصل بیان کیا گیا ہے۔

جب فرنگی فوجیں بلبیس کے مقام پر اسد الدین شیرکوہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں تو انھیں (شکست کی) یہ خبر موصول ہوئی۔ اس خبر سے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ تاہم انھوں نے یہ خبر چھپا کر اسد الدین شیرکوہ سے مصالحت کی گفت و شنید شروع کی اور یہ شرط رکھی کہ وہ شام (اپنی فوجوں کو لے کر) واپس چلا جائے۔ چنانچہ اس نے ان سے صلح کر لی اور اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں شام واپس آ گیا۔

دوبارہ فوج کشی

اسد الدین شیرکوہ شام واپس آ گیا، مگر شاور کی غداری کا وہ بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ دوبارہ حملہ کرنے کے لیے فوج اکٹھی کرتا رہا۔ یہ فوجی تیاری اس نے ۵۶۲ھ تک مکمل کر لی۔ جب اس نے فوج اکٹھی کر لی تو سلطان نور الدین نے اس کے ساتھ (تجربہ کار) سپہ سالاروں کی ایک جماعت بھیجی اور مسلمان مجاہدوں کی حفاظت کے لیے بڑی تعداد میں لشکر بھیجا جو مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب شیرکوہ اطفیح کے مقام پر پہنچا تو اس نے وہاں سے مغربی علاقوں کی طرف دریا کو عبور کیا اور جیزہ کے مقام پر قیام کیا اور وہاں پچاس دن تک مقیم رہا۔

فرنگیوں کی امداد

اُدھر شاور نے حسب معمول فرنگیوں سے امداد طلب کی۔ چونکہ فرنگیوں کو سلطان نور الدین اور شیرکوہ کی سلطنت کی توسیع و استحکام کا خطرہ تھا اس لیے وہ بہت جلد مصر پہنچ گئے اور اُنھوں نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ (دریائے) نیل کو عبور کر کے جیزہ میں قیام کیا۔ شیرکوہ اس وقت وہاں سے بالائی مصر کی طرف کوچ کر چکا تھا اور وہاں سے وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ چکا تھا جو بابین[1] کے نام سے مشہور تھا۔

دشمن کی کثیر تعداد

دشمن کی فوجوں نے شیرکوہ کا تعاقب کر کے اسے اس مقام پر جا پکڑا۔

---

[1] یہاں جگہ خالی تھی۔ ہم نے تاریخ الکامل لابن اثیر کے حوالے سے اس کا یہ نام معلوم کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ الکامل لابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۹۵) (مترجم)

یہ واقعہ ۵۶۲ھ کے درمیانی عرصہ کا ہے۔

جب شیرکوہ نے دشمن کی تعداد بہت زیادہ دیکھی اور وہ جنگ کے لئے مکمل طور پر تیار تھے تو اس کے ساتھیوں کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ اس لئے اس نے ان سے مشورہ کیا بعض افراد نے یہ مشورہ دیا کہ وہ دریائے نیل کو عبور کر کے مشرقی علاقے کی طرف چلے جائیں اور شام لوٹ جائیں مگر ان کے سپہ سالاروں کی رائے یہ تھی کہ جاں نثاری کے ساتھ جنگ کی جائے۔ بصورت دیگر انھیں سلطان نورالدین کی سخت ناراضگی کا اندیشہ تھا۔

صلاح الدین کی پیش قدمی

لہٰذا غازی صلاح الدین نے جنگ کی طرف پیشقدمی کی چنانچہ صف بندی کی گئی اور غازی صلاح الدین کو قلب (درمیانی فوج میں) رکھا گیا اور شیرکوہ خود میمنہ فوج میں ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوگیا جن کی جاں نثاری پر اسے بھروسہ تھا۔

جنگی چال

دشمن نے صلاح الدین پر حملہ کیا تو اس نے اپنی صف بندی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ اسدالدین شیرکوہ اس کے بالکل مخالف سمت میں دشمن کی پچھلی صفوں پر حملہ کیا اور اس کی فوجوں کا صفایا کیا یا انھیں گرفتار کیا۔

دشمن کی شکست

(یہ حالت دیکھ کر) اگلی صفوں کی وہ فوجیں جو صلاح الدین سے جنگ کر رہی تھیں پسپا ہونے لگیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ان کو شکست ہوگئی ہے۔ جب وہ پیچھے ہٹیں تو انھوں نے دیکھا کہ اسدالدین شیرکوہ ان کی پچھلی صفوں کا صفایا کر رہا ہے۔ لہٰذا وہ سب فوجیں بھاگ کر مصر واپس چلی گئیں۔

فتح اسکندریہ

اب یہاں سے اسدالدین شیرکوہ اسکندریہ پہنچا۔ وہاں کے باشندوں نے اطاعت قبول کی۔ چنانچہ شیرکوہ نے صلاح الدین کو جو اس کا بھتیجا تھا وہاں اپنا جانشین بنایا اور خود وہ مصر کے بالائی حصہ (صعید) کی طرف لوٹا اور اس علاقہ کو فتح کر لیا اور اپنے کارکنوں کو وہاں کا محصول وصول کرنے کے لئے بھیج دیا۔

دشمن کی پیش قدمی

اُدھر مصر کی فوجیں اور فرنگیوں کا لشکر قاہرہ پہنچ چکا تھا۔ انھوں نے اپنی جنگی کمزوریوں کو دور کر کے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں انھوں نے صلاح الدین کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ اس کے لئے بہت تکلیف دہ ثابت ہوا۔

فرنگیوں کے ساتھ مصالحت

اب اسدالدین شیرکوہ مصر کے بالائی حصہ سے اس کی فوجی

امداد کے لیے روانہ ہوا۔ اتنے میں اس کے لشکر کے ترکمانی سپاہی باغی ہو گئے۔ وہ ابھی اس جھگڑے میں مشغول ہی تھا کہ دشمن کے قاصد مصالحت کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچ گئے۔ ان کی تجاویز یہ تھیں کہ وہ اسکندریہ کا علاقہ اہل مصر کو واپس کردے۔ وہ اس کے بدلے میں اسے پچاس ہزار دینار دیں گے۔ مصر کے بالائی حصے سے شیر کوہ نے جو لگان وصول کیا تھا وہ اس کے علاوہ تھا شیر کوہ نے ان کی یہ تجاویز اس شرط کے ساتھ منظور کیں کہ فرنگی فوجیں اپنے شہروں کی طرف واپس چلی جائیں اور مصر کے کسی دیہات پہاں کا قبضہ باقی نہ رہے۔ یہ معاہدہ اس سال کے ماہ شوال کی درمیانی تاریخوں میں مکمل ہوا۔

اہل مصر پر ٹیکس

اسدالدین شیر کوہ اور اس کی فوجیں ماہ ذوالقعدہ کی پندرہ تاریخ کو شام واپس آ گئیں۔ مگر فرنگیوں نے (مصر کے وزیر) شاور پر یہ شرط عائد کردی کہ قاہرہ میں ان کے محافظ برقرار رہیں گے اور شہر کے پھاٹک بھی ان کی حفاظت میں رہیں گے تاکہ وہ نورالدین زنگی کا مقابلہ کر سکیں۔ انھوں نے اس پر ایک لاکھ دینار سالانہ جزیہ بھی مقرر کیا جسے اس نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد فرنگیوں کی فوجیں اپنے شام کے ساحلی شہروں کی طرف واپس چلی گئیں، مگر مصر میں وہ اپنے افسروں کی ایک جماعت چھوڑ گئیں۔

فتح کا منصوبہ

جب فرنگیوں نے قاہرہ اور مصر پر جزیہ مقرر کیا اور وہاں انھوں نے محافظ دستے مقرر کیے اور شہر کے پھاٹکوں پر ان کا قبضہ ہو گیا تو وہ ملک پر اچھی طرح قابض ہو گئے۔ انھوں نے وہاں اپنے ماہر افسروں کی ایک جماعت بھی برقرار رکھی جنھوں نے اپنی حیثیت وہاں مستحکم کرلی اور وہ سلطنت کے پوشیدہ مقامات سے واقف ہو گئے۔ اس کے بعد وہ ملک کو فتح کرنے کے منصوبے باندھنے لگے اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے بادشاہ سے جو شام میں تھا اور جس کا نام مری تھا خط و کتابت شروع کی۔ شام میں اس جیسا فرنگیوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا۔ فرنگیوں نے اسے اس بات پر بہت آمادہ کیا اور اسے سبز باغ دکھائے مگر اس نے ان کی یہ تجویز منظور نہیں کی۔ تاہم فرنگی افسروں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور اسے سمجھایا کہ مصر فتح کرنے کے بعد وہ سلطان نورالدین پر بھی غالب آجائیں گے ورنہ اہل مصر نورالدین کے حامی ہو جائیں گے۔ ان تمام کوششوں اور یقین دہانیوں کے باوجود وہ اپنی رائے پر قائم رہا۔ آخر کار اس نے ان کی بات مان لی اور جنگی تیاری شروع کردی۔

سلطان نورالدین کو جب اس کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو اس نے بھی اپنی فوجیں اکٹھی کیں

اور سرحدوں پر جو فوجیں مقرر تھیں انھیں بھی بلا لیا۔

فرنگیوں کا محاصرۂ مصر فرنگیوں کی فوج ۵۶۴ھ کے آغاز میں مصر کی طرف روانہ ہوئی انھوں نے ماہ صفر میں بلبیس کو فتح کر لیا اور وہاں تباہی برپا کی۔ پھر شاور کے دشمنوں کے خطوط ان کے پاس آئے جن سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور انھوں نے مصر کی طرف پیش قدمی کی اور قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔

آگ لگانے کا حکم (یہ صورتِ حال دیکھ کر) شاور نے مصر کے شہر میں آگ لگا دینے کا حکم دیا تاکہ وہاں کے باشندے قاہرہ کی طرف منتقل ہو جائیں اور محاصرہ کا مقابلہ اچھی طرح کیا جا سکے۔ چنانچہ لوگ منتقل ہو گئے اور ان کا شہر نذرِ آتش ہو گیا اس کے ساتھ ساتھ ان پر دست درازی بھی ہوئی اور ان کے مال و دولت کو لوٹ لیا گیا۔ دو مہینے تک شہر میں آتش زدگی جاری رہی۔

صلح کی درخواست ادھر (فاطمی خلیفہ) عاضد نے سلطان نور الدین کے پاس اپنی فریاد پہنچائی تو اس نے فریاد رسی کرتے ہوئے لشکر تیار کرنا شروع کیا۔ دوسری طرف قاہرہ کا محاصرہ سخت ہو گیا۔ لہٰذا محاصرہ سے تنگ آ کر شاور نے فرنگیوں کے بادشاہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور اپنے قدیمی تعلقات ظاہر کرتے ہوئے اس نے اعلان کیا کہ وہ فرنگیوں کا حامی ہے۔ عاضد اور سلطان نور الدین کا حامی نہیں ہے۔ اس نے اس سے درخواست کی کہ وہ مال کے بدلے میں صلح کرے۔ کیونکہ مسلمان اس کے علاوہ ہر چیز سے نفرت کرتے ہیں۔

دس لاکھ پر صلح چنانچہ فرنگیوں کے بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ قاہرہ ناقابلِ تسخیر ہے تو اس نے دس لاکھ دینار پر صلح کر لی۔ شاور نے فوری طور پر ایک لاکھ دینار فرنگیوں کو ادا کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے انھیں چلے جانے کو کہا چنانچہ وہ چلے گئے۔ شاور نے باقی ماندہ رقم جمع کرنی شروع کی، مگر رعایا اسے نہیں ادا کر سکی۔

فاطمی خلیفہ کا پیغام ادھر خلیفہ عاضد کے قاصد سلطان نور الدین کے پاس پے در پے آتے رہے۔ وہ یہ پیغام لاتے رہے کہ اسد الدین شیر کوہ اور اس کی فوجیں محافظ لشکر کی حیثیت سے اس کے پاس رہیں۔ ان کے تمام اخراجات وہ خود ادا کرے گا۔ نیز سلطان نور الدین کو وہ (مصری اراضی کے) لگان کا تہائی حصہ دیتا رہے گا۔

سپہ سالاروں کا تقرر

چنانچہ نور الدین نے اسد الدین شیرکوہ کو حمص سے طلب کیا اور اسے دو لاکھ دینار دئیے، اور اس کے ساتھ ساتھ اسے ضروری کپڑے، مویشی اور اسلحہ فراہم کئے اور اسے تمام فوجوں، خزانوں اور فوجی نقل و حرکت کے انتظامات کے لئے خود مختار حاکم مقرر کیا اور ہر سوار کے لئے بیس دینار مقرر کئے۔ اس کے ساتھ اپنے امراء اور سپہ سالاروں میں سے مندرجہ ذیل حضرات کو بھی اس کے ساتھ روانہ کیا (۱) عز الدین خردک، جو اس کا آزاد کردہ غلام تھا (۲) عز الدین قلیچ (۳) شرف الدین مرعش (۴) عز الدولہ البارقی (۵) قطب الدین نیال بن حسان المنبجی۔

شیرکوہ کی روانگی

سلطان نے صلاح الدین یوسف بن ایوب کو بھی اپنے چچا شیرکوہ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ صلاح الدین پہلے معذرت کی مگر سلطان کے اصرار پر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اب اسد الدین شیرکوہ نے ماہ ربیع الاول کے نصف میں مصر کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ مصر کے قریب پہنچا تو اس وقت فرنگی فوجیں اپنے وطن واپس چلی گئی تھیں یہ خبر سن کر سلطان نور الدین بہت خوش ہوا اور اس نے شام میں اس خوش خبری کے بعد خوشی کی محفل منعقد کی۔

شاور کی غداری

اسد الدین شیرکوہ تا مرہ ماہ جمادی الآخرہ کے نصف میں پہنچ گیا تھا اور شہر کے باہر اس نے قیام کیا۔ تاہم خلیفہ عاضد نے اس سے ملاقات کی اور خلعت عطا کئے اور اسے اور اس کے لشکر کو انعامات اور وظائف دئیے۔ اب اسد الدین شیرکوہ اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ (معاہدہ کے مطابق) شرائط پوری کی جائیں گی مگر (وزیر مصر) شاور ٹال مٹول کرتا رہا اور وعدوں پر ملتوی کرتا رہا۔ پھر شاور نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اسد الدین شیرکوہ کو گرفتار کر کے اس کے لشکر کو خود ملازم رکھے۔ مگر اس کے فرزند الکامل نے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔ اس لئے اس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

ادھر شیرکوہ کے ساتھی شاور سے تقریباً مایوس ہو چکے تھے۔ اس لئے اس کے حکام نے باہم مشورہ کیا۔ اس کا بھتیجا صلاح الدین اور عز الدین خردک اس بات پر متفق تھے کہ شاور کو قتل کر دیا جائے۔ مگر شیرکوہ اس کے مخالف تھا۔

شاور کا قتل

ایک دن شاور صبح سویرے شیرکوہ کے خیموں میں (اس سے ملاقات کے لئے) آیا تو معلوم ہوا کہ وہ سوار ہو کر حضرت امام شافعیؒ کے مزار کی زیارت

کے لئے گیا ہوا ہے۔ اس وقت صلاح الدین اور عزالدین فرد ک موجود تھے۔ وہ اس کے ساتھ شیر کوہ کی ملاقات کے لئے گئے۔ راستے میں انھوں نے اسے گرفتار کر لیا اور فوراً شیر کوہ کو اس سے مطلع کیا۔ خلیفہ عاضد نے بھی فوراً یہ پیغام بھیجا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لہٰذا انھوں نے اس کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ عاضد نے اس کے گھروں کو لوٹنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عوام نے اس کے گھر لوٹ لئے۔

وزارت پر تقرر

اب شیر کوہ خلیفہ عاضد کے محل پر آیا تو خلیفہ نے اسے وزارت کا خلعت عطا کیا اور اس کا لقب الملک المنصور امیر الجیوش (سپہ سالار) مقرر کیا۔ قصر خلافت میں قاضی فاضل بیسانی کے قلم سے ایک فرمان جاری ہوا جس میں خلیفہ کے دستخط سے یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

فاطمی خلیفہ کا فرمان

"یہ وہ فرمان ہے جو اس جیسے کسی وزیر کے لئے نہیں تحریر کیا گیا ہے اس لئے آپ اس منصب پر فائز رہیں جس کا اللہ تعالیٰ اور امیر المومنین آپ کو اہل سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے آپ پر حجت ہے کہ اس نے آپ کو صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی ہے (اس لئے) آپ امیر المومنین کے فرمان پر اپنی پوری طاقت کے ساتھ قائم رہیں آپ کو یہ فخر کرنا چاہیئے کہ آپ خاندانِ نبوت کی خدمت کر رہے ہیں اور یوں امیر المومنین نے اپنی کامرانی کے لئے ایک (صحیح) راستہ اختیار کر لیا ہے۔ تم اپنی قسموں کو مستحکم کرنے کے بعد انہیں نہ گنواؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

شیر کوہ کی حکومت مصر

پھر اسد الدین شیر کوہ، وزارت کے دفتر گیا جہاں شاور بیٹھتا تھا۔ وہاں بیٹھ کر وہ وزارت کے احکام نافذ کرنے لگا اور امور سلطنت انجام دینے لگا۔ اس نے فوج کو جاگیریں عطا کیں۔ اس نے امن و امان قائم کر کے اہل مصر کو اپنے شہر واپس آ کر اپنے گھروں میں آباد ہونے کی ہدایات بھیجیں۔ پھر اس نے سلطان نور الدین کو بھی تمام واقعات کی تفصیل لکھ کر بھیجی اور وہ اپنے کام انجام دینے لگا۔

شیر کوہ کو خراج تحسین

جب شیر کوہ، خلیفہ عاضد کے پاس گیا تو وہاں مصر کے سب سے بڑے استاذ جوہر المحفی نے اس کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے یوں کہا۔ "ہمارے آقا (خلیفہ عاضد) آپ کے بارے میں یہ فرماتے ہیں۔ "جب سے آپ آئے ہیں اس وقت سے ہم آپ کے منصب اور مقام کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اس واقعہ کا آپ کو بھی علم

ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو ہمارے دشمنوں پر غالب آنے کے لئے برقرار رکھا ہے۔"

اس پر اسدالدین شیر کوہ نے خیر خواہی اور سلطنت سے وفاداری کا حلف اٹھایا پھر استاذ موصوف نے خلیفہ عاضد کی طرف سے یہ کہا: "آپ تمام اختیارات آپ کے ہاتھ میں ہیں"۔

مشیر خاص کا عہدہ

اس کے بعد شیر کوہ کو اذ سر نو خلعت عطا کیا گیا۔ شیر کوہ نے عبدالقوی کو اپنا ہم نشین اور مشیر مقرر کیا جو مصر کے قاضی القضاۃ اور (فاطمی تحریک کے) سب سے بڑے مبلغ (داعی الدعاۃ) تھے۔ شیر کوہ نے ان کو بہت پسند کیا اور اپنا مشیر خاص بنا لیا۔

شاور کا فرزند کامل اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ محل میں پناہ گزین ہو گیا۔ شیر کوہ نے اس پر اظہار افسوس کیا۔ کیونکہ اس نے اپنے والد کو (بری حرکات سے) روکنے کی کوشش کی تھی۔

شیر کوہ کی وفات

اسدالدین شیر کوہ ۵۶۴ھ میں ماہ جمادی الآخرہ میں فوت ہو گیا وہ صرف دو مہینے وزیر رہا۔ وفات کے قریب اس نے اپنے ساتھی بہاء الدین قراقوش کو یہ وصیت کی: "خدا کا شکر ہے کہ ہم اس ملک میں اپنے مقاصد اور ارادوں میں کامیاب ہوئے۔ اور یہاں کے باشندے ہم سے خوش ہیں۔ اس لئے تم قاہرہ کی فصیل سے باہر نہ نکلو اور بحری بیڑے کے انتظام میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔"

زنگی کے امراء میں اختلاف

جب شیر کوہ فوت ہو گیا تو وہ امراء اور حکام جو اس کے ساتھ آئے تھے اس کے بجائے وزیر بننے کی کوشش کرنے لگے۔ ان امیدواروں میں یہ امراء شامل تھے:۔

(۱) عزالدولہ الیاروقی (۲) شرف الدین المشطوب الہکاری (۳) قطب الدین نبال بن حسان المنبجی (۴) شہاب الدین الحارمی (یہ صلاح الدین کے ماموں تھے)۔ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرنے لگا۔

جوہر کا مشورہ

قصر شاہی کے افراد اور سلطنت کے خاص ارکان نے اس بارے میں مشورہ کیا تو استاذ جوہر نے یہ مشورہ دیا کہ وزارت کا عہدہ خالی رکھا جائے اور غز قوم کی فوج میں سے تین ہزار سپاہیوں کا انتخاب کر کے ان کا سپہ سالار قراقوش کو

بنا دیا جائے اور انھیں مشرقی علاقے میں جاگیریں دی جائیں۔ چنانچہ یہ فوج وہاں رہ کر فرنگیوں کے حملوں کی مدافعت کرے گی۔ اس طرح کوئی شخص خلیفہ پر حاوی اور غالب نہیں ہوگا بلکہ وہ خلیفہ اور عوام کے درمیان رابطہ اور واسطہ کا کام کرے گا۔

صلاح الدین پر اتفاق

دوسرے لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ صلاح الدین کو اپنے چچا کا قائم مقام بنایا جائے۔ سب لوگوں نے اس کی تائید کی اور قاضی القضاۃ نے بھی جھجک اور تامل کے ساتھ صلاح الدین کی حمایت کی۔ اس کی وجہ محض اس کی نوعمری تھی، ورنہ اس میں خود مختاری کا وہ رجحان نہیں پایا جاتا تھا جو اس کے دوسرے ساتھیوں میں موجود تھا۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اس کی حکومت میں لوگوں کو خیال و رائے کی آزادی حاصل ہوگی۔

صلاح الدین کی وزارت

لہذا (خلیفہ نے) اس کو بلوا کر وزارت کا خلعت پہنایا اور اس کا لقب الملک الناصر رکھا۔ اس تقرر پر صلاح الدین کے دوسرے ساتھی اس کے مخالف ہوگئے اور انھوں نے اس کی اطاعت قبول نہیں کی تاہم عیسیٰ الہکاری اس کا زبردست حامی رہا اور آخر کار اس نے اس کے ساتھیوں کو اس کا طرفدار بنا لیا۔ البتہ الیاروقی مخالفت کرتا رہا اور وہ سلطان نورالدین کے پاس شام پہنچ گیا۔

صلاح الدین کی مقبولیت

اس کے بعد سلطان صلاح الدین کے قدم مصر میں جم گئے اور وہ مصر میں سلطان نورالدین کا نائب تھا۔ اور سلطان نورالدین بھی خط و کتابت میں اسے امیر اسفہسالار لکھا کرتا تھا اور مصر کے تمام امراء کے ساتھ ساتھ اس سے یکساں مخاطب ہوتا تھا۔

یوں سلطان صلاح الدین اس قدر خوش اسلوبی کے ساتھ مصر کی سلطنت کا انتظام کرتا رہا کہ عوام اس سے مطمئن ہوگئے۔ وہ کھلے دل سے ان پر بخشش کرتا تھا تا آنکہ اس نے رعایا کے دلوں کو اپنا غلام بنا لیا۔ یوں خلیفہ عاضد کا اثر کم ہوتا گیا۔ اس نے سلطان نورالدین سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے بھائیوں اور اس کے اہل و عیال کو مصر بھجوا دے۔ چنانچہ سلطان نے انھیں شام سے وہاں بھیج دیا۔ اس طرح اس کے تمام کام درست ہوگئے اور وہ روز افزوں ترقی کرتا رہا۔

موتمن الخلافت کی سازشیں

خلیفہ عاضد کے محل میں ایک خصی حاکم تھا جو داروغہ محل تھا وہ موتمن الخلافت کے لقب سے موسوم تھا

جب ارکان سلطنت نے صلاح الدین کی وزارت کو تسلیم کر لیا تو اس نے کچھ لوگوں کے ساتھ سازش کی اور فرنگیوں سے خفیہ خط و کتابت کر کے انھیں (حملہ کرنے کے لئے) بلوایا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب صلاح الدین ان کے مقابلے کے لئے نکلے تو وہ پیچھے سے حملہ کر دے اور پھر اس کا تعاقب کریں، ایسی صورت میں فرنگی اس پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیں گے۔

سازش کا انکشاف

اس (سازشی) جماعت نے ایک خط ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ بھیجا۔ اس نے اس خط کو اپنے جوتوں میں رکھ لیا۔ راستے میں ایک ترکمانی شخص ملا۔ اس نے نئے جوتے دیکھ کر وہ اس سے چھین لئے۔ کچھ لوگوں کو نئے جوتوں پر شک و شبہ ہوا تو وہ اسے صلاح الدین کے پاس لائے۔ اس نے انھیں پھاڑا تو اندر سے (وہ خفیہ خط) نکلا۔ جو اس نے پڑھ لیا۔ جب اس خط کے کاتب کو بلوایا گیا تو اس نے اصل حقیقت سے مطلع کیا۔ صلاح الدین نے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور موقع کا منتظر رہا۔ چنانچہ موتمن الخلافت سیر و تفریح کے لئے اپنے کسی گاؤں کو روانہ ہوا تو صلاح الدین نے اس کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا جو اس کا سر کاٹ کر لے آیا۔

قراقوش کا تقرر

صلاح الدین نے اب محل کے (سیاہ) خصیوں سے محل کی حکومت و انتظام چھین لیا اور اس پر بہاء الدین قراقوش کو جو اس کے خدام میں سے سفید فام خصی تھا، حاکم مقرر کیا اور محل کے انتظامات اس کے سپرد کئے۔

سیاہ فام افراد کی بغاوت

مصر کے سیاہ فام افراد موتمن الخلافۃ کے (قتل) پر بہت ناراض ہوئے۔ چنانچہ پانچ ہزار سیاہ فام سلطان صلاح الدین سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اس سال کے ماہ ذوالقعدہ میں اس کے محل کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ سلطان نے ان کے مرکزی مقام منصورہ میں آگ لگوا دی جہاں ان کے اہل و عیال موجود تھے۔ انھوں نے جب یہ خبر سنی تو وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مگر گلیوں میں بھی ان پر تلواروں سے حملہ کیا گیا۔

بغاوت کا خاتمہ

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ دریا کو عبور کر کے جیزہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ مگر سلطان صلاح الدین

کا بھائی شمس الدولہ لشکر لے کر وہاں بھی پہنچ گیا اور انھیں تباہ و برباد کر دیا۔

فرنگیوں کی جنگی تیاری

(صلیبی) فرنگیوں کو صلاح الدین کے حاکم بننے پر بڑا افسوس ہوا۔ وہ اس بات پر بہت پشیمان تھے کہ وہ اسے اور اس کے چچا کو مصر جانے سے نہ روک سکے۔ اب انھیں مصر پر سلطان نورالدین کے تسلّط کی وجہ سے اپنی ہلاکت کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اُنھوں نے راہبوں اور پادریوں کو عیسائی ممالک میں بھیجا تاکہ وہ انھیں دعوت دیں کہ وہ بیت المقدس کی حفاظت کریں۔ اُنھوں نے صقلیہ (سسلی) اور اندلس (ہسپانیہ) کے فرنگیوں سے بھی خط و کتابت کی تاکہ وہ بھی امدادی فوج بھیجیں۔ چنانچہ یہ سب ان کی امداد کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور (ان سب ممالک کے رضاکار) ۵۶۵ھ میں شام کے ساحلی علاقے میں اکٹھے ہو گئے۔ وہ ایک ہزار بحری بیڑوں میں سوار تھے اور یہ سب فرنگی دمیاط کی طرف بھیجے گئے تھے تاکہ وہ اسے فتح کر کے مصر کے قریب پہنچ جائیں۔

حملہ کا مقابلہ

سلطان صلاح الدین نے دمیاط کا حاکم شمس الخواص منکبرس کو مقرر کیا تھا۔ اس نے ان کی آمد سے اسے مطلع کیا تو سلطان نے بہاء الدین قراقوش کو (فوج دے کر) بھیجا اور غز قوم کے امراء کو حکم دیا کہ وہ خشکی کے راستے سے پیش قدمی کریں۔ اس نے کشتیوں میں ہتھیار اور سامان خوراک اچھی طرح مہیا کر دیا تھا۔

سلطان صلاح الدین نے نورالدین سے بھی امدادی فوج طلب کی۔ اس نے یہ بھی تحریر کیا کہ مصر کے ارکان سلطنت کی شورش کے اندیشے کی وجہ سے وہ خود وہاں نہیں جا سکتا۔

فرنگی شہروں کی تباہی

لہٰذا سلطان نورالدین زنگی نے امدادی فوج بھیجی اور بذاتِ خود بھی ایک لشکر لے کر روانہ ہوا۔ مگر فرنگی فوجوں کے راستے کے برخلاف وہ لشکر لے کر سواحل شام پر ان کے شہروں پر حملہ آور ہوا اور انھیں تباہ و برباد کر دیا۔

دمیاط کا محاصرہ

جب فرنگی فوجیں دمیاط کا محاصرہ کر رہی تھیں تو انھیں (اس تباہی کی) خبر ملی۔ اس وقت وہ دمیاط کے شہروں کو فتح نہیں کر سکے تھے اور اس عرصے میں ان کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے۔ اس لئے پچاس دن کے بعد اُنھوں نے محاصرہ اُٹھا لیا۔ جب سواحل شام کے فرنگی اپنے شہروں کو واپس گئے تو

اُنھوں نے دیکھا کہ ان کے شہر ویران پڑے ہیں۔

نورالدین زنگی کی امداد

دمیاط کے معرکہ میں سلطان نورالدین نے جو امدادی فوج سلطان صلاح الدین کے لئے بھیجی تھی۔ اس کے ساتھ کپڑوں اور اسلحہ کے علاوہ دس لاکھ دینار بھی ارسال کئے تھے۔

نجم الدین کی روانگی مصر

سلطان صلاح الدین نے اس سال کے درمیانی حصے میں سلطان نورالدین سے درخواست کی کہ وہ اس کے والد محترم نجم الدین ایوب کو اس کے پاس بھجوا دے۔ لہذا سلطان نورالدین نے ایک لشکر کے ساتھ انھیں روانہ کیا اس کے ساتھ تاجروں کی ایک جماعت بھی روانہ ہوئی۔ سلطان نورالدین کو راستے میں الکرک کے فرنگیوں کے حملہ کا اندیشہ تھا۔ اس لئے وہ خود الکرک تک گیا اور ان کا محاصرہ کر لیا۔

نجم الدین ایوب کا استقبال

دوسری فرنگی فوجیں بھی اس سلسلے میں اکٹھی ہو گئی تھیں لہذا سلطان نے ان کے مقابلہ کا قصد کیا مگر وہ بھاگ گئیں اور سلطان ان کے شہروں کے درمیان سے گذر کر عشیرا کے مقام تک گیا۔ پھر نجم الدین ایوب (بخیر و عافیت) مصر پہنچ گئے۔ اور خود خلیفہ عاضد سوار ہو کر ان کے استقبال اور ملاقات کے لئے پہنچا۔

فتح ایلہ

سلطان صلاح الدین ۵۶۶ھ میں فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور عسقلان اور رملہ کے علاقوں پر حملے کئے اور غزہ کو بھی تباہ کیا پھر اس کا مقابلہ فرنگیوں کے بادشاہ سے ہوا تو اسے بھی شکست دی۔ اس کے بعد سلطان مصر واپس آ گیا۔ یہاں آ کر سلطان نے کشتیاں بنوائیں اور انھیں الگ الگ کر کے اونٹوں پر لادا، اور جب وہ ایلہ کے مقام پر پہنچا تو ان کشتیوں کو جڑوا کر سمندر میں چلوایا اور یوں سلطان نے ایلہ کا بحری اور برّی دونوں راستوں سے محاصرہ کیا اور اسی سال کے ماہ ربیع الاوّل میں اسے فتح کر لیا۔ پھر سلطان مصر واپس آ گیا۔

قاضیوں کی معزولی

مصر آ کر سلطان صلاح الدین نے شیعہ قاضیوں کو معزول کیا اور ان کے بجائے شافعی مسلک کے قاضی مقرر کئے۔ یہی طریقہ اس نے تمام ملک میں جاری کیا۔

مفسدوں کی سرکوبی

پھر اس نے اپنے بھائی توران شاہ شمس الدولہ کو فوج دے کر مصر کے بالائی حصے کی طرف بھیجا تاکہ وہاں وہ ان عرب مفسدوں کی سرکوبی کرے جنھوں نے اس علاقے میں تباہی مچا رکھی تھی۔ چنانچہ اس کے حملوں کے ذریعے ان عربوں کے فتنہ و فساد کا انسداد کیا گیا۔

نورالدین کی ہدایت

اس اثنا میں سلطان نورالدین نے سلطان صلاح الدین کو یہ ہدایت بھیجی کہ مصر میں خلیفہ عاضد کے نام کا خطبہ بند کر کے عباسی خلیفہ المستضئ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ سلطان صلاح الدین نے بظاہر یہ معذرت پیش کی کہ اہل مصر، فاطمی خلفاء کی طرف مائل ہیں۔ مگر اندرونی طور پر صلاح الدین کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ (اس کے بعد) نورالدین اسے معزول نہ کر دے۔ بہرحال سلطان نورالدین نے اس کی یہ معذرت قبول نہیں کی۔ اس وقت سلطان صلاح الدین نے اس کی مخالفت نہیں کی مگر اس کی ہدایت پر عمل بھی نہیں کیا۔

عباسی خلیفہ کے نام پر خطبہ

اس عرصے میں صلاح الدین کے پاس ایک عجمی عالم آیا جو خیشانی کے نام سے موسوم تھا اور اس کا لقب الامیر العالم تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس معاملے میں پس و پیش کر رہے ہیں تو اس نے جمعہ کے دن خطیب سے پہلے کھڑے ہو کر منبر پر خلیفہ عباسی المستضئ کے لئے دعا مانگی۔ اس واقعہ کے بعد اگلے جمعہ کو سلطان صلاح الدین نے مصر کے خطیبوں کو حکم دیا کہ وہ خلیفہ العاضد کے نام کا خطبوں میں ذکر کرنا بند کر دیں بلکہ وہ خلیفہ عباسی المستضئ کا نام خطبوں میں (خلیفہ کی حیثیت سے) لیا کریں۔ چنانچہ ماہ محرم ۵۶۷ھ کے دوسرے جمعہ سے اس حکم پر عمل شروع ہو گیا۔

خلیفہ عاضد کی وفات

خلیفہ المستضئ اپنے والد المستنجد کی وفات کے بعد گذشتہ سال ماہ ربیع الاول میں خلیفہ ہوا تھا۔ اس کے نام کا خطبہ جب مصر میں پڑھا جانے لگا تو اس وقت خلیفہ عاضد بیمار تھا۔ اس لئے لوگوں نے اس کو اس خبر سے مطلع نہیں کیا۔ اس کے بعد اسی سال عاشورا (محرم) کے دن عاضد فوت ہو گیا تو صلاح الدین نے اس کی تعزیت اور ماتم کی رسوم ادا کیں۔ پھر اس نے اس کے محل پر قبضہ کر لیا اور اس کا منتظم بہاء الدین قراقوش کو بنایا۔

شاہی محل کے عجائبات

شاہی محل میں ایسے قیمتی ذخیرے تھے جو دنیا میں نایاب تھے۔ مثلاً یاقوت کا ایک بڑا ہار تھا جس کے ہر دانے کا وزن سترہ مثقال تھا۔ اسی طرح زمرد کا ایک ہار تھا جس کا طول، عرض میں چار انگشت تھا۔ اسی طرح ایک عجیب و غریب طبلہ قولنج تھا جس کی خاصیت یہ تھی کہ اگر اس طبلہ کو بجایا جائے تو اس کے بجانے سے قولنج کی بیماری دور ہو جاتی تھی یہ طبلہ جب محل میں ملا تو لوگوں نے اسے توڑ دیا۔ مگر جب اس کا فائدہ بتایا گیا تو توڑنے والوں کو اپنے فعل پر پشیمانی ہوئی۔ محل میں نفیس اور نادر کتب بھی بے شمار تھیں۔

لونڈی غلاموں کی تقسیم

سلطان صلاح الدین نے عاضد کے اہل و عیال کو محل کے چند کمروں میں منتقل کر کے ان پر نگران مقرر کر دئے تھے البتہ جو لونڈی غلام تھے انھیں محل سے نکال دیا۔ ان میں سے کچھ لونڈی غلاموں کو فروخت کر دیا گیا۔ کچھ کو (ساتھیوں میں) بخشش کے طور پر تقسیم کر دیا اور کچھ کو آزاد کر دیا۔

فاطمی خلیفہ عاضد کا کردار

خلیفہ عاضد جب بیمار ہوا تھا تو اس نے سلطان صلاح الدین کو بلوایا تھا مگر وہ نہیں گیا۔ اس نے اسے کسی مکر و فریب کی چال پر محمول کیا مگر جب وہ فوت ہو گیا تو اسے ندامت ہوئی کیونکہ سلطان اسے شریف الطبع، نرم دل اور نیک سیرت سمجھتا تھا۔

فاطمی سلطنت کا خاتمہ

جب خلیفہ المستضیٔ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی خبر بغداد میں پہنچی (اور فاطمی سلطنت کے خاتمہ کی اطلاع ملی) تو بغداد میں خوشخبری کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ سابقہ خلیفہ المقتفی کے خاص خادم صندل کے ہاتھوں سلطان نورالدین اور سلطان صلاح الدین کو خلعت بھیجے گئے۔ صندل سلطان نورالدین کے پاس پہنچا، وہاں سے مصر صلاح الدین اور مصر کے خطباء کے لئے خلعت بھیجے گئے اور سیاہ علم بھی بھیجے گئے۔

نورالدین سے ناچاقی

ہم سلطان نورالدین کے حالات میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ سلطان نورالدین سے سلطان صلاح الدین کی ناچاقی ہو گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین نے ۵۶۷ھ میں (صلیبی) فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کیا تھا اور الکرک کے قریب قلعہ شوبک کا محاصرہ کر لیا تھا اور انھوں نے

ہتھیار ڈال دئے تھے۔ جب اس کی خبر سلطان نورالدین کو ملی تو اس نے دوسری سمت سے فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا (اور اسے ملاقات کے لئے بلایا) سلطان صلاح الدین کو اس بارے میں شک و شبہ ہوا کہ اگر اس نے سلطان نورالدین سے ملاقات کر کے اظہار اطاعت کیا تو اس کے بعد وہ اسے کہیں معزول نہ کر دے۔ اس لئے وہ جلد مصر واپس چلا گیا۔ اس نے یہ معذرت کی کہ فاطمی امراء کی بغاوت کے بارے میں اسے اطلاع ملی تھی۔ اس لئے وہ جلد واپس چلا گیا۔

تعلقات کی بحالی

(سلطان نورالدین کو اس کی یہ حرکت ناگوار گذری) اور اس نے صلاح الدین کو معزول کرنے کی تیاری شروع کر دی سلطان صلاح الدین کو بھی اس کی اطلاع مل گئی تھی۔ اس لئے وہ اپنی جنگی مدافعت کے لئے تیار ہو گیا۔ اس کے والد نجم الدین ایوب نے اسے اس بات سے منع کیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ سلطان نورالدین سے نرم رویہ اختیار کر کے اس سے خط و کتابت کرے۔ کیونکہ اگر اسے مخالفانہ باتوں کی اطلاع ملے گی تو وہ (معزولی کے) ارادہ کو مستحکم کرے گا۔ لہذا سلطان صلاح الدین نے ایسا ہی کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نورالدین نے اس کے ساتھ مصالحت کر لی اور ان دونوں کے سابقہ تعلقات بحال ہو گئے اور دونوں بادشاہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دونوں مل کر الکرک کا محاصرہ کریں گے۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین نے ۵۶۸ھ میں اس مقصد کے لئے پیش قدمی کی۔ سلطان نورالدین نے بھی جنگی تیاری کے بعد دمشق سے کوچ کیا۔ جب وہ الکرک سے دو منزلوں کے فاصلے پر الرقیم کے مقام پر پہنچا اور سلطان صلاح الدین کو اس کی آمد کی خبر ملی تو دوبارہ اسے (اپنی معزولی کے بارے میں) شک و شبہ ہوا۔ اتنے میں اس کے والد نجم الدین ایوب کی بیماری کی خبر ملی تو وہ واپس چلا گیا۔ واپسی پر اس نے نورالدین الفقیہ الہکاری کو سلطان نورالدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے والد کی بیماری کی اطلاع دے کر (معذرت پیش کرے) اور بتائے کہ وہ (سلطان) اس وجہ سے واپس چلا گیا ہے۔ سلطان نورالدین نے اس کی یہ معذرت تسلیم کر لی اور وہ بھی دمشق واپس چلا گیا۔

نجم الدین ایوب کی وفات

جب سلطان صلاح الدین مصر چلا گیا تھا تو اس وقت اس کا والد نجم الدین ایوب سلطان نورالدین کے

پاس (عرصہ تک) دمشق ہی میں رہا۔ مگر جب سلطان صلاح الدین کی حکومت مصر میں مستحکم ہوگئی تو سلطان نورالدین نے ۵۶۵ھ میں اپنے لشکر کے ساتھ اسے مصر روانہ کیا اور خود لشکر لے کر الکرک کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا تاکہ فرنگی فوجیں اس کا راستہ نہ روک سکیں۔

جب نجم الدین مصر پہنچا تو سلطان عاضد نے شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔ پھر وہ مصر میں عزت و احترام کے ساتھ رہا۔ جب سلطان صلاح الدین ۵۶۸ھ میں دوسری مرتبہ سلطان نورالدین کا وعدہ پورا کرنے کے لئے الکرک کی طرف روانہ ہوا، تو نجم الدین مصر ہی میں مقیم رہا۔ اس زمانے میں وہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے باہر نکلا۔ اس وقت گھوڑے نے سرکشی اور اٹکھیلیاں کرتے ہوئے اسے گھوڑے سے گرا دیا اور وہ زخمی حالت میں گھر واپس آیا۔ چنانچہ وہ چند دنوں بیمار رہنے کے بعد اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں فوت ہوگیا۔

نجم الدین نہایت نیک سیرت، فیاض تھا۔ وہ علماء اور فقراء سے بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔

طرابلس الغرب میں ایوبی حکومت

قراقوش، تقی الدین عمر بن شاہ بن نجم الدین ایوب کا آزاد کردہ غلام تھا جو سلطان صلاح الدین کا بھتیجا تھا۔ ایک دفعہ اس کا آقا کسی وجہ سے اس پر غصے ہوا تو وہ ناراض ہو کر مغرب (شمالی افریقا) کی طرف چلا گیا اور طرابلس الغرب کے گرد و نواح میں جبل نفوسہ میں مقیم ہوگیا اور وہاں کے لوگوں کو اپنے آقاؤں (خاندان ایوبی) کی اطاعت کی دعوت دیتا رہا۔

مسعود ابن زمام کا اثر

ان پہاڑوں کی ایک وادی میں مسعود ابن زمام، جو بلط کے نام سے مشہور تھا، اپنے قبیلہ ریاح کے ساتھ، جو ہلال بن عامر کے عربوں سے متعلق تھے، مقیم تھا۔ اس نے سلطان عبدالمومن کی، جو موحدین کا بادشاہ اور مہدی کا جانشین تھا، اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ مغرب اور افریقیہ سے اپنے قبیلے کو لے کر اس دور افتادہ مقام میں رہنے لگا تھا۔

طرابلس الغرب کی فتح

قراقوش نے اسے اپنے آقاؤں کے ایوبی خاندان کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اس کی

دعوت قبول کر لی اور اپنے قبائل سمیت وہ قراقوش کے ساتھ طرابلس کی طرف روانہ ہوا قراقوش نے طرابلس الغرب کا محاصرہ کر لیا اور اس کے بعد اس نے اس شہر کو فتح کر لیا۔ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ یہاں کے محل میں رہنے لگا۔

دیگر فتوحات

پھر قراقوش اس کے پیچھے کے شہر قابس، توزر، نفطہ اور بلاد نفزادہ پر جو افریقیہ کے شہر تھے، قابض ہو گیا۔ اس طرح اس نے بہت مال و دولت جمع کر لی اور اس کا ذخیرہ شہر قابس میں رکھا۔ یہ شہر ان عرب قبائل کے حملوں کی وجہ سے ویران ہو گئے تھے۔ کیونکہ یہاں کے باشندے اپنے شہروں کی مدافعت نہیں کر سکے تھے۔

ابن غانیہ کے ساتھ تعاون

اب قراقوش کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ اب افریقیہ کے پورے علاقے کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگا۔ اس نے یحییٰ بن غانم ملثونی سے تعلقات قائم کر لئے، جو اس علاقے کی سابق سلطنت کا ایک باغی امیر تھا۔ چنانچہ ان دونوں کے اشتراک عمل کے کارنامے موحدین کی سلطنت میں قابل ذکر ہیں۔ مگر آخرکار ابن غانیہ قراقوش کے مفتوحہ علاقوں پر مسلط ہو گیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا، جیسا کہ موحدین کی سلطنت کے حالات میں مذکور ہے۔

نوبہ کے قلعہ کی تسخیر

سلطان صلاح الدین اور ان کا خاندان، نورالدین سے بہت بدگمان تھا۔ انھیں اس پر پورا اعتماد نہیں تھا، اس لئے ان کی یہ کوشش تھی کہ وہ مصر کے دور کے علاقوں کو فتح کریں تاکہ اگر ان پر کوئی مصیبت نازل ہو یا وہ مصر پر حملہ کرے تو وہ دوسرے مفتوحہ علاقوں میں چلے جائیں۔

اسی مقصد کے پیش نظر انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ نوبہ کے علاقہ کو یا یمن کو فتح کریں۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدولہ توران شاہ ابن ایوب نے نوبہ کی طرف پیش قدمی کی اور ۵۶۸ھ میں وہ لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک سرحدی قلعہ کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ مگر جب اس نے اس علاقہ کا دورہ کیا تو اسے وہاں آمدنی کے ذرائع نہیں ملے اور نہ وہاں لگان اور مالیہ کے وصول ہونے کا امکان تھا۔ کیونکہ وہاں کے باشندوں کی غذا صرف باجرہ تھی اور وہ وہاں نہایت تنگ دستی میں گذارا کر رہے تھے اور ہر وقت وہاں فتنہ و فساد ہوتا رہتا تھا۔ اس لئے

اس نے اپنی سرحدی فتوحات پر اکتفا کیا (آگے نہیں بڑھا) اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو لے کر واپس آ گیا۔

یمن کی طرف فوج کشی

جب وہ مصر واپس آیا تو وہ وہاں تھوڑے عرصے رہا پھر سلطان صلاح الدین نے اسے یمن بھیج دیا۔ یمن پر ۵۵۴ھ میں علی بن مہدی خارجی غالب آ گیا تھا اور اب یہاں کا حاکم اس کا فرزند عبد النبی تھا اور اس کا پائے تخت زبید تھا۔ وہاں کے کچھ حصے پر یاسر بن بلال حکمران تھا جو سلاطین بنو الزریع کے خاندان سے تھا۔

عمارۃ الیمنی العبیدی جو مشہور شاعر اور بنو زریک (سابق وزیر مصر) کا مصاحب تھا ان کے امراء میں سے تھا۔ اس کا خاندان یمن سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ شمس الدولہ کا ملازم تھا اور اسے یمن فتح کرنے پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ لہٰذا شمس الدولہ نے جنگی تیاریاں مکمل کر کے اور فوجی خامیاں دور کرنے اور مال و عیال کا سامان فراہم کرنے کے بعد یمن کی طرف فوج کشی کی اور ۵۶۹ھ کے درمیانی عرصے میں مصر سے کوچ کیا۔ وہ مکہ معظمہ سے گزرتا ہوا زبید پہنچا۔ وہاں یمن کا حکمران عبد النبی بن علی بن مہدی تھا۔ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا اور جنگ کرتا رہا۔ مگر آخر میں اسے شکست ہوئی تو وہ شہر میں محصور ہو کر بیٹھ گیا۔ اب شمس الدولہ کے سپاہی اس کی فصیلوں پر چڑھ کر شہر میں گھس گئے اور شہر کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ انھوں نے حاکم شہر عبد النبی اور اس کی بیوی کو قید کر لیا۔ شمس الدولہ نے شیزر کے امراء میں سے مبارک بن کامل ابن منقذ کو زبید کا حاکم مقرر کیا جو اس کی فوج میں شریک تھا۔

عبد النبی کی گرفتاری

اس نے عبد النبی کو مبارک کے حوالے کیا تاکہ وہ اس کے قبضے سے مال و دولت نکال سکے۔ چنانچہ اس کے پاس سے بہت سے پوشیدہ خزانے ملے، جہاں بہت مال و دولت جمع تھی۔ اس کی بیوی نے بھی کچھ خزانوں کا پتہ بتایا۔ جہاں سے بہت مال و دولت برآمد ہوئی۔ پھر زبیدہ کی مساجد میں عباسی خلیفہ کی اطاعت کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

فتح عدن

وہاں سے شمس الدولہ توران شاہ عدن گیا جہاں کا حاکم یاسر بن بلال تھا۔ اس کے والد بلال بن جریر نے اپنے موالی بنو الزریع سے یہ سلطنت چھین لی تھی اور اس کے بعد اس کا فرزند یاسر حاکم ہوا۔ وہ مقابلہ کے لئے آیا مگر شمس الدولہ نے اسے شکست دی۔

اس کے لشکر نے شہر پر قبضہ کر لیا اور یاسر کو گرفتار کر کے شمس الدولہ کے پاس لائے۔ جب وہ عدن میں داخل ہوا تو (حاکم یمن) عبدالنبی بھی اس کے ساتھ اسیری کی حالت میں تھا۔ شمس الدولہ نے اس کے گرد و نواح کا علاقہ بھی فتح کر لیا اور پھر زبید واپس آ گیا۔

قلعوں کی تسخیر
پھر وہ کوہستانی قلعوں کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ چنانچہ اس نے سب سے مستحکم قلعہ تعبر، قلعہ تعکر، جند اور دیگر قلعے فتح کر لئے۔

یمن کے مرکز کی تبدیلی
اس نے عدن کا حاکم عزالدولہ عثمان بن زنجیلی کو مقرر کیا اور زبید کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ مگر یہ (مرکز) مضرِ صحت ثابت ہوا تو وہ طبیبوں کو لے کر کوہستانی علاقوں میں گھومتا رہا تاکہ وہ سکونت کے لئے عمدہ آب و ہوا کا مقام انتخاب کریں۔ اطباء نے تعز کا مقام پسند کیا تو اس نے وہاں ایک شہر تعمیر کرایا اور اسے اپنا صدر مقام اختیار کیا۔ پھر اس کی سلطنت اس کی اولاد اور اس کے موالی بنو رسول میں قائم رہی۔ جن کا حال ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

سازشیوں کا قلع قمع
مصر میں فاطمی گروہ کی ایک جماعت موجود تھی جن میں عمارہ بن ابوالحسن یمنی (جو مشہور شاعر تھا) عبدالصمد الکاتب، قاضی عویدس، ابن کامل، داعی الدعاۃ، فوج کے کچھ افراد اور شاہی محل کے ملازمین شامل تھے۔ انہوں نے یہ سازش کی کہ صقلیہ اور سواحل شام سے فرنگی فوجوں کو بلوایا جائے۔ انھوں نے انھیں مصر بلوانے میں مال و دولت بھی صرف کی (ان کا منصوبہ یہ تھا کہ) اگر سلطان صلاح الدین خود فوج لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے گا تو یہ لوگ قاہرہ میں بغاوت برپا کر دیں گے اور اگر وہ خود قاہرہ میں مقیم رہے اور فرنگیوں کے مقابلے کے لئے اپنی فوج بھیجے تو وہ اسے تنہا پا کر اسے گرفتار کر لیں گے۔ اس سازش میں ان کے ساتھ سلطان صلاح الدین کے اُمراء کی ایک جماعت بھی شریک ہو گئی تھی۔ انھوں نے یمن میں اس کے بھائی توران شاہ کی موجودگی کو غنیمت جانا (اور موقع کو مناسب سمجھا) انھیں اپنے اس منصوبے کی کامیابی پر اس قدر اعتماد تھا کہ اُنھوں نے آپس میں سلطنت کے عہدے بھی تقسیم کر لئے تھے اور وزارت کے عہدے کے لئے بنو زریک اور بنو شاور کا مقابلہ ہو رہا تھا۔

مخبروں کی اطلاع
علی ابن نجی الواعظ بھی اس سازش میں شریک تھا۔ اس نے صلاح الدین کو اس سازش سے مطلع کیا۔ صلاح الدین نے فرنگیوں

کے علاقے میں بھی اپنے جاسوس بھیج دئے تھے جو ان کے قاصد کی نگرانی کر رہے تھے۔ جب اُنھوں نے صحیح واقعات بتلائے تو صلاح الدین نے انھیں گرفتار کر لیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ علی بن نجی نے ان کی (سازش کی) اطلاع قاضی کو دی اور اس نے یہ اطلاع سلطان صلاح الدین کو پہنچائی۔ گرفتاری کے بعد سلطان نے حکم دیا کہ انھیں سولی پر چڑھا دیا جائے۔

عمارہ شاعر، قاضی کے گھر کے پاس سے گذرا تو اس نے قاضی سے ملاقات کرنی چاہی تو ملاقات نہیں ہو سکی۔ اس موقع پر اس نے یہ مشہور شعر پڑھا (جس کا ترجمہ یہ ہے):

"عبدالرحیم پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اس کا صحیح سالم رہنا عجیب بات ہے۔"

پھر سب سازشیوں کو سولی پر چڑھا گیا اور اعلان کیا گیا کہ فاطمی فرقہ کے تمام افراد کو مصر سے نکال کر بالائی حصے (صعید) میں بھیج دیا جائے۔ سلطان عاضد کی اولاد کا بھی محل میں محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ اس کارروائی کے بعد فرنگی فوجیں صقلیہ سے اسکندریہ آئیں۔

مصر پر فرنگیوں کا حملہ

جب فاطمی گروہ کے قاصد صقلیہ کے فرنگیوں کے پاس پہنچے تو وہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور انھوں نے جنگجو سپاہیوں کے دو سو بحری بیڑے روانہ کئے جن میں پچاس ہزار پیادے اور پانچ سو سوار تھے۔ ان میں تیس گاڑیاں گھوڑوں کی تھیں اور چھ گاڑیاں سامان جنگ کی تھیں اور چالیس گاڑیاں کھانے پینے کے سامان کی تھیں۔ ان کی قیادت حاکم صقلیہ کا چچا زاد بھائی کر رہا تھا۔ وہ اسکندریہ کے ساحل پر ۵۷۰ھ میں پہنچے۔ شہر والے فصیلوں پر چڑھ کر ان کا مقابلہ کرنے لگے تو انھوں نے فصیلوں پر آلاتِ حرب نصب کر دئے۔

فرنگیوں کو شکست

اس جنگ کی خبر جب سلطان صلاح الدین کو ملی تو ہر طرف سے سپہ سالار اسکندریہ پہنچے۔ یہ سب تیسرے دن نکلے اور فرنگیوں سے جنگ کرتے رہے اور ان پر غالب رہے۔ دن کے آخری حصہ میں ان فوجوں کو یہ خوشخبری ملی کہ سلطان صلاح الدین وہاں آ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ جنگ کا فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور رات کا اندھیرا چھا جانے پر اُنھوں نے فرنگیوں کے خیموں پر جو ساحل بحر پر نصب تھے، حملہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ فرنگی فوجیں بھاگ کر کشتیوں پر سوار ہو گئیں جس کا انجام

یہ ہوا کہ کافی افراد مارے گئے اور کچھ ڈوب گئے۔ فرنگی فوجوں کی بہت تھوڑی تعداد بچ سکی۔ ان میں سے تقریباً تین سو افراد نے رات کے وقت ایک ٹیلے کی چوٹی پر پناہ لی مگر جب وہ صبح کے وقت وہاں سے اُترے تو ایک جماعت ماری گئی اور باقی گرفتار کر لئے گئے۔ آخر کار وہ اپنے بحری بیڑے واپس لے گئے۔

کنز الدولہ کی بغاوت

اسوان کے علاقے میں عربوں کا ایک سردار تھا جس کا لقب کنز الدولہ تھا۔ وہ مصر میں فاطمی فرقہ کا حامی تھا۔ اس بارے میں اس کے کارنامے مشہور تھے۔ جب سلطان صلاح الدین مصر کا حاکم ہوا تو اس نے اپنے امراء کے درمیان مصر کے بالائی حصہ کو تقسیم کر دیا تھا۔ چنانچہ انہی امراء میں سے ابو الہیجاء السمین کے بھائی کو وہ علاقہ ملا جہاں کنز الدولہ رہتا تھا۔ ۵۷۰ھ میں کنز الدولہ نے بغاوت کا اعلان کیا۔ عرب اور حبشی اس کے ساتھ ہو گئے اور انھوں نے ابو الہیجاء السمین کے بھائی کے علاقے میں گھس کر اسے قتل کر دیا۔ ابو الہیجاء سلطان صلاح الدین کا بڑا حاکم تھا۔ اس لئے سلطان نے کنز الدولہ سے جنگ کرنے کے لئے اسے بھیجا۔ اس کے ساتھ دیگر سپہ سالاروں اور ایک بڑے لشکر کو بھی روانہ کیا۔ چنانچہ وہ سب اسوان روانہ ہوئے۔

بغاوت کی سرکوبی

یہ فوج صدر مقام کے قریب آئی تو فوج نے باغیوں کی ایک جماعت کا محاصرہ کر لیا اور انھیں شکست دے کر ان کا صفایا کر دیا۔ پھر یہ فوج کنز الدولہ کی طرف بڑھی اور اس سے جنگ کر کے اسے شکست دی۔ کنز الدولہ مارا گیا اور اس کے ساتھیوں کا صفایا کر دیا گیا۔ اس کے بعد اسوان اور مصر کے بالائی حصہ صعید میں امن و امان قائم ہو گیا۔

نور الدین زنگی کی وفات

سلطان صلاح الدین مصر میں سلطان نور الدین زنگی کے ماتحت حکومت کرتا تھا۔ سلطان نور الدین ۵۶۹ھ میں فوت ہو گیا تو اس کا فرزند صالح اسماعیل، شمس الدین محمد بن عبد الملک المقدم کی زیر نگرانی سلطان مقرر ہوا۔ سلطان صلاح الدین نے اس کی اطاعت قبول کی مگر اس بات پر اظہار ملامت کیا کہ اس سے اس بارے میں مشورہ نہیں لیا گیا۔

الجزیرہ پر غازی کا تسلط

اس کے بعد حاکم موصل غازی بن قطب الدین نے نور الدین کے مقبوضہ الجزیرہ کے علاقوں میں سے نصیبین، خابور،

حران، رُہا اور رقہ پر حملہ کر کے انھیں فتح کر لیا۔ (جب صلاح الدین کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو) تو اس نے (نورالدین کی حکومت سے) سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ انھوں نے اسے اس کی اطلاع نہیں دی ورنہ وہ ان علاقوں کی مدافعت کرتا۔

حلب کی خود مختاری

سلطان نورالدین نے سعدالدین کمشتگین کو قلعۂ موصل کا حاکم بنایا تھا۔ اور سیف الدین غازی کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے امور سلطنت میں اس سے مشورہ لیا کرے۔ جب نورالدین کی وفات ہوئی تو وہ حلب چلا گیا اور وہاں وہ شمس الدین علی بن الدایہ کے پاس رہنے لگا۔ جو نورالدین کی وفات کے بعد وہاں کا خود مختار حاکم ہو گیا تھا۔ ابن الدایہ نے اسے ایک لشکر کے ساتھ دمشق بھیجا تاکہ وہ سیف الدین غازی کا مقابلہ کرانے کے لئے ملک صالح کو حلب لے کر آئے۔ وہاں کے ارکان سلطنت نے پہلے اس کی اس تجویز کو ناپسند کیا اور اسے نکال دیا۔ مگر (غور و فکر کے بعد) وہ اس تجویز کے حامی ہو گئے اور کمشتگین کو بلا بھیجا۔ چنانچہ وہ ملک صالح کو لے کر حلب آ گیا۔ حلب میں داخل ہوتے ہی اس نے ابن الدایہ اور حلب کے ارکان سلطنت کو گرفتار کر لیا اور ملک صالح کی زیر نگرانی وہ وہاں کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔ اس کے اس اقدام سے دمشق کے امراء خوفزدہ ہو گئے اور اُنھوں نے سیف الدین غازی کو پیغام بھیجا کہ وہ اس شہر کو فتح کر لے۔ غازی نے اس (پیغام) کو اپنے چچازاد بھائی کی طرف سے سیاسی فریب پر محمول کیا اور اس تجویز پر عمل نہیں کیا بلکہ مقبوضہ شہروں کے بارے میں اس نے اپنے چچازاد بھائی سے مصالحت کر لی۔

فتح دمشق

اس کے بعد امرائے دمشق نے یہی تجویز سلطان صلاح الدین کو بھیجی۔ اس تجویز کا سب سے بڑا ذمہ دار شخص ابن المقدم تھا۔ سلطان صلاح الدین نے (اس پیغام پر فوری کارروائی کی اور) بہت جلد شام کی طرف پیش قدمی کر کے بصریٰ کو فتح کر لیا۔ پھر وہ دمشق کی طرف روانہ ہوا، اور ماہ ربیع الاول کے آخر میں سنہ ۵۷۰ھ میں سلطان صلاح الدین، دمشق میں (فاتحانہ) داخل ہوا۔ وہاں وہ اپنے والد کے گھر میں مقیم ہوا۔ جو عقیقی کے نام سے مشہور تھا۔ سلطان نے قاضی کمال الدین ابن شہر زوری کے ذریعے قلعۂ دمشق کے حاکم ریحان الخادم کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ملک صالح کا مطیع و فرمانبردار ہے اور وہ صرف اس کی مدد کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس پر ریحان نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ لہٰذا اس نے دمشق پر اپنا جانشین حاکم اپنے بھائی سیف الاسلام طغرکین

کو مقرر کیا اور خود حمص کی طرف روانہ ہو گیا۔

فتح حمص

وہاں پر امیر مسعود زعفرانی کی طرف سے ایک حاکم مقرر تھا کیونکہ یہ شہر اس کی عملداری میں شامل تھا۔ سلطان نے جنگ کر کے شہر کو فتح کر لیا اور قلعہ پر جنگ کے لئے لشکر چھوڑ گیا اور وہاں سے حماۃ کی طرف روانہ ہوا۔ (وہاں بھی) سلطان نے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ ملک صالح کا وفادار ہے اور وہ اس لئے جنگ کر رہا ہے کہ وہ ملک صالح کے الجوبڑہ میں چھینے ہوئے علاقوں کو واپس حاصل کرے۔ اس نے یہ پیغام قلعہ کے حاکم جرویک کو بھیجا اور اسے اپنا جانشین بنا لیا۔

محاصرۂ حلب

سلطان صلاح الدین، ملک صالح کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اتحاد قائم کرے اور دایہ کی اولاد کو رہا کرائے۔ اس نے حماۃ کے قلعہ پر اس کے بھائی کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ جب وہ حلب پہنچا تو کمشتکین خادم نے اسے قید کر لیا۔ جب یہ خبر قلعہ حماۃ میں اس کے بھائی کو ملی تو اس نے قلعہ سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دیا۔ وہ حلب کی طرف روانہ ہوا، اور جمادی الآخرہ کی تین تاریخ کو حلب کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے باشندوں نے ملک صالح کی حمایت میں بہت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔

فرنگی حاکم کی رہائی

حلب میں اس سے پہلے طرابلس کا فرنگی حاکم سمند مقید تھا۔ اسے سلطان نور الدین نے حادم کی جنگ میں ۵۵۹ھ میں گرفتار کیا تھا کمشتکین نے اس سے مال وصول کر کے اپنے شہر کے قیدیوں کے تبادلہ پر اسے رہا کر دیا تھا۔ اسی سال کے آغاز میں نور الدین فوت ہو گیا تھا اور ایک مجذومی فرزند چھوڑا تھا جس کی کفالت سمند نے کی تھی اور ان کے علاقوں پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

قلعۂ حمص کی تسخیر

جب سلطان صلاح الدین نے حلب کا محاصرہ کیا تو کمشتکین نے سمند (فرنگی حاکم) سے مدد طلب کی تو اس نے حمص کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سلطان صلاح الدین نے حلب کا محاصرہ چھوڑ دیا اور اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب فرنگی فوجوں نے سلطان کی روانگی کی خبر سنی تو وہ حمص سے بھاگ گئے مگر سلطان خود وہاں ۱۰ رجب کو پہنچ گیا اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے اس سال کے ماہ شعبان کے آخر میں فتح کر لیا۔

فتح بعلبک

وہاں سے وہ بعلبک گیا۔ وہاں کا حاکم نور الدین کے زمانے سے یمن خادم تھا۔

اس شہر کا بھی محاصرہ کیا گیا، تا آنکہ اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسی سال کے ماہ رمضان کی چار تاریخ کو یہ شہر بھی فتح ہو گیا۔ یوں سلطان صلاح الدین کے قبضے میں شام کے شہر دمشق، حماۃ اور بعلبک آ گئے۔ ان شہروں کے فتح ہونے کے بعد ملک صالح نے اپنے چچازاد بھائی سیف الدین غازی حاکم موصل سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی عزالدین مسعود کے ہمراہ ایک لشکر بھیجا، اس کا سپہ سالار عزالدین زلفندار تھا۔ اس لشکر کے ساتھ مل کر حلب کی فوجیں سلطان صلاح الدین سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئیں۔

متحدہ فوجوں کی شکست

اس وقت سلطان صلاح الدین نے سیف الدین غازی کو یہ پیغام دیا کہ ''وہ حمص اور حماۃ کے علاقے ان کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہے۔ دمشق کو وہ ملک صالح کے نائب کی حیثیت سے اپنے پاس رکھے گا۔'' مگر اس نے اصرار کیا کہ تمام علاقے واپس کئے جائیں۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے ان کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج کشی کی اور ماہ رمضان المبارک کے آخر میں فریقین میں حماۃ کے گرد و نواح میں جنگ ہوئی۔ سلطان صلاح الدین نے انھیں شکست دی اور ان کا تمام سامان لوٹ لیا بلکہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے انھیں حلب کی طرف بھگا دیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور ملک صالح کے نام کا خطبہ بند کر دیا۔ آخر کار یہ لوگ مجبور ہوئے کہ وہ شام کے شہروں پر سلطان کا قبضہ تسلیم کر کے اس کے ساتھ صلح کر لیں۔ چنانچہ سلطان نے ان کے ساتھ صلح کر لی۔

ابن زعفران کی غداری

وہ حلب سے ۲۰ شوال کو روانہ ہوا اور حماۃ واپس آیا۔ وہاں فخر الدین مسعود بن الزعفرانی نورالدین کے امراء میں سے تھا۔ وہ حمص و حماۃ، سلمیہ، تل خالد اور رُہا کے علاوہ ماردین کا بھی حاکم تھا۔ جب سلطان نے اس کی عملداری پر قبضہ کر لیا تو وہ سلطان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ مگر جب اس کے ساتھ رہنے سے اس کی توقعات پوری نہیں ہوئیں تو وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔

مقبوضہ علاقوں پر حکام کا تقرر

جب سلطان صلاح الدین حلب کے محاصرہ کے بعد حماۃ آیا تو وہاں سے اس نے بعرص کی طرف کوچ کیا۔ اس کے حاکم نے ہتھیار ڈال دیئے تو یہ مقام بھی فتح ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان حماۃ واپس آ گیا اور اس پر اپنے ماموں شہاب الدین محمود کو مقرر کیا، اور حمص کا حاکم ناصر الدولہ

بن شیر کوہ کو مقرر کیا اور بعلبک کا حاکم شمس الدین ابن المقدم کو مقرر کیا اور دمشق کی حکومت عماد کو دی۔

صلاح الدین کی مزید فتوحات

جب سیف الدین غازی کے بھائی کے لشکر کو شکست ہوئی تو سیف الدین غازی حاکم موصل نے ۵۷۱ھ میں دوبارہ فوج کشی کی اور کیفا اور ماردین کے حکام کو بھی اپنے ساتھ ملا کر چھ ہزار سواروں کے ساتھ کوچ کیا۔ وہ اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں نصیبین پہنچا۔ وہاں اس نے موسم سرما گذارا۔ جب غازی کا لشکر زیادہ دیر تک وہاں رہنے سے تنگ آ گیا تو اس نے حلب کی طرف کوچ کیا۔ وہاں اس کے ساتھ ملک صالح کا لشکر کمشتکین خادم کی قیادت میں شامل ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین دمشق سے ان کے مقابلہ کے لیے پہنچا اور سلطان کے لشکر سے آنے سے پہلے جنگ چھیڑ دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غازی کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ لوگ بھاگ گئے، تاہم حلب تک ان کا تعاقب کیا گیا۔

آخر کار سیف الدین غازی شکست کھا کر موصل روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے بھائی عزالدین کو حلب میں چھوڑا۔ سلطان صلاح الدین نے ان کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد مراغہ کی طرف پیش قدمی کی اور اسے فتح کر لیا۔ اس پر اپنا حاکم مقرر کرنے کے بعد وہ منبج کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان المنبجی تھا۔ سلطان اس کی عداوت کے بُرے نتائج کی وجہ سے اس سے سخت ناراض تھا، اس لیے وہ موصل بھاگ گیا تو سیف الدین غازی نے اسے شہر رقہ کا حاکم مقرر کیا۔

قلعہ عزاز کی تسخیر

پھر سلطان صلاح الدین نے قلعہ عزازہ کی طرف کوچ کیا اور اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ کے آغاز میں اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ سخت محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا۔ آخر کار وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دئے تو سلطان نے اسی سال بقر عید کے دوسرے دن اس کو فتح کر لیا۔

سلطان پر حملہ

جب سلطان اس قلعہ کا محاصرہ کر رہا تھا تو ایک دن فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے جو مسلح تھا، سلطان پر حملہ کر دیا۔ سلطان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے قتل کر دیا اور اس سازش کی وجہ سے اس کے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا گیا۔

حلب کا محاصرہ

سلطان قلعہ عزار کی تسخیر کے بعد حلب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

ملک صالح حلب ہی میں تھا۔ اس لئے اہل شہر نے جاں نثاری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ پھر فریقین میں مصالحت کے لئے سفیروں کا تبادلہ ہوا۔ اس مصالحت کی گفتگو میں موصل، کیفا اور ماردین کے حکام بھی شریک ہوئے اور آخر کار ماہ محرم ۵۹۲ھ میں مصالحت ہو گئی۔ ملک صالح کی چھوٹی بہن سلطان صلاح الدین کے پاس آئی اور اس نے اپنے لئے قلعہ عزاز کا مطالبہ کیا تو سلطان صلاح الدین نے اسے یہ قلعہ بخش دیا اور پھر وہ دمشق واپس آ گیا۔

فرقۂ اسماعیلیہ کے شہروں پر حملے جب سلطان صلاح الدین نے حلب سے کوچ کیا تو اس نے فرقۂ اسماعیلیہ کے افراد کے حملے کی وجہ سے یہ ارادہ کیا کہ ان کی سرکوبی کی جائے۔ چنانچہ ماہ محرم ۵۹۲ھ میں اس نے اسماعیلیہ کے شہروں کا قصد کیا اور ان کا صفایا کر کے انھیں ویران کر دیا۔ اس نے قلعہ بامیان کا محاصرہ بھی کر لیا۔ اور اس کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کرادئے۔ یہ حالت دیکھ کر شام کے فرقۂ اسماعیلیہ کے سردار سنان نے سلطان صلاح الدین کے ماموں شہاب الدین حارمی کو حماۃ میں ایک پیغام بھیجا کہ وہ سلطان سے ان کی جان بخشی کی سفارش کرے۔ چنانچہ سلطان نے اپنے ماموں کی سفارش قبول کر لی اور وہاں سے اپنی فوجیں ہٹالیں۔

توران شاہ کا تقرر سلطان کے بھائی توران شاہ نے یمن کا علاقہ فتح کر لیا تھا اور وہاں کے شہروں پر مکمل تسلط اور حکومت قائم کرنے کے بعد وہ جب سلطان کے پاس واپس آیا تو سلطان نے اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا اور خود مصر روانہ ہوا کیونکہ اسے مصر چھوڑے ہوئے بہت عرصہ ہو گیا تھا۔ وہاں اس نے ابوالحسن ابن سنان بن عثمان بن محمد کو چھوڑا تھا۔

فصیل کی تعمیر جب سلطان مصر پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ قاہرہ کے چاروں طرف مستحکم فصیل قائم کی جائے اور اس قلعے کے چاروں طرف بھی فصیل قائم کی جائے جو پہاڑ پر تھا۔ اس فصیل کا دور (احاطہ) اُنتیس ہزار تین سو گز تھا۔ چنانچہ یہ کام سلطان صلاح الدین کی وفات تک مسلسل جاری رہا۔ اس فصیل کی تعمیر کا نگران اس کا آزاد کردہ غلام قراقوش تھا۔

فرنگیوں پر اچانک حملے فرنگیوں کی ایک جماعت نے حلب کے علاقے پر حملہ کیا۔ تو بعلبک کا حاکم شمس الدین محمد بن المقدم ان کے مقابلے

کے لئے گیا وہ ان پر حملہ کرنے کے لئے دلدلی علاقوں میں چھپ گیا تھا اور اچانک ان پر حملہ کر کے انھیں بہت نقصان پہنچایا اور اس نے دو سو فرنگی قیدی سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجے۔

اسی زمانے میں (سلطان کا بھائی) توران شاہ بن ایوب یمن سے واپس آیا تھا (اور دمشق کا حاکم ہو گیا تھا) اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگیوں کے ایک فوجی دستے نے دمشق کے علاقے پر حملہ کیا ہے تو فوراً اس نے کوچ کیا اور مروج کے مقام پر ان سے جنگ کی۔

توران شاہ کی شکست

مگر وہ ثابت قدم نہیں رہ سکا۔ چنانچہ فرنگیوں نے اسے شکست دی۔ اس جنگ میں دمشق کا ایک سپہ سالار سیف الدین ابوبکر بن السلار (فرنگیوں کے ہاتھوں) گرفتار ہوا۔ اس کے بعد فرنگیوں کی جرأت بڑھ گئی کہ وہ اس علاقے پر حملے کریں۔ مگر جب سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کے علاقے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اُنھوں نے صلح کی تجاویز پیش کر دیں۔ چنانچہ سلطان مصالحت کر لی۔

صلاح الدین کا عزم جہاد

سلطان صلاح الدین ماہ جمادی الاول ۵۷۳ھ میں فرنگیوں کے شہروں پر، جو شام کے ساحل پر تھے، حملہ کرنے کے لئے مصر سے روانہ ہوا۔ جب وہ عسقلان پہنچا تو اس نے اس کے تمام علاقے کا صفایا کر دیا مگر اسے فرنگیوں کا نام ونشان نہیں ملا۔ لہذا سلطان کی فوجیں ان کے شہروں میں گھس گئیں اور رملہ کی طرف پلٹیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ فرنگی لشکر اپنی فوجوں اور سورماؤں کے ساتھ ان کی طرف چلا آرہا ہے۔ اس وقت سلطان صلاح الدین کی فوجیں چھوٹے فوجی دستوں کی صورت میں اِدھر اُدھر منتشر ہو گئی تھیں (اور اس کے ساتھ مختصر فوج تھی)۔

دلیرانہ کارنامے

تاہم سلطان صلاح الدین اپنے محاذ پر ثابت قدم رہا اور گھمسان کا رن پڑا۔ اس وقت سلطان کے بھتیجے محمد نے سلطان کی حفاظت نہایت بہادری اور جاں نثاری سے کی۔ تقی الدین بن شاہ کا ایک فرزند جس کا نام احمد تھا ابھی اس کی مونچھیں نہیں نکلی تھیں تاہم وہ بڑا دلیر اور بہادر تھا، اس نے بھی اس جنگ میں نہایت دلیرانہ کارنامے انجام دے کر جام شہادت نوش کیا مسلمانوں کو مکمل شکست ہوئی۔ کچھ فرنگی سپاہیوں نے سلطان صلاح الدین کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر وہ مارے گئے اس جنگ میں فقیہ عیسیٰ ہکاری نے بھی جاں نثاری کے ساتھ مقابلہ کیا مگر بعد میں وہ گرفتار ہو گیا۔

مصر کی طرف واپسی

جب سلطان صلاح الدین (اس جنگ میں ناکام ہو گیا) لوٹا تو اس وقت رات ہو گئی تھی۔ وہ اپنی مختصر بچی کھچی فوج کے ساتھ جنگل میں مصر جانے کے لئے گھس گیا۔ راستے میں وہ پیاس اور دیگر تکالیف میں مبتلا رہا۔ آخر کار وہ قاہرہ ماہ جمادی الآخرہ کی پندرھویں تاریخ کو واپس پہنچا۔

سلطان صلاح الدین کا خط

مورخ ابن الاثیر رقم طراز ہے۔ "میں نے خود سلطان صلاح الدین کا ایک خط دیکھا ہے۔ اس نے اپنے بھائی توران شاہ کو دمشق بھیجا تھا۔ وہ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے (پہلے وہ دیوان حماسہ کے ایک شاعر کا شعر لکھتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے):-

"میں نے تمہیں اس وقت یاد کیا جب ہمارے درمیان نیزوں کی بوچھاڑ تھی
اور گندم گوں سیدھے نیزے ہم پر حملہ کر رہے تھے۔"

آگے چل کر سلطان تحریر کرتا ہے:

"ہم کئی مرتبہ ہلاکت اور تباہی کے کنارے تک پہنچ گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان خطرات سے بچایا۔ وہ ہم سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اور اسی کے حکم کے مطابق، میں ثابت قدم اور صحیح و سالم رہا۔"

سلطان صلاح الدین کے جو فوجی دستے فرنگیوں کے شہروں میں گھس گئے تھے ان میں سے بھی کچھ شہید ہو گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔ فقیہ عیسیٰ ہکاری کا واقعہ یہ تھا کہ جب وہ شکست کھا کر بھاگا تو اس کے ساتھ اس کا بھائی ظہیر اور اس کے دوسرے ساتھی تھے۔ یہ لوگ راستہ بھول گئے تو وہ گرفتار کر لئے گئے۔ بعد ازاں سلطان صلاح الدین نے فقیہ ہکاری کی رہائی کے لئے ساٹھ ہزار دینار کا زر فدیہ ادا کیا۔

حماۃ پر فرنگیوں کے حملے

جب سلطان صلاح الدین کو شکست ہوئی تھی تو اسی زمانے میں صلیبی فرنگیوں کا ایک سردار ساحل شام پہنچا۔ اس زمانے میں (سلطان کا بھائی) توران شاہ بن ایوب بھی اپنے مختصر لشکر کے ساتھ دمشق واپس آیا مگر ان حالات کے باوجود وہ عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نئے فرنگی سپہ سالار نے شام کی فرنگی فوجوں کو جمع کر کے انھیں خوب بخشش سے مالا مال کیا اور پھر ان کو لے کر شہر حماۃ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کا حاکم شہاب الدین محمود الحارمی تھا جو سلطان صلاح الدین کا

ماموں تھا اور اس وقت بیمار تھا۔ فرنگیوں نے سخت جنگ کی اور محاصرہ بھی سخت کر دیا تھا انھوں نے شہر کے ایک حصے پر حملہ کر کے اس پر قبضہ بھی کر لیا تھا۔ مگر مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کر کے انھیں اس علاقے سے نکال دیا اور شہر حماۃ میں انھیں گھسنے نہیں دیا۔ آخر کار چار دن کے کے بعد انھوں نے محاصرہ ختم کر دیا اور اب وہ شہر حارم کی طرف چلے گئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

جب فرنگی، شہر حماۃ سے رخصت ہوئے تھے تو اس وقت شہاب الدین حارمی فوت ہو گیا تھا۔ اس لئے فرنگیوں نے حارم کا محاصرہ جاری رکھا۔ انھیں اس بات سے بھی تقویت حاصل ہوئی کہ ملک صالح، حاکم حلب اور اس کے نگران سلطنت کمشتگین الخادم کے درمیان ناچاقی ہو گئی تھی۔ آخر کار فرنگیوں کو مال و دولت دے کر رخصت کیا گیا۔

فرنگیوں کی پسپائی

مگر وہ فرنگی فوجیں دوبارہ ۵۷۳ھ میں شہر حماۃ پر حملہ آور ہوئیں اور اس کے گرد و نواح میں تباہی مچائی اور وہاں کے علاقوں کا صفایا کر دیا۔ آخر کار شہر کی محافظ فوجیں مقابلہ کے لئے نکلیں اور انھوں نے فرنگی فوجوں کو شکست دے کر ان کا مقبوضہ دیہاتی علاقہ واپس لے لیا۔ انھوں نے (مقتولوں کے) سر اور قیدیوں کو سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجا جو شام سے پلٹتے ہوئے حمص کے باہر اس وقت موجود تھا۔ اس نے قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

بعلبک کی حکومت کے لئے جنگ

جب سلطان صلاح الدین نے بعلبک کا شہر فتح کیا تھا تو اس نے وہاں شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم کو اپنا جانشین حاکم مقرر کیا تھا۔ اسے دمشق کا شہر، سلطان کے حوالے کرنے کے معاوضہ میں اس شہر کا حاکم بنایا گیا تھا۔ مگر سلطان کا بھائی شمس الدین محمد جو اپنے بھائی کے زیر سایہ پرورش پا رہا تھا، اس شہر کی حکومت چاہتا تھا۔ اس نے بعلبک کا حاکم بننے کا مطالبہ پیش کر دیا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے ابن المقدم کو حکم دیا کہ وہ اس شہر کی حکومت اس کے بھائی کے حوالے کر دے مگر اس نے اس بات کو منظور نہیں کیا اور سلطان کو دمشق کے بارے میں اس کا معاہدہ یاد دلایا۔ اس کے بعد ابن المقدم بعلبک جا کر وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ آخر کار سلطان کا لشکر آیا تو اس نے مقابلہ کیا۔ جب انھوں نے طویل محاصرہ جاری رکھا تو اس نے سلطان صلاح الدین سے معاوضہ طلب کیا تو سلطان نے اس کے بدلے میں دوسرے شہر کی

حکومت دے دی۔ اس کے بعد سلطان کے بھائی شمس الدولہ نے جا کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔

مسلمانوں کی فتح

۵۷۴ھ میں فرنگیوں کا بادشاہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر روانہ ہوا اس نے دمشق کے علاقے پر حملہ کیا اور اس کا صفایا کر دیا۔ فرنگیوں نے وہاں خونریزی کی اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے فرخ شاہ کو لشکر دے کر بھیجا۔ اس نے ان کا تعاقب کیا اور ایک مقام پر انھیں اچانک گھیر لیا جبکہ وہ جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ بہت گھمسان کا رن پڑا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی اور فرنگیوں کے بہت سے سردار مارے گئے جن میں ہنفری بھی شامل تھا۔ اس کی بہادری ضرب المثل تھی۔

فرنگیوں کا مزید حملہ

پھر انطاکیہ اور لاذقیہ کے پرنس نے شیزر کے مقام پر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین بانیاس کے قریب مخاضتہ الاحزان کے ایک فرنگی قلعے کو تباہ کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی شہنشاہ کے فرزند تقی الدین عمر اور ناصر الدین محمد کو فوج دے کر حمص بھیجا، تاکہ وہ دشمن کے مقابلے میں شہر کی حفاظت کریں۔

مستحکم قلعہ کا محاصرہ

فرنگیوں نے بانیاس کے قریب حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے قریب ایک مستحکم قلعہ قائم کر لیا تھا اس مقام کا نام مخاضتہ الاحزان تھا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے دمشق سے ۵۷۵ھ میں بانیاس کی طرف فوج کشی کی، وہاں اس نے قیام کیا اور وہیں سے اس نے فوجی دستے فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے۔ پھر اس نے مذکورہ بالا قلعہ کی طرف پیش قدمی کی اور اس کی آزمائش کرنے کے لئے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ پھر وہاں سے وہ اپنے مرکزی فوجی کیمپ کی طرف واپس آیا اور فرنگی بستیوں پر غارت گری کرنے کے لئے اس نے فوجی دستے بھیجے۔ فرنگیوں کا بادشاہ اپنی فوجیں لے کر اس کے ایک دستے پر حملہ آور ہوا۔ انھوں نے سلطان صلاح الدین کو اس حملہ کی اطلاع بھیجی۔

فرنگی سرداروں کی گرفتاری

جب فریقین میں جنگ ہو رہی تھی تو سلطان بھی فوج لے کر پہنچا۔ اس نے فرنگیوں کو شکست دی اور انھیں تباہ کر دیا۔ فرنگیوں کا بادشاہ بمشکل شکست خوردہ فوج کے ساتھ بچ نکلا، البتہ رملہ اور نابلس کا

حاکم جو فرنگیوں کے بادشاہ کا ساتھی تھا، گرفتار ہوگیا۔ اس کا بھائی بھی جو جبیل و طبریہ کا حاکم تھا، گرفتار ہوگیا۔ فرنگیوں کے مددگار فرقہ فداویہ داساتاریہ کے سردار بھی گرفتار ہوگئے۔

رملہ کے حاکم نے جس کا نام ارتیرزان تھا، ڈیڑھ لاکھ دینار کا زر فدیہ دے کر اور مسلمانوں کے ایک ہزار قیدی رہا کر کے اپنے آپ کو آزاد کرایا۔

اس جنگ میں سلطان صلاح الدین کے بھتیجے عزالدین فرخ شاہ نے نہایت بہادرانہ کارنامے انجام دیئے۔

مستحکم قلعہ کی تسخیر

پھر سلطان صلاح الدین بانیاس واپس آگیا اور فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لئے بدستور فوجی دستے بھیجے اور خود اس قلعے کا محاصرہ کرنے کے لئے فوج لے کر روانہ ہوا۔ یہاں بہت زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر کار مسلمان اس کی فصیل پر چڑھ گئے اور اس کے ایک برج پر قبضہ کر لیا۔ فرنگیوں کی فوجی کمک طبریہ سے آنے والی تھی اور مسلمانوں کو ان کی آمد کا انتظار تھا اس لئے دوسرے دن انھوں نے فصیل میں نقب لگا کر وہاں آگ لگا دی جس سے فصیل گر گئی اور مسلمانوں نے قلعہ پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔

یہ فتح ماہ ربیع الاول کے آخر میں ۵۷۵ھ میں حاصل ہوئی۔ مسلمانوں نے قلعہ کے تمام افراد کو قید کر لیا۔ سلطان صلاح الدین نے حکم دیا کہ تمام قلعہ کو منہدم کر کے اسے زمین کے برابر کر دیا جائے۔ فرنگی امدادی فوجیں طبریہ کے مقام پر اکٹھی ہو گئی تھیں۔ جب انھیں شکست کی اطلاع ملی تو وہ منتشر ہو گئیں۔ یوں فرنگیوں کو زبردست شکست ہوئی۔

قلیج ارسلان سے جنگ

حلب کے شمال میں قلعہ رعبان کو نورالدین عادل بن قلیج ارسلان حاکم بلاد روم نے فتح کر لیا تھا۔ وہ شمس الدین ابن المقدم کے قبضہ میں تھا۔ لہٰذا جب یہ قلعہ سلطان صلاح الدین کی سلطنت سے منقطع ہو گیا تو قلیج ارسلان نے اسے واپس لینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اس کا محاصرہ کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ سلطان صلاح الدین نے بھی اپنے بھتیجے تقی الدین کی قیادت میں ایک لشکر ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ سلطان کے لشکر نے جنگ کر کے انھیں شکست دے دی۔ تقی الدین چونکہ اس مہم میں گیا ہوا تھا۔ اس لئے وہ حصن الاحزان کی تباہی کی جنگ میں سلطان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا۔ وہ اس جنگ کے بعد اپنے چچا صلاح الدین کے پاس آیا۔

حاکم آمد سے ناچاقی قلعہ کیفا و آمد کے حاکم نورالدین محمود بن قلیج ارسلان اور بلاد روم کے حاکم قلیج ارسلان کے درمیان تعلقات خراب ہو گئے تھے کیونکہ اس نے (داماد ہونے کے بعد) اس کی بیٹی کو تکلیف پہنچائی تھی اور اس پر سوکن لے آیا تھا۔ اس لئے قلیج ارسلان نے اس کے ساتھ جنگ کر کے اس کے شہروں کو فتح کرنے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔

صلاح الدین کی مداخلت ایسی حالت میں نورالدین نے سلطان صلاح الدین سے فوجی امداد طلب کی تو سلطان نے قلیج ارسلان کو اس کے بارے میں سفارش کا خط لکھا تو قلیج ارسلان نے مطالبہ کیا کہ اس نے اپنی بیٹی کی اس کے ساتھ شادی کے موقع پر جو قلعے اس کو دئے تھے، وہ ان قلعوں کو واپس کر دے۔ سلطان صلاح الدین نے پھر نورالدین کی حمایت پر اصرار کیا بلکہ قلعہ رعبان کی طرف فوج کشی کی اور حلب کے راستے سے گذر کر اسے بائیں طرف چھوڑا اور تل باشر سے ہوتا ہوا قلعہ رعیان[1] پہنچ گیا۔ وہاں نورالدین محمود، سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔

قاصد کی نصیحت ادھر قلیج ارسلان نے اپنے پیغام میں نورالدین کی حرکات کا حال بیان کیا کہ کس طرح اس نے اس کی بیٹی کو تکلیف پہنچائی۔ جب قاصد نے یہ پیغام پہنچایا تو سلطان بہت ناراض ہوا اور اس شہر پر حملہ کرنے کی دھمکی دی۔ قاصد نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر جب سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو وہ دوسرے دن اس کے پاس گیا اور تنہائی میں گفتگو کر کے اسے سمجھایا کہ "وہ حملہ کرنے کے ارادہ سے باز آئے کیونکہ اس کی ایک معمولی بات پر بہت مال و دولت خرچ ہو گی (جانوں کا نقصان اس سے علاوہ ہے) بلکہ آپ کو قلیج ارسلان کی بیٹی کی حمایت کرنی چاہئے تاکہ اسے تکلیف نہ پہنچے۔"

دونوں حکام میں مصالحت اب سلطان صلاح الدین کو یہ معلوم ہو گیا کہ قاصد صحیح بات کہہ رہا ہے۔ لہٰذا اس نے قاصد سے کہا "نورالدین نے اپنا معاملہ میرے سپرد کیا ہے لہٰذا تم ان دونوں کے درمیان صلح کراؤ۔ میں تمہاری مدد کروں گا جس سے تم سب مطمئن ہو جاؤ گے۔"

چنانچہ سلطان صلاح الدین کے حسب ہدایت قاصد نے ان دونوں کے درمیان صلح

---

[1] قلعہ رعبان (بالباء الموحدہ) ہے۔ (ارشد)

کرادی۔ اس کے بعد سلطان واپس شام چلا گیا اور نورالدین دیار بکر چلا گیا اور اس نے مقررہ مدت کے اندر، جس کا اس نے قاصد سے وعدہ کیا تھا، قلیچ ارسلان کی بیٹی کی سوکن کو طلاق دے دی۔

قلیچ بن الیون کی اہمیت

قلیچ بن الیون کے علاقے سے حلب کے راستے گزرتے تھے (اس لئے اس کے علاقے کی بڑی اہمیت تھی) سلطان نورالدین محمود زنگی نے اس کی خدمات حاصل کی تھیں اور شام کا کچھ علاقہ اسے دے دیا تھا اور وہ فوجی مہموں میں اس کے ہمراہ لشکر لے کر جایا کرتا تھا۔ اس نے حاکم قسطنطنیہ کے علاقے پر دست درازی کر کے اذنہ، مصیصہ اور طرسوس کے علاقے رومی سلطنت سے چھین لئے تھے اور اس وجہ سے دونوں حکام کے درمیان جنگیں ہوا کرتی تھیں۔

ترکمان قوم پر ظلم

جب سلطان نورالدین فوت ہو گیا اور اس کی سلطنت تقسیم ہو گئی، تو قلیچ ابن الیون اپنے علاقے کا مستقل اور آزاد حاکم بن گیا۔ اس کے علاقے میں ترکمان قوم کے افراد اپنے مویشی چرایا کرتے تھے کیونکہ وہ علاقہ بہت محفوظ اور مستحکم تھا اور اس کے درے دشوار گذار تھے۔ ابن الیون نے ترکمان قوم کو وہاں مویشی چرانے کی اجازت دے رکھی تھی۔ مگر ایک سال کے بعد اس نے ان لوگوں کے ساتھ غداری کی اور انھیں قتل کر کے ان کے مویشی چھین کر لے گیا۔

مظلوموں کی حمایت

جب سلطان صلاح الدین قلعہ رعبان سے واپس آ رہا تھا تو اسے اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ سلطان نے اس کے شہر کی طرف فوج کشی کی اور خود سلطان نے "دریائے سیاہ" کے قریب قیام کیا اور اپنے فوجی دستے اس کے علاقے میں بھیج دئے۔ انھوں نے وہاں جا کر ان علاقوں کا صفایا کر دیا۔ ابن الیون نے اپنے ایک قلعے میں تمام مال و دولت کا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ اسے اس ذخیرہ کے لٹ جانے کا اندیشہ ہوا تو اس نے اس قلعہ کو ویران کرنا چاہا مگر سلطان صلاح الدین اس سے پہلے وہاں پہنچ گیا اور اس نے اس کا تمام ذخیرہ مال غنیمت میں حاصل کر لیا۔ آخرکار ابن الیون مجبور ہوا کہ وہ ترکمان قوم کے تمام مال و مویشی واپس کر دے اور اگر سلطان مصالحت کے ساتھ وہاں سے چلا جائے تو وہ ترکمان قوم کے قیدیوں کو بھی چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ سلطان نے اس کی باتیں منظور کر لیں اور وہ ۵۷۵ھ کے درمیانی مدت میں وہاں سے واپس چلا گیا۔

الکرک کی تباہی

فرنگیوں کے شہر الکرک کا حاکم پرنس ارناط نہایت ہی سرکش اور بد طینت متعصب حاکم تھا۔ اس نے شہر الکرک اور اس کا قلعہ تعمیر کرایا تھا ورنہ اس سے پہلے اس کا نام و نشان نہ تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ (نعوذ باللہ منہا) مدینہ منورہ پر حملہ کرے۔ عز الدین فرخ شاہ کو اس کے ان ارادوں کا علم اس وقت ہو گیا تھا جبکہ وہ دمشق میں تھا۔ اس لئے اس نے فوج اکٹھی کی اور ۵۷۷ھ میں الکرک کی طرف فوج کشی کی اور وہاں پہنچ کر اس کے تمام گرد و نواح کو تباہ و برباد کر دیا۔ وہ وہاں کچھ عرصے تک مقیم رہا تا کہ اگر وہ دوبارہ حملہ کرنے کے لئے آئے تو اس کا قلع قمع کرے مگر جب اس کی امید منقطع ہو گئی تو فرخ شاہ دمشق واپس چلا گیا۔

توران شاہ کی یمن سے واپسی

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شمس الدولہ توران شاہ نے ۵۶۹ھ میں یمن فتح کر لیا تھا اور شیزر کے ایک امیر مبارک بن کامل کو زبید کا حاکم مقرر کیا تھا اور عدن کا حاکم عز الدولہ عثمان الزنجیلی کو مقرر کیا تھا۔ اس نے شہر تعز کو تعمیر کرا کے اسے اپنی سلطنت کا پائے تخت قرار دیا تھا۔ پھر ۵۷۲ھ میں اپنے بھائی صلاح الدین کے پاس آ گیا تھا۔ سلطان حلب کے محاصرہ سے واپس آ رہا تھا کہ اس کی ملاقات توران شاہ سے ہوئی اس لئے اس نے اسے دمشق کا حاکم بنا دیا اور خود مصر چلا گیا تھا۔

توران شاہ کی وفات

پھر اس کے بھائی سلطان صلاح الدین نے اسے شہر اسکندریہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ یمن کی حکومت اس کے علاوہ اس کو پہلے سے ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ زبید و عدن اور یمن کے دیگر صوبوں کی آمدنی صرف اسے موصول ہوتی تھی۔ اس کے باوجود وہ دو لاکھ مصری دینار کا مقروض تھا۔ وہ ۵۷۶ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ اور اس کی وفات کے بعد اس کا تمام قرضہ اس کے بھائی صلاح الدین نے ادا کیا۔ جب اسے اس کی وفات کی خبر ملی تو وہ مصر روانہ ہو گیا اور اس نے دمشق پر عز الدین فرخ شاہ ابن شاہنشاہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

یمن کے مزید حالات

حاکم زبید کی گرفتاری

زبید (یمن) کا نائب حاکم مبارک بن کامل اپنے صوبہ میں

خود مختار ہو گیا تھا اور وہاں کے مال و دولت پر بھی اسے پورا اختیار حاصل تھا۔ آخر کار اسے وطن کی یاد نے ستایا تو اس نے شمس الدولہ سے اس کی موت سے پہلے وطن جانے کی اجازت مانگی تو اس نے اجازت دے دی۔ پھر اس نے اس کے بھائی عطاف بن زبید سے اجازت طلب کی اور شمس الدولہ کے ساتھ رہنے لگا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو وہ سلطان صلاح الدین کی خدمت میں رہنے لگا۔ اس نے بہت مال جمع کیا ہوا تھا چنانچہ سلطان کے پاس اس کے برخلاف یہ شکایت پہنچائی گئی کہ اس نے یمن کا (سرکاری) مال قبضہ کر رکھا ہے اور اسے سلطان کے سامنے پیش نہیں کیا ہے۔ اس مقصد کے لئے اس کے دشمن اس کے برخلاف منصوبے باندھتے رہے۔ وہ مصر کے قریب عدویہ کے مقام پر رہتا تھا۔ ایک دن اس نے ایک تقریب میں ارکان سلطنت کو بلوایا اور اس کے نوکر اور غلام چیزیں خریدنے کے لئے مصر گئے ہوئے تھے تو دشمنوں نے سلطان صلاح الدین کو یہ اطلاع پہنچائی کہ وہ یمن بھاگنے والا ہے۔ یوں ان کی سازش کامیاب ہوئی اور سلطان نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس لئے اس کی حالت اس قدر تنگ ہوئی کہ اس کو اسی ہزار مصری دینار ادا کرنے پڑے۔ اس کے علاوہ اس نے ایک معقول رقم ارکان سلطنت کو دی۔ اس کے بعد اس کو رہا کر دیا گیا اور اسے اسی کے منصب پر بحال کر دیا گیا۔

حکام یمن کے اختلافات

جب شمس الدین یمن پہنچا تو اس زمانے میں یمن کے نائب حکام خطان بن منقذ اور عثمان بن الزنجیلی میں زبردست اختلافات تھے۔ ایسی حالت میں سلطان صلاح الدین کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ یمن کا علاقہ اس کی اطاعت میں نہیں رہے گا۔ اس لئے اس نے اپنے امراء کی ایک جماعت کو حاکم مصر صارم الدین قطلغ ابیہ کے ہمراہ تیار کر کے بھیجا۔ چنانچہ یہ لوگ ۵۷۷ھ میں یمن روانہ ہو گئے۔ قطلغ ابیہ نے وہاں پہنچ کر خطان بن منقذ سے زبید کا علاقہ حاصل کر لیا مگر وہ جلد ہی فوت ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حطان دوبارہ زبید پہنچ گیا اور وہاں کے لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور وہ عثمان الزنجیلی پر غالب آ گیا۔

سیف الاسلام کی حکومت

اس موقع پر عثمان نے سلطان صلاح الدین کو یہ تحریر کیا کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کو حاکم بنا کر بھیجے، لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اپنے بھائی سیف الاسلام طغرکین کو حاکم بنا کر بھیجا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو حطان بن منقذ زبید سے نکل کر ایک قلعہ میں محصور ہو گیا۔ سیف الاسلام زبید میں مقیم ہوا۔

اور اس نے حطان کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے پناہ دینے کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ وہ پناہ لے کر اس کے پاس آیا۔ سیف الاسلام نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

حطان کی گرفتاری

کچھ عرصے کے بعد حطان نے شام چلے جانے کی اجازت طلب کی مگر سیف الاسلام نے اجازت نہیں دی۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو اس نے اجازت دے دی مگر جب اس نے تمام سامان باندھ لیا اور جاتے وقت رخصت ہونے کے لئے اس کے پاس آیا تو سیف الاسلام نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے تمام سامان اور مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ پھر اسے کسی قلعہ میں مقید کر دیا۔ یہی اس کا آخری انجام تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے جس مال و متاع پر قبضہ کیا گیا تھا۔ ان میں سونے کے ستر صندوق بھی تھے۔

یمن میں امن و امان

جب عثمان زنجیلی نے حطان کے واقعات سنے تو اسے اپنی جان کا اندیشہ ہوا۔ لہٰذا اس نے اپنا تمام مال (کشتیوں کے ذریعے) بحری راستے سے روانہ کیا اور خود شام بھاگ گیا۔ مگر اس کے سامان کی کشتیاں سیف الاسلام نے پکڑ لیں اور اس نے ان پر قبضہ کر لیا۔ صرف وہ سامان بچ نکلا جو وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا اس کے بعد یمن کی حکومت سیف الاسلام کے لئے بالکل محفوظ ہو گئی۔

قلعہ البیرہ کی حکومت

قلعہ البیرہ عراق کے قلعوں میں سے تھا اس کا حاکم شہاب الدین بن ارتق تھا جو حاکم ماردین قطب الدین ابوالغازی بن ارتق کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس نے سلطان نورالدین محمود زنگی حاکم شام کی اطاعت قبول کر رکھی تھی۔ اس کے بعد اس کا فرزند قلعہ البیرہ کا حاکم مقرر ہوا۔ جب سلطان نورالدین فوت ہوا تو اس نے عزالدین مسعود حاکم موصل کی اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد ماردین اور موصل کے حکام میں گہرے مخلصانہ تعلقات قائم ہو گئے تو قطب الدین حاکم ماردین نے عزالدین حاکم موصل سے قلعہ البیرہ فتح کرنے کی اجازت طلب کی تو اس نے اجازت دے دی۔

قلعہ البیرہ کا محاصرہ

لہٰذا قطب الدین اپنا لشکر قلعہ شیمشاط لے گیا۔ وہاں وہ خود مقیم رہا اور لشکر کو قلعہ البیرہ کی طرف بھیجا جس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔

سلطان کی سفارش

ادھر قلعہ البیرہ کے حاکم نے سلطان صلاح الدین سے فوجی امداد طلب کی اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کا اسی طرح مطیع و فرمانبردار

رہے گا جس طرح اس کا باپ سلطان نور الدین کا مطیع تھا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے حاکم ماردین قطب الدین کو (اس کی حمایت میں) سفارشی خط لکھے مگر اس نے سفارش قبول نہیں کیا تاہم وہ فرنگیوں سے جنگ کرنے کی وجہ سے اس طرف متوجہ نہیں ہو سکا اور قطب الدین کی فوجیں اس قلعہ سے چلی گئیں۔

البیرہ کی تسخیر

اس کے بعد قلعہ البیرہ کا حاکم سلطان صلاح الدین کے پاس آیا اور اس نے اپنی وفاداری اور اطاعت کا اظہار کیا۔ اس طرح یہ قلعہ بھی سلطان صلاح الدین کی عملداری میں شامل ہو گیا۔

فرنگیوں کی تباہی

اس کے بعد سلطان صلاح الدین ماہ محرم ۵۷۰ھ میں مصر سے روانہ ہوا۔ وہ شام جا رہا تھا۔ جب وہ ایلہ کے مقام سے گزرا تو فرنگی فوجوں نے اس کا راستہ روک لیا۔ لہٰذا سلطان نے اپنا سامان اپنے بھائی تاج الملوک کے ذریعے دمشق بھجوا دیا اور خود لشکر لے کر فرنگیوں کے شہروں کا رخ کیا اور الکرک اور الشوبک کو تباہ کر دیا اور وہاں سے دمشق ماہ صفر کی پندرھویں تاریخ کو پہنچا۔

قلعہ شقیف کی تسخیر

فرنگی فوجیں جب الکرک کے مقام پر اکٹھی ہوئی تھیں تو وہ شام کے راستے سے اپنے شہروں میں داخل ہوئی تھیں۔ لہٰذا دمشق کے نائب حاکم عز الدین فرخ شاہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ اس نے ان کے علاقوں کو تباہ کر کے ان کے دیہاتوں کو ویران کر دیا۔ اس نے بہت فرنگیوں کو قتل کیا اور بہت سے افراد کو قیدی بنا لیا۔ اس کے علاوہ اس نے ان کے ایک قلعہ شقیف[۵] کو بزور شمشیر فتح کر لیا جو مسلمانوں کے لئے بہت خطرناک تھا۔ اس نے قلعہ شقیف کے فتح ہونے کی اطلاع سلطان صلاح الدین کو بھیجی تو وہ اس سے بہت خوش ہوا۔

فتح بیسان

سلطان صلاح الدین نے چند دن دمشق میں آرام کیا پھر وہ اسی سال ماہ ربیع الاول میں فوج لے کر روانہ ہوا وہ طبریہ کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ اُردن میں خیمہ زن ہوا۔ فرنگیوں کی فوجیں طبریہ میں اکٹھی ہو گئی تھیں۔ اس لئے سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے فرخ شاہ کو بیسان کی طرف روانہ کیا۔ اس نے اس مقام کو

---

۵ شقیف کا تلفظ شین سے ہے۔ بولاق کے نسخہ میں سقیف لکھا ہوا ہے جو غلط ہے (مترجم)

بزور شمشیر فتح کر لیا اور اس کو تباہ کر دیا۔ اس نے عزر پر بھی حملہ کیا اور وہاں کے فرنگیوں کو قتل کیا اور جو بچ گئے انھیں قیدی بنا لیا۔

فرنگی فوجوں سے مقابلہ جب فرنگی فوجیں طبریہ سے جبل کوکب چلی گئیں تو سلطان صلاح الدین نے اپنی فوجوں کے ساتھ ان کی طرف پیش قدمی کی۔ فرنگی فوجیں پہاڑ میں محصور ہو گئیں (اور اس سے فائدہ اٹھایا) ایسی حالت میں سلطان نے اپنے دونوں بھتیجوں، تقی الدین عمر اور عز الدین فرخ شاہ کو فوج دے کر بھیجا۔ انھوں نے فرنگیوں سے سخت جنگ کی۔ پھر انھوں نے جنگ بندی کر دی اور سلطان صلاح الدین دمشق آ گیا۔

بیروت کا محاصرہ اب سلطان بیروت کی طرف روانہ ہوا، اور اس کے گرد و نواح کو تباہ کر دیا۔ سلطان نے مصر سے بیروت کے محاصرہ کے لئے بحری بیڑہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ بحری بیڑہ وہاں پہنچ گیا اور اس کی مدد سے اس نے چند دنوں تک اس کا محاصرہ کیا۔

فرنگی جہاز کی تباہی اس اثناء میں اسے اطلاع ملی کہ دمیاط کے مقام پر فرنگی مسافروں کی ایک بڑی کشتی بحری طوفان سے ڈوب گئی اس میں فرنگی زائروں کی ایک جماعت سوار تھی جو بیت المقدس کی زیارت کے لئے آ رہی تھی۔ دمیاط کے قریب ہواؤں کا طوفان آیا اور وہ کشتی تباہ ہو گئی اور فرنگیوں کے ایک ہزار چھ سو افراد قیدی بنا لئے گئے۔

آخر کار سلطان نے بیروت سے الجزیرہ کی طرف (خاص وجوہات کی بناء پر) کوچ کیا جس کا سبب ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

مظفر الدین کی خط و کتابت مظفر الدین کوکبری بن زین الدین کجک، کا باپ موصل کے قلعہ کا نائب حاکم تھا۔ خود مظفر الدین کوکبری، سلطان مودود اور اس کے فرزندوں کے عہد حکومت میں بہت اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ آخر میں اربل کا حاکم بن گیا اور وہیں فوت ہوا۔

پھر حاکم موصل عز الدین نے مظفر الدین کو یہ علاقہ دے دیا۔ اس کی ہمدردیاں سلطان صلاح الدین کے ساتھ تھیں اور وہ اسے الجزیرہ کے شہروں کا حاکم بنانا چاہتا تھا، اس لئے جب سلطان صلاح الدین بیروت کا محاصرہ کر رہا تھا تو اس نے اس سے خط و کتابت کی اور

اسے ان شہروں کے مفتوح ہونے کی توقع دلائی اور اس سے درخواست کی کہ وہ فوراً وہاں پہنچ جائے۔

الجزیرہ کا قصد

چنانچہ سلطان بیروت سے روانہ ہوگیا۔ اس نے یہ مشہور کیا کہ وہ حلب پر فوج کشی کر رہا ہے مگر اس نے دریائے فرات کا رخ کیا۔ جہاں مظفر الدین اس کے ساتھ شامل ہوگیا اور وہ سب قلعہ البیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جس کے حاکم نے عزالدین کی اطاعت قبول کر لی تھی۔

حاکم موصل عزالدین اور مجاہد الدین کو جب یہ اطلاع ملی کہ سلطان صلاح الدین نے شام کی طرف پیش قدمی کی ہے تو انھیں یہ مغالطہ ہوا کہ وہ حلب پر (حملہ کرنے کا) قصد کر رہا ہے۔ اس لئے وہ اس کی مدافعت کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر جب سلطان نے دریائے فرات کو عبور کیا تو وہ موصل واپس آگئے۔ انھوں نے رُہا کی طرف فوجی دستہ بھیجا۔

فتح رہا و حران

ادھر سلطان صلاح الدین نے دیارِ بکر وغیرہ کے حکام سے خط و کتابت کی اور انھیں (مختلف علاقے دینے کا) وعدہ کیا۔ کیفا کے حاکم نور الدین محمود سے اس نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اسے آمد کی حکومت عطا کرے گا۔ چنانچہ وہ اس کے پاس فوج لے کر پہنچ گیا اور اس نے سلطان کے ساتھ شامل ہو کر رہا کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانے میں رُہا کا حاکم امیر فخر الدین بن مسعود زعفرانی تھا۔ جب اس نے جنگ کی شدت محسوس کی تو اس نے ہتھیار ڈال دئے اور شہر صلاح الدین کے حوالے کر دیا بلکہ اس کے ساتھ قلعہ کے محاصرہ میں بھی شریک ہوا۔ یہاں تک کہ قلعہ کے نائب حاکم نے مال و دولت حاصل کر کے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے رُہا اور حران دونوں شہروں کی حکومت مظفر الدین کے حوالے کی۔

فتح رقہ

پھر وہ سب لوگ فوج لے کر رقہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کا نائب حاکم قطب الدین نیال بن حسان منبجی تھا۔ وہ شہر چھوڑ کر موصل چلا گیا۔ اسی طرح صلاح الدین نے رقہ بہ آسانی فتح کر لیا۔

فتح بلاد خابور

پھر سلطان قرقیسیا، ماسکین اور عربان کی طرف روانہ ہوا جو خابور کے شہر تھے۔ وہاں اس نے ان تمام شہروں کو فتح کر لیا۔

فتح نصیبین

وہاں سے وہ نصیبین کی طرف حملہ آور ہوا۔ اس نے شہر تو فوراً فتح

کر لیا۔ البتہ قلعہ کا محاصرہ چند دنوں تک جاری رہا۔ پھر وہ بھی تسخیر ہو گیا اور سلطان نے اس پر ابو الہیجاء السمین کو اس کا حاکم مقرر کیا۔

فرنگیوں کے اچانک حملے

ان شہروں کی فتوحات سے فارغ ہو کر سلطان صلاح الدین نے حاکم کیفا نور الدین کے ساتھ مل کر موصل پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اسی اثنا میں یہ خبر موصول ہوئی کہ فرنگی فوجوں نے دمشق کے مضافات پر حملہ کر دیا ہے اور وہاں کے دیہات کو تباہ کر دیا ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ داریا کی جامع مسجد کو تباہ کریں مگر دمشق کے نائب حاکم نے انہیں دھمکی دی کہ "اگر انھوں نے جامع مسجد کو تباہ کیا تو وہ (اس کے بدلے میں) ان کے گرجوں اور خانقاہوں کو تباہ و برباد کر دے گا"۔ لہٰذا وہ اپنے ارادے سے باز آئے۔

جنگی تیاریاں

ان تمام خبروں کے باوجود سلطان صلاح الدین نے حملۂ موصل کا ارادہ ملتوی نہیں کیا اور موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ موصل کے حاکم نے بہت بڑا لشکر اکٹھا کر لیا تھا اور محاصرہ کے لئے مکمل تیاری کر لی تھی اور اپنے نائب کو جنگی تیاریوں کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ چنانچہ سنجار، اربل اور جزیرۂ ابن عمر میں فوجی کمک، اسلحہ اور ضروری مال و دولت اکٹھی کی گئی۔

ناقابل تسخیر شہر موصل

جب سلطان صلاح الدین، مظفر الدین اور شیر کوہ کے فرزند کے ساتھ موصل کے قریب پہنچا تو حاکم شہر کی جنگی تیاریوں کو دیکھ کر وہ سب حیران ہو گئے اور انہیں اس کے ناقابل تسخیر ہونے کا یقین ہو گیا۔ لہٰذا سلطان نے اپنے ان دونوں مشیروں کو بُرا بھلا کہا۔ کیونکہ ان دونوں نے اسے موصل پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا

موصل کی جنگ کا آغاز

بہرحال سلطان نے دوسرے دن یکم رجب کو جنگ کے انتظامات شروع کئے۔ خود وہ باب کندہ کی طرف لشکر لے کر گیا اور اپنے قلعہ دار کو باب الجسر پر مقرر کیا اور اپنے بھائی تاج الملوک کو باب العمادی پر مقرر کیا اور اہل موصل سے جنگ کا آغاز کیا مگر اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ تاہم کچھ لوگ نکلے اور انھوں نے مقابلہ کیا۔ سلطان نے فصیل پر ایک منجنیق (قلعہ شکن آلہ) نصب کرایا تو فریق مخالف نے شہر کی سمت سے ایسی نو منجنیقیں نصب کرا دیں۔ پھر شہر سے کچھ فوج نکلی اور اس نے شدید جنگ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ سلطان کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ رات کے وقت نہ شبخون ماریں۔

اس لئے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ اس نے اہل شہر کو رات کے وقت مشعلیں لے کر باب الجسر سے نکلتے دیکھا تھا۔ پھر وہ لوٹ گئے تھے۔

مصالحت کی کوشش

اس اثناء میں خلیفہ الناصر کی طرف سے حضرت صدر الدین شیخ الشیوخ اور مشیر الخادم، مصالحت کے لئے پہنچ گئے تھے اور سفیروں کا فریقین میں تبادلہ ہوا۔ مگر عز الدین نے سلطان صلاح الدین سے (مصالحت کی شرائط کے سلسلے میں) یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کے مفتوحہ علاقے واپس کر دے۔ سلطان نے اس کے جواب میں کہا کہ (وہ اس شرط پر واپس کرنے کے لئے تیار ہے کہ) وہ اسے حلب کا علاقہ دے دیں۔ مگر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ پھر سلطان نے یہ شرط پیش کی کہ وہ اس کے حاکم کی مدد کرنا چھوڑ دے۔ مگر اس بات پر بھی وہ تیار نہیں ہوا۔ اس کے بعد حاکم آذربیجان کے حاکم اور شاہرین حاکم خلاط کے قاصد بھی مصالحت کرانے کے لئے پہنچے مگر انہیں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔

سنجار کا محاصرہ

اسی زمانے میں اہل سنجار نے سلطان کی فوجوں اور ساتھیوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی، لہٰذا سلطان نے موصل کا محاصرہ چھوڑ کر سنجار کا قصد کیا۔ وہاں کا حاکم شرف الدین امیر امیران ہندو تھا، وہ حاکم موصل عز الدین کا بھائی تھا۔ وہ اپنا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے موجود تھا اور اس کی کمک کے لئے مجاہد الدین نائب حاکم نے بھی فوج بھیج دی تھی۔ تاہم سلطان صلاح الدین نے فوج کشی کر کے سنجار کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ بہت سخت تھا۔ سلطان نے وہاں زوزاویہ کے بعض امراء کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ان سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کی مدد سے سلطان نے ان کی طرف کے برج پر قبضہ کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے حاکم امیر امیران نے ہتھیار ڈال دیئے اور جب وہ اپنے لشکر کو لے کر موصل چلا گیا تو سلطان نے سنجار پر قبضہ کر لیا اور اس کا حاکم سعد الدین ابن معین الدین کو مقرر کیا جس کا باپ کامل بن طغرکین دمشق میں تھا۔ یوں سنجار بھی سلطان کے مفتوحہ الجزیرہ کے علاقوں میں شامل ہو گیا۔

پھر سلطان صلاح الدین نصیبین گیا، وہاں کے باشندوں نے اس کے حاکم ابوالہیجاء السمین کی شکایت کی تو اس نے اس کو معزول کر کے اسے اپنے ساتھ رکھا۔ وہاں سے وہ ۵۷۸ھ میں حران پہنچا۔ یہاں آ کر اس نے اپنی فوج کو منتشر کر دیا تاکہ وہ آرام کرے اور خود

اپنے خاص افراد اور مخصوص دوستوں کے ساتھ وہاں قیام پذیر ہوا۔

شاہرمن کا پیغام صلح

(حاکم موصل) عزالدین نے (حاکم خلاط) شاہرمن سے سلطان صلاح الدین کے مقابلے کے لئے فوجی امداد طلب کی تھی، لہٰذا اس نے سلطان کے پاس کئی قاصد بھیجے تاکہ وہ عزالدین کے حق میں اس کی سفارش منظور کرلے مگر اس نے اس کی بات نہیں مانی۔ اسے مغالطہ ہوتا رہا اس لئے اس نے اپنے ایک دوسرے آزاد کردہ غلام سیف الدین بکتمر کو اس وقت بھیجا جب سلطان سنجار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس قاصد کے ذریعے سے اس نے یہ ہدایت کی تھی کہ سلطان محاصرہ ختم کردے۔ سلطان نے اس کے پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ ٹال مٹول کرتا رہا۔ کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ سنجار کو فتح کرلے گا۔

آخر کار بکتمر (قاصد) نے اپنے آقا کی طرف سے اس کو دھمکی دی اور ناراض ہو کر چلا گیا۔ اس نے سلطان کا انعام و اکرام بھی قبول نہیں کیا۔

مخالف فوجوں کا اجتماع

قاصد نے (واپس آکر) شاہرمن کو سلطان کے خلاف بھڑکایا چنانچہ شاہرمن جو خلاط کے بیرونی حصے میں خیمہ زن تھا۔ فوراً ماردین کی طرف روانہ ہوا۔ اس زمانے میں ماردین کا حاکم اس کا بھانجا اور عزالدین (حاکم موصل) کا ماموں زاد بھائی اور اس کا داماد، قطب الدین بن نجم الدین تھا۔ حاکم موصل اتابک عزالدین بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت سلطان صلاح الدین سنجار سے لوٹتے ہوئے حران میں مقیم تھا اور اس نے تمام فوجوں کو منتشر کردیا تھا۔

دشمن کا فرار

جب اس نے سنا کہ یہ سب لوگ (اس کے خلاف) اکٹھے ہو رہے ہیں تو اس نے اپنے بھتیجے تقی الدین ابن شاہنشاہ کو حماۃ سے بلوایا اور راس عینی کی طرف کوچ کیا (یہ خبر سن کر) یہ متحدہ فوجیں منتشر ہوگئیں اور ہر ایک فوج اپنے اپنے علاقے کی طرف لوٹ گئی۔ تاہم سلطان صلاح الدین نے ماردین کا قصد کیا اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

فرنگیوں کے بحری حملے

پرنس ارناط (فرنگی)، حاکم الکرک نے ایک بحری بیڑہ متفرق اجزاء کے ساتھ تعمیر کرایا اور اس کے متفرق اجزاء لے کر حاکم ایلہ کے پاس گیا اور حسب منشاء اس کے اجزاء جوڑ کر اسے بحر سویز (قلزم) میں لنگر انداز

کیا۔ پھر اس بحری بیڑہ کو جنگجو فرنگی فوجوں سے بھر کر اسے بحری حملوں کے لئے روانہ کر دیا ان میں سے ایک جماعت کا تقرر قلعہ ایلہ کے چاروں طرف کیا گیا۔ تا کہ وہ چاروں طرف سے اس کی حفاظت کرے۔ ان میں سے ایک حصہ عیذاب کی طرف روانہ ہوا۔ انھوں نے حجاز کے بحری سواحل پر حملے شروع کر دئے اور وہاں جو تجارتی جہاز اور کشتیاں نظر آئیں انھیں وہ اپنے قبضے میں لانے لگے۔ ان کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جس سے ان کا سابقہ پہلے نہیں پڑا تھا۔ کیونکہ بحر قلزم میں اس سے پہلے نہ کوئی فرنگی تاجر یا فرنگی سپاہی داخل نہیں ہوا تھا۔

فرنگی بیڑہ کی تباہی

اس زمانے میں سلطان صلاح الدین کے نائب کی حیثیت سے اس کا بھائی الملک العادل ابو بکر بن ایوب مصر کا حاکم تھا۔ اس نے (فرنگیوں کے بحری حملوں کو روکنے کے لئے) ایک بحری بیڑہ تعمیر کرایا اور اس میں جنگجو فوج کو سوار کرایا جو مصر کے امیر البحر حسام الدین لؤلؤ الحاجب کی قیادت میں بحری جنگ پہ روانہ ہوئی۔ سب سے پہلے وہ قائد اس فرنگی بیڑہ کے مقابلہ کرنے کے لیے پہنچا جو چاروں طرف سے ایلہ کی حفاظت کر رہا تھا۔ چنانچہ (مسلمانوں کے اس بحری بیڑہ نے) ان کے بحری بیڑہ کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔

فرنگی بیڑوں کا تعاقب

(اس بحری جنگ میں) کامیابی حاصل کرنے کے بعد یہ اسلامی بیڑہ دوسرے فرنگی بیڑوں کی تلاش میں روانہ ہوا۔ آخر کار وہ عیذاب پہنچا، وہاں انھیں ان کا بیڑہ نظر نہیں آیا اس لئے وہ رابغ (بندرگاہ) کی طرف لوٹ گیا آخر کار فرنگی بیڑہ ساحل حوراء پہ نظر آیا۔ وہ حرمین (مکہ مدینہ) اور یمن کی طرف جانے والا تھا اور حاجیوں پہ حملہ کرنے کا قصد رکھتا تھا۔ مگر جب انھوں نے لؤلؤ کو مسلمانوں کے بیڑہ کو قیادت کرتے دیکھا تو انھیں اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ اس لیے وہ فرنگی (سمندر سے کود کر) حوراء کی گھاٹیوں میں پناہ گزین ہو گئے۔

(امیر البحر) لؤلؤ بھی اپنی کشتیوں سے اترا، اور اس نے بدوؤں کو جو سوار تھے، جمع کیا اور ان کی مدد سے ان سے جنگ کر کے انھیں شکست دی۔ ان میں سے اکثر مارے گئے اور جو بچے وہ قیدی بنا لئے گئے۔ ان میں سے کچھ (حج کے موقع پر) منیٰ (حج میں قربانی کے مقام پر) بھیجے گئے۔ جہاں وہ قربانی کے دن قتل کئے گئے۔ باقی قیدیوں کو لے کر وہ

مصر واپس آیا۔

فرخ شاہ کی وفات

اس زمانے میں سلطان صلاح الدین کا بھتیجا عز الدین فرخ شاہ بن شاہنشاہ، جو دمشق کا حاکم تھا، فرنگیوں سے جہاد کرنے کے لئے فوج لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں وہ بیمار ہوا، اس لئے وہ لوٹ آیا (اسی بیماری میں) وہ ماہ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں فوت ہوگیا۔ وہ سلطان کے اہل وعیال کا نگران تھا اور سلطان اپنے تمام ساتھیوں سے زیادہ اس پر بھروسہ کرتا تھا۔ اسے اس کی وفات کی خبر اس وقت ملی جبکہ وہ دریائے فرات کو عبور کر کے الجزیرہ اور موصل کی طرف جا رہا تھا۔ لہٰذا سلطان نے (سابق حاکم دمشق) شمس الدین محمد ابن المقدم کو دمشق کا حاکم مقرر کیا اور وہاں اسے اپنا نائب بنایا۔ پھر وہ اپنی مہم پر روانہ ہوا۔

فتح آمد

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صلاح الدین ماردین کی طرف گیا تھا اور وہاں اس کے گرد و نواح میں چند دن مقیم رہا تھا۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے آمد کی طرف پہنچا۔ اس نے نور الدین حاکم کیفا سے (اس کو فتح کر کے اسے دینے کا) معاہدہ کر رکھا تھا لہٰذا سلطان نے ماہ ذوالحجہ کی پندرہ تاریخ کو شہر آمد کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کا حاکم بہاء الدین بن بیسان تھا۔ یہ شہر بہت محفوظ و مستحکم تھا، مگر ابن بیسان کا انتظام سلطنت بہت خراب تھا۔ اس نے عوام پر بخشش کرنے سے اپنے ہاتھ کھینچ رکھے تھے۔ اس لئے یہاں کے باشندے اس کی بد باطنی اور مظالم سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس نے ان کے لئے روزی اور معیشت کی راہیں بھی کر رکھی تھیں۔

تین دن کی مہلت

سلطان صلاح الدین نے انھیں پیغام بھیجا جس میں ترغیب اور زجر و توبیخ کے دونوں پہلو تھے۔ لہٰذا انھوں نے ابن بیسان سے غداری کی اور اس کی حمایت میں جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے ابن بیسان نے اپنے گھر کے باہر نقیب لگا کر اپنی خواتین کو قاضی الفاضل کے ہمراہ سلطان کے پاس بھیجا تاکہ وہ رحم کھا کر اسے کوچ کے لئے تین دن کی مہلت دے۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور کر لی۔

سامان کی منتقلی

ابن بیسان نے شہر کے باہر ایک خیمہ لگایا جہاں وہ اپنے مال و متاع کا ذخیرہ منتقل کرنے لگا۔ لوگوں نے اس کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ لہٰذا

اس کی (منتقلی کا) کام مشکل ہو گیا۔ اس لئے اس نے سلطان صلاح الدین سے اس سلسلے میں امداد طلب کی۔ سلطان نے اسے چوپائے اور آدمی بھجوائے۔ اس طرح اس نے تین دن میں اپنا سامان منتقل کر لیا۔ جب یہ مدت گذر گئی تو اسے باقی سامان لے جانے سے روک دیا گیا۔

معاہدہ کی پابندی

آخر کار سلطان صلاح نے عاشورۂ محرم ۵۷۹ھ میں اس شہر کو فتح کر لیا۔ فتح کرنے کے بعد سلطان نے (معاہدہ کے مطابق) یہ شہر آمد حاکم کیفا نور الدین کے حوالے کر دیا۔ اس نے سلطان کو یہ اطلاع دی کہ اس شہر میں (مال و متاع کے) بہت سے ذخیرے موجود ہیں جنھیں وہ اپنے لئے لے جا سکتے ہیں۔ مگر سلطان نے لے جانے سے انکار کر دیا اور کہا "میری یہ عادت نہیں ہے کہ میں اصل چیز دے دوں اور اس کی شاخ (فرع) سے دریغ کروں۔"

جب نور الدین (حاکم کیفا) شہر میں داخل ہوا تو اس نے سلطان صلاح الدین اور اس کے امراء کو جشن فتح میں بلوایا جو اس نے ان کے اعزاز میں منعقد کیا تھا۔ اس جشن میں اس نے ان سب کے شایان شان تحائف پیش کئے۔ اس کے بعد سلطان وہاں سے واپس چلا گیا۔

فتح تل خالد و عنتاب

جب سلطان صلاح الدین آمد کی فتح سے فارغ ہوا تو وہ حلب کی عملداری میں گھس گیا۔ اس نے تل خالد کا محاصرہ کر کے اس کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس نے انھیں پناہ دے کر اسے ماہ محرم ۵۷۹ھ میں فتح کر لیا۔

پھر اس نے عنتاب کی طرف کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کا حاکم ناصر الدین محمد تھا جو شیخ اسماعیل کا بھائی تھا۔ وہ سلطان نور الدین عادل کا خزانچی اور اس کا دوست تھا اور اسی نے اس کو وہاں کا حاکم بنایا تھا۔

اس نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ اس کی اطاعت قبول کرتا ہے۔ لہٰذا سلطان اسے اس کی اپنی حکومت پر بحال کر دے۔ سلطان نے حلف لے کر اس کی یہ بات مان لی۔ اور وہ سلطان کی خدمت میں رہنے لگا۔ اس موقع پر مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

نصرت الٰہی کے واقعات

بحری جنگ میں فتح

ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ مصر کا بحری بیڑہ روانہ ہوا اس کا سمندر میں فرنگیوں کے ایک بحری بیڑے سے مقابلہ ہوا جس میں چھ سو مسلح فرنگی سپاہی سوار تھے۔ اور ان کے ساتھ بہت مال و متاع تھا۔ یہ لوگ شام کے فرنگیوں کے پاس جا رہے تھے۔ مسلمانوں نے ان پہ فتح حاصل کی اور جو کچھ ان کے پاس تھا، وہ سب لوٹ لیا۔ پھر وہ مصر صحیح و سالم لوٹ آئے۔

باران رحمت

دوسرا واقعہ خشکی کی جنگ کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ فرنگیوں کے ایک فوجی دستے نے داروں کے مقام پہ حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ایلہ کے مقام پہ انھیں پکڑ لیا اور عسیلہ تک ان کا تعاقب کیا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کو سخت پیاس لگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بارش برسائی۔ اس کی وجہ سے وہ بہت سیراب ہو گئے۔ پھر انھوں نے فرنگیوں سے جنگ کر کے انھیں شکست دی اور ان کا صفایا کر دیا۔ اس کے بعد فرنگی مطیع ہو گئے اور مسلمان بخیر و عافیت مصر واپس آ گئے۔

ملک صالح کی وفات

ملک صالح اسماعیل بن نورالدین صرف حلب کا حاکم رہ گیا تھا۔ اس کے علاوہ شام کا کوئی علاقہ اس کے قبضہ میں نہ تھا اس نے اپنی زندگی میں م حلب کو سلطان صلاح الدین سے بچائے رکھا۔ وہ ۵۷۷ھ کے وسط میں فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے چچا زاد عزالدین حاکم موصل کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا لہٰذا (اس کی وفات کے بعد) عزالدین اپنے نائب مجاہدالدین قایماز کو لے کر حلب پہنچا اور اسے اپنی عملداری میں شامل کر لیا۔

سلطنتوں کا تبادلہ

اس کے بعد اس کے بھائی عمادالدین نے جو سنجار کا حاکم تھا حلب سے سنجار کا تبادلہ کرنا چاہا۔ عزالدین نے تبادلہ کی تجویز منظور کر لی۔ اس نے اپنے بھائی سے سنجار کا علاقہ حاصل کر لیا۔ اس کے بعد وہ موصل واپس آ گیا۔ پھر عمادالدین حلب گیا اور اس پہ قبضہ کر لیا۔

سلطان صلاح الدین کو سلطنتوں کا یہ تبادلہ ناگوار گذرا۔ اسے یہ اندیشہ ہوا کہ عمادالدین (حلب پہ قبضہ کرنے کے بعد) شام کی طرف فوج کشی کرے گا۔

محاصرۂ حلب

اس وقت سلطان مصر میں تھا لہٰذا وہ فوراً شام پہنچا اور وہاں سے الجزیرہ پہنچا، وہاں کے کئی علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے موصل کا محاصرہ کیا۔ پھر آمد کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فتح کرلیا۔ پھر جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں، وہ حلب کی عملداری میں گھس گیا اور اس نے تل خالد اور عنتاب کے علاقے فتح کرلئے پھر اس نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور ماہ محرم ۵۷۹ھ میں اس کا محاصرہ کرلیا۔ وہ چند دنوں تک میدان اخضر میں مقیم رہا۔ پھر وہ جبل جوشق کی طرف منتقل ہوگیا اور وہاں صبح و شام جنگ کرتا رہا۔

فتح حلب

عماد الدین کے لشکر نے اس سے تنخواہ کا مطالبہ کیا اور وہ اسے یہ کہہ کر تنگ کرتے رہے کہ وہ حلب کا شہر صلاح الدین کے سپرد کردیں گے۔ لہٰذا اس نے اس مقصد کے لئے طومان البارو قی کو بھیجا جو صلاح الدین کا حامی تھا۔ اس نے یہ شرائط پیش کیں کہ اسے سنجار، نصیبین، رقہ اور خابور کے علاقے دیدئے جائیں۔ ان کے بدلے میں وہ حلب کی حکومت سے دست بردار ہوجائے گا۔ چنانچہ ان شرائط پر حلف نامہ تیار کیا گیا پھر اسی سال کے ماہ صفر کی اٹھارہ تاریخ کو عماد الدین ان شہروں کی طرف روانہ ہوا اور سلطان صلاح الدین حلب میں داخل ہوگیا۔ سلطان نے عماد الدین کے سامنے یہ شرط بھی رکھی تھی کہ جب وہ واپس آئے تو وہ اس کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل رہے۔ عماد الدین جب حکومت سے دست بردار ہوا تو اس موقع پر جشن منایا گیا۔ اس کے بعد عماد الدین (اپنے نئے علاقوں کی طرف) واپس چلا گیا۔

تاج الملوک کی وفات

حلب کے محاصرہ کے موقع پر جو لوگ ہلاک ہوئے ان میں سلطان صلاح الدین کا چھوٹا بھائی بھی شامل تھا۔ جس کا نام تاج الملوک نور الدین تھا۔ وہ اس محاصرہ میں زخمی ہوا تھا اور وہ ان زخموں کی وجہ سے صلح کے بعد اس سے پہلے کہ سلطان شہر میں داخل ہو، فوت ہوگیا۔

قلعہ حارم کی تسخیر

حلب کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین نے قلعہ حارم کی طرف فوج کشی کی۔ وہاں کا حاکم امیر طرخک تھا جو سلطان نور الدین زنگی کا آزادہ کردہ غلام تھا۔ یہ قلعہ اب ملک صالح کے ماتحت تھا۔ سلطان نے اس کا محاصرہ کیا پھر فریقین میں قاصدوں کا تبادلہ ہوا مگر قلعہ کے حاکم نے صلح نہیں کی۔ اس کے برخلاف

اس نے فرنگیوں سے فوجی امداد طلب کی۔ جب اس کی فوج کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے اپنے حاکم پر حملہ کر کے اسے قید کر لیا۔ پھر انھوں نے سلطان صلاح الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ یوں سلطان نے یہ قلعہ فتح کر لیا اور اپنے ایک خاص آدمی کو اس کا حاکم مقرر کر دیا۔

نئے حکام کا تقرر

سلطان نے تل خالد کا علاقہ تل باشر کے حاکم بارو قی کو عطا کیا قلعہ عزاز کو عماد الدین اسماعیل نے ویران کر دیا تھا۔ اس کا حاکم سلطان نے سلیمان بن جبار[۱] کو مقرر کیا۔ سلطان نے حلب میں اس وقت تک قیام کیا جب تک کہ تمام کام پورے نہیں ہوئے۔ اس نے تمام علاقوں کے حکام مقرر کر کے دمشق کا راستہ لیا۔

حلب کا نیا حاکم

جب سلطان صلاح الدین حلب کے کاموں سے فارغ ہوا تو اس نے وہاں کا حاکم اپنے فرزند الظاہر غازی کو مقرر کیا۔ اس کی صغیر سنی کی وجہ سے سلطان نے امیر سیف الدین تازکج کو اس کا نگران مقرر کیا جو امرائے اسدیہ میں سب سے بزرگ تھا۔

دوبارہ جہاد کی تیاری

جب سلطان دمشق پہنچا تو اس نے جہاد کی تیاری شروع کی اور شام، الجزیرہ اور دیار بکر کی فوجوں کو اکٹھا کیا۔ پھر فرنگیوں کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی۔ سلطان نے ۵۷۰ھ کے درمیانی زمانے میں دریائے اردن کو عبور کیا۔ اسے دیکھ کر ان علاقوں کے لوگ بھاگ گئے۔ اس لئے سلطان نے بیسان کی طرف پیش قدمی کی، چنانچہ اسے ویران کر کے اسے جلا دیا۔ اس کے بعد سلطان نے تمام گردو نواح پر حملہ کیا۔ وہاں فرنگی فوجیں اکٹھی ہو گئی تھیں مگر سلطان کو دیکھ کر انھوں نے جنگ سے گریز کیا بلکہ پہاڑی پر چڑھ کر ان کی پناہ لی اور چاروں طرف خندق کھود لی۔

فرنگی علاقوں کی تباہی

سلطان نے پانچ دن تک ان کا محاصرہ کیا اور بتدریج انھیں نیچے اترنے پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ مقابلے کے لئے نہیں آئے۔ آخر کار سلطان وہاں سے واپس چلے گئے اور اس کے گردو نواح پر حملہ کر کے

---

[۱] تاریخ الکامل لابن اثیر میں اس کا نام سلیمان بن جندر مذکور ہے۔ (مترجم)

بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر وہ اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

الکرک کا محاصرہ

جب سلطان میسان کی جنگ سے واپس آیا تو اس نے الکرک پر حملہ کرنے کی تیاری کی اور لشکر لے کر روانہ ہوا۔ سلطان نے اپنے بھائی ابوبکر الملک العادل بن ایوب کو جو مصر میں اس کا نائب حاکم تھا، بلوایا، تاکہ وہ الکرک کے قریب آ کر اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ سلطان اسے حلب اور اس کے قلعہ کی حکومت بھی پیش کی تھی جو اس نے منظور کر لی تھی۔ سلطان نے اسے یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہ وہاں سے اپنے اہل وعیال اور مال و دولت کو لے کر آئے۔ چنانچہ وہ سلطان کے ساتھ الکرک کے مقام پر آ کر شامل ہوا۔ اسلامی لشکر نے چند دنوں تک اس کا محاصرہ کیا اور اس کے بیرونی علاقے فتح کر لئے تھے۔ انھوں نے شہر پناہ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) بھی نصب کر دیے تھے۔

تاہم سلطان نے اس کے محاصرہ کی مکمل تیاری نہیں کی تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ فرنگی فوجیں اس کی زبردست مدافعت کریں گی۔ چنانچہ ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو اس کا محاصرہ ختم کر دیا۔

حکام کے تبادلے

سلطان صلاح الدین نے اپنے بھائی الملک العادل کے بجائے اپنے بھتیجے تقی الدین ابن شاہ کو مصر کا حاکم مقرر کیا، اور الملک العادل کو اپنے ساتھ دمشق لے گیا اور اسے حلب، منبج اور ان سے متعلقہ علاقوں کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے اسی سال کے ماہ رمضان المبارک میں اسے حلب بھیج دیا تھا اور اپنے فرزند الظاہر غازی کو حلب سے دمشق واپس بلا لیا۔

الکرک کا دوبارہ محاصرہ

سلطان ۵۸۰ھ میں ماہ ربیع الآخر میں الکرک کے محاصرہ کے لئے دوبارہ روانہ ہوا۔ اس سے پیشتر اس نے فوجوں کو اکٹھا کر لیا تھا اور کیفا کے حاکم نورالدین اور مصر کی فوجوں کو بلوا لیا تھا اور الکرک کے محاصرہ کے لئے مکمل تیاریاں کر لی تھیں۔ اس نے اس کے بیرونی علاقے پر مجانیق نصب کر کے اسے فتح کر لیا تھا۔ اب قلعہ کا خندق کے پیچھے کا حصہ باقی رہ گیا تھا۔ یہ خندق بیرونی علاقے اور قلعہ کے درمیان حائل تھی۔ اس کی گہرائی ساٹھ گز تھی۔ اس مقصد کے لئے تیر اندازی اور سنگ باری کا مقابلہ ہوا۔ اہلِ قلعہ نے اپنے بادشاہ سے مزید فوجی کمک

طلب کی اور اپنی حالت بیان کی۔ لہٰذا فرنگیوں نے فوج اکٹھی کی اور پھر اس قلعہ کی طرف کوچ کیا۔

سلطان بھی ان سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور ایک سخت زمین پہ پہنچ کر ان سے مقابلہ کا انتظار کرتا رہا۔ مگر ان فرنگی فوجوں نے میدان جنگ میں نکلنے سے گریز کیا تو سلطان اپنی فوج لے کر چند فرسخ پیچھے ہٹ گیا اور فرنگیوں کی فوجیں الکرک کی طرف چلی گئیں۔

فرنگی بستیوں کی تباہی

جب سلطان نے یہ دیکھا کہ الکرک کا قلعہ مزید فوجی امداد کی وجہ سے زیادہ محفوظ ہو گیا ہے تو اس نے یہ محاصرہ بھی ختم کر دیا اور نابلس کی طرف کوچ کر کے اسے ویران کر دیا اور وہاں آگ لگادی پھر وہ سبطیہ کی طرف روانہ ہو گیا جہاں حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار مبارک تھا۔ سلطان نے وہاں سے مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ پھر اس نے موضع جنین کی طرف کوچ کیا اور اسے لوٹ کر ویران کر دیا۔

سلطان نے وہاں سے ہر طرف فوجی دستے بھیجے اور راستہ میں جہاں سے گذرا اسے لوٹ کر تباہ کر دیا۔ یوں اسلامی لشکر نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر سلطان فتح و نصرت کے ساتھ دمشق واپس آ گیا۔

الجزیرہ کی طرف پیش قدمی

پھر سلطان صلاح الدین دمشق سے الجزیرہ کی طرف ماہ ذوالقعدہ ۵۸۰ھ میں روانہ ہوا اور دریائے فرات کو عبور کیا۔ اس سے پیشتر مظفر الدین کوکبری علی کوچک اسے بات پہ آمادہ کیا کرتا تھا کہ وہ موصل پہ حملہ آور ہو۔ اس نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ جب سلطان وہاں آئے گا تو وہ پچاس ہزار دینار اسے پیش کرے گا۔

جب سلطان حران پہنچا تو اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اس لئے سلطان نے اسے گرفتار کر لیا مگر اہل جزیرہ کی تکلیف کے اندیشے سے اسے رہا کر دیا اور انہیں حران اور رُہا کا علاقہ واپس دے دیا۔

موصل پر حملہ کی تیاری

سلطان نے ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا تو اس کے لشکر میں حاکم کیفا نور الدین اور جزیرۂ ابن عمر کے حاکم معز الدین

سنجار شاہ بھی شامل ہو گئے۔ معز الدین سنجار شاہ نے مجاہد الدین نائب حاکم کے زوال کے بعد اپنے چچا عز الدین حاکم موصل کی اطاعت ترک کر دی تھی۔

خواتین کی درخواست یہ سب حکام سلطان صلاح الدین کے ساتھ موصل پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب شہر بلد پہنچے تو وہاں سلطان سے عز الدین کی والدہ اور اس کے چچا نور الدین کی بیٹی اور شاہی خاندان کے دیگر افراد نے ملاقات کی، انھوں نے سلطان سے مصالحت کی درخواست کی، کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ سلطان ان خواتین کی درخواست رد نہیں کرے گا، بالخصوص سلطان نور الدین کی صاحبزادی کی بات کو ضرور منظور کر لے گا۔

اہل موصل سے جنگ سلطان صلاح الدین نے اس بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو فقیہ عیسیٰ اور علی بن احمد المشطوب نے یہ مشورہ دیا کہ ان خواتین کی درخواست کو نامنظور کر دیا جائے۔ اس کے بعد یہ لشکر موصل کی طرف روانہ ہوا، اور اہل موصل سے انھوں نے جنگ شروع کر دی۔ اہل موصل نے جان کی بازی لگا کر مقابلہ کیا وہ خواتین کی درخواست کو رد کر دینے پر بہت ناراض تھے اس لئے شہر فتح نہیں ہو سکا۔ سلطان نے غلط مشورہ دینے پر اپنے ساتھیوں کو بہت برا بھلا کہا۔

جنگ میں ناکامی اتنے میں اربل کا حاکم زین الدین یوسف اور اس کا بھائی مظفر الدین کوکبری آ گئے۔ سلطان نے ان دونوں کو مشرقی سمت پر متعین کیا۔ اور علی بن احمد المشطوب الہکاری کو الجزیرہ کے قلعہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کا محاصرہ کیے ہکاریہ کرد قوم اس کے خلاف اس وقت تک صف آرا رہی جب تک سلطان صلاح الدین موصل سے واپس نہیں آیا۔

حاکم موصل عز الدین کو یہ اطلاع ملی کہ اس کا نائب زلفندار جو قلعہ کا حاکم ہے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے اسے اس کام سے روکا۔

خلاط کے حالات

شاہ ارمن کی وفات اس اثناء میں سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ خلاط کا حاکم شاہ ارمن فوت ہو گیا ہے۔ لہٰذا سلطان نے یہ موقع غنیمت سمجھا کہ وہ اس

کی مملکت کو فتح کرے جو آگے چل کر اس کی سلطنت کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے پھر اسے وہاں کے باشندوں کے خطوط بھی موصول ہوئے جن میں اسے وہاں بلایا گیا تھا اس لئے وہ موصل چھوڑ کر اُدھر روانہ ہو گیا۔

اہل خلاط کی سیاسی چال

حقیقت یہ ہے کہ اہل خلاط نے اسے مکر و فریب کے ساتھ بلوایا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں آذربیجان کے حاکم شمس الدین بہلوان بن ایلدگز نے بھی اس علاقے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے بوڑھا ہونے کے باوجود اپنی بیٹی کا نکاح شاہ رمن سے کر دیا تھا تاکہ اس کے رشتے کے ذریعے وہ خلاط پر قبضہ کر لے۔ لہٰذا جب وہ اس مقصد کے لئے روانہ ہوا تو انھوں نے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کی، ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کو لڑوا کر اپنے علاقے کی مدافعت کر سکیں۔

بہلوان کی اطاعت

چنانچہ سلطان صلاح الدین خلاط کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے ہراول فوجی دستوں کی قیادت ناصر الدین محمد بن شیرکوہ اور مظفر الدین حاکم اربل وغیرہ کر رہے تھے۔ جس زمانے میں ان لوگوں نے پیشقدمی کی تھی اسی زمانے میں حاکم آذربیجان بھی وہاں پہنچا اور وہ خلاط کے قریب مقیم ہوا۔ اہل خلاط کے قاصدوں نے بیک وقت سلطان صلاح الدین اور بہلوان (حاکم آذربیجان) دونوں سے گفت و شنید کی۔ آخر کار اہل خلاط نے بہلوان (حاکم آذربیجان) (کی اطاعت قبول کر کے) اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) پڑھوا دیا۔

قطب الدین کی وفات

جب اہلِ خلاط نے بہلوان کے نام کا خطبہ پڑھوایا تو اس وقت صلاح الدین شہر میا فارقین کے قریب تھا۔ یہ شہر حاکم ماردین قطب الدین کے ماتحت تھا۔ وہ فوت ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد اس کا ایک صغیر سن لڑکا رہ گیا تھا۔ اس لئے اس نے اس کی حکومت حاکم خلاط شاہ رمن کے سپرد کر دینے کی وصیت کی تھی اور اس نے وہاں اپنا لشکر بھی متعین کر دیا تھا۔

میا فارقین کا محاصرہ

جب شاہ رمن فوت ہو گیا تو سلطان نے میا فارقین کے شہر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے ۵۸۱ھ میں یکم ماہ جمادی الاول کو اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔

سلطان کا پیغام

یہاں (میا فارقین) کا سپہ سالار اسد الدین برنقش تھا۔ اس نے

شہر کی اچھے طریقے سے مدافعت کی۔ اس شہر میں قطب الدین (مرحوم حاکم) کی بیوی اپنی لڑکیوں کے ساتھ رہتی تھی۔ وہ حاکم کیغا نورالدین کی بہن تھی۔ سلطان صلاح الدین نے اس بیوہ کو یہ پیغام پہنچایا کہ "برنیقش شہر اس کے حوالے کر دینا چاہتا ہے اور ہم تمہارے بھائی نورالدین کے حق کی یوں حمایت کرتے ہیں کہ میں تمہاری بیٹیوں کا نکاح اپنے بیٹوں سے کر دوں گا۔ اس طرح شہر ہمارے قبضے میں رہے گا۔"

شہر پر تسلط

ادھر برنیقش کو کسی نے یہ اطلاع دی کہ خاتون (حاکم کی بیوہ) سلطان صلاح الدین کی حمایت کر رہی ہے اور اہل خلاط نے بھی اس کے ساتھ خط و کتابت کی ہے۔ چونکہ اہل خلاط کی خط و کتابت کی خبر صحیح تھی، اس لئے وہ گھبرا گیا اور اس نے جاگیر اور مال کی شروط کے ساتھ شہر حوالے کر دینے کا پیغام بھیج دیا۔ پھر اس نے شہر سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان نے شہر کو فتح کر کے اپنے ایک فرزند کا نکاح خاتون کی ایک بیٹی سے کر دیا اور اسے اور اس کی بیٹیوں کو قلعہ دھقناج میں ٹھیرایا۔

موصل کی طرف روانگی

یہاں سے سلطان موصل کی طرف روانہ ہوا۔ وہ نصیبین سے گزرتا ہوا کفرزمان پہنچا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ یہاں موسم سرما گزارے اور موصل کے تمام اضلاع کا محصول وصول کر کے اسے اپنے کام میں لائے اور موصل کی تمام اراضی کو مختلف لوگوں میں تقسیم کرے۔

صلح کی شرط

مجاہدالدین مصالحت پر آمادہ ہو گیا اور ایلچیوں کی آمد و رفت ہو گئی اور یہ شرط رکھی گئی کہ عزالدین اسے شہرزور اور اس کا ملحقہ علاقہ، غرابلی کا علاقہ اور زاب کے پیچھے کے اضلاع دے۔

مصالحت کی تکمیل

سلطان صلاح الدین اس عرصے میں بیمار ہو گیا تو وہ حران واپس آ گیا۔ اس کے ایلچی یہ خبر لے کر آئے کہ اس کے مطالبات منظور ہو گئے ہیں۔ لہٰذا مصالحت ہو گئی اور باہمی صلح نامہ کے بعد شہر حوالے کر دئے گئے۔

سلطان کی بیماری

تاہم سلطان صلاح الدین حران میں طویل عرصے تک بیمار رہا۔ اس کے پاس اس کا بھائی ملک عادل، حاکم حلب اور اس کا فرزند الملک العزیز عثمان بن صلاح الدین موجود تھے۔

ایوبی سلطنت کی تقسیم

جب سلطان کے مرض نے خطرناک صورت اختیار کی تو اس نے اپنی مملکت اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دی اور سارے ملک کا نگران اپنے بھائی ملک عادل کو بنایا۔ پھر سلطان ماہ محرم ۵۸۲ھ میں دمشق واپس چلا گیا۔

ناصرالدین کی وفات

جب سلطان حران میں تھا تو اس کا چچازاد بھائی ناصرالدین محمد بن شیرکوہ بھی وہاں موجود تھا۔ اس کی جاگیر میں حمص اور رحبہ کا علاقہ شامل تھا۔ وہ سلطان سے پہلے حمص واپس چلا گیا تھا۔ جب وہ حلب پہنچا تو اس نے وہاں کے امراء کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر سلطان صلاح الدین فوت ہو جائے تو وہ اس کے بادشاہ بننے کی حمایت کریں۔ اس کے بعد وہ حمص پہنچ گیا۔ اس نے اہل دمشق کو بھی اسی قسم کا پیغام بھجوایا۔ مگر قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ سلطان صلاح الدین تو اپنی خطرناک بیماری سے تندرست ہو گیا اور ناصرالدین بقرعید کی رات کو فوت ہو گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ اسے زہر دے کر پوشیدہ طور پر ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا بارہ سالہ فرزند شیرکوہ اس کی عملداری کا حاکم اور جانشین مقرر ہوا۔

تقسیم سلطنت کی تفصیلات

سلطان صلاح الدین کا ایک فرزند الملک العزیز عثمان حلب میں اس کے بھائی ملک عادل کی نگرانی میں تھا اور اس کا بڑا فرزند افضل علی مصر میں اس کے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کی نگرانی میں تھا۔ اسے سلطان نے اس وقت مصر بھیجا تھا جبکہ اس نے ملک عادل کو وہاں سے بلوا لیا تھا۔ جب سلطان حران میں بیمار ہوا تو اسے اس بات پر افسوس ہوا کہ اس نے اپنے کسی بیٹے کو کسی علاقہ کا مستقل اور آزاد حاکم نہیں مقرر کیا اور اس کے بعض گہرے دوستوں نے بھی اسے اس طرف توجہ دلائی۔ لہٰذا اس نے اپنے ایک فرزند کو اپنے بھائی ملک عادل کی سرپرستی میں حلب کی طرح مصر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ پھر اس نے الجزیرہ کے علاقے میں سے حران، رُہا اور میافارقین کا علاقہ ملک عادل کو دے دیا اور اپنے فرزند عثمان کو مصر کا (خود مختار) حاکم مقرر کیا۔

تقی الدین کی مخالفت

پھر اس نے اپنے فرزند افضل اور اپنے بھتیجے تقی الدین کو بلوا بھیجا مگر تقی الدین سلطان کے پاس نہیں گیا اور اس نے

یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے آزاد کردہ غلام قراقوش کے پاس مغرب (شمالی افریقا) میں ان علاقوں کی طرف چلا جائے۔ کیونکہ اس نے طرابلس اور افریقیہ کے علاقہ جبرید کو فتح کر لیا تھا۔

شامی علاقوں پر تقرر

(جب سلطان صلاح الدین کو اس بات کا علم ہوا تو) اس نے نرمی اور خوش اخلاقی کے ذریعے خط لکھ کر اسے بلوا لیا، جب وہ وہاں پہنچا تو سلطان نے حماۃ، منبج، معرہ، کفرطاب، جبل جوز اور اس کے تمام علاقے کی حکومت اسے عطا کی۔

تقی الدین سے متعلق دوسری روایت

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب تقی الدین کو سلطان صلاح الدین کے مرض اور اس کی موت کی غلط خبر ملی تو اس نے خود بادشاہ بننا چاہا۔ یہ خبر سلطان صلاح الدین کو مل گئی تھی، لہٰذا اس نے فقیہ عیسیٰ الہکاری کو بھیجا کیونکہ اس کا حکم سب مانتے تھے سلطان نے اسے یہ ہدایت دی تھی کہ وہ تقی الدین کو مصر سے نکال کر خود وہاں قیام کرے چنانچہ وہ وہاں اطلاع دئے بغیر پہنچ گیا اور اس نے تقی الدین کو نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ شہر کے باہر ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد وہ مغرب (شمالی افریقا) جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ مگر سلطان نے خط لکھ کر اسے بلوا لیا۔

صلیبی حکام کے حالات

طرابلس کے فرنگی حاکم ایمنڈ بن ریمنڈ بن سنجیل نے طبریہ کی فرنگی ملکہ سے نکاح کر لیا تھا اور اس کے پاس جا کر رہنے لگا تھا۔ اس عرصے میں شام کا فرنگی بادشاہ، جو جذامی تھا فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے صغیر سن بھتیجے کو ولی عہد بنایا تھا (لہٰذا وہ اس کا جانشین ہوا) طرابلس کا یہ فرنگی حاکم اس کا نگران بنا اور چونکہ وہ فرنگی حکام ہی سب سے زیادہ بزرگ تھا، اس لئے وہ اس کی مملکت کا انتظام کرتا رہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ نگرانی کے پردے میں وہ اس علاقہ پر قابض ہو جائے مگر اتفاق سے وہ (جانشین) صغیر سن حاکم فوت ہو گیا تو اس کی سلطنت، اس کے باپ کی طرف منتقل ہوئی۔ یوں حاکم طرابلس کو اپنی توقعات میں مایوسی ہوئی۔

صلیبی بادشاہ کی تاج پوشی

اس کے بعد فرنگی ملکہ نے مغرب سے آنے والے ایک فرنگی سے نکاح کر لیا اور ایک جشن میں اس کو تاج پہنا کر اپنی

حکومت سے اپنے آپ کو دست بردار کرنے کا اعلان کیا۔ اس جشن (تاج پوشی) میں تمام بشپ مذہبی پیشوا، راہبوں اور اسبتاریہ، داویہ اور بارویہ (فرقوں) نے شرکت کی۔

صلیبی حاکم کی بغاوت

اس کے بعد حاکم طرابلس سے مطالبہ کیا گیا کیونکہ وہ جب صغیر سن بچے کی کفالت کر رہا تھا کہ وہ اس زمانے کے محصولات کی وصولی کا حساب پیش کرے۔ اس پر وہ سخت ناراض ہو گیا اور علانیہ بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے سلطان صلاح الدین سے خط و کتابت کی اور اس کے پاس چلا گیا۔ سلطان نے اسے اپنے شہر میں اس کے ہم مذہب (عیسائی) افراد کا حاکم مقرر کر دیا اور (اس کی حمایت کے لئے) سلطان نے ان عیسائی سرداروں کو بھی رہا کر دیا جو اس کی قید میں تھے اس بات سے وہ بہت خوش ہوا اور یہ فعل فرنگی افراد کے شہروں کو فتح کرنے اور بیت المقدس کو ان سے واپس لینے کا ذریعہ بنا۔

مسلمان فوجوں کی فتح مندی

سلطان صلاح الدین نے طبریہ کی سمت سے تمام فرنگی بستیوں میں اپنے فوجی دستے بھیجے۔ چنانچہ وہ ان کے علاقوں کو تباہ کر کے مال غنیمت حاصل کر کے لوٹتے تھے۔ یہ تمام واقعات ۵۸۲ھ میں رونما ہوئے۔

صلیبی حاکم الکرک سے صلح

ان فرنگی حکام میں پرنس ارناط جو الکرک کا حاکم تھا، سب سے زیادہ چالباز اور خطرناک تھا۔ سلطان نے اس پر زبردست حملہ کر کے اس کے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ آخر کار وہ صلح کرنے پر آمادہ ہوا اور اس سے صلح کرنے کے بعد دونوں قوموں کے درمیان کے راستے پر امن ہو گئے تھے۔

صلیبی حاکم کی غداری

مگر اسی سال (مسلمان) تاجروں اور فوجیوں کا ایک قافلہ (اس کے علاقے سے) گذرا تو اس (فرنگی حاکم) نے غداری کر کے انہیں قید کر لیا اور ان کے ساتھ جو سامان تھا اسے لوٹ لیا۔ سلطان صلاح الدین نے پیغام بھیج کر اس سے باز پرس کی۔ مگر اس فرنگی حاکم (ارناط) نے اپنی غداری پر اصرار کیا۔ اس پر سلطان نے یہ عہد کیا کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو وہ اسے قتل کر کے چھوڑے گا۔ چنانچہ سلطان نے اس مقصد کے لئے موصل، الجزیرہ، اربل، مصر و شام کے مسلمانوں کو دعوت جہاد دی اور وہ ماہ محرم ۵۸۳ھ میں سلطان تمام لشکر کو لیکر دمشق سے روانہ ہوا اور وہ راس الماء تک پہنچ گیا۔

حج کے قافلہ کی حفاظت

اس اثناء میں سلطان کو یہ خبر ملی کہ پرنس ارناط حاکم الکرک شام کے حاجیوں کے قافلے پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت سلطان کے ساتھ اس کا بھتیجا محمد بن لاجیل وغیرہ بھی شامل تھے۔ لہٰذا سلطان نے کچھ لشکر اپنے فرزند الافضل علی کی قیادت میں چھوڑا اور خود اس نے بصری کی طرف لشکر کشی کی۔ جب پرنس ارناط نے سلطان کے لشکر کی آمد کی خبر سنی تو وہ حملہ کرنے سے باز رہا اور حاجیوں کا قافلہ صحیح سالم چلا گیا۔

صلیبی علاقوں کی تباہی

اس کے بعد سلطان صلاح الدین الکرک کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنے فوجی دستے الکرک کے علاقے اور شوبک کے علاقے میں بھیجے۔ چنانچہ انھوں نے ان دونوں علاقوں کو تباہ کر دیا۔ پرنس ارناط الکرک میں محصور ہو گیا۔ کیونکہ دوسری فرنگی فوجیں اس کی امداد کے لئے نہیں پہنچ سکیں۔ کیونکہ یہ فوجیں سلطان کے فرزند الافضل کی فوجوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں۔ اس اثناء میں سلطان نے اپنے فرزند الافضل کو حکم دیا کہ وہ ایک فوجی مہم عکا بھیجے تاکہ وہ اس کے گرد و نواح کو تباہ کر سکے۔

مسلمانوں کی فتح عظیم

الافضل نے مظفر الدین کوکبری حاکم حران و رہا اور قایماز النجمی اور دار دم البارد تی کو بھیجا۔ یہ لوگ ماہ صفر کے آخر میں فوج لے کر روانہ ہوئے۔ انھوں نے صبح سویرے صفوریہ پر حملہ کیا جہاں (صلیبی) جاں نثار رضا کاروں اور اسبتاریہ (جماعت) کے فوجی دستے جمع تھے۔ یہ سب (مسلمانوں کے) مقابلے کے لئے نکلے اور فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت دی اور فرنگیوں کو شکست ہوئی اور ان کا سردار مارا گیا۔ مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا اور وہ کامیاب ہو کر لوٹے۔ مسلمانوں کی فوجیں طبریہ کے پاس سے گذریں، وہاں فرنگی حاکم (ریمنڈ) موجود تھا مگر اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ کیونکہ اس کے اور سلطان صلاح الدین کے درمیان معاہدہ تھا۔ چونکہ یہ عظیم فتح تھی اس لئے تمام ملک کو اس کی بشارت کی خبریں پہنچائی گئیں۔

سلطان کی نئی مجاہدانہ مہم

جب صفوریہ کے مقام پر (صلیبی) جاں نثار رضا کاروں (فداویہ) اور اسبتاریہ (جماعت) کو شکست فاش ہوئی

تو مسلمان مال غنیمت لے کر فرنگی حاکم اینڈ کے پاس سے طبریہ کے مقام سے گذرے۔ ہرکارے فتح کی بشارت کی خبر لے کر سلطان صلاح الدین کے پاس پہنچے جو اپنے اس فوجی کیمپ کی طرف واپس پہنچا تھا۔ جو اس کے فرزند کے زیر قیادت تھا۔ سلطان الکرک کے پاس سے بھی گذرا۔ اس نے فرنگی علاقوں کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کا لشکر مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔

اینڈ کی غداری

سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ فرنگی حاکم اینڈ اپنے ہم مذہب (فرنگیوں) کے ساتھ مل گیا ہے اور اس نے سلطان کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ کو توڑ لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام عیسائی پادریوں، مذہبی پیشواؤں اور راہبوں نے اس کی مسلمان دوستی کی اس پالیسی کو ناپسند کیا تھا کہ مسلمانوں کی فوجیں عیسائیوں کے قیدی اور ان کا مال غنیمت لے کر اس کے شہر میں سے گذریں اور وہ ان کی مزاحمت نہ کرے حالانکہ انھوں نے ان کے جان نثار رضا کاروں (فداویہ) استباریہ (جماعت) اور دیگر مذہبی سرداروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ انھوں نے اسے یہ دھمکی بھی دی کہ وہ اس کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کر دیں گے۔ لہٰذا (ان حالات کے بعد) اینڈ بہت شرمندہ ہوا، اور اس نے اپنا فیصلہ تبدیل کر لیا اور ان سے معافی مانگی۔ چنانچہ اُنھوں نے اس کی معافی قبول کر لی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان کافروں اور صلیب پرستوں کا حامی بن گیا اور انھوں نے اس سے ازسرِنو حلف اٹھوا کر اسے اپنے ساتھ شامل کر لیا اور وہ سب مل کر عکا سے صفوریہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جہاد کا مشورہ

جب یہ خبر سلطان صلاح الدین کو ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ کچھ لوگوں نے اسے اس وقت تک جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا جب تک کہ وہ کمزور نہ ہو جائیں۔ کچھ لوگوں نے جنگ کرنے کا مشورہ دیا تاکہ وہ اس کے بعد عکا پہنچ کر الجزیرہ میں مسلمانوں کے مظالم کا بدلہ لے سکیں۔

سلطان صلاح الدین نے جنگ کرنے کے مشورہ کو درست سمجھا اور ان سے مقابلہ کرنے میں عجلت سے کام لیا۔

فتح طبریہ

اب سلطان نے ماہ رمضان المبارک کے آخر میں الاقحوانہ کے مقام سے کوچ کیا۔ وہ طبریہ کے پیچھے تک کوچ کرتا رہا۔ اور وہاں سے اس نے فرنگی محاذ کی

طرف پیش قدمی کی مگر اس وقت تک وہ اپنے خیموں سے باہر نہیں نکلے تھے تاہم جب رات ہوئی تو سلطان نے اپنے لشکر کی ایک جماعت طبریہ بھیجی، جس نے بزور شمشیر اسی رات طبریہ کو فتح کر کے اس میں آگ لگادی اور اسے لوٹ لیا۔ وہاں کے باشندے قلعہ میں محصور ہو گئے۔ ان کے ساتھ ملکہ اور اس کی اولاد بھی تھی۔

زبردست جنگ

جب فرنگیوں کو یہ اطلاع ملی تو ان کا حاکم بہت پریشان ہوا ریمنڈ نے صلح کرنے کا ارادہ کیا مگر الکرک کے حاکم پرنس ارناط نے اس کی مخالفت کی اور اس پر سلطان صلاح الدین کی حمایت اور دوستی کا الزام لگایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرنگی فوجوں سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور وہ صف آرا ہونے کے لئے اپنے فوجی مرکز پر پہنچ گئے۔ ادھر سلطان صلاح الدین بھی اپنے محاذ پر پہنچ گیا۔

پانی کی قلت

(جب دونوں فریق اپنے فوجی مورچوں پر پہنچ گئے تو) فرنگیوں کے محاذ سے آب رسانی کا سلسلہ دور ہو گیا اور وہ پیاسے مرنے لگے، مگر اب پیچھے ہٹنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ کیونکہ سلطان صلاح الدین ان کے ارادے کے بغیر سوار ہو کر (میدان جنگ میں) پہنچ چکا تھا اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ سلطان صلاح الدین مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان کا حال معلوم کرتا رہتا تھا۔

ریمنڈ کا فرار

آخرکار فرنگی حاکم نے تقی الدین عمر بن شاہ کے مورچے کی طرف زبردست حملہ کیا جس میں اس نے اور اس کی فوجوں نے نہایت بہادری اور جان نثاری کا ثبوت دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مورچے سے اس کے بھاگ جانے کا راستہ صاف ہو گیا۔

فرنگیوں کو شکست

فرنگی فوجوں کی صفوں پر بہت رخنہ اندازی ہوئی اور انھوں نے پے در پے حملے کئے (ان پر ایک مصیبت یہ نازل ہوئی کہ) زمین کی سوکھی گھاس پر کوئی چنگاری گر کر آگ لگ گئی۔ چنانچہ اس آگ کی لپٹیں انھیں بہت تنگ کرتی رہیں۔ پیاس کی وجہ سے ان فرنگیوں کی بڑی تعداد مر گئی اور ان کی اخلاقی جرأت کم ہو گئی۔ مسلمانوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حطین (مقام) کے قریب ایک ٹیلے پر چڑھ گئے تاکہ وہاں اپنے خیمے لگائیں، مگر وہ صرف بادشاہ کا خیمہ ہی لگا سکے۔

اس موقع پر مسلمانوں کی شمشیریں ان کا کام تمام کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ فرنگیوں کی اکثر فوج فنا ہو گئی اور بادشاہ کے علاوہ ان کے منتخب اور چیدہ چیدہ سرداروں کی صرف ایک سو پچاس افراد کی جماعت باقی رہ گئی۔

فرنگی سرداروں کی گرفتاری

مسلمان لگاتار ان پر حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان سرداروں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے ان کے بادشاہ اور اس کے بھائی پرنس ارناط حاکم الکرک، حاکم جبیل، ہنفری کے فرزند، جاں نثار رضاکاروں (صلیبی)۔ (فداویہ) کے سردار اور ان کے رضاکاروں اور اسبتاریہ کی ایک بڑی جماعت کو قیدی بنا لیا۔ سنہ ۴۹ھ سے جب کہ انھوں نے ان علاقوں پر قبضہ کیا تھا، انھیں ایسا زبردست نقصان نہیں برداشت کرنا پڑا۔

ارناط کا قتل

پھر سلطان صلاح الدین اپنے فوجی خیمے میں جا بیٹھا اور اس نے ان فرنگی قیدیوں کو بلوایا۔ سلطان نے فرنگی بادشاہ کے شاہی منصب کا خیال رکھتے ہوئے اسے اپنے پاس بٹھایا اور اسے بہت زجر و توبیخ کی۔ اس کے بعد وہ پرنس ارناط کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی منت اور نذر پوری کرنے کے لئے اس نے خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اس سے پہلے سلطان نے اسے اس کی غداری کے واقعات یاد دلائے اور اس کی اس جسارت کا ذکر بھی کیا جو اس نے حرمین (اور اس کے حاجیوں پر حملہ کرنے کے سلسلے میں روا رکھی تھی۔

ایمنڈ کی موت

سلطان نے باقی فرنگی سرداروں کو مقید رکھا، مگر حاکم طرابلس (ایمنڈ) بھاگ گیا تھا، جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ وہ اس رنج و افسوس میں چند دنوں کے بعد مر گیا تھا۔

قلعہ طبریہ کی تسخیر

جب سلطان ان کاموں سے فارغ ہوا تو وہ طبریہ کی طرف روانہ ہوا اور دوبارہ جنگ شروع کی۔ فرنگی ملکہ نے سلطان سے پناہ طلب کی تو سلطان نے اسے، اس کی اولاد اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دی اور اس کی مال و دولت کی حفاظت کا وعدہ بھی کیا۔ چنانچہ جب وہ نکلی تو سلطان نے اس کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا۔

فرنگی قیدیوں کا قتل

سلطان نے فرنگی بادشاہ اور ان کے سرداروں کو جو قیدی تھے

دمشق بھیج دیا جہاں وہ سب مقید رہے۔ اس نے فداویہ اور استبداریہ کے رضاکاروں کو جمع کر کے قتل کرا دیا۔

مورخ ابن الاثیر لکھتا ہے۔ "اس واقعہ کے ایک سال بعد، جب میں اس مقام پر سے گزرا تو مجھے دور سے ان کی بکریاں نظر آئیں جنھیں سیلاب بہا کر لے آیا تھا اور درندوں نے انھیں چبا لیا تھا۔"

فتح عکا

جب سلطان صلاح الدین فتح طبریہ سے فارغ ہوا تو اس نے عکا کی طرف فوج کشی کی اور وہاں جنگ کی۔ اس شہر میں جو فرنگی تھے انھوں نے فصیلوں کے اندر جا کر پناہ لی۔ اس کے بعد انھوں نے پناہ طلب کی تو سلطان نے انھیں پناہ دے دی اور انھیں کوچ کرنے کا اختیار بھی دیا۔ چنانچہ جو ساز و سامان ان کی سواریاں اٹھا سکیں، لے گئے۔ سلطان صلاح الدین اس شہر میں یکم جمادی الاولیٰ ۵۸۳ھ میں داخل ہوا۔ مسلمانوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر کی قدیم جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ یہ پہلی جمعہ کی نماز تھی جو فرنگیوں کے ساحل شام پر قبضہ کرنے کے بعد ادا کی گئی۔

مال غنیمت کی تقسیم

سلطان نے عکا شہر اور وہاں فداویہ (جاں نثار عیسائیوں) کی جو جاگیریں اور اراضی تھیں، وہ سب اپنے فرزند الافضل کو عطا کیا۔ سلطان نے اکثر مال و متاع جو فرنگی نہیں لے جا سکے تھے، فقیہ عیسیٰ الہکاری کو عطا کیا اور جو باقی بچا، اسے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اس کے بعد سلطان صلاح الدین چند دن وہاں قیام پذیر رہا تاکہ وہاں کی حالت درست کر سکے۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔

فتح یافا

جب سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کو شکست دی تو اس نے اپنے بھائی ملک عادل کو مصر سے بلوایا اور اسے حکم دیا کہ وہ مصر کی سمت سے براہ راست فرنگی علاقوں کی طرف روانہ ہو جائے۔ اس کے بعد سلطان نے قلعہ مجدل پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر وہ شہر یافا کی طرف روانہ ہوا۔ اور اسے بزور شمشیر فتح کر لیا اور اسے تباہ کیا۔

فتح بعلبک و حیفا

جب سلطان عکا میں مقیم تھا تو اس نے فوجی دستے قیساریہ، حیفا، اسطوریہ، بعلبک، اور شقیف وغیرہ کی طرف روانہ کئے تھے۔ یہ تمام مقامات عکا کے گرد و نواح میں تھے۔ انھوں نے انھیں فتح کر کے تباہ

کر دیا تھا اور بہت مال غنیمت حاصل کیا تھا۔

فتح نابلس سلطان نے حسام الدین عمر بن الاعصن کو لشکر دے کر نابلس بھیجا اس نے سبطیہ کے شہر کو فتح کر لیا جو اسباط (اولاد یعقوب علیہ السلام) کا شہر تھا اور وہاں حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار ہے۔

پھر وہ شہر نابلس کی طرف روانہ ہوا اور اسے بھی فتح کر لیا۔ وہاں جو فرنگی موجود تھے انھوں نے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ انھیں وہاں مال و دولت کے ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی۔

فتح تبنین وصیدا سلطان نے تقی الدین عمر ابن شاہنشاہ کو فوج دے کر تبنین کی طرف بھیجا تاکہ وہ وہاں سے (فرنگیوں کے لئے) غلہ کی رسد بند کرے اور صور سے بھی یہ رسد منقطع کر دے۔ چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر اس مقام کا محاصرہ کر لیا اور وہاں کے لوگوں کو اس قدر تنگ کیا کہ وہ ہتھیار ڈال کر پناہ حاصل کرنے پر مجبور ہوئے۔ آخر کار انھیں پناہ دے کر اس مقام پر قبضہ کر لیا گیا۔

اب وہ صیدا کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں وہ صرخد کے پاس سے گذرا تو جنگ کرنے کے بعد اسے بھی فتح کر لیا۔ اتنے میں یہ خبر موصول ہوئی کہ صیدا کا حاکم بھاگ گیا ہے۔ لہٰذا وہاں پہنچ کر اسی سال میں ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں صیدا کو بھی فتح کر لیا۔

فتح بیروت پھر وہ اسی دن بیروت کی طرف روانہ ہو گیا اور اس شہر کی ایک سمت سے اس نے حملہ کیا۔ اہلِ شہر یہ سمجھے کہ مسلمان دوسری طرف سے شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس لئے وہ بہت پریشان ہوئے اور چونکہ وہاں دیہات سے مختلف اصناف کے افراد پہنچ گئے تھے اس لئے وہ ان سب کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دور نہیں کر سکے اور آخر میں انھیں ہتھیار ڈالنے پڑے اور مسلمانوں نے آٹھ دن محاصرہ کرنے کے بعد ماہ جمادی الثانیہ کے آخری دن بیروت بھی فتح کر لیا۔

فتح جبیل جبیل کا حاکم دمشق میں مقید تھا۔ اس نے اپنے نائب کو یہ ہدایت کی کہ وہ جبیل سلطان صلاح الدین کے حوالے کر دے۔ اس کے بدلے میں وہ اسے رہا کر دے گا۔ چنانچہ جب بیروت کا محاصرہ جاری تھا تو اسے بلوایا گیا۔ جب اس نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا تو اسے رہا کر دیا گیا۔ وہ فرنگیوں کا بہت بڑا عقلمند سردار تھا۔

فرنگی نواب کی آمد

طرابلس کا حاکم جب حطین کی جنگ سے بچ نکلا تو وہ شہر صور بھاگ گیا۔ وہ اس شہر کی حفاظت کرنا چاہتا تھا اور اسے مسلمانوں سے روکنے کے لیے اس نے وہاں اقامت اختیار کی، مگر جب سلطان صلاح الدین نے تنین، صیدا اور بیروت کو فتح کر لیا تو اس نے ہمت ہار دی اور اپنے شہر طرابلس چلا گیا۔ یوں صیدا اور صور (کے فرنگی شہر) محافظ فوجوں کے بغیر رہ گئے۔

اس عرصے میں ایک بڑا فرنگی تاجر اور نواب، جسے مار کوئیس کا خطاب ملا ہوا تھا مغرب سے بڑے (فوجی) ساز و سامان کے ساتھ عکا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ اسے اس شہر کے فتح ہونے کی خبر نہیں تھی، اس کے ہراول دستے کے افسر نے (معلومات حاصل کرنے کے بعد) اسے بتایا کہ اس شہر میں سلطان صلاح الدین کا فرزند الافضل موجود ہے (اور اس کا قبضہ ہے)۔ اس نے اسے یہ بھی بتایا کہ صور اور عسقلان ابھی تک فرنگیوں کے قبضہ میں ہیں مگر ہوا بند ہونے کی وجہ سے وہاں اس کے جہاز نہیں جا سکتے تھے۔ لہٰذا اس نے پناہ حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ بندرگاہ میں داخل ہو سکے (ابھی یہ معاملہ طے ہونے نہیں پایا تھا کہ) اتنے میں ہوا موافق ہو گئی اور وہ اسے صور لے گئی۔

صور پر فرنگی نواب کی حکومت

امیر الافضل نے اس کے تعاقب میں جنگی کشتیاں بھیجیں مگر وہ اسے پکڑ نہیں سکیں یہاں تک کہ وہ صور کی بندرگاہ میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ فرنگیوں کے مفتوحہ قلعوں کی شکست خوردہ مختلف فوجیں پناہ گزین ہو گئی ہیں۔ انھوں نے اس سے (شہر پر حکومت کرنے کی) درخواست کی اور اس نے شہر کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔ اس نے شہر والوں سے اس بات کا حلف نامہ لیا کہ یہ شہر اس کے ماتحت رہے گا اور کوئی دوسرا اس میں دخل نہیں دے گا۔ ایسی صورت میں وہ اس کی حفاظت کے لئے بہت مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہے گا۔

اس کے بعد وہ شہر کا انتظام درست کرنے لگا اور اس کی قلعہ بندی کے لئے مناسب انتظامات شروع کر دئے۔ اس نے خندقیں کھودیں اور فصیلوں کو درست کرایا اور شہر کے سفید و سیاہ کا مالک ہو گیا۔

عسقلان کا محاصرہ

جب سلطان صلاح الدین نے بیروت، جبیل اور اس سے

متصل قلعوں کو فتح کر لیا تو اس نے اپنی توجہ عسقلان اور بیت المقدس کو فتح کرنے کی طرف مبذول کی۔ عسقلان کا شہر شام اور مصر کو جدا کرنے والا تھا، اس لئے وہ بیروت سے براہِ راست عسقلان کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں اسے اس کا بھائی ملک عادل بھی مل گیا جو مصر کا ایک زبردست لشکر لے کر آیا ہوا تھا۔ لہٰذا سلطان نے ماہ جمادی الآخرہ کے ابتدا میں اس کا محاصرہ کر کے جنگ شروع کر دی۔

شدید جنگ

سلطان نے فرنگیوں کے بادشاہ اور اس کے علم بردار کو جو دمشق میں مقید تھے دمشق سے بلوایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ دونوں عسقلان کے فرنگیوں کو اجازت دے دیں کہ وہ شہر (سلطان کے) حوالے کر دیں (انھوں نے تعمیل حکم میں اہل شہر کو پیغام دیا) مگر انھوں نے ان دونوں کی بات نہیں مانی بلکہ انہیں برے طریقے سے جواب دیا۔ سلطان نے اس کے بعد سخت جنگ کی اور ان کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کرا دیئے فرنگیوں کا بادشاہ اہل شہر کو لگاتار اس مضمون کے خطوط بھیجتا رہا کہ وہ شہر حوالے کر دیں۔ اس طرح وہ رہا ہو کر مسلمانوں سے انتقام لے سکے گا۔ مگر انھوں نے اس کا مشورہ تسلیم نہیں کیا۔

فتح عسقلان

جب ان پر محاصرہ بہت سخت ہو گیا اور اہلِ شہر تنگ آ گئے تو انھوں نے اپنی شرائط کے مطابق سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان نے ان کی تمام شرائط تسلیم کر لیں اور چودہ دن شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد اسی سال کے وسط میں شہر پر قبضہ کر لیا۔ اہلِ شہر نے اپنے اہل و عیال اور مال و دولت لے کر بیت المقدس روانہ ہو گئے۔

سلطان نے اس کے بعد اپنے فوجی دستے گرد و نواح کے علاقوں کی طرف بھیجے۔ چنانچہ ان فوجیوں نے رملہ، داروم، غزہ، مدن الجلیل، بیت لحم اور نطرون کے مقامات فتح کر لئے نیز ہر اس علاقے پر قبضہ کر لیا جو فداویہ (جان نثار صلیبی رضا کاروں) کے ماتحت تھا۔

سلطان نے عسقلان کے محاصرے کے دوران مصر کا بحری بیڑہ طلب کیا تھا، جسے حسام الدین لؤلؤ الحاجب لے کر پہنچ گیا اور وہ اس کے ذریعے عسقلان کی بندرگاہ اور القدس پر حملے کرنے لگا۔ وہاں کے مضافات میں جو کچھ ملتا تھا وہ مال غنیمت میں کام آتا تھا۔

بیت المقدس کی جنگ

جب سلطان صلاح الدین عسقلان اور اس کے متصل مقامات کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے بیت المقدس

فتح کرنے کا قصد کیا۔ وہاں عیسائیوں کا بڑا مذہبی پیشوا بطرک اعظم اور حاکم رملہ بالیان بن نیزران اور بادشاہ کی رشتہ دار (شہزادی) ربیبہ (؟) موجود تھی۔ فرنگیوں کے وہ سردار اور فوجی افسر جو جنگ حطین اور مفتوحہ علاقوں سے بچ کر نکل گئے تھے۔ وہ سب بیت المقدس میں موجود تھے۔ وہ اپنے دین و مذہب کی خاطر مر مٹنے کے لئے تیار تھے۔ ان لوگوں میں بہت جوش و خروش تھا۔ انھوں نے زبردست جنگی تیاریاں کر رکھی تھیں اور شہر کے اندر سے مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر رکھے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کا ایک سپہ سالار فوج لے کر آگے بڑھا مگر فرنگیوں نے اس کے ساتھ جنگ کر کے اسے اور اس کے ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ مسلمانوں کو اس کی شہادت پر بہت افسوس ہوا، وہ آگے بڑھ کر ماہ رجب کی پندرھویں تاریخ کو بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر وہ شہر کی محافظ فوجوں کی کثرت دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے۔

فیصلہ کن محاذ جنگ

ایسی حالت میں سلطان صلاح الدین نے پانچ دن تک شہر کے چاروں طرف کا فوجی معائنہ کیا اور آخر کار (فیصلہ کن) جنگ کے لئے ایک محاذ جنگ پسند کیا۔ یہ محاذ شمالی سمت کا مقام تھا جو باب العمود اور کنیسہ صہیون کے قریب تھا۔ سلطان لشکر لے کر اسی مقام کی طرف منتقل ہوگیا۔ اس نے وہاں کی فصیلوں پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دئے اور جنگ شروع کر دی (یہ اس قدر گھمسان کی جنگ تھی کہ) روزانہ فریقین میں سے ایک بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آتی تھی۔

فرنگیوں کی پسپائی

اس جنگ میں بنو بدران کے بڑے سردار عز الدین عیسیٰ بن مالک بھی شہید ہوئے۔ ان کے والد قلعہ جعبر کے حاکم تھے۔ مسلمانوں کو ان کی شہادت پر بہت افسوس ہوا۔ لہذا انھوں نے دشمن پر زبردست حملہ کیا یہاں تک کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شہر میں محصور ہوگئے۔ مسلمانوں نے ان کی خندق پر قبضہ کر کے ان کی فصیل میں نقب زنی کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگیوں کے حوصلے پست ہوگئے اور انھوں نے سلطان صلاح الدین سے پناہ طلب کی مگر اس نے جواب دیا کہ وہ بیت المقدس اسی طرح بزور شمشیر فتح کرے گا جس طرح فرنگیوں نے ابتدا میں ۴۹۲ھ میں اسے فتح کیا تھا۔

صلح کی درخواست

اس کے بعد فرنگی حاکم رملہ شہر کے دروازے سے نکل کر سلطان کے پاس پہنچا اور اس سے پناہ حاصل کرنے کے بارے میں

بالمشافہ اور دو بدو گفت گو کی اور اس سے رحم و ہمدردی کی درخواست کی مگر سلطان بزور شمشیر فتح کرنے پر مصر رہا۔ آخرکار (مایوس ہوکر) فرنگی حاکم نے جاں نثاری کے ساتھ لڑنے خواتین اور بچے قتل کرنے کی دھمکی دی اور یہ کہا کہ وہ شہر کا تمام ساز و سامان اور بیت المقدس کے آثار اور شعائر مقدسہ کو تباہ کر دیں گے اور اس کے ساتھ وہ ان تمام مسلمان قیدیوں کا صفایا کر دیں گے جن کی تعداد پانچ ہزار ہے۔ (اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے یہ دھمکی بھی دی کہ) وہ بیت المقدس کے تمام مویشی اور پالتو جانور بھی ختم کر دیں گے۔

شرائط صلح

(فرنگی حاکم کی اس گفتگو کے بعد) سلطان صلاح الدین نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ ان سب نے انھیں پناہ دینے کا مشورہ دیا، لہٰذا سلطان نے ان سے مندرجہ ذیل شرائط پر صلح کی:

(۱) ہر مرد کو دس دینار اور ہر عورت کو پانچ دینار ادا کرنا ہوگا۔ ہر بچے پر خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، دو دینار مقرر ہیں۔

(۲) یہ ادائیگی (زیادہ سے زیادہ) چالیس دن تک ہوگی۔ جو کوئی یہ رقم ادا کرنے میں تاخیر کرے گا وہ قیدی بن جائے گا۔

چنانچہ ان شرائط کے مطابق (حاکم رملہ) بلیان ابن نیزران نے اپنے ہم مذہب غریبوں کی طرف سے تیس ہزار دینار ادا کیے۔

فتح بیت المقدس

سلطان صلاح الدین نے (مذکورہ بالا شرائط کے مطابق) ۲۹ر رجب ۵۸۳ھ میں بروز جمعہ بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد شہر کی فصیلوں پر اسلامی جھنڈے بلند کر دیے گئے۔ وہ دن (مسلمانوں کے لئے) یادگار دن تھا۔ اس دن بیت المقدس کے تمام دروازوں پر فدیہ کی یہ رقم وصول کرنے کے لئے خزانچی مقرر کئے گئے۔ مگر ان (عیسائیوں) پر زیادہ سختی نہیں کی گئی۔ چنانچہ ان میں سے اکثر کچھ رقم ادا کئے بغیر ہی نکل گئے۔ آخر میں سولہ ہزار نفوس ایسے باقی رہ گئے جو یہ رقم ادا نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا انھیں قیدی بنا لیا گیا۔ بیت المقدس میں تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ خواتین اور بچوں کے علاوہ وہاں (عیسائیوں کے) ساٹھ ہزار جنگجو سپاہی تھے جو اپنے قلعوں اور شہروں کے فتح ہونے کے بعد وہاں پناہ گزین ہو گئے تھے۔

فرنگیوں کی تعداد

اس تعداد کے تقریباً صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ حاکم رملہ بلیان ابن

ہزاران نے اٹھارہ ہزار افراد کی طرف سے تیس ہزار دینار ادا کئے اور سولہ ہزار افراد یہ رقم ادا نہیں کر سکے (جو قیدی بنائے گئے) اس کے علاوہ ان کے تمام امراء نے ایک بڑی تعداد کو مسلمانوں کے بھیس میں نکلوا دیا۔

سلطان کی رواداری

سلطان نے روم کے شاہی خاندان کی بعض خواتین کو جو راہبہ بنی ہوئی تھیں، رہا کر دیا اور انھیں اپنے غلاموں، نوکر چاکر اور مال و دولت اور ساز و سامان کے ساتھ چلے جانے کی اجازت دی۔ اسی طرح اس نے بیت المقدس کی فرنگی ملکہ کو بھی، جس کی وجہ سے اس کے شوہر یعنی فرنگی بادشاہ کو گرفتار کیا گیا تھا، اور وہ نابلس کے قلعہ میں مقید تھا، اُس کے ساز و سامان کے ساتھ رہا کر دیا اور اس کی جاگیر پر کوئی خراج وصول نہیں کیا۔

اسی طرح بطرک اعظم (سب سے بڑا عیسائی پیشوا) بھی اپنے ساز و سامان اور خانقاہوں کی مال و دولت کے ساتھ نکل گیا۔ الکرک کا حاکم جو پرنس (شہزادہ) کہلاتا تھا، جنگ حطین میں مارا گیا تھا۔ اس کی بیوی اپنے بیٹے کی جان بخشی کے لئے سفارش کرنے آئی جو قید تھا سلطان نے اسے الکرک بھیجا تا کہ وہ فرنگیوں کو اجازت دے کہ وہ قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔

وہاں ایک سبز گنبد (قبہ) تھا اس پر ایک سونے کی عظیم صلیب تھی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے اس پر چڑھ کر اسے اتار لیا۔ اس وقت زمین نعرۂ تکبیر سے گونج اُٹھی تھی۔

شعائر مقدسہ کی حفاظت

جب بیت المقدس کا شہر دشمن سے خالی ہو گیا تو سلطان صلاح الدین نے حکم دیا کہ اس کے مقدس شعائر اور انبیاء اپنی قدیم حالت کی طرف لوٹا دی جائیں۔ کیونکہ فرنگیوں نے ان میں بہت تبدیلی کر دی تھی، لہٰذا انھیں اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹا دیا گیا۔

مسجد اقصیٰ کی صفائی

سلطان نے یہ بھی حکم دیا کہ بیت المقدس کی مسجد اور اس کے صخرہ مبارکہ کو نجاست اور گندگیوں سے پاک کیا جائے چنانچہ ان دونوں (شہر کے مقامات) کو پاک و صاف کر دیا گیا۔

خطبہ جمعہ

پھر مسلمانوں نے دوسرا جمعہ قبۃ الصخرہ میں پڑھا اور سلطان الدین کے حکم سے دمشق کے قاضی محی الدین بن زنگی نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ انھوں نے

اپنے خطبے میں موجودہ حالات اور اسلام کی عظمت کو اس طرح بلاغت آمیز مؤثر انداز میں بیان کیا کہ اس کو سن کر مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے (یہ خطبہ اس قدر عمدہ تھا کہ) راویوں اور مورخوں نے اسے نقل کر کے بیان کیا۔

صلاح الدین کی امامت

بعد ازاں سلطان صلاح الدین مسجد اقصیٰ کی پنج وقتہ نمازیں امام اور خطیب کی حیثیت سے پڑھاتا رہا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے لئے منبر تیار کیا جائے۔ اس پر مسلمانوں نے اسے آگاہ کیا کہ بیس سال ہوئے سلطان نور الدین محمود کے لئے ایک منبر تیار کیا گیا تھا اور حلب کے کاریگروں نے اکٹھے ہو کر کئی سالوں میں اس منبر کو عمدہ کاریگری سے تیار کیا گیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے حکم دیا کہ وہ منبر لاکر یہاں مسجد اقصیٰ میں نصب کیا جائے۔

رفاہ عام کے کام

سلطان نے یہ بھی حکم دیا کہ مسجد اقصیٰ کو آباد کیا جائے اور اس کی مناسب تعمیر کی جائے اور قبہ صخرہ کے اوپر سے سنگ مرمر کو اکھیڑ دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیوں کے پادری صخرہ کے پتھر کو فروخت کرنے لگے تھے۔ وہ اس کے پتھر کو تراش کر اسے سونے کے بھاؤ پر فروخت کرتے تھے فرنگی عیسائی اسے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کی خریداری میں مقابلہ کرنے لگے اور پتھر کے ان ٹکڑوں کو اپنے گرجاؤں میں رکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی بادشاہوں کے دلوں میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ صخرہ (چٹان) فنا نہ ہو جائے۔ لہٰذا (اس کی حفاظت کے لئے) انھوں نے اس صخرہ کے اوپر سنگ مرمر کا فرش بچھا دیا (مگر بیت المقدس کی فتح کے بعد) سلطان صلاح الدین نے اس کے اکھیڑنے کا حکم دیا۔

اب مسجد اقصیٰ میں قرآن کریم کے بہت سے نسخے اکٹھے ہو گئے اور وہاں (تلاوت قرآن کے لئے) قاری مقرر کئے گئے، جن کی تنخواہ مقرر تھی۔ سلطان نے وہاں خانقاہیں اور مدارس بھی تعمیر کرائے۔ یہ (رفاہِ عام کے کام) اس کا زبردست کارنامہ ہے۔

جب فرنگی بیت المقدس سے نکلے تو انھوں نے اپنی غیر منقولہ جائدادیں نہایت سستے داموں پر فروخت کر دیں، جسے مسلمان فوجیوں اور قدیم مقامی عیسائیوں نے خرید لیا تھا ان قدیم مقامی عیسائیوں پر پہلے کی طرح جزیہ مقرر کیا گیا۔

صور کا محاذ جنگ

جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کر لیا تو وہ

اس سال ماہ شعبان کے آخر اس شہر کے باہر مقیم رہا پھر اس نے شہر صور کی طرف کوچ کیا جہاں فرنگیوں کی بہت بڑی تعداد پہنچ گئی تھی۔ مارکوئیس (فرنگی نواب) نے اس شہر کی مدافعت کا عمدہ انتظام کر لیا تھا۔

مارکوئیس کی تیاری

جب سلطان عکا پہنچ گیا تو اس نے وہاں چند دن قیام کیا۔ اس عرصے میں مارکوئیس نے بہت زیادہ تیاری کر لی۔ اس نے گہری خندقیں کھودیں اور فصیلوں کو بالکل درست کر لیا۔ اس شہر کے تین طرف سمندر تھا لہٰذا حاکم شہر نے اس کے دائیں حصے کو بائیں حصے سے ملا کر اسے جزیرہ بنا دیا تھا۔

سپہ سالاروں کا تقرر

سلطان صلاح الدین وہاں ۲۱ ر رمضان المبارک کو پہنچ گیا۔ سلطان نے اپنا محاذ ایک بلند ٹیلے پر بنایا یہاں سے وہ میدان جنگ کی نگرانی کر سکے۔ اس نے جنگ کرنے کے لئے ان سپہ سالاروں کی باریاں مقرر کر دی تھیں (تاکہ یکے بعد دیگرے وہ مسلمان فوجوں کی قیادت کر سکیں) وہ سپہ سالار یہ تھے:۔

(۱) سلطان کا فرزند اول افضل (۲) دوسرا فرزند الظاہر (۳) اس کا بھائی ملک عادل (۴) اس کا بھتیجا تقی الدین۔

بحری جنگ

سلطان نے اس کی فصیلوں پر مجانیق اور قلعہ شکن آلات نصب کرا دئیے تھے فرنگی فوجیں جنگی اور آگ لگنے والی کشتیوں میں بیٹھ کر مسلمانوں کے پیچھے پہنچ کر ان پر سمندر سے حملہ کرتے تھے۔ اس طرح جنگ کر کے وہ مسلمانوں کو شہر کی فصیل کے قریب آنے سے روک رہے تھے۔ لہٰذا سلطان نے مصر کے بحری بیڑہ کو عکا سے بلوا لیا اور اس نے وہاں پہنچ کر فرنگیوں کے بحری حملوں کا مقابلہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان فصیل کے قریب جا کر جنگ کرنے لگے اور انھوں نے سمندر اور خشکی دونوں راستوں سے فرنگیوں کا محاصرہ کر لیا۔ مگر فرنگی مسلمانوں کے پانچ بیڑوں پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ باقی بحری بیڑے کو سلطان صلاح الدین نے کمی کی وجہ سے بیروت واپس کر دیا۔ فرنگیوں کے بحری بیڑوں نے جب ان کا تعاقب کیا تو انھوں نے اپنے آپ کو ساحل پر چھلانگ مار کر بچا لیا اور بحری بیڑے کو چھوڑ دیا، جسے سلطان صلاح الدین نے اپنے قبضے میں لا کر توڑوا دیا۔ سلطان نے صور کا سخت محاصرہ کیا مگر وہ

فتح نہیں ہوسکا۔ کیونکہ وہاں عکا، عسقلان اور بیت المقدس کے بہت سے فرنگی پناہ گزین ہوگئے تھے اور وہ وہاں کے حاکم کی، اپنی مال و دولت اور دیگر ساز و سامان سے مدد کر رہے تھے۔ اُنھوں نے سمندر پار کے فرنگیوں سے بھی مدد طلب کی تھی اور اُنھوں نے فوجی مدد دینے کا وعدہ کیا تھا اور وہ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔

عکا میں قیام

جب سلطان نے محسوس کیا کہ یہ شہر ناقابلِ فتح ہے تو اس کو ترک کرنے کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا، وہ پس و پیش کرتے رہے اور جنگ سے گریز کر رہے تھے۔ لہٰذا سلطان نے ماہ شوال کے آخر میں عکا کی طرف کوچ کیا۔ اس نے اپنی فوجوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے وطن چلی جائیں اور موسم بہار تک آرام کریں چنانچہ مشرق اور شام و مصر کی فوجیں واپس چلی گئیں اور سلطان اپنے خاص ساتھیوں کے ساتھ عکا میں مقیم رہا۔ سلطان نے شہر کا حاکم سلطان نورالدین کے ایک حاکم خردیک کو مقرر کیا۔

صلح کا پیغام

جب سلطان عسقلان کے محاصرہ میں مشغول تھا تو اس وقت اس نے صور کا محاصرہ کرنے کے لئے لشکر بھیجا تھا۔ اس لشکر نے ان کا سخت محاصرہ کیا تھا اور ان سے غلہ اور خوراک کی رسد منقطع کر دی تھی۔ اس لئے اُنھوں نے سلطان صلاح الدین کو جبکہ وہ صور کا محاصرہ کر رہا تھا، امن و امان دینے کا پیغام بھیجا اور دست بردار ہونے کا اقرار کیا۔ لہٰذا سلطان نے اس پر قبضہ کر لیا۔

کوکب و صفد کا محاصرہ

سلطان صلاح الدین نے جب عسقلان کی طرف فوج کشی کی تھی تو اس نے قلعہ کوکب کا محاصرہ کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجا تاکہ وہ راہ گیروں (اور قافلہ) کی، فرنگیوں کے حملوں سے حفاظت کر سکے۔ یہ قلعہ فرقہ استباریہ (فرنگی فرقہ) کے ماتحت تھا۔ سلطان نے ایک دوسرا لشکر قلعہ صفد کا محاصرہ کرنے کے لئے تیار کیا۔ یہ قلعہ فرنگیوں کے فرقہ فداویہ کے ماتحت تھا اور طبریہ کے قریب تھا۔ قلعہ کوکب اُردن کے قریب تھا۔ وہ فرنگی باشندے جو جنگ حطین سے بچ نکلے تھے، وہ ان دونوں قلعوں میں پناہ گزین ہو کر ان میں محفوظ ہوگئے تھے۔

جب سلطان کے لشکر تیار ہو کر ان دونوں قلعوں کی طرف روانہ ہوئے تو اس طرف کا راستہ پر امن ہوگیا اور ان علاقوں کا شر و فساد دُور ہوگیا۔

فوج کی غفلت کا نتیجہ

ماہ شوال کی آخری رات کو یہ اتفاق ہوا کہ وہ فوج جو قلعہ کوکب کا محاصرہ کرنے کے لئے مقرر تھی۔ وہ اس موسم سرما کی ٹھنڈی رات میں غافل ہوگئی (سوگئی) تو فرنگیوں نے (قلعہ سے نکل کر) ان پر حملہ کر دیا اور ان کے ہتھیار اور خوراک وغیرہ کا جو سامان ان کے پاس تھا وہ لوٹ کر قلعہ میں لے گئے سلطان صلاح الدین کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو وہ صور سے کوچ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ یہ خبر سن کر اس نے اس قلعہ پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس نے امیر قایماز نجمی کی زیر قیادت صور پر اپنا لشکر چھوڑا اور عکا کی طرف خود کوچ کیا۔

سفیروں سے ملاقات

جب موسم سرما ختم ہوگیا تو وہ عکا سے ماہ محرم ۵۸۴ھ میں قلعہ کوکب کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر وہ فتح نہیں ہوسکا۔ اب فرنگیوں کے ساحلی مقامات میں سے عکا سے جنوب تک قلعہ کوکب، صفد اور الکرک کے علاوہ اور کوئی مشہور قلعہ باقی نہیں رہا تھا۔ جب یہ قلعہ فتح نہیں ہوسکا تو اس نے محاصرہ کرنے والا لشکر قایماز نجمی کی قیادت میں دے دیا اور خود ماہ ربیع الاول میں دمشق کی طرف کوچ کیا۔ دمشق میں قلیج ارسلان اور قزل ارسلان کے سفیروں نے اس سے ملاقات کی اور اسے فتوحات کی مبارکباد دی۔ اس کی آمد پر اہل دمشق نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

جہاد کی تیاری

جب سلطان صلاح الدین بیت المقدس کی فتح سے فارغ ہوا اور اس نے صور، صفد اور قلعہ کوکب کا محاصرہ کیا تو اس کے بعد وہ دمشق واپس آگیا۔ اب اس نے شام کے (باقی ماندہ) ساحلی مقامات اور انطاکیہ کے (فرنگی) علاقہ پر جہاد کرنے کی تیاریاں شروع کیں۔

دعوت جہاد

سلطان ۵۸۴ھ کے موسم بہار میں دمشق سے روانہ ہوا۔ اس نے حمص میں قیام کر کے الجزیرہ کے لشکر اور اطراف و نواحی کے بادشاہوں کو دعوت جہاد دی۔ چنانچہ وہ سب وہاں پہنچ گئے۔ اب سلطان نے حصن الاکراد کی طرف کوچ کیا اور وہاں اپنے لشکر کے خیمے گاڑ دیے۔

انطاکیہ کے قلعوں پر حملہ

وہ خود انطاکیہ کے قریب کے قلعوں کی طرف روانہ ہوگیا اور طرابلس تک ان علاقوں پر حملہ کرتا رہا۔

وہ اپنی اس پیش قدمی سے بہت مطمئن ہوا، اور جب وہ اپنے مرکزی محاذ واپس آیا تو (وہاں کی) زمین مال غنیمت سے بھری ہوئی تھی۔ وہ کچھ عرصہ تک حصن الاکراد میں مقیم رہا جہاں اس کے پاس حاکم جبلہ منصور بن نبیل وفد لے کر آیا۔

منصور کی مخبری

منصور بن نبیل حاکم انطاکیہ کی طرف سے جبلہ کا اس وقت سے حاکم مقرر ہوا تھا جبکہ فرنگیوں نے اسے فتح کر لیا ہے۔ وہ وہاں کے تمام مسلمانوں کا حاکم تھا اور (فرنگی حاکم) سمند کی طرف سے اس کے انتظامی امور انجام دیتا تھا۔

جب سلطان صلاح الدین کو عروج حاصل ہوا اور اس کی وجہ سے اسلام کا بول بالا ہوا تو وہ اس کے پاس آیا تاکہ وہ اسے وہاں کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ کرے اور جبلہ و لاذقیہ کی رخنہ اندازی کے فوجی راز بتائے۔ اس نے سلطان کو زوردار طریقے سے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ان دونوں مقامات کو فتح کرے۔

قلعہ طرسوس کی تسخیر

سلطان نے یکم جمادی الاول کو وہاں سے کوچ کیا اور طرسوس پہنچا۔ وہاں کے فرنگیوں نے شہر خالی کر کے وہاں کے دو مستحکم قلعوں میں پناہ لے رکھی تھی۔

سلطان نے شہر کو ویران اور تباہ کر دیا۔ ان دونوں قلعوں میں سے ایک قلعہ فرقہ فداویہ کا تھا۔ وہاں ان کا وہ افسر موجود تھا جسے سلطان صلاح الدین نے جنگ میں گرفتار کر لیا تھا اور بعد میں بیت المقدس کی فتح کے موقع پر چھوڑ دیا تھا۔

دوسرے قلعہ والوں نے پناہ طلب کی تھی اور قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا تھا (ن) سلطان نے اسے تباہ کر کے اس کے پتھر سمندر میں پھنکوا دئے تھے۔

جبلہ کا جنگی معائنہ

فداویہ کے قلعہ والوں نے مقابلہ کیا، لہٰذا سلطان استبار یہ والوں کے ایک مینارہ پر چڑھا جو بہت بلند اور اونچا تھا اور دیکھا کہ کوہستانی راستہ جبلہ کی طرف وہاں سے جاتا تھا۔ وہ راستے کے دائیں طرف تھا اور سمندر بائیں طرف تھا، یہ بہت تنگ درہ تھا جس میں سے صرف ایک آدمی دوسرے آدمی کے پیچھے سے گذر سکتا تھا۔

فتح جبلہ

سسلی (صقلیہ) کے فرنگی حاکم کا بحری بیڑہ سواحل شام کے فرنگیوں کو

مدد پہنچانے کے لئے ساٹھ حصوں میں روانہ ہوا اور طرابلس میں لنگر انداز ہوا۔ جب انھوں نے سلطان صلاح الدین کے حملوں کا حال سنا تو وہ مغرب کی طرف روانہ ہوگئے۔ بحری بیڑے کے فوجی، جنگی کشتیوں کے اگلے حصے پر کھڑے ہو کر اس راستے کی طرف تیر چلانے لگے۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اس راستے کے بحری جانب ڈھالوں کی ایک فصیل تیار کر لی اور اس کے پیچھے تیر اندازوں کو کھڑا کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کا لشکر اس تنگ درہ میں سے گذر کر جبلہ کی طرف پہنچ گیا اور ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں وہاں گھس گیا۔ اس سے پہلے قاضی پہنچ گیا تھا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے جبلہ فتح کر لیا اور اس کی فصیلوں پر اسلامی جھنڈے بلند کر دئے گئے۔ اس کی محافظ فوجوں کو قلعہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا اور قاضی نے اہل جبلہ کو پناہ دے دی تاہم ان میں سے ایک جماعت قاضی نے یرغمال کے طور پر رکھ لی، تاکہ حاکم انطاکیہ کے مسلمان قیدیوں کے بدلے میں انھیں چھوڑا جا سکے۔

اظہار اطاعت

اس شہر کے روٗساء اور اُمراء اظہار اطاعت کے لئے سلطان صلاح الدین کے پاس پہنچے، وہ اس وقت جبلہ و حماۃ کے درمیان ایک پہاڑ پر مقیم تھا، ان کے لئے یہ راستہ دشوار گذار ثابت ہوا، لہٰذا اسی وقت سلطان نے اس راستہ کو کشادہ کرا دیا۔ اس نے جبلہ کا حاکم شیزر کے حاکم سابق الدین عثمان بن الدایہ کو مقرر کیا اور پھر وہاں سے لاذقیہ کی طرف روانہ ہوا۔

فتح لاذقیہ

جب سلطان جبلہ کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے لاذقیہ کی طرف فوج کشی کی۔ وہ وہاں ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں پہنچ گیا تھا۔ اس شہر کی محافظ فرنگی فوجیں وہاں ایک اونچے پہاڑ کے دو قلعوں میں محصور ہو گئی تھیں۔ مسلمانوں نے شہر فتح کر کے فرنگیوں کا دونوں قلعوں میں محاصرہ کر لیا۔ انھوں نے فصیلوں کے نچلے حصے کو کھودنا شروع کیا، اس کی وجہ سے فرنگیوں کو اپنی تباہی کا یقین ہو گیا، لہٰذا جبلہ کے قاضی نے انھیں ہتھیار ڈالنے کی تلقین کی اور انھوں نے پناہ طلب کی۔ سلطان نے انھیں پناہ دے کر دونوں قلعوں پر اسلامی جھنڈے بلند کر دئے۔ مسلمانوں نے شہر کو ویران کر دیا اس کی عمارتیں نہایت شاندار اور مستحکم تھیں۔ سلطان نے یہ شہر اپنے بھتیجے تقی الدین کے حوالے کر دیا۔ اس نے اس شہر کو پہلے سے بہتر حالت میں لوٹا دیا، اس کی نہایت عمدہ تعمیر

اور قلعہ بندی کی۔ وہ اس معاملے میں بہت باہمت تھا۔

بحری افسر کی تلخ کلامی

لاذقیہ کی بندرگاہ میں فرنگی حاکم صقلیہ کا بحری بیڑہ لنگر انداز تھا۔ یہ لوگ اہل شہر کے ہتھیار ڈالنے پر سخت ناراض ہوئے اور انھیں وہاں سے نکلنے سے روکنے لگے۔ ان کا بحری افسر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا۔ اس نے ان پر جزیہ مقرر کرنے پر اعتراض کیا اور اپنی گفتگو کے دوران اس نے اس بات کی دھمکی دی کہ سمندر پار سے فرنگیوں کے لئے فوجی کمک آنے والی ہے۔ سلطان نے جواب میں فرنگیوں کا تذکرہ حقارت سے کیا اور اسے دھمکایا چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان نے صہیون کی طرف فوجکشی کی۔

صہیون کی جنگ

جب سلطان لاذقیہ کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے قلعہ صہیون کی طرف فوج کشی کی۔ یہ قلعہ ایسے اونچے پہاڑ پر واقع تھا جہاں چڑھنا بہت دشوار گذار تھا۔ اس کے پہاڑ کو ایک گہری اور تنگ وادی نے گھیرا ہوا تھا اور وہ صرف شمال کی طرف سے پہاڑ سے ملی ہوئی تھی۔ اس کی پانچ فصیلیں تھیں اور اس کی خندق بہت گہری تھی۔ سلطان نے اس کی تنگی کی وجہ سے پہاڑ پر پڑاؤ ڈالا اور اپنے فرزند الظاہر، حاکم حلب کی سرکردگی میں ہراول فوج بھیجی اس نے وادی کے درہ پر قیام کیا اور وہاں مجانیق نصب کرا دیں اور ان کے ذریعے قلعہ پر سنگ باری کی۔ پھر ہر قسم کے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ دشمن نے تھوڑی دیر جم کر صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔

قلعہ کی تسخیر

پھر مسلمانوں نے جمادی الاخریٰ کی دوسری تاریخ کو فوج کشی کی اور چٹانوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے ان کی ایک فصیل پر قبضہ کر لیا پھر ان سے جنگ کر کے مزید دو فصیلوں پر بھی قبضہ کر لیا اور شہر میں جو مویشی گائے بیل اور خوراک کے ذخیرے تھے وہ سب لوٹ لئے۔ آخر کار محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہو گئیں۔ مسلمانوں نے اس کے بعد بھی جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ انھوں نے پناہ طلب کی، چنانچہ انھیں بیت المقدس کی شرائط کے مطابق پناہ دی گئی اور مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

دیگر قلعوں کی تسخیر

قلعہ بوفلس کے حاکم ناصر الدین بن کورس کو اس قلعہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اس نے اسے مستحکم قلعہ بنا دیا۔ اس کے بعد

مسلمان فوجیں جب اسی گرد و نواح میں منتشر ہوئیں تو انھیں معلوم ہوا کہ فرنگی دوسرے قلعوں کو خالی کر کے بھاگ گئے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں نے ان سب قلعوں پر قبضہ کر لیا، اور ان کے لئے ایک عمدہ راستہ تیار کیا جو آسانی کے ساتھ فرنگی علاقوں اور اسماعیلیہ کی طرف جاتا تھا۔

فتح بکاس و شغر پھر سلطان صلاح الدین نے قلعہ صہیون سے ماہ جمادی الاخریٰ کی تین تاریخ کو قلعہ بکاس کی طرف پیش قدمی کی۔ فرنگی اس قلعہ کو چھوڑ چکے تھے اور وہ قلعہ شغر میں محصور ہو گئے تھے۔ اس لئے سلطان نے اسے (آسانی کے ساتھ) فتح کر لیا۔ پھر قلعہ شغر کا محاصرہ کیا۔ اس قلعہ سے راستہ لاذقیہ، جبلہ اور صہیون کی طرف جاتا تھا۔ جہاں سلطان نے ان سے جنگ کی اور مجانیق (سنگ بار آلات) نصب کئے مگر ان کے پتھر وہاں تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ اس لئے وہ قلعہ کی حفاظت کرتے رہے۔ اس عرصے میں انھوں نے حاکم انطاکیہ سے جس کی عملداری میں یہ قلعہ تھا، فوجی کمک طلب کی اور یہ پیغام بھی پہنچایا کہ "اگر کمک نہیں پہنچی تو وہ قلعہ (دشمن کے) حوالے کر دیں گے۔" اللہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا۔ چنانچہ جب وہ (حاکم انطاکیہ) ان کی مدد نہیں کر سکا تو انھوں نے سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور تین دن کی مہلت طلب کی۔ چنانچہ سلطان نے انھیں یہ مہلت دے دی اور (اس کے لئے) یرغمال رکھے۔ تین دن کے بعد فرنگیوں نے اسی سال کے ماہ جمادی الاخریٰ کی پندرھویں تاریخ کو قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔

فتح سرمین جب سلطان مذکورہ بالا قلعوں کو فتح کرنے میں مشغول تھا تو اس وقت اس نے اپنے فرزند الظاہر غازی حاکم حلب کو سرمین کی طرف روانہ کیا۔ اس نے وہاں جا کر اس کا محاصرہ کر لیا اور وہاں کے فرنگیوں کو، مقررہ خراج وصول کر کے نکال دیا اور اس قلعہ کو تباہ کر دیا۔

یہ قلعہ ماہ جمادی الآخرہ کے آخر میں فتح ہوا تھا۔ اس فتح کی وجہ سے وہ مسلمان قیدی جو اس قلعہ میں مقید تھے، رہا ہو گئے۔ یہ تمام فرنگی قلعے ایک مہینے کے اندر فتح ہوئے اور یہ سب قلعے انطاکیہ کی عملداری میں تھے۔

دشوار گذار قلعہ جب سلطان صلاح الدین قلعہ شغر[1] کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے

[1] شغر کے درمیان کا حرف بالغین (غ) ہے۔ (مترجم)

قلعہ برزیہ کی طرف پیش قدمی کی جو افامیہ کے سامنے تھا۔ ان دونوں مقامات کے درمیان دریائے عاصی کے پانی کی جھیل اور کئی بہنے والے چشمے تھے۔ اس قلعہ کے فرنگی مسلمانوں کو سب سے زیادہ اذیتیں پہنچاتے تھے۔ لہٰذا سلطان نے ۲۴ رجمادی الآخرہ کو وہاں کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ شمال جنوب اور مشرق کی سمتوں سے بالکل محفوظ تھا۔ کیونکہ ان سمتوں سے کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ البتہ مغربی سمت سے اس کی طرف ایک راستہ جاتا تھا وہیں سلطان نے اپنا محاذ قائم کیا اور مجانیق (سنگ بار اور قلعہ شکن آلات) نصب کیں۔ مگر قلعہ کی بہت اونچائی اور دوری کی وجہ سے ان کے پتھر وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے، لہٰذا سلطان نے فوجوں کی صف بندی کی اور اپنی فوجوں کو مختلف سپہ سالاروں میں تقسیم کر دیا تاکہ وہ باری باری جنگ کریں۔ لہٰذا سب سے پہلے حاکم سنجار عماد الدین زنگی بن مودود اور اس کے لشکر نے ان سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ دشمن اونچے قلعے کی طرف چڑھ گئے جہاں مسلمانوں کے لئے چڑھنا بہت دشوار تھا، تاہم وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے کہ وہ ان پر تیر چلا سکیں اور قلعہ سے پتھر پھینک سکیں۔ وہ جنگجو سپاہیوں پر پتھر لڑھکا کر پھینکتے تھے مگر وہ بالعموم بیکار ثابت ہوتے تھے۔

گھمسان کی جنگ

جب اس نوبت کی فوجیں تھک گئیں تو وہ واپس آ گئیں اور اب سلطان کا خاص لشکر اوپر چڑھا اور انھوں نے سخت جنگ کی سلطان صلاح الدین اور اس کا بھتیجا تقی الدین ان کی ہمت بڑھا رہے تھے جب یہ فوجیں تھک گئیں اور انھوں نے واپس آنے کا قصد کیا تو سلطان صلاح الدین نے انھیں اور دوسری جماعت کو پکارا، چنانچہ وہ بھی آ کر پہلی جماعت کے ساتھ جنگ میں شامل ہو گئیں اس کے بعد عماد الدین کی فوجیں بھی ان کے پیچھے آئیں اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی پسپا ہو کر اپنے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ ان کے ساتھ مسلمان بھی اس قلعہ میں گھس گئے۔

فتح قلعہ برزیہ

مسلمانوں کی باقی ماندہ فوجیں قلعہ کے مشرق میں اپنے خیموں میں تھیں فرنگیوں نے ان پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اس لئے اس سمت سے خیموں والی فوجیں بھی پیشقدمی کر کے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئیں اور فرنگیوں کا تعاقب کرتے ہوئے قلعہ میں گھس گئیں اور قلعہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔

نعرۂ تکبیر کا اثر فرنگی جب قلعہ کے گنبد کی طرف گئے تو ان کے ساتھ مسلمان قیدی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان مسلمان قیدیوں نے جب گنبد سے باہر اپنے مسلمان بھائیوں کے نعرۂ تکبیر کی آوازیں سنیں تو انھوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا جسے سن کر فرنگی دہشت زدہ ہو گئے۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ مسلمان ان کے پاس پہنچ گئے ہیں، لہٰذا ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چنانچہ مسلمانوں نے انھیں گرفتار کر کے ان کا صفایا کر دیا اور شہر میں آگ لگا دی۔ اُنھوں نے ان کے حاکم اور اس کے اہل و عیال کو بھی گرفتار کر لیا۔ سلطان نے ان فرنگیوں کو جو قید میں تھے، ایک جگہ جمع کر لیا اور جب وہ انطاکیہ کے قریب پہنچا تو اس نے انھیں وہاں بھیج دیا، کیونکہ حاکم انطاکیہ کی بیوی سلطان کو خبریں پہنچاتی تھی اور اس کے پاس تحائف بھیجتی تھی، لہٰذا سلطان نے اس کے ساتھ یہ رعایت کی۔

فتح دربساک سلطان جب قلعہ برزیہ کی فتح سے فارغ ہوا تو وہ دوسرے دن دریائے عاصی کے نئے پُل کے پاس، جو انطاکیہ کے قریب تھا پہنچ گیا۔ اس نے کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد لشکر کے ایک حصے کو وہاں چھوڑا اور وہ خود فوج لے کر قلعہ دربساک کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں وہ اسی سال کے ماہ رجب کو پہنچا۔ یہ فداویہ (جاں نثار صلیبی رضا کاروں) کا مرکزی قلعہ تھا۔ خطرہ کے موقع پر وہ یہاں پناہ لیتے تھے۔

سلطان نے اس قلعہ کی فصیلوں پر مجانیق نصب کر دی تھیں جن کی وجہ سے ان کی فصیل منہدم ہو گئی۔ پھر ان پر حملہ کر دیا گیا اور مسلمان فوجیوں نے نقب لگا کر فصیل کے نیچے حصے میں ایک برج میں سوراخ کر دیا جس کی وجہ سے وہ گر گیا۔ پھر دوسرے دن صبح سویرے جنگ ہوئی۔ فرنگیوں نے صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا کیونکہ وہ حاکم انطاکیہ سمند کی طرف سے فوجی امداد کا انتظار کر رہے تھے۔ جب انھیں اس سے مایوسی ہوئی تو اُنھوں نے سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ سلطان نے صرف ان کی جاں بخشی کی اور وہ نکل کر انطاکیہ چلے گئے۔ یوں سلطان نے ۲۰ ماہ رجب کو یہ قلعہ بھی فتح کر لیا۔

فتح بغراس پھر عماد الدین (حاکم سنجار نو سلطان کے حکم کے مطابق) دربساک سے قلعہ بغراس کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ شہر انطاکیہ سے بہت قریب تھا اس وجہ سے اسے انطاکیہ کی طرف سے بہت جلد کمک مل سکتی تھی۔ بہر حال اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور اس پر مجانیق نصب کی گئیں مگر چونکہ یہ قلعہ بہت اونچا تھا اس لئے

یہ (سنگ باری) کارآمد نہیں ثابت ہوئی۔ نیز مسلمانوں کے لئے اونچے پہاڑ پر آب رسانی کا انتظام دشوار ہو رہا تھا۔ وہ ابھی ان مشکلات پر غور کر رہے تھے کہ اہل قلعہ کا قاصد ان کے لئے پناہ حاصل کرنے کے لئے پہنچا۔ مسلمانوں نے اہل دربساک کی طرح صرف ان کی جاں بخشی کی، پھر قلعہ پر مع ساز وسامان کے قبضہ کر لیا اور اسے تباہ کر دیا۔ آگے چل کر حاکم ارمن ابن لیون نے اسے از سر نو آباد کیا اور قلعہ کی شکل دے کر اسے اپنی عملداری میں شامل کر لیا۔

صلح انطاکیہ

جب سلطان نے قلعہ بغراس بھی فتح کر لیا تو حاکم انطاکیہ سمند کو بہت خطرہ لاحق ہوا۔ اس لئے اس نے سلطان صلاح الدین کے پاس مصالحت کا پیغام بھیجا۔ اس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ ان مسلمان قیدیوں کو رہا کر دے گا جو اس کے پاس مقید ہیں۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اسے مصالحت پر آمادہ کیا تاکہ لوگ آرام کر کے (آئندہ جنگ کی) تیاریاں کر سکیں۔ لہٰذا سلطان نے بھی جنگ بندی کی تجویز منظور کر لی اور معاہدۂ جنگ بندی سے آٹھ مہینے تک کے لئے اس نے مصالحت کر لی۔ سلطان نے اپنا نمائندہ بھیج کر اس سے حلف اٹھوایا اور پھر اس نے مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا۔

سمند کی وسیع ریاست

سمند (حاکم انطاکیہ) اس زمانے میں (فرنگیوں کی) عظیم شخصیت تھا۔ اس کی سلطنت وسیع تھی۔ طرابلس کا پورا علاقہ بھی سابق حکمران کے مرنے کے بعد اس کے ماتحت ہو گیا تھا۔ جہاں اس نے اپنے بڑے فرزند کو حاکم بنایا۔

حلب کی طرف مراجعت

(اس صلح کے بعد) سلطان اس سال کی ۳ر شعبان کو حلب پہنچ گیا، نیز اطراف و نواحی کے بادشاہ بھی الجزیرہ اور اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے۔

امیر مدینہ کی صحبت

سلطان وہاں سے دمشق آیا۔ ان فتوحات میں اس کے ساتھ امیر مدینہ ابو فلیتہ قاسم بن حہنا بھی شریک رہا۔ وہ ہر جگہ اس کے لشکر کے ساتھ کوچ کرتا تھا اور اس کی فتوحات میں شریک ہوتا تھا۔ سلطان بھی اس کی صحبت کو نیک شگون سمجھتا تھا اور اس کے دیدار سے برکت

حاصل کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور وہ (اہم کاموں میں) اس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔

جہاد کا عزم صمیم سلطان اس سال کے یکم رمضان میں دمشق آیا تو اسے مشورہ دیا گیا کہ وہ فوج کو منتشر کر دے، مگر اس نے یہ مشورہ نہیں مانا اور کہا:۔

"جب تک (فرنگیوں کے) قلعے، کوکب، صفد اور الکرک اسلامی شہروں کے درمیان موجود ہیں، اس وقت تک انھیں جلد فتح کرنے کی ضرورت ہے"۔

فتح الکرک سلطان صلاح الدین نے الکرک کی طرف اپنے بھائی العادل کی زیر قیادت فوجیں روانہ کیں۔ وہ دربساک اور بغراس کی طرف روانہ ہوا اور اس علاقے میں دور تک پہنچ گیا تھا۔ ملک عادل نے الکرک کا اس قدر سخت محاصرہ کیا کہ اہل الکرک تھک گئے اور ان کا غذائی ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اس لئے انھوں نے پناہ طلب کی۔ چنانچہ انھیں پناہ دے دی گئی اور انھوں نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ اس قلعہ کی تسخیر کے بعد اس کے گرد و نواح کے قلعے بھی فتح کر لئے گئے۔ ان میں سب سے بڑا قلعہ شوبک تھا۔ اس کے بعد اس علاقہ میں امن و امان ہو گیا اور مصر سے بیت المقدس تک لگاتار تمام علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

فتح صفد جب سلطان صلاح الدین دمشق واپس آیا تو وہ ماہ رمضان المبارک کے نصف مہینے تک وہاں رہا۔ پھر اس نے صفد کے علاقے کا محاصرہ کرنے کے لئے لشکر تیار کیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ان کی فصیلوں پر مجانیق نصب کر دیں۔ اہل صفد کی خوراک کا ذخیرہ پہلے محاصرہ میں کم ہو گیا لہٰذا اب دوسرے محاصرہ کے موقع پر انھیں اندیشہ ہوا کہ ان کی خوراک کا ذخیرہ بالکل ختم ہو جائے گا اس لئے انھوں نے ہتھیار ڈال دئیے اور سلطان نے صفد پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے فرنگی شہر صور کی طرف بھاگ گئے۔

فرنگی فوجوں کی تباہی جب سلطان صفد کا محاصرہ کئے ہوئے تھا تو اس موقع پر فرنگیوں کو قلعہ کوکب کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوا، اس لئے انھوں نے (اس قلعہ کی مدافعت کے لئے) فوجی امداد بھیجی۔ اس قلعہ کا محاصرہ قایماز نجمی کر رہا تھا، اسے اس فوجی کمک کا پتہ چل گیا تھا۔ اس لئے وہ ان کی

طرف سوار ہو کر پہنچا۔ یہ فوج کسی گھاٹی میں چھپی ہوئی تھی لہٰذا مسلمان سپہ سالار نے وہاں پہنچ کر ان کا صفایا کر دیا اور اُن میں سے کوئی بھی بچ کر نہ بھاگ سکا۔ اس شکست خوردہ فوج میں ان کے فرقہ استباریہ کے دو افسر بھی تھے انھیں سلطان کے پاس صفد کے مقام پر پہنچایا گیا۔ (چونکہ سلطان استباریہ اور فداویہ کو ناپسند کرتا تھا) اس لئے اس نے اپنی عادت کے مطابق ان دونوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ مگر ان میں سے ایک نے رحم کی درخواست کی تو سلطان نے دونوں کو معاف کر کے انھیں قیدی بنا لیا۔

فتح قلعہ کوکب

فتح صفد کے بعد سلطان، قلعہ کوکب کی طرف بذات خود فوج لے کر گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا اور انھیں پناہ دینے کا وعدہ کیا۔ مگر وہ قلعہ کی مدافعت کرنے پر مصر رہے، لہٰذا سلطان نے قلعہ پر مجانیق (قلعہ شکن اور سنگ بار آلات) نصب کرا دئیے اور لشکر کشی جاری رکھی۔ پھر بارش کی وجہ سے جنگ نہیں ہو سکی اور سلطان کو وہاں طویل عرصہ تک قیام کرنا پڑا۔ جب بارش تھم گئی تو سلطان نے دوبارہ جنگ شروع کی اور ان کی فصیلوں پر سخت حملے کر کے اور نقب لگا کر ایک بُرج گرا لیا۔ اس کے بعد فرنگی بہت خوفزدہ ہوئے اور انھوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ یوں سلطان نے اسی سال کے ماہ ذوالقعدہ کی پندرھویں تاریخ تک اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ یہاں جو فرنگی تھے وہ شہر صور کی طرف بھاگ گئے۔

مزید فرنگی رضاکاروں کی آمد

صور پہنچ کر فرنگیوں کے افسروں نے مشورہ کر کے سمندر پار اپنے فرنگی بھائیوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے۔ جنھوں نے امداد کے لئے زبردست فریاد کی، لہٰذا فرنگیوں نے انھیں لگاتار صلیبی رضاکاروں کی بڑی جماعت امداد کے لئے بھیجی۔

سلطان کا عکا میں قیام

ادھر مسلمانوں نے فرنگیوں کے تمام ساحلی علاقے ایلہ سے لے کر بیروت تک فتح کر لئے تھے، ان کے درمیان صرف صور کا شہر حائل تھا (یہاں فرنگیوں کا قبضہ تھا) لہٰذا سلطان جب صفد اور کوکب کی فتح سے فارغ ہوا تو وہ بیت المقدس روانہ ہوا۔ وہاں اس نے عیدالاضحیٰ کی قربانی کے مراسم ادا کیے۔ پھر وہ عکا پہنچا، یہاں اس نے موسم سرما کے اختتام تک قیام کیا۔

قلعہ شقیف کا محاصرہ

پھر سلطان ۵۸۵ھ کے موسم بہار میں قلعہ شقیف کے محاصرہ کے لئے کوچ کیا۔ یہ قلعہ حاکم صیدا ارناط (فرنگی حاکم) کے ماتحت تھا۔ وہ سب فرنگی حکام سے زیادہ چال باز اور مکّار تھا۔ جب سلطان مرج العیون پہنچا تو وہ سلطان کے پاس آیا اور خلوص و محبت کا اظہار کرتا رہا۔ اس نے ماہ جمادی الاخیرہ تک کے لئے مہلت طلب کی تاکہ وہ اپنے اہل و عیال کو صور کے حاکم مارکوئیس کے پاس سے نکال سکے۔ اس کے بعد وہ ضرور شقیف کا قلعہ سلطان کے حوالے کر دے گا۔ سلطان اس کے وعدہ کے مطابق وہیں مقیم رہا۔ اس عرصے میں مصالحت اور جنگ بندی کی وہ مدت ختم ہو گئی جو سلطان اور حاکم انطاکیہ سمند کے درمیان مقرر ہوئی تھی۔ اس لئے سلطان نے اپنے بھتیجے تقی الدین کے زیر قیادت حفاظتی فوج ان شہروں کے لئے بھیجی جو انطاکیہ کے قریب تھے۔

صور میں فرنگیوں کا اجتماع

اس اثناء میں اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگی (صلیبی) رضاکار (بیرونی ممالک سے آکر) صور میں وہاں کے حاکم مارکوئیس کے پاس اکٹھے ہو رہے ہیں اور سمندر پار ممالک سے انھیں اپنے ہم مذہب حکومتوں کی طرف مکمل فوجی امداد پہنچ رہی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ شام کا فرنگی بادشاہ جسے سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کی فتح کے بعد رہا کر دیا تھا، وہ مارکوئیس (حاکم صور) سے مل گیا ہے اور ان دونوں میں اتحاد ہو گیا ہے۔ اس طرح بے شمار فرنگی قومیں وہاں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر اس نے ان کی طرف پیش قدمی کی اور قلعہ شقیف کا محاصرہ چھوڑ دیا تو اس کی فوج کے لئے خوراک اور رسد رسانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا لہٰذا اس نے اپنی جگہ پر وہیں قیام جاری رکھا۔

ارناط کی گرفتاری

جب مہلت کی مدت ختم ہو گئی تو سلطان نے قلعہ شقیف کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں کے حاکم ارناط کو بلوایا۔ اس نے آکر یہ عذر پیش کیا کہ مارکوئیس نے اس کے اہل و عیال کو نہیں چھوڑا ہے۔ اس لئے اس نے دوبارہ مہلت طلب کی۔ اب سلطان پر اس کا مکر و فریب ظاہر ہو گیا تھا اس لئے سلطان نے اسے قید کر لیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اہل شقیف کو پیغام بھیجے کہ وہ قلعہ شقیف اس کے حوالے کر دے، مگر اس نے یہ بات منظور نہیں کی، لہٰذا سلطان نے ارناط کو دمشق بھیج دیا

جہاں اسے قید کر دیا گیا۔ اب سلطان نے خود فوج لے کر قلعہ شقیف کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ سخت کر دیا۔

فرنگیوں کو شکست

اس سے پیشتر سلطان نے ان فرنگیوں کے مقابلے کے لئے جو صور سے باہر تھے ایک مدافعتی فوج بھیجی تھی۔ پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگیوں نے عیدا کا محاصرہ کرنے کے لئے صور سے کوچ کیا ہے۔ چنانچہ ان کا مسلمانوں کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں نے ان سے جنگ کر کے فتح حاصل کی اور ان کے سات شہسواروں کو گرفتار کرنے کے علاوہ فرنگیوں کے بہت سے افراد کو قتل کیا۔ تاہم سلطان صلاح الدین کا ایک خاص آزاد کردہ غلام بھی اس جنگ میں شہید ہوا، جو سب لوگوں سے زیادہ دلیر انسان تھا۔ آخرکار مسلمانوں نے ان فرنگیوں کو پسپا کر کے صور کے باہر ان کے مرکزی خیموں کی طرف لوٹا دیا۔ جب سلطان صلاح الدین جنگ کے بعد وہاں پہنچا اس نے اپنے محاذ پر اس نیت سے قیام کیا کہ کوئی فرنگی ملے تو وہ اس سے انتقام لے۔

اسلامی سپاہ کی غلط فہمی

ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک گیا تاکہ وہ فرنگیوں کے محاذ کا پتہ چلائے۔ سلطان کی فوجوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ سلطان فرنگیوں سے جنگ کرنا چاہتا ہے، اس لئے وہ آگے بڑھ کر دشمن کے علاقے میں دور تک گھس گئے۔ سلطان نے (خطرہ محسوس کرتے ہوئے) فوجی افسروں کو ان کے پیچھے بھیجا تاکہ وہ ان فوجوں کو لوٹا کر لے آئیں مگر وہ فوجیں واپس نہیں آئیں۔

اسلامی منتشر فوج کی شہادت

فرنگیوں نے جب مسلمانوں کی فوج کو دیکھا تو انھیں بھی یہ غلط فہمی ہوئی کہ ان کے پیچھے (بڑی فوج) کمین گاہ میں ہے مگر جب انھوں نے جاسوسوں کو بھیجا تو وہ خبر لائے کہ (مسلمانوں کی یہ فوج) اصل لشکر سے بالکل الگ ہے تو انھوں نے ان پر حملہ کر کے ان سب کو اس سال کی ۸ جمادی الاولیٰ کو (موت کی) نیند سلا دیا۔

فرنگیوں سے انتقام

سلطان (اس خبر کے بعد) پہاڑ کی طرف سے لشکر لے کر ان کے مقابلہ کے لئے گیا اور انھیں شکست دے کر پل کی طرف بھگا دیا، ان میں سے بہت سے فرنگی مارے گئے اور ان کے زرہ پوش ایک سو مسلح نوجوان سمندر میں ڈوب گئے۔ سلطان کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا محاصرہ کیا جائے اور مسلمان فوج

بھی اس کے پاس اکٹھی ہو گئی تھی مگر فرنگی صور کی طرف لوٹ گئے اور سلطان بھی بلبیس کی طرف واپس چلا گیا تاکہ وہ عکا کا بندوبست کرے اور اپنے مرکزی محاذ کی طرف واپس آجائے۔

غلط منصوبہ کا نتیجہ

جب سلطان اپنے مرکزی خیموں میں واپس آگیا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ فرنگی اپنے راستے سے اپنی ضرورتوں کے لیے باہر نکلنے والے ہیں، لہذا سلطان نے عکا کے فوجی محاذ کو یہ اطلاع دی اور انھیں ہدایت کی کہ وہ ماہ جمادی الاخیرہ کی آٹھویں تاریخ کو اپنے علاقوں سے ان پر حملہ کریں۔ سلطان نے مختلف وادیوں اور گھاٹیوں میں ان کی کمینگاہیں قائم کر دی تھیں اور اپنے لشکر کے مختلف شہسوار دل کی ایک جماعت کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تاکہ وہ فرنگیوں کو گھیر کر ان مقررہ کمینگاہوں کی طرف لے آئیں۔ چنانچہ حسب ہدایت انھوں نے فرنگیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی۔

مسلمانوں کی شکست

مگر وہ فرنگی ان کمین گاہوں کی طرف نہیں آئے۔ ان مقامات پر جو فوج چھپی ہوئی تھی۔ وہ طویل انتظار کے بعد اپنے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے باہر نکل آئی تو اس وقت ان فرنگیوں نے ان مسلمان فوجوں کو گھیر لیا اور سخت جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو بُری طرح شکست ہوئی۔ ان کمین گاہوں میں قبیلہ طے کے چار فوجی افسر بھی تھے جو اپنے ساتھیوں کے راستے سے ہٹ کر ایک وادی میں گھس گئے تھے۔ سلطان کے بعض موالی (آزاد کردہ غلام) بھی ان کے پیچھے چلے، مگر فرنگیوں نے انھیں اس وادی میں گھستے ہوئے دیکھ لیا تھا اور وہ سمجھے کہ یہ راستے سے بھٹک گئے ہیں لہذا انھوں نے تعاقب کر کے انھیں شہید کر دیا۔

فرنگیوں کی آخری پناہ گاہ

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صور کے شہر کو ایک فرنگی نواب کرمار کوئیس، نے آکر ان فرنگیوں سے آباد کیا تھا جو سمندر پار سے آئے تھے، لہذا سلطان جب کوئی شہر یا قلعہ فتح کرتا تھا تو وہاں کے فرنگی صور میں آکر پناہ لیتے تھے۔ یوں اس شہر میں فرنگیوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہو گئی تھی اور وہ اپنے ساتھ بہت مال و دولت بھی لائے تھے۔

یورپ میں فوجی بھرتی

جب سلطان نے بیت المقدس فتح کیا تو ان کے بہت سے عیسائی راہبوں، پادریوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں

نے بیت المقدس کے چھن جانے کے ماتم میں سیاہ لباس پہن لیا تھا اور بیت المقدس کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا (بطرک) بھی وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ بھی اپنے ساتھ عیسائیوں کو لے کر سمندر پار فرنگی ممالک میں فریاد کرتا رہا کہ عیسائی مذہب کے تمام ماننے والے بیت المقدس کی شکست کا انتقام لیں۔ لہٰذا ہر شہر سے کافی تعداد میں اس صلیبی جنگ کے لیے فرنگی مرد تیار ہو گئے۔ یہاں تک کہ خواتین بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئیں۔ ان میں سے جو جنگ نہیں کر سکتا تھا وہ اپنی جگہ اُجرت دے کر کوئی شخص اپنی طرف سے بھیجتا تھا۔ یوں انھوں نے اس مذہبی جنگ کے لئے بے تحاشا مال و دولت صرف کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مقام سے فرنگی رضا کار تیار ہو کر صور کے شہر کی طرف پہنچنے لگے اور ہر وقت سپاہیوں، خوراک اور ہتھیاروں کی امداد کا سلسلہ لگاتار وہاں قائم رہا۔

عظیم صلیبی لشکر کی پیش قدمی

اب ان تمام فرنگیوں نے متفقہ طور پر عکا کی طرف کوچ کرنے اور اس کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ وہ ۵۸۵ھ میں ماہ رجب کی آٹھویں تاریخ کو ساحلی راستے پر روانہ ہوئے (ان کی حفاظت کے لئے) ان کے بحری بیڑے ان کے بالمقابل چلتے رہے۔ مسلمانوں کی فوجیں اپنے اپنے مقامات پر ان پر چھاپے مارتے رہیں۔ تاہم فرنگیوں کا (یہ بھاری) لشکر عکا کے قریب پہنچ گیا۔ وہ وہاں پندرھویں رجب کو پہنچے تھے۔

عکا کا محاصرہ

سلطان صلاح الدین چاہتا تھا کہ وہ ان کے بالمقابل فوج کشی کر کے انھیں نقصان پہنچائے۔ مگر اس کے ساتھیوں نے مخالفت کی۔ ان کی رائے یہ تھی کہ راستہ بہت تنگ اور دشوار گذار ہے، لہٰذا سلطان نے فوج کشی کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا اور جب فرنگی فوجیں عکا کے قریب پہنچ چکی تھیں، اس وقت سلطان کا لشکر وہاں پہنچا۔ فرنگیوں نے بحری راستہ گھیر لیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو بحری راستہ نہیں مل سکا۔

مسلمانوں کو دعوت جہاد

سلطان صلاح الدین نے ان کے سامنے محاذ قائم کر لیا اور اطراف و جوانب کے مسلمانوں کو دعوت جہاد بھجوائی چنانچہ موصل، دیار بکر، سنجار اور الجزیرہ کے تمام علاقوں سے فوجیں آ گئیں۔ سلطان کا بھتیجا تقی الدین حماۃ سے فوج لے کر آیا اور مظفر الدین کوکبری حران اور رُہا سے فوجیں لے کر آیا۔

مسلمانوں کو خشکی کے راستے سے کمک پہنچ رہی تھی اور فرنگیوں کو بھی بحری راستے سے کمک مہیا ہو رہی تھی مگر وہ صور کے شہر میں محصور تھے۔ ان کے درمیان مشہور واقعات ہوتے رہے تاہم سلطان صلاح الدین نے ماہ رجب کے باقی ماندہ ایام میں جنگ نہیں کی۔

عکا کی مدافعتی جنگ

جب ماہ شعبان شروع ہوا تو سلطان نے سارے دن فرنگیوں سے جنگ کی اور رات کے وقت بھی مسلمان صف بندی میں رہے اور صبح ہوتے ہی انھوں نے پھر جنگ شروع کی اور صبر و استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں آئے۔ سلطان کے بھتیجے تقی الدین نے دوپہر کے وقت میمنہ (دائیں طرف کی) فوج کے ساتھ ایسا زبردست حملہ فرنگیوں پر کیا کہ وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹ گئے اور مسلمانوں نے ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ اب مسلمان شہر کے قریب پہنچ کر اس میں داخل ہو گئے۔ سلطان نے شہر میں ہر قسم کے مدافعت کے انتظامات مکمل کر لئے اور وہاں ہر قسم کی فوجی امداد بہم پہنچائی اور فرنگیوں کے مقابلے کے لئے امیر حسام الدین ابو الہیجاء السمین کی قیادت میں لشکر بھیجا جو اربل کے کردوں میں سے ان کا سب سے بڑا افسر تھا۔

خندقوں میں محصور

دوسرے دن جب مسلمان جنگ کے لئے آئے تو انھیں معلوم ہوا کہ فرنگیوں نے اپنے چاروں طرف خندقیں کھود لی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو محفوظ کر لیا ہے لہٰذا اس دن جنگ نہیں ہو سکی اور وہ مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہے (لہٰذا دوسری تدبیر یہ کی گئی کہ) سلطان کی فوج کے کچھ عرب قبائل کے افراد فرنگیوں کے علاقے کی سمت میں ساحل بحر کے کچھ مقامات پر جو دریا کے موڑ پر واقع تھے چھپ گئے اور اپنی کمین گاہوں سے فرنگیوں پر چھاپے مارتے رہے۔ چنانچہ ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو انھوں نے فرنگیوں کا صفایا کر دیا اور انھیں قتل کر کے ان کے سر سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجے۔ سلطان نے ان کی بہت قدر دانی کی اور اچھا سلوک کیا۔

مسلمانوں کے جنگی مراکز

اب سلطان صلاح الدین نے مصر سے اپنا لشکر بلوایا۔ یہ خبر فرنگیوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ لہٰذا انھوں نے اس مصری لشکر کو وہاں پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی۔ ادھر سلطان کی فوجیں مختلف چھاؤنیوں میں منتشر تھیں۔ اس کی ایک فوجی چھاؤنی انطاکیہ کے اور اس کے حاکم سمند کے مقابلے کے لئے حلب کی عملداری میں تھی۔

دوسری مدافعتی فوج حمص میں تھی تاکہ وہ طرابلس کے فرنگیوں کا مقابلہ کر سکے سلطان کی فوج کا ایک بڑا حصہ اہل صور کے مقابلے پر تھا اور ایک زبردست فوجی چھاؤنی دمیاط اور دوسری اسکندریہ میں تھی۔

اچانک حملۂ فرنگ اس اثناء میں (جبکہ جنگ بند تھی) فرنگیوں نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ فرنگیوں نے ماہ شعبان کی بیسویں تاریخ کو صبح سویرے حملہ کر دیا (یہ سن کر) سلطان صلاح الدین سوار ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور ان کی صف بندی کی۔ فرنگیوں نے سلطان کی میمنہ فوج پر اچانک حملہ کیا۔ جو اس کے بھتیجے تقی الدین کی زیر قیادت تھی۔ یہ فوج کسی قدر پیچھے ہٹ گئی تو سلطان نے اپنے خاص آدمیوں کو اس کی مدد کے لئے بھیجا جس سے سلطان صلاح الدین کا قلب (درمیانی حصہ) کا لشکر کمزور ہو گیا اور سلطان کے خاص افسروں نے جام شہادت نوش کیا۔ جن میں قابل ذکر حضرات یہ تھے۔

مشہور شہداء (۱) امیر علی بن مروان (۲) ظہیر، جو فقیہ عیسیٰ، حاکم بیت المقدس کے بھائی تھے (۳) حاجب خلیل ہکاری۔

شاہی خیمہ پر حملہ فرنگیوں نے سلطان صلاح الدین کے مخصوص خیمہ پر بھی حملہ کیا اور اور اس کے بعض وزراء کو شہید کر کے خیمہ کو لوٹ لیا۔ علماء میں سے جمال الدین بن رواحہ بھی اس موقع پر شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ انھوں نے کافی مسلمانوں کو شہید کیا۔ خیمہ کے جو ارد گرد افراد تھے انھیں شکست ہو گئی اور وہاں جو فرنگی فوجیں بڑھ کر آ گئی تھیں وہ اپنے ساتھیوں سے منقطع ہو گئی تھیں۔

فرنگی سپاہیوں کا قتل لہٰذا مسلمانوں کی میسرہ (بائیں طرف کی) فوج نے اُن (پیش قدمی کرنے والے) فرنگیوں پر حملہ کر کے انھیں خندق کے پیچھے لوٹا دیا۔ پھر یہ مسلمان فوج سلطان صلاح الدین کے خیمہ کے پاس پہنچی تو اس نے جو فرنگی سپاہی دیکھا اُس کا کام تمام کر دیا۔ اس عرصے میں سلطان صلاح الدین بھی واپس آ گئے جو اپنی فوجوں کو (جو بھاگ گئی تھیں) جنگ کرنے کے لئے واپس لا رہے تھے۔ ایسے موقع پر مسلمانوں نے فرنگیوں کو گھیر لیا اور ان میں سے کوئی بچ کر نہیں جا سکا۔

مقتولین کی تعداد مسلمانوں نے فرنگیوں کی تعداد یہ (جماعت) کے سردار کو گرفتار کر لیا۔

سلطان نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ سلطان نے اسے دو مرتبہ رہا کیا تھا۔ اب فرنگی مقتولین کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی، وہ سب کے سب دریا میں پھینک دئے گئے۔

دوبارہ جنگ

مسلمانوں میں سے جو سپاہی شکست کھا کر بھاگ گئے تھے، ان میں سے بعض طبریہ سے واپس آئے، بعض سپاہی دریائے اردن پار کر گئے تھے، وہ پھر وہاں سے لوٹے، بعض دمشق پہنچ گئے تھے۔ اب مسلمانوں کی فرنگیوں کے ساتھ دوبارہ جنگ شروع ہو گئی تھی اور مسلمان فرنگیوں کے اصل محاذ کے اندر گھسنے والے تھے کہ اتنے میں خبر آئی کہ ان کا مال لوٹا جا رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شکست خوردہ فوج اپنا سامان اٹھا کر لے جا رہی تھی کہ اوباش اور شریر لوگوں نے دست درازی کر کے ان کا سامان لوٹ لیا ہے۔ لہٰذا مسلمان فوج نے پورے ایک دن اور ایک رات تک کوشش کر کے ان مسلمانوں کے قبضہ سے لوٹ کا مال واپس کرایا۔ اس واقعہ کی وجہ سے مسلمان فرنگی فوجوں کی بیخ کنی نہ کر سکے اور وہ تباہی سے بچ گئے۔

سلطان کی جنگ سے واپسی

جب یہ جنگ ختم ہو گئی اور یہ زمین فرنگیوں کی لاشوں سے بھر گئی تو اس کے نتیجے میں یہاں کی آب و ہوا مضر اور بدبودار ہو گئی۔ اس سے سلطان صلاح الدین کو قولنج کا عارضہ لاحق ہوا جس میں سلطان بار بار مبتلا ہوتا تھا۔ ایسے موقع پر اس کے دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ (تبدیلی آب و ہوا کے لئے) یہاں سے کوچ کر جائے۔ اس کے بعد فرنگی فوجیں بھی چلی جائیں گی، اور اگر وہ یہاں رہیں تو وہ دوبارہ آ کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ اطباء نے بھی اسے کوچ کرنے پر مجبور کیا۔ لہٰذا وہ اس سال کے ماہ رمضان المبارک کی چوتھی تاریخ کو روانہ ہوا۔ اس نے عکا میں جا کر اپنے کوچ کرنے کا اصل سبب بیان کیا۔

دشمن کی قلعہ بندی

جب سلطان عکا سے روانہ ہو گیا تو فرنگیوں نے عکا کا محاصرہ سخت کر دیا اور چاروں طرف سے اپنے بحری بیڑے کی مدد سے اس کا احاطہ کر لیا۔ انھوں نے اپنے محاذ جنگ پر خندق بھی کھود لی اور اپنی فوجوں کے چاروں طرف قلعہ نما مٹی کی فصیل بھی بنالی تا کہ سلطان دوبارہ وہاں آ کر حملہ نہ کر سکے۔ مسلمانوں کی مدافعتی فوج ہر وقت جنگ کے لئے مستعد رہتی تھی، مگر وہ جنگ نہیں کر رہے تھے۔

سلطان کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ لشکر بھیج کر ان کی قلعہ بندی کو روکیں۔ مگر سلطان کی بیماری کی وجہ سے اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ اس کے برخلاف فرنگیوں نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کر لی۔ اہل عکا روزانہ فرنگیوں کے مقابلے کے لئے نکلتے تھے اور ان سے جنگ کرتے تھے۔

مصری لشکر کی آمد ملک عادل ابوبکر بن ایوب، شوال کی پندرہ تاریخ کو مصر کی فوج لے کر وہاں پہنچا۔ اس کے ساتھ جنگجو سپاہیوں کا جم غفیر تھا اور وہ محاصرہ کے آلات کی بہت سی قسمیں لے کر آیا تھا۔ اس کے پیچھے امیر لولؤ کی سرکردگی میں مصر کا بحری بیڑہ بھی پہنچا۔ اس نے (فرنگیوں کی) ایک کشتی کو بھی پکڑ لیا اور جو کچھ اس میں تھا اسے مال غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا اور اسے لے کر عکا کی بندرگاہ میں داخل ہو گیا۔

سلطان کا الجزیرہ میں قیام اس اثنا میں سلطان صلاح الدین اپنی بیماری سے تندرست ہو گیا تاہم وہ موسم سرما کے اختتام تک الجزیرہ کے ایک مقام ہی میں مقیم رہا۔

دوبارہ جنگ کا آغاز فرنگیوں کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان صلاح الدین ان کی طرف (جنگ کے لئے) روانہ ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے ماہ صفر ۵۸۶ھ میں دوبارہ آئے۔ مسلمانوں نے بھی جان پر کھیل کر ان کا مقابلہ کیا اور فریقین میں بہت سے افراد مارے گئے۔

دو طرفہ محاذ جب اس جنگ کی اطلاع سلطان کو ملی تو اس نے دمشق، حمص اور حماۃ سے فوجوں کو اکٹھا کیا۔ اس کے بعد وہ الجزیرہ سے تل کیسان کی طرف پہنچا۔ وہاں اس نے لگاتار فرنگیوں پر حملے کر کے انہیں عکا کے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکے رکھا۔ یوں فرنگیوں کو دو طرفہ محاذ پر لڑنا پڑا۔

آگ سے محفوظ برج فرنگیوں نے عکا کے محاصرہ کے دوران لکڑی کے تین برج بنائے تھے۔ ہر برج کی اونچائی ساٹھ گز تھی، اس کی پانچ منزلیں تھیں، انہوں نے ان کو چمڑے سے ڈھانک دیا تھا اور ایسی دوائیں مل دی تھیں جن پر آگ اثر نہیں کر سکتی تھی۔ انھوں نے ان برجوں کو جنگ جو سپاہیوں سے آباد کر رکھا تھا

اور ۲۰ ربیع الاول ۵۵۶ھ کو تین سمتوں سے شہر کے قریب کر دیا تھا۔ وہاں سے وہ فصیل کا معائنہ کر کے جنگجو (مسلمان) سپاہیوں کا اندازہ معلوم کر لیتے تھے۔ فرنگیوں نے خندق کو بھرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

(یہ حالت دیکھ کر) اہل عکا نے ایک تیراک کو سمندر میں بھیجا تاکہ وہ فرنگیوں کا حال معلوم کر کے بتائے۔ چنانچہ وہ اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوا اور اس نے فرنگیوں سے سخت جنگ شروع کر دی جس سے اہل شہر پر جنگ کا دباؤ کم ہوا اور وہ اسی طرح تین دن تک دو طرفہ جنگ کرتے رہے۔

دوا سے برجوں کی تباہی

تاہم مسلمان ان برجوں کو تباہ نہیں کر سکے۔ انھوں نے مٹی کا تیل ملا کر کچھ گولے پھینکے مگر وہ بھی بیکار ثابت ہوئے۔ اتفاق سے ان کے پاس دمشق کا ایک باشندہ موجود تھا جو مٹی کے تیل کے خواص جانتا تھا۔ اس نے چند جڑی بوٹیاں لے کر ایک دوا تیار کی اور وہ شہر کے حاکم قراقوش کے پاس گیا اور کہا "تم اس دوا کو کسی ایک برج کے سامنے کی منجنیق (قلعہ شکن سنگ بار آلہ) میں ڈال دو تو اس کے ذریعے آگ لگ جائے گی"۔ چنانچہ اس دوا کو ایک ہنڈیا میں ڈالا گیا۔ پھر اس کے بعد دوسری ہنڈیا میں ڈالا گیا جو آگ سے بھری ہوئی تھی، (پھر انھیں پھینکا گیا تو) آگ بھڑک اٹھی اور وہ برج مع ساز و سامان کے نذر آتش ہو گیا اس کے بعد دوسرے اور تیسرے برج کے ساتھ یہی طریقہ استعمال کیا گیا (اور وہ بھی جل گئے) شہر والے (ان برجوں کی تباہی سے) بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ وہ ایک بڑی مصیبت سے نجات پا گئے تھے۔ سلطان نے اس (کیمیا دان) مسلمان کو بہت انعام و اکرام دینا چاہا مگر اس نے قبول نہیں کیا اور کہا "میں نے یہ کام خدا کی خوشنودی کے لئے کیا ہے اس لئے میں اس کا صلہ صرف اسی سے حاصل کروں گا"۔

مسلم حکام کی شرکت

اس کے بعد سلطان نے اطراف و نواحی کے بادشاہوں کو دعوت جہاد دی۔ چنانچہ سب سے پہلے حاکم سنجار عماد الدین زنگی بن مودود فوج لے کر آیا۔ پھر حاکم موصل علاء الدین بن طالب وہاں پہنچا۔ پھر عز الدین مسعود بن مودود بھی آیا۔ اسے اس کے والد نے فوج دے کر بھیجا تھا۔ پھر حاکم اربل زین الدین آیا۔ ان میں سے ہر ایک جب وہاں پہنچا تھا تو وہ اپنی فوج لے کر آگے

بڑھتا تھا۔ اور سب سے پہلے فرنگیوں سے جنگ کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے قیام کا بندوبست کرتا تھا۔

مصری بحری بیڑہ کی آمد

اتنے میں مصر سے بحری بیڑہ کی آمد کی خبر آئی تو فرنگیوں نے اس سے جنگ کرنے کے لئے اپنا بحری بیڑہ تیار کیا۔ سلطان نے فرنگیوں کو جنگ میں مشغول رکھا تاکہ مصری بحری بیڑہ آسانی کے ساتھ عکا کی بندرگاہ میں داخل ہو جائے۔ مگر وہ دونوں فریقوں سے بری اور بحری جنگ کرتے رہے۔ تاہم (مسلمانوں کا) بحری بیڑہ عکا کی بندرگاہ میں صحیح سالم داخل ہوگیا۔

شاہ جرمنی کی پیش قدمی

فرنگیوں کی المانی (جرمن) قوم کی بہت بڑی تعداد تھی یہ لوگ جنگ جوئی اور بہادری میں بہت مشہور تھے۔ یہ لوگ جزیرہ انگلستان کے رہنے والے تھے، جو بحراوقیانوس کے شمال مغرب میں ہے۔ یہ نوخیز عیسائی تھے، لہٰذا جب عیسائی پادری اور راہب بیت المقدس کے سقوط کی خبر لے کر آئے اور عیسائی قوم کو مذہبی جنگ کے لئے بلانے لگے تو ان کا بادشاہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور صلیبی جنگ کے لئے روانہ ہوگیا۔

المانی رضاکاروں کی گذرگاہ

عیسائی حکومتوں نے اس کے لئے راستہ کھول دیا تھا جب وہ قسطنطنیہ پہنچا تو شاہ روم نے اسے روکنا چاہا مگر وہ ان کا راستہ نہیں روک سکا۔ تاہم اس نے سلطان صلاح الدین کو اس کی اطلاع دی اور انھیں خوراک و غلہ فراہم کرنا بند کر دیا تھا جس سے ان کے خورد و نوش میں تنگی ہوئی جب انھوں نے خلیج قسطنطنیہ کو پار کیا تو وہ قلیج ارسلان کی سلطنت (ایشیائے کوچک) میں سے گذرے۔ یہاں ترکمان قوم نے ان کا تعاقب کیا، وہ انھیں محاصرہ میں لے کر ان کا کام تمام کرتے تھے۔ اس پر مزید طرہ یہ ہوا کہ اس زمانے میں موسم سرما تھا اور یہ علاقہ ٹھنڈا تھا۔ اس لئے ان میں سے اکثر فرنگی (رضاکار) سردی اور بھوک سے ہلاک ہوگئے۔

قونیہ میں صلیبیوں کی آمد

یہ لوگ قونیہ میں سے بھی گذرے۔ یہاں کا بادشاہ قطب الدین ملک شاہ بن قلیج ارسلان تھا۔ اس پر اس کی اولاد مسلط تھی جو مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے، تاہم یہ بادشاہ انھیں روکنے کے لئے نکلا مگر کامیاب نہیں ہوسکا، اس لئے وہ لوٹ گیا۔ یہ فرنگی بھی اس کے پیچھے

پیچھے قونیہ تک گئے اور انھوں نے بادشاہ کو تحفہ بھیجا تاکہ وہ انھیں غلہ خریدنے کی اجازت دیدے چنانچہ اس نے اس بات کی اجازت دیدی۔ انھوں نے اپنے بیس امراء یرغمال کے طور پر رکھوا دئے مگر ان پر بہت سے چوروں نے حملہ کر کے ان امراء کو منقید کر لیا۔

شاہ ارمینیہ کا تعاون

پھر وہ ارمینیہ کے علاقے میں پہنچے جہاں کا حاکم کاموس بن اصطفای بن الیون تھا[1]۔ اس نے ان المانی فرنگیوں کو خوراک اور چارہ دونوں فراہم کئے بلکہ ان سے اظہار اطاعت کیا، وہ انطاکیہ تک ان کے ساتھ گیا۔ اس اثناء میں ان المانی فرنگیوں کا بادشاہ دریا میں غسل کرنے کے لئے گھسا تو وہ ڈوب گیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند بادشاہ بنا، مگر جب وہ انطاکیہ پہنچے تو ان میں اختلاف برپا ہو گیا۔ کچھ لوگ اس کے بھائی کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے اور کچھ لوگ واپس جانا چاہتے تھے۔ لہٰذا یہ دونوں جماعتیں واپس چلی گئیں۔

طرابلس کی طرف پیش قدمی

بادشاہ کے فرزند کی حامی جماعت اس کے ساتھ روانہ ہوئی، ان کی تعداد بھی چالیس ہزار تھی مگر راستے میں ان میں سے بھی کافی تعداد مر گئی۔ تاہم حاکم انطاکیہ نے ان کے لئے عکا کے فرنگیوں کے پاس پہنچنے کا اچھا انتظام کر دیا تھا۔ وہ جبلہ اور لاذقیہ کے راستے سے گئے، وہ حلب کے راستے سے بھی گذرے، مگر اہل حلب نے ان کے کئی افراد کو پکڑ لیا تھا۔

جرمن فوج کی تباہی

طرابلس پہنچنے تک ان کے مزید افراد مر گئے تھے۔ اب ان میں سے صرف ایک ہزار مرد باقی رہے تھے۔ چنانچہ وہ بحری راستے سے عکا پہنچے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ فرنگیوں میں باہمی اختلاف ہے اور ان پر خوف و دہشت طاری ہے، لہٰذا وہ بحری راستے سے اپنے ملک روانہ ہوئے مگر ان کی کشتیاں ڈوب گئیں اور ان میں سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔

قلیچ ارسلان کی معذرت

بادشاہ قلیچ ارسلان سلطان کو ان کی خبریں لکھ کر بھیجتا تھا۔ اس نے سلطان سے یہ وعدہ بھی کیا تھا

---

[1] تاریخ الکامل میں حاکم ارمینیہ کا نام یہ ہے۔ "لافون بن اصطفانہ بن لیون"۔ (تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۲۰۷) (مترجم)

کہ وہ انھیں آگے بڑھنے سے روکے گا۔ مگر جب وہ وہاں سے گزر گئے تو اس نے اپنی معذوری ظاہر کی کہ اس کی اولاد میں نا اتفاقی ہے۔ بعد میں وہ اس پر غالب آگئے ہیں۔

سلطان صلاح الدین کے انتظامات

جب ان المانی فرنگی فوجوں کی اطلاع سلطان کو ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ راستے میں انھیں روک کر ان کے ساتھ جنگ کرے۔ کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اسی مقام پر برقرار رہے ایسا نہ ہو کہ فرنگی عکا کو فتح کرلیں۔ سلطان نے اس دوسری رائے کو پسند کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ جبلہ، لاذقیہ، شیزر اور حلب کی طرف کچھ فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ ان مقامات کے باشندوں کو ان کے حملوں سے محفوظ رکھے۔

عکا کی جنگ

پھر فرنگیوں نے ۲۰ جمادی الآخرہ ۵۸۶ھ کو عکا پر زبردست حملہ کیا اور وہ اپنی خندقوں سے نکل کر سلطان صلاح الدین کی فوجوں پر حملہ آور ہوئے، لہٰذا ملک عادل ابوبکر بن ایوب، مصری فوجوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لئے بڑھے۔ فریقین میں بہت گھمسان کی جنگ ہوئی یہاں تک کہ فرنگی مصری فوجوں کے خیموں تک پہنچ گئے اور ان پر قبضہ کرلیا۔ مصری فوجوں نے ملیٹ کر حملہ کیا تو انھیں اپنے خیموں سے ہٹا دیا۔ مصر کی بعض فوجیں مختلف راستے سے ان کی خندقوں کی طرف پہنچ گئیں اور انھوں نے ان کے فرنگی ساتھیوں کی کمک کو کاٹ دیا۔ وہ سب فرنگی مارے گئے۔ چنانچہ بیس ہزار سے زائد فرنگی قتل کئے گئے۔

خوراک کی قلت

موصل کی فوجیں مصری فوجوں کے قریب تھیں، ان کا سپہ سالار علاء الدین خوارزم شاہ بن عزالدین مسعود حاکم موصل تھا۔ ان کی خوراک کی رسد ختم ہوگئی تھی لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اسے اسی حالت میں جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس اثناء میں سلطان کو شاہ جرمن کے مرنے کی خبر ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے بعد اس کی قوم میں اختلاف و انتشار پیدا ہوا ہے۔ مسلمان اس خبر سے بہت خوش ہوئے، کیونکہ اس خبر سے انھیں توقع ہوئی کہ اس طرح فرنگیوں کے حوصلے پست ہوجائیں گے۔

فرنگیوں کو مزید امداد کی فراہمی

دو دن کے بعد فرنگیوں کو بحری راستے سے فوجی

امداد کندھری کے ذریعے سے حاصل ہوئی۔ وہ شاہ افرنیس کا اپنے باپ کی طرف سے بھتیجا اور شاہ انگلستان کا بھانجا تھا۔ اس نے فرنگیوں کے درمیان بہت مال و دولت تقسیم کی اور انھیں کئی ڈویژنوں میں تقسیم کیا۔ اس نے مزید امداد کے لئے جلد پہنچنے کا وعدہ بھی کیا لہٰذا فرنگیوں نے دوبارہ مسلمانوں کے خلاف سخت حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

محاذ کی تبدیلی

یہ صورت حال دیکھ کر سلطان صلاح الدین ۲۷ جمادی الآخرہ کو جگہ کی تنگی کی وجہ سے موجودہ مقام سے سخت زمین کی طرف منتقل ہو گیا۔ وہ مقام لاشوں کی بدبو کی وجہ سے بہت بدبودار ہو گیا تھا۔

قلعہ شکن آلات

کندھری نے وہاں پہنچ کر عکا پر مجانیق اور دیگر قلعہ شکن آلات نصب کرائے جسے اہل عکا اٹھا کر لے گئے اور وہاں فرنگیوں کے فوجی دستوں کو قتل کر دیا۔ اس لئے وہ مزید قلعہ شکن آلات نصب نہیں کرا سکا اور نہ ان پہ پردے ڈلوا سکا کیونکہ اہل شہر انھیں تباہ کر دیتے تھے، لہٰذا اس نے مٹی کا ایک بہت اونچا ٹیلہ تیار کرایا اور اس کے پیچھے اس نے مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کرائے۔ تاہم حالات بہت خراب ہو گئے تھے اور خوراک کی رسد بھی بہت کم ہو گئی تھی۔

مزید خوراک کا بندوبست

لہٰذا سلطان صلاح الدین نے اسکندریہ (اپنے حاکم کو) پیغام بھیجا کہ وہ جہازوں میں خوراک بھر کر بھیجے۔ اس نے اسی قسم کا پیغام بیروت بھی بھیجا۔ چنانچہ اہل بیروت نے ایک جہاز (خوراک سے بھر کر) بھیجا اور اس پر صلیبیں نصب کیں تاکہ یہ غلط فہمی رہے کہ یہ فرنگیوں کا جہاز ہے۔ یوں (یہ لوگ خوراک کا جہاز لے کر) بندرگاہ میں (صحیح و سالم) داخل ہو گئے۔ اس کے بعد اسکندریہ سے بھی خوراک کی رسد آ گئی۔

ملکۂ فرنگ کی آمد

ایک فرنگی ملکہ تقریباً ایک ہزار سپاہی لے کر سمندر پار سے صلیبی جنگ میں مدد دینے کے لئے پہنچ گئی (اس کے پاس اس قدر جہاز اور سامان تھا کہ) اسکندریہ کا سمندر اس سے بھر گیا تھا۔

پاپائے اعظم کا پیغام

اس کے علاوہ رومہ کے کنیسہ کے پاپائے اعظم نے (فرنگی صلیب پرستوں کو جو جنگ کر رہے تھے) پیغام بھیجا کہ وہ صبر و استقلال کے ساتھ جنگ کرتے رہیں۔ کیونکہ انھیں مزید فوجی امداد

ارسال کی جارہی ہے اور وہ یورپ کے بادشاہوں کو ان کی امداد پر آمادہ کر رہا ہے۔ اس کے اس پیغام سے فرنگیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور عکا کے محاصرہ کے لئے نیا لشکر بھیجا اور اسی سال کی گیارہ شوال کو انھوں نے پیش قدمی کی تو سلطان نے اپنے لشکر کا ساز و سامان موضع لیبون کی طرف منتقل کر دیا جو عکا سے تین فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ پھر وہ از سر نو صف بندی کر کے فرنگیوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔

سلطان کا نظام جنگ

(اس کی صف بندی کی ترتیب یہ تھی کہ) سلطان کے (تینوں فرزند) الافضل علی، الظاہر غازی، اور الظافر خضر قلب (درمیانی حصے) میں تھے۔ اس کا بھائی ملک عادل ابوبکر، مصر کی فوج کو اور اپنی فوج کو لے کر جو ان میں شامل ہو گئی تھیں میمنہ (دائیں حصہ) کی قیادت کر رہا تھا۔ سنجار کا حاکم عماد الدین، حاکم حماۃ تقی الدین، حاکم جزیرۂ ابن عمر معز الدین سنجر شاہ، میسرہ (بائیں حصے) کی قیادت کر رہے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایک اونچے ٹیلے پر ایک چھوٹے خیمے میں تھا جو اس کے لئے (فوج کی عام نگرانی کرنے کے لئے) نصب کیا گیا تھا۔

جب فرنگی وہاں پہنچے اور انھوں نے (مسلمان فوج کو) کثیر تعداد میں بھیجا تو انھیں اپنی خندقیں چھوڑنے پر ندامت ہوئی، لہٰذا انھوں نے رات (اپنے محاذ پر) گذاری اور دوسرے دن وہ اپنے خیموں کی طرف لوٹ گئے۔ اس وقت مسلمانوں کے ہراول دستہ نے ان کا تعاقب کیا اور ہر طرف سے گھیر کر انھیں اپنی خندقوں کے پیچھے محصور کر دیا۔

فرنگیوں کا صفایا

پھر مسلمانوں نے ۲۳ شوال کو ان کے ساتھ جنگ کی۔ اس سے پہلے انھوں نے کمین گاہ میں اپنے لشکر کو چھپا دیا تھا۔ فرنگی ان کے مقابلہ کے لئے تقریباً چار سو سواروں کے ساتھ نکلے۔ مسلمان فوج انھیں اپنی طرف لے گئی۔ چنانچہ جب وہ کمین گاہ کے پاس پہنچے تو مسلمانوں کے لشکر نے نکل کر ان کا صفایا کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی بچ کر نہیں بھاگ سکا۔

غلہ کی گرانی

فرنگیوں کے لئے غلہ کی گرانی بڑھ گئی۔ چنانچہ غلہ کی ایک بوری صور کے سکّہ کے مطابق ایک سو دینار کی فروخت ہونے لگی۔ حالانکہ ان کو

وہ مختلف شہروں سے فراہم کیا جاتا تھا۔ بیروت سے اس کے حاکم اسامہ کے ذریعے اور صیدا سے اس کے نائب سیف الدین علی بن احمد المشطوب کے ذریعے نیز عسقلان وغیرہ سے بھی یہ فراہم کیا جاتا تھا۔ پھر سمندر کے طوفان کے موقع پر، جبکہ موسم سرما میں جہازوں کی آمدورفت بند ہو گئی تھی۔ ان کی حالت مزید نازک ہو گئی۔ اس کے بعد جب موسم سرما آ گیا تو فرنگیوں نے اپنے جہاز صور میں لنگر انداز کر دئے جیسا کہ وہ موسم سرما میں کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد عکا کا بحری راستہ نکل آیا۔

فوجوں کا تبادلہ

وہاں کے باشندوں نے سلطان صلاح الدین سے اس کی شکایت کی۔ وہاں امیر حسام الدین ابوالہیجاء السمین بھی موجود تھا جو وہاں زیادہ رہنے اور طویل جنگ کرنے سے تنگ آ گیا تھا۔ اس لئے سلطان صلاح الدین نے وہاں دوسرا حاکم بھیجنے کا حکم دیا اور فوج کے تبادلہ کا حکم بھی دیا۔ اس نے اپنے بھائی ملک عادل کو ہدایت کی کہ وہ اس کا انتظام سنبھالے۔ اس لئے وہ سمندر کی طرف کوہ حیفا کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس نے بحری جہاز اور کشتیاں اکٹھی کیں اور ان کے ذریعے آہستہ آہستہ لشکر بھیجتا رہا۔ چنانچہ جب کوئی دستہ وہاں پہنچتا تھا تو اس کے بدلے میں دوسرا فوجی دستہ نکل جاتا تھا۔ اس طرح ساٹھ فوجی افسروں کے بجائے صرف بیس سپہ سالار وہاں پہنچے۔ وہ اپنے اہل و عیال پیچھے چھوڑ گئے تھے لہٰذا سلطان کے دفاتر کے حسابی اہل کاروں کو ہدایت دی گئی کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں اور ان کو اخراجات دیا کریں۔ اس طرح کافی فوج حفاظت کے لئے عکا پہنچ گئی۔

مسلم حکام کی شرکت

موسم سرما کے ختم ہونے کے بعد فرنگیوں کے جہاز، بندرگاہ کی طرف لوٹ گئے۔ نگران کی طاقت کمزور ہو گئی تھی۔ اس لئے عکا کے حالات معلوم ہونے بند ہو گئے تھے۔ مسلم حکام میں سے جو عکا پہنچے وہ یہ تھے:۔

(۱) سیف الدین علی بن احمد المشطوب (۲) قبیلۂ اسدیہ کا سردار عز الدین ارسلان (۳) ابن جاولی وغیرہ۔ یہ لوگ ۵۸۷ھ کے آغاز میں عکا پہنچے تھے۔

زین الدین کی وفات

زین الدین یوسف بن زین الدین نے سلطان صلاح الدین کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ وہ اربل کا حاکم تھا۔ حران اور رُہا اس کے بھائی مظفر الدین کوکبری کے ماتحت تھے۔ زین الدین سلطان کے ساتھ

اس کی جنگوں میں شریک رہتا تھا اور وہ اس کے ساتھ عکا کی جنگ میں بھی شریک ہوا تھا، مگر بیمار ہو گیا تھا اور اسی بیماری میں اس نے ۱۸ر رمضان المبارک ۵۸۶ھ میں وفات پائی۔

مظفر الدین کی حکومت

اس کے بعد اس کے بھائی مظفر الدین کوکبری نے اس کے کسی حاکم کے شہر پر قبضہ کر لیا اور سلطان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے اربل کا علاقہ دیدے، اس کے بدلے میں وہ حران اور رُہا سے دستبردار ہو جائے گا۔ لہٰذا سلطان نے وہ شہر اور اربل کا علاقہ اسے دے دیا۔ اس کے ساتھ شہر زور کا علاقہ اور دار بند اسرائیلی جو قفجاق کہلاتا ہے، مزید عطا کیا۔

مجاہد کی عدم مداخلت

اہل اربل نے سلطان صلاح الدین کے خوف سے حاکم موصل مجاہد الدین سے خط و کتابت کی۔ اسے عز الدین نے مقید کر کے رہا کیا تھا اور پھر اسے اپنا نائب بنایا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے ایک غلام کو اس پر جاسوس مقرر کر رکھا تھا جو مختلف معاملات میں اس کی مخالفت کرتا تھا، لہٰذا مجاہد کو اندیشہ ہوا کہ اربل کے معاملے میں بھی وہ اس کے ساتھ ایسا کرے گا اس لئے اس نے کوئی مداخلت نہیں کی، لہٰذا مظفر الدین اربل کا حاکم مقرر ہو گیا اور وہاں اس کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

تقی الدین کے نئے علاقے

جب مظفر الدین حران اور رہا سے دست بردار ہوا تو سلطان نے اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کو ان دونوں علاقوں کا حاکم بنا دیا۔ اس کے پاس دیار بکر میں میافارقین، حماۃ اور اس کے شامی علاقے بھی تھے۔ سلطان نے اسے ہدایت کی کہ وہ اس کے کچھ علاقے فوج کو جاگیر کے طور پر عطا کرے، تاکہ ان فوجیوں کے ذریعے فرنگیوں کے خلاف جنگ کرنے میں تقویت پہنچے تقی الدین ان نئے علاقوں میں پہنچا اور ان کا انتظام درست کیا۔ پھر وہ میافارقین چلا گیا اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ قریب کے شہروں کو بھی فتح کر لے۔ چنانچہ اس نے دیار بکر کے شہر حالی پر حملہ کیا۔ چنانچہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے خلاط کا حاکم سیف الدین بکتمر اپنی فوج لے کر آیا، مگر تقی الدین نے اسے شکست دی اور اس نے اس کے شہروں کو تباہ کر دیا۔

ابن رستق کا ناکام محاصرہ

سیف الدین بکتمر نے سلطان شاکرین کے وزیر مجد الدین ابن رستق کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے وہاں ایک قلعہ میں مقید کر رکھا تھا۔ لہٰذا جب اسے شکست ہوئی تو اس نے قلعہ کے حاکم کو لکھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ قلعہ دار کو اس کا خط اس وقت ملا جب تقی الدین اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ لہٰذا جب تقی الدین نے قلعہ کو فتح کر لیا تو اس نے ابن رستق کو رہا کر دیا۔ ابن رستق نے (رہا ہونے کے بعد) مملکت خلاط کی طرف کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا، مگر جب یہاں اسے کامیابی نہیں ہوئی تو وہ ملاز کرد کے مقام کی طرف لوٹ گیا (اور اس کا محاصرہ کر لیا) اس نے اس قدر سخت محاصرہ کیا کہ وہاں کے لوگ ہتھیار ڈالنے پہ آمادہ ہو گئے۔ لہٰذا اس نے شہر حوالہ کرنے کی ایک مدت مقرر کی۔ اس عرصے میں وہ بیمار ہو گیا اور اس مقررہ مدت سے دو دن پہلے وہ فوت ہو گیا۔ اس کا فرزند اسے میافارقین لے گیا اور وہاں اس نے اس کو دفن کیا۔

اس کے بعد بکتمر کی سلطنت خلاط میں مستحکم ہو گئی۔

شاہ فرانس کی آمد

اس عرصہ کے بعد سمندر پار سے اس فرنگی حکومت کو جو عکا کا محاصرہ کر رہی تھی پے در پے امداد موصول ہونے لگی۔ ان کے پاس سب سے پہلے فرانس کا شہنشاہ پہنچا۔ وہ اس زمانے میں بہت مشہور اور طاقتور تھا اور حقیقت میں فرنگیوں کا بادشاہ وہی تھا اور وہ اس زمانے کے سب بادشاہوں سے زیادہ طاقتور تھا وہ ۱۲ ربیع الاول ۵۸۷ھ کو چھ بڑے جہازوں کے ساتھ پہنچا، جن میں سپاہی اور ہتھیار بھرے ہوئے تھے۔ اس کی آمد سے عکا کے فرنگیوں کو بہت تقویت حاصل ہوئی (یہاں تک) اس نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی قیادت سنبھال لی۔

بحری جنگ

سلطان صلاح الدین بھی فرنگی خیموں کے قریب معترعمر کے مقام پر تھا۔ وہ ان سے صبح سویرے جنگ کر کے شہر پر حملہ کرنے سے روکتا تھا۔ سلطان نے بیروت میں اسامہ کو بھی پیغام دیا کہ وہ اپنی تمام جنگی کشتیوں اور جہازوں کو عکا کی بندرگاہ کی طرف بھیجے، تاکہ اس طرح وہ فرنگیوں کو (بحری جنگ میں) مشغول رکھے چنانچہ اس نے جنگی جہاز بھیجے۔ (مسلمانوں کے) ان جنگی جہازوں نے سمندر میں پانچ جہاز دیکھے جو شاہ انگلستان کے تھے۔ انگلستان کا بادشاہ جزیرہ قبرص میں مقیم تھا کیونکہ وہ اس جزیرہ پہ

قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ بہر حال مسلمانوں کے بحری بیڑہ نے ان پانچوں جہازوں کو ان کے سامان سمیت لوٹ لیا۔

سلطان نے دیگر علاقوں کے حکام کو بھی اسی قسم کی ہدایات بھیجیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان (مسلم حکام نے) عکا کی بندرگاہ کو بحری بیڑوں اور کشتیوں سے بھر دیا۔

شہر عکا پر حملے

فرنگیوں نے شہر پہ حملے جاری رکھے اور بتاریخ ۴ جمادی الاولی (فصیلوں پر) مجانیق (قلعہ شکن آلات) نصب کر دئے سلطان ان فرنگیوں کے محاذ کے بالکل قریب آ گیا تاکہ ان سے جنگ کر کے شہر پر حملہ کرنے سے انھیں روکے۔ یوں شہر والوں پہ ان کا جنگی دباؤ کم ہو گیا۔

شاہ انگلستان کی امدادی فوج

اس اثناء میں شاہ انگلستان جزیرۂ قبرص کی فتح سے فارغ ہو گیا اور وہاں کے حاکم کو معزول کر کے وہ پچیس جہازوں میں عکا پہنچا۔ یہ تمام جہاز فوجیوں اور مال و دولت سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ وہاں بتاریخ ۱۵ رجب المرجب پہنچا۔ راستے میں اسے (مسلمانوں کا) ایک جہاز ملا جو بیروت سے بھیجا گیا تھا اور اس میں سات سو جنگجو سپاہی تھے۔ اس نے ان سے جنگ کی۔ جب اس جہاز کے مسلمان کامیابی سے مایوس ہو گئے تو ان کے امیر البحر نے جو یعقوب الحلبی غلام ابن شقنین[1] کے نام سے معروف تھا، جہاز میں آگ لگا دی تاکہ فرنگی مسلمانوں اور ان کے ذخیرے پہ قبضہ نہ کر لیں۔ چنانچہ وہ جہاز ڈوب گیا۔

عکا کی نازک حالت

(ادھر عکا کے قریب) فرنگیوں نے قلعہ شکن آلات تیار کئے اور ان کے ذریعے شہر پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے بعض آلات جلا دئے اور بعض پہ قبضہ کر لیا۔ لہذا فرنگی مجبور ہوئے کہ وہ پیچھے ہٹ کر مٹی کے ٹیلے قائم کریں اور ان کے پیچھے سے (ان آلات کے ذریعے) حملے کریں۔ چنانچہ ان کی یہ تدبیر کامیاب ہوئی اور اہل عکا کی حالت نازک ہو گئی۔

اہل عکا کی شکست

جب مسلمان عکا کے محاصرہ سے تنگ آ گئے تو وہاں کا سب سے بڑا سپہ سالار امیر سیف الدین علی بن احمد المہکاری المشطوب

---

[1] تاریخ الکامل میں اس کا نام یعقوب الحلبی مقدم الجندار یہ ہے جس کا عرف غلام ابن شقنین ہے۔ (تاریخ الکامل ج ۹ ص ۲۱۳) (مترجم)

شاہ فرانس کے پاس گیا اور اس سے امن کی اہل عکا کے لئے درخواست کی مگر اس نے اسے منظور نہیں کیا۔ اس سے شہر والوں کے حوصلے پست ہو گئے اور فوجی افسروں میں سے عزالدین ارسل الاسدی، ابن عزالدین جاولی اور سنقر ارجانی اپنی فوج لیکر بھاگ گئے۔ اس سے اہل عکا کو مزید پریشانی لاحق ہوئی۔

صلح کی شرائط فرنگیوں نے سلطان صلاح الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ شہر ان کے حوالے کر دے۔ اس پر سلطان نے یہ جواب دیا کہ (وہ شہر ان کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ وہ) شہر والوں کو پناہ دیں اور شہر والوں کی تعداد کے برابر ان کے قیدی رہا کر دے گا اور انھیں ان کی صلیب واپس کر دے گا جو اس نے بیت المقدس سے حاصل کی تھی۔ مگر فرنگی ان شرائط پر رضامند نہیں ہوئے۔

اہل عکا کو سلطان کی ہدایت اس لئے سلطان نے عکا کے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی کہ "وہ شہر کو خالی کر کے اکٹھے ہو کر شہر سے نکل جائیں اور سمندر کے کنارے روانہ ہوں اور دشمن پر جان نثاری کے ساتھ حملہ کریں۔ مسلمان دشمن کے پیچھے سے نکلیں، شاید اس طرح وہ بچ سکیں۔"

صلیب پرستوں کا عکا پر قبضہ دوسرے دن صبح کے وقت فرنگیوں نے شہر پر سخت حملہ کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اپنے (سفید) جھنڈے بلند کر دئے اور (شہر کے حاکم اعلیٰ) المشطوب نے فرنگیوں کو پیغام بھجوایا اور اس شرط پر پناہ حاصل کی کہ وہ ان فرنگیوں کو دو لاکھ دینار (تاوان) دے گا اور ان کے پانچ سو قیدی رہا کئے جائیں گے۔ ان کی صلیب واپس کی جائے گی۔ نیز وہ حاکم صور کو چودہ ہزار دینار بھی دے گا۔ فرنگیوں نے یہ شرائط منظور کر لیں اور مال کی ادائیگی اور قیدیوں کو واپس کرنے کے لئے دو مہینے کی مدت مقرر کی۔ اس کے بعد شہر ان کے حوالے کر دیا گیا۔ مگر شہر پر قبضہ کرنے کے بعد انھوں نے شہریوں کے ساتھ غداری کی اور انھیں مال، قیدیوں اور صلیب کے بدلے میں یرغمال کے طور پر قید کر لیا۔

بھاری تاوان جنگ اس زمانے میں سلطان کے پاس مال و دولت کا کافی ذخیرہ نہ تھا۔ کیونکہ اس نے رفاہ عام کے کاموں میں انھیں خرچ کر دیا تھا۔ لہذا اس نے یہ رقم اکٹھی کرنی شروع کی، یوں ایک لاکھ دینار اکٹھا

ہو گیا تو اس نے اپنے نائب کو بھیجا تا کہ وہ ان سے حلف اٹھوائے کہ ان کی فداویہ جماعت ضمانت دے کہ عہد شکنی اور وعدہ خلافی نہیں ہو گی کیونکہ اسے ان کی غداری کا اندیشہ تھا مگر ان فرنگیوں کے بادشاہوں نے کہا "جب تم مال، قیدی اور صلیب ہمارے حوالے کرو گے تو تم ہمیں باقی ماندہ مال کے بدلے میں یرغمال دو گے تو ہم تمھارے ساتھی رہا کر دیں گے"۔

فرنگیوں کی غداری سلطان کا مطالبہ یہ تھا کہ فداویہ جماعت ان یرغمال کے بارے میں ضمانت دیں اور حلف اٹھائیں، مگر انھوں نے انکار کر دیا اور کہا "جب تم ایک لاکھ دینار، قیدی اور صلیب بھیجو گے تو ہم جنھیں مناسب سمجھیں گے رہا کر دیں گے، باقی لوگوں کو اس وقت تک مقید رکھیں گے جب باقی ماندہ رقم مل جائے گی"۔

اس طرح ان فرنگیوں کی غداری ظاہر ہو گئی کہ وہ ایسی صورت میں معمولی افراد کو رہا کر دیں گے اور حکام اور افسروں کو اپنے پاس رکھیں گے تاکہ انھیں فدیہ (بھاری رقم) دے کر چھڑایا جائے۔ لہٰذا سلطان نے ان کی ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔

قیدیوں کا قتل ماہ رجب کے آخر میں فرنگی شہر سے باہر جشن منانے کے لئے نکلے تو مسلمانوں نے سوار ہو کر ان پر حملہ کیا۔ جب مسلمان ان کے محاذ تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ مسلمان جو ان کے پاس قید تھے وہ دونوں صفوں کے درمیان قتل کر دیئے گئے۔ فرنگیوں نے کمزور مسلمانوں کا صفایا کر دیا تھا۔ اور ان کے افسروں اور امراء کو فدیہ حاصل کرنے کے لئے اپنے پاس قید کر رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر سلطان کے ہوش اڑ گئے۔ اور اس نے وہ مال جو اس نے رفاہ عام کے کاموں کے لئے رکھا ہوا تھا، استعمال کیا۔

حملۂ عسقلان کا ارادہ جب فرنگی عکا کے شہر پر قابض ہو گئے تو حاکم صور مارکوئیس شاہ انگلستان سے بہت خوف زدہ ہوا۔ اور اسے اس کی طرف سے غداری کا اندیشہ ہوا، لہٰذا وہ اپنے شہر صور چلا گیا۔ پھر فرنگی ماہ شعبان کے آغاز میں عسقلان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے، وہ کسی حالت میں ساحلی راستے سے نہیں ہٹتے تھے۔

دشمن کا تعاقب سلطان نے اپنے فرزند افضل، سیف الدین الیزکوش اور عزالدین خردبک کو فوج دے کر ان کا تعاقب کرنے کے لئے بھیجا، چنانچہ وہ اچانک حملہ کر کے انھیں یا تو قتل کر دیتے تھے یا گرفتار کر لیتے تھے۔

افضل نے اپنے والد (سلطان) سے مزید فوجی کمک طلب کی مگر اس کی فوج اس کے لئے تیار نہیں ہوئی۔

صلیبیوں کی مزید پیش قدمی

شاہ انگلستان بھی اس فرنگی فوج کے ساتھ تھا وہ حملہ کرتی ہوئی یافا پہنچ گئی۔ یہاں فرنگی فوج نے قیام کیا یہاں عکا سے بھی اس کی فوج پہنچ گئی۔ جس قدر انھیں ضرورت تھی مسلمان فوجیں بھی ان کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ پھر یہ فرنگی فوجیں قیساریہ کی طرف روانہ ہوئیں مسلمان فوجوں نے بھی ان کا تعاقب کیا (راستے میں) جو فرنگی انھیں ملتے تھے وہ اُن کو مار ڈالتے تھے۔ جب فرنگی قیساریہ پہنچے تو مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا اور انھیں نقصان پہنچایا۔ رات کے وقت بھی مسلمانوں نے ان پر شب خون مارا اور انھیں قتل کیا یا گرفتار کر لیا۔

مسلمانوں کو شکست

دوسرے دن فرنگی ارسوف پہنچے۔ راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے مسلمان ان سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ اس لئے مسلمانوں نے اس مقام پر فرنگیوں پر حملہ کیا اور انھیں سمندر کی طرف بھگا دیا۔ یہاں پہنچ کر فرنگیوں نے جان پر کھیل کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور انھیں شکست دے دی۔ پھر ان کی پچھلی فوج پر حملہ کر کے انھیں قلب (درمیانی حصہ) کی طرف بھگا دیا، جہاں خود سلطان صلاح الدین موجود تھا۔

دوبارہ مقابلہ کی تیاری

فرنگی وہاں سے لوٹ کر یافا پہنچے تو دیکھا کہ وہ خالی ہے لہٰذا اُنھوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ سلطان شکست کے مقام سے رملہ پہنچا، وہاں اس نے اپنا ساز و سامان اکٹھا کر کے ارادہ کیا کہ عسقلان کے مقام پر فرنگیوں کا مقابلہ کرے؛ مگر اس کے ساتھیوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا:

"ہمیں اندیشہ ہے کہ فرنگی وہاں بھی ہمارا سخت مقابلہ کریں گے اور اس کا محاصرہ کر کے اُسی طرح غالب آئیں گے جس طرح وہ عکا کے محاصرہ کے وقت ہم پر غالب آئے تھے اور آخر کار وہ اسے فتح کر لیں گے اور وہاں کے ذخیروں اور اسلحہ کی بدولت وہ زیادہ طاقتور ہو جائیں گے۔

عسقلان کی تباہی

تاہم سلطان نے فوج کو ہدایت کی کہ وہ وہاں جا کر اس شہر کو

فرنگیوں سے بچائیں، مگر وہ وہاں جانے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ لہٰذا سلطان نے لشکر کو اپنے بھائی ملک عادل کی زیر نگرانی فرنگیوں کے مقابلہ کے لئے چھوڑا اور خود عسقلان گیا۔ وہاں پہنچ کر سلطان نے عسقلان کو تباہ و برباد کر دیا اور (اس کی فصیل کے) پتھر سمندر میں پھنکوا دئے یہ کام اس نے بتاریخ ۹ ر شعبان کیا۔ یہاں بے شمار دولت اور ساز و سامان کے ذخیرے تباہ ہوئے۔ جب فرنگیوں کو اس کی تباہی کا علم ہوا (تو وہ آگے نہیں بڑھے) بلکہ وہ یافا میں مقیم رہے۔

تباہی پر ملامت کا خط (اس واقعہ کے بعد) مارکوئیس (حاکم صور) نے شاہ انگلستان کو ملامت کا خط لکھا کہ اس نے سلطان صلاح الدین سے اس سے پیشتر جنگ نہیں کی۔ یہاں تک کہ اسے عسقلان کو تباہ کرنے کا موقع ملا۔

بیت المقدس کی حفاظت پھر سلطان صلاح الدین سخت سردی اور بارش میں بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ بیت المقدس کے ایسے انتظامات کرے کہ وہ محاصرہ کے لئے تیار ہو سکے۔ سلطان نے اجازت دے دی کہ اس کی فوجیں آرام کرنے کے لئے اپنے وطن جا سکتی ہیں۔ اس کے بعد وہ بتاریخ ۸ ر رمضان المبارک اپنے محاذ کی طرف لوٹ گیا۔

فرنگی یافا میں مقیم رہے اور انھوں نے اس کی تعمیر شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر سلطان نے نظرون کی طرف کوچ کیا اور بتاریخ ۵ ر رمضان المبارک وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

ازدواج باہمی کی تجویز اس اثناء میں شاہ انگلستان اور ملک عادل کے درمیان سفیروں کا اس بات پر تبادلہ ہوا کہ شاہ انگلستان اپنی ہمشیرہ کا نکاح ملک عادل سے کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں بیت المقدس اور مسلمانوں کے ساحلی شہروں پر ملک عادل کی حکومت ہو گی اور عکا اور فرنگیوں کے ساحلی شہروں پر اس کی ہمشیرہ کی سمندر پار تک حکومت رہے گی، بشرطیکہ فداویہ (عیسائی رضا کار) اس بات کے لئے راضی ہو جائیں۔

تجویز کی ناکامی سلطان صلاح الدین نے یہ باتیں منظور کر لی تھیں مگر عیسائی پادریوں اور راہبوں نے شاہ انگلستان کی ہمشیرہ کو اس کام سے روک دیا تھا اور اسے ناپسند کیا تھا۔ اس لئے یہ تجویز عملی جامہ نہیں پہن سکی اور حقیقت یہ ہے کہ شاہ انگلستان کی یہ تجویز مکر و فریب پر مبنی تھی۔

بیت المقدس کی جنگ

اب فرنگیوں نے بیت المقدس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، اور وہ بتاریخ ۳ر ذوالقعدہ یافا سے رملہ پہنچے۔ سلطان وہاں سے بیت المقدس چلا گیا، مگر وہاں اس نے مصری فوجوں کو ابو الہیجاء کی قیادت میں چھوڑ دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تقویت پہنچی۔ فرنگی رملہ سے نظرون بتاریخ ۳ر ذوالحجہ پہنچے۔ مسلمان ان کے مقابلے پر تیار تھے اور فرنگیوں سے مسلمانوں کی کئی جھڑپیں ہوئیں۔ ایک جھڑپ میں مسلمانوں نے فرنگیوں کے پچاس سے زیادہ فوجی گرفتار کر لئے۔

فصیل کی تعمیر

بیت المقدس میں سلطان نے یہاں کی فصیل تعمیر کرائی اور جو حصہ ٹوٹ گیا تھا اس کی مرمت کرائی اور مقام کو مستحکم کرایا جہاں سے اس نے بیت المقدس کو فتح کیا تھا اس نے وہاں کے رخنوں کو بند کرایا اور حکم دیا کہ فصیل کے باہر خندق کھودی جائے۔

عملی نمونہ

سلطان نے اس حفاظتی کام کے انتظامات کو اپنی اولاد اور اپنے دوستوں کے سپرد کر دیا تھا۔ فصیلوں کے لئے پتھروں کی کمی ہو گئی تو سلطان گھوڑے پر سوار ہو کر خود دور دراز کے مقامات پر جا کر پتھروں کو اپنی سواری پر لاد کر لے جاتا تھا۔ اس کی پیروی میں پورا لشکر بھی کام کرتا تھا۔

بیت المقدس کے نقشہ پر غور

فرنگی فوجیں نظرون کے مقام پر ٹھہری ہوئی تھیں، مگر وہاں وہ پریشان ہو گئیں کیونکہ مسلمانوں نے ان کے ساحل سے خوراک کی رسد کو منقطع کر دیا تھا اس لئے وہ رسد اس طرح نہیں پہنچتی تھی جیسا کہ رملہ میں پہنچتی تھی۔ اس اثناء میں شاہ انگلستان نے بیت المقدس کا نقشہ طلب کیا تاکہ اس کے محاصرہ کی صحیح تصویر و ترتیب اس کے ذہن نشین ہو سکے۔ جب اسے وہ نقشہ دکھایا گیا تو اسے معلوم ہوا کہ وادی گھری ہوئی ہے اور صرف شمال کی طرف سے کوئی راستہ ہے مگر وہ بھی بہت گہرا اور دشوار گذار ہے۔ چنانچہ (نقشہ پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد) اس نے کہا:۔

شاہ انگلستان کا فیصلہ

"اس شہر کا محاصرہ کرنا ممکن نہیں، کیونکہ ہم نے ایک سمت سے محاصرہ کیا تو دوسری سمتیں قابو سے باہر رہیں گی، اور اگر ہم نے اس کی وادی کے دو طرف فوجیں بھیجیں تو مسلمان ایک سمت سے ایک گروہ کو تباہ کر دیں گے اور دوسرا گروہ ان کی مدد کے لئے نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ انہیں مسلمانوں کی

جانب سے اپنے محاذ کے تباہ ہونے کا خطرہ رہے گا۔ اور اگر وہ اپنے محاذ کے لیے کچھ حفاظتی فوج چھوڑ جائیں گے تو فاصلہ اس قدر زیادہ ہے کہ وہ ان کی مدد کے لئے ان کے تباہ ہونے کے بعد پہنچ سکیں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں خوراک کی رسد کے منقطع ہوجانے کی وجہ سے خوراک کی بہت دِقت رہے گی۔"

فوج نے اس کے فیصلہ کی تصدیق کی اور وہ کوچ کر کے رملہ پہنچ گئی۔ پھر وہ ماہ محرم ۵۸۸ھ میں عسقلان چلی گئیں اور اس کی تعمیر شروع کر دی۔

شاہ انگلستان مسلمانوں کی فوجی چوکیوں کی طرف گیا اور ان سے سخت جنگ کرنے لگا۔ سلطان بھی بیت المقدس سے فوجی دستے بھیجتا تھا تاکہ وہ فرنگی فوجوں پر چھاپے ماریں اور ان کی خوراک کی رسد کو منقطع کر دیں۔ چنانچہ وہ ان کے ذخیرے لوٹ کر واپس آجاتے تھے۔

فرنگی حاکم کا قتل

پھر سلطان صلاح الدین شام کے اسماعیلی فرقے کے سردار سنان کے پاس گیا تاکہ وہ شاہ انگلستان اور مارکوئیس (مرکیش) کو (اچانک) قتل کرا دے۔ سلطان نے اس کے صلے میں دس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا۔ مگر اسماعیلی فرقہ کے افراد نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ شاہ انگلستان کو قتل نہ کریں تاکہ پھر سلطان ان کا قلع قمع کرنے کے درپے نہ ہوجائے اس لئے انھوں نے شاہ انگلستان کو قتل کرنے کی کوشش نہیں کی البتہ مارکوئیس (مرکیش) کو قتل کرنے کے لیے دو افراد بھیجے جو راہبوں کے بھیس میں تھے۔ وہ حاکم صیدا اور حاکم رملہ، ابن بارزان سے ملے اور ان کے پاس صور میں چھ مہینے تک رہے اور راہبانہ زندگی گذارتے رہے۔ یہاں تک کہ مارکوئیس (مرکیش، حاکم صور) ان سے بہت مانوس ہوگیا۔ ایک دن جب صور کے اسقف (بشپ) نے اسے بلوایا تو ان دونوں نے مرکیش پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا، ان میں سے ایک کنیسہ میں پناہ گزین ہوکر پوشیدہ ہوگیا۔ لوگ مرکیش کو سخت زخمی حالت میں اسے اسی کنیسہ میں لے گئے، جہاں دوبارہ فرقۂ باطنیہ کے اس شخص نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

اس قتل کا الزام شاہ انگلستان کے سر تھوپ دیا گیا اور یہ مشہور ہوگیا کہ وہ تن تنہا شام پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔

نئے حاکم کندھری کی حکومت

جب مرکیش مارا گیا تو شہر کا حاکم، سمندر سے آئے ہوئے افراد میں سے ایک فرنگی سردار بن گیا۔ وہ کندھری کے نام

سے مشہور تھا اور وہ شہنشاہ فرانس کا بھانجا اور شاہ انگلستان کا بھتیجا تھا۔ اس نے اسی رات فرنگی ملکہ سے نکاح اور رخصتی کی رسوم انجام دیں اور شاہ انگلستان کے جانے کے بعد عکا اور دیگر مقبوضہ فرنگی شہروں کا حاکم بن گیا۔ وہ ۵۹۴ھ تک زندہ رہا اور چھت سے گر کر فوت ہوا۔

جب شاہ انگلستان اپنے ملک واپس چلا گیا تو کندھری نے سلطان کے پاس پیغام بھیج کر اسے مصالحت پر آمادہ کیا اور اس سے خلعت حکومت طلب کیا۔ چنانچہ سلطان نے اسے خلعت بھیج دیا۔ جسے اس نے عکا میں زیب تن کیا۔

تقی الدین کی وفات

جب سلطان بیت المقدس آیا تو اسے اطلاع ملی کہ اس کا بھتیجا تقی الدین عمر بن شہنشاہ فوت ہو گیا ہے اور اس کا فرزند ناصر الدین اس کے علاقوں کا جو الجزیرہ میں ہیں حاکم بن گیا ہے۔ اس کے علاقے یہ تھے: حران، رہا، سمیاط، میافارقین اور ارجان۔

تقی الدین کے علاقوں پر افضل کا قبضہ

ناصر الدین نے سلطان کو یہ پیغام بھیجا کہ مذکورہ بالا علاقوں کو اس کے قبضے میں رہنے دیا جائے اور اس کے علاوہ اسے وہ علاقے بھی مزید دیئے جائیں جو اس کے والد کے ماتحت تھے۔ سلطان نے اس کی نوعمری کی وجہ سے اس کا مطالبہ منظور نہیں کیا اور اس کے فرزند افضل نے سلطان سے درخواست کی کہ اگر یہ علاقے وہ اسے عطا کر دے تو وہ دمشق سے دست بردار ہو جائے گا۔ سلطان نے اس کی بات تسلیم کر لی اور اسے حکم دیا کہ وہ وہاں چلا جائے۔

ملک عادل کی مداخلت

سلطان نے مشرقی ممالک کے حکام سے جو موصل، سنجار، الجزیرہ اور اربل میں تھے، اس بارے میں خط و کتابت کی اور خود بھی لشکر لے کر اس کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ جب ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے ملک عادل کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ سلطان صلاح الدین سے سفارش کرے کہ وہ اس کو صرف شام کے وہ علاقے دیدے جو اس کے باپ کے ماتحت تھے۔ وہ الجزیرہ کے شہروں سے دست بردار ہو رہا ہے۔

ملک عادل کا تسلط

لہٰذا سلطان نے الجزیرہ کے یہ شہر اپنے بھائی ملک عادل کو دیدئے

اور اسے وہاں بھیجا تاکہ وہ اس پر قبضہ کرکے اس کے فرزند افضل کو واپس بھیج دے۔ چنانچہ ملک عادل افضل سے حلب میں ملا اور اسے لوٹا دیا اور خود دریائے فرات عبور کرکے یہ شہر ناصر الدین بن تقی الدین کے قبضے سے نکال دیئے۔ وہاں اس نے اپنے حکام مقرر کئے اور ناصر الدین اور الجزیرہ کی تمام فوجوں کو سلطان صلاح الدین کے پاس بیت المقدس بھیج دیا۔

فرنگیوں کی پیشقدمی

جب فرنگیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ سلطان نے اپنے فرزند افضل اور اپنے بھائی عادل کو بھیج رکھا ہے اور اپنی فوجوں کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، اور بیت المقدس میں اس کے پاس صرف اس کی خاص فوج ہی باقی رہ گئی ہے تو انھوں نے بیت المقدس فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ انھوں نے مصر کی اس فوج پر حملہ کر دیا جو سلطان کے پاس جا رہی تھی۔ اس فوج کا سردار سلیمان تھا جو ملک عادل کا اخیافی بھائی تھا۔ فرنگیوں نے اسے الخلیل کے گردونواح میں پکڑ لیا اور قتل و غارت کی۔ آخر کار اس شکست خوردہ فوج نے جبل الخلیل میں جا کر پناہ لی۔

بیت المقدس کی جانب فرنگی یلغار

یہ فرنگی فوج دارم پہنچی اور اسے تباہ و برباد کیا۔ پھر وہ بیت المقدس کے قریب دو فرسخ کے فاصلے پر بیت نوجہ کے مقام پر بتاریخ ۹ رجمادی الاولیٰ ۵۸۸ھ پہنچی۔ سلطان صلاح الدین محاصرہ کے لئے تیار تھا۔ اس نے شہر پناہ کے مختلف برجوں کو مختلف امراء میں تقسیم کیا اور ہر برج پر فوجی دستے تقسیم کئے۔

فرنگیوں کی پسپائی

جب فرنگی فوجوں نے دیکھا کہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں تو وہ پیچھے ہٹ کر یافا آ گئے۔ اس اثناء میں ان کا تمام سامان خوراک مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ پھر فرنگیوں کو یہ اطلاع ملی کہ مشرقی علاقوں کی وہ فوجیں جو ملک عادل اور افضل کے ساتھ تھیں دمشق واپس آ گئی ہیں، لہٰذا وہ اب عکا واپس آ گئے اور یہاں پہنچ کر انھوں نے بیروت کا محاصرہ کرنا چاہا مگر سلطان نے فوراً اپنے فرزند افضل کو حکم دیا کہ وہ مشرقی فوجوں کو لے کر وہاں پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ فوج لے کر مرج العین پہنچ گیا مگر فرنگی فوجیں عکا سے برآمد نہیں ہو سکیں۔

فتح یافا

اس عرصے میں سلطان کے پاس حلب وغیرہ کی فوجیں بھی پہنچ گئیں لہٰذا اس نے یافا کی طرف فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کرکے اسی سال کی تاریخ ۰ ار رجب کو

شہر فتح کر لیا، اس کے بعد قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ عکا سے فرنگی امداد کا انتظار کر رہے تھے اس لئے اُنھوں نے ایک دن کی مہلت طلب کی۔ چنانچہ اُنھیں وہ مہلت دیدی گئی۔ اتنے میں رات کے وقت شاہ انگلستان عکا سے فوجی امداد لے کر آ گیا۔ دوسرے دن وہ جنگ کے لئے نکلا مگر مسلمانوں میں سے کوئی بھی میدان میں نہیں آیا۔ پھر وہ کھانے کے لئے بیٹھ گیا۔

سلطان کی واپسی

اس وقت سلطان نے حملہ کرنے کا حکم دیا مگر المشطوب کے بھائی نے جس کا لقب الجناح تھا، آگے بڑھ کر کہا "ہم جنگ کے لئے پیش قدمی کرتے ہیں اور آپ کے غلام مال غنیمت حاصل کرتے ہیں"۔ یہ سن کر سلطان بہت ناراض ہوا اور فرنگیوں کے محاذ سے لوٹ کر اپنے خیموں میں چلا گیا۔ جب اس کا فرزند افضل اور اس کا بھائی عادل آ گئے تو اس نے رملہ کی طرف کوچ کیا۔ وہاں وہ فرنگیوں کے ساتھ جنگ کے انجام کا انتظار کرتا رہا۔ وہ یافا کے قریب مقیم تھے۔

مصالحت کی تجویز

اس عرصہ میں شاہ انگلستان کو اپنے ملک سے جدا ہوئے بہت زمانہ گذر گیا تھا اور وہ ساحلی شہروں سے مایوس ہو گیا تھا کیونکہ کیونکہ مسلمان ان پر قابض تھے۔ اس لئے اس نے سلطان صلاح الدین سے مصالحت کی درخواست کی۔ سلطان نے اسے مکر و فریب پر محمول خیال کرتے ہوئے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور جنگ جاری رکھی۔ شاہ انگلستان نے دوبارہ بہت اصرار اور عاجزی کے ساتھ درخواست کی۔ اس وقت اس کی صداقت اس بات سے ظاہر ہوئی کہ اس نے عسقلان، غزہ اور داروم و رملہ کی تعمیر کا منصوبہ ترک دیا تھا۔ پھر اس نے ملک عادل کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ بیچ میں پڑ کر مصالحت کرا دے۔

ملک عادل کا مشورہ

چنانچہ اس نے سلطان کو مشورہ دیا کہ وہ صلح کی تجویز کو منظور کر لے اور تمام امراء و حکام بھی اس پر رضامند ہو جائیں۔ کیونکہ فوج جنگ سے اکتا چکی ہے اور اخراجات کے لئے بھی کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ نیز مویشی اور اسلحہ بھی ختم ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شاہ انگلستان اپنے ملک واپس جا رہا ہے۔ لہٰذا اگر مصالحت موسم سرما کے آخر تک نہ ہوئی تو وہ سمندر کا سفر نہیں کر سکے گا۔ اور پھر وہ ایک سال تک یہیں رہے گا۔

جنگ بندی کا معاہدہ

جب سلطان کو یہ بات معلوم ہوئی اور اس کے خلوص کا علم

ہوا تو اس نے مصالحت کی تجویز کو منظور کر لیا اور فرنگیوں کے سفیروں کے ساتھ بتاریخ بیس شعبان ۵۸۸ھ جنگ بندی کے معاہدہ کو چوالیس مہینوں کے لئے منظور کر لیا۔ فریقین نے اس پر حلف اٹھایا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کو بیت المقدس کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی۔

شاہ انگلستان کی واپسی

اس کے بعد شاہ انگلستان بحری جہاز سے اپنے ملک واپس چلا گیا اور کندھری جو مرکیش کے بعد صور کا حاکم ہوا تھا وہ سواحل شام کے فرنگیوں کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے ان کی اس ملکہ سے نکاح کر لیا جو اس سے پہلے ان پر حکومت کرتی تھی اور سلطان صلاح الدین نے بھی اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

بیت المقدس کی تعمیر و ترقی

اس کے بعد سلطان بیت المقدس گیا۔ یہاں اس نے اس شہر کی فصیلوں کو درست کیا اور کنیسۂ صہیون کو شہر کے اندر شامل کرایا۔ اس سے پہلے وہ فصیل کے باہر تھا۔ اس نے مدارس، مسافر خانے اور ہسپتال بھی تعمیر کرائے اور ان کی آمدنی کے لئے اوقاف مقرر کئے۔

دمشق کی طرف روانگی

سلطان نے بیت المقدس سے حج کے لئے احرام باندھنے کا ارادہ کیا تھا، مگر دوسرے کاموں کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکا لہٰذا وہ بتاریخ ۵ شوال، دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے وہاں نورالدین کے ایک آزاد کردہ غلام جردیک کو اپنا جانشین بنایا، پھر وہ مسلمانوں کے سرحدی شہروں نابلس، طبریہ، صفد سے گذرتا ہوا بیروت پہنچا۔ بیروت میں اس کے پاس حاکم انطاکیہ و طرابلس، سمند (فرنگی حاکم) آیا اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد سلطان بتاریخ ۲۵ شوال دمشق میں داخل ہوا تو مسلمان اس کی آمد سے بہت خوش ہوئے اور دشمن پریشان ہوئے۔

نئی فتوحات کے عزائم

دمشق پہنچ کر سلطان کے کاموں کا بوجھ ہلکا ہوا کیونکہ فرنگیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے اور جنگ بندی کا معاہدہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے تھوڑی مدت کے لئے آرام کیا، اس کے بعد مزید فتوحات اور جنگ جاری رکھنے کے لئے اپنے فرزند افضل اور اپنے بھائی عادل سے مشورہ کیا۔ ملک عادل نے خلاط کی مملکت پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ سلطان نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ خلاط کو فتح

کر لے گا تو وہ اسے دے دے گا۔ افضل نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ بنو قلیج ارسلان کی سلطنت یعنی رومی شہروں پر حملہ کرے کیونکہ یہ کام آسان ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب فرنگی فوج شام کا قصد کرتی ہے تو وہ اسی راستے سے آتی ہے۔

سلطان کی آخری ہدایات

(یہ مشورہ سن کر) سلطان نے اپنے بھائی سے کہا "تم میرے لڑکوں اور لشکر کے ساتھ خلاط جاؤ، میں بلاد روم کی طرف روانہ ہوتا ہوں، وہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں تمہارے ساتھ شامل ہو کر آذربیجان جاؤں گا اور پھر ہم بلاد عجم کا قصد کریں گے"

سلطان نے اسے حکم دیا کہ وہ الکرک جائے جو اس کا علاقہ ہے اور وہاں سے تیار ہو کر آگے روانہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ الکرک کی طرف روانہ ہو گیا۔

سلطان کی وفات

اس کے جانے کے بعد سلطان صلاح الدین بیمار ہو گیا اور ماہ صفر ۵۸۹ھ میں فوت ہو گیا۔ مصر کی ابتدائی حکومت کو شامل کر کے اس نے پچیس سال تک حکومت کی، رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

باب ہشتم

سلطان صلاح الدین کے جانشین

فرزندوں میں تقسیم سلطنت
(وفات کے موقع پر) دمشق میں سلطان کے پاس اس کا فرزند افضل نورالدین تھا اور فوج بھی وہاں موجود تھی اس لئے افضل نے دمشق، ساحل شام، بعلبک، صرخد، بصری، بانیاس، شوش اور ان کے تمام علاقوں پر داروم تک قبضہ کر لیا۔

حلب و مصر کے حکام
مصر میں سلطان صلاح الدین کا دوسرا فرزند العزیز عثمان حاکم تھا۔ اس لئے وہ مصر پر قابض ہو گیا۔ حلب میں اس کا تیسرا فرزند الظاہر غازی حاکم تھا۔ اس نے حلب اور اس کے متعلقہ علاقوں مثلاً حارم، تل باشر، اعزاز، یرزیہ، دربساک وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ حماۃ کے حاکم ناصرالدین محمد بن تقی الدین عمر بن شیرکوہ نے اس کی اطاعت کی۔ اس کے ماتحت حماۃ کے علاوہ سلمیہ، المعرہ اور منبج کے علاقے بھی تھے۔

دیگر حکام
ابن محمد بن شیرکوہ نے بھی اس کی اطاعت کی۔ اس کے ماتحت رحبہ کے علاوہ حمص و تدمر کے علاقے بھی تھے۔

بعلبک میں بہرام شاہ بن فرخ شاہ بن شاہنشاہ حاکم تھا۔ اس کا لقب الامجد تھا۔ بصری میں الظافر بن صلاح الدین حاکم تھا۔ اس کا لقب بھی الامجد تھا، وہ اپنے بھائی الافضل کے ساتھ تھا۔ شیزر کا حاکم سابق الدین بن عثمان بن الدایہ تھا۔

حملہ کا خطرہ
الکرک اور شوبک میں ملک عادل تھا۔ اسے جب سلطان صلاح کی وفات کی خبر ملی تو اس نے الکرک میں قیام اختیار کیا۔ الافضل نے دمشق سے اسے بلوایا مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اتنے میں اس کے بھتیجے العزیز حاکم مصر نے اسے حاکم موصل عزالدین کے حملے کے خطرہ سے آگاہ کیا کہ وہ موصل سے عادل کے علاقہ الجزیرہ

کی طرف روانہ ہوگیا ہے۔ اس نے اسے مدد دینے کا وعدہ کیا مگر قاصد نے اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کیا کہ وہ افضل کے پاس دمشق جائے جو (اپنے بھائی) العزیز کے پاس مصر جانے والا ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ معاہدہ کر لے

افضل کی امداد

اس موقع پر ملک عادل کو شک و شبہ لاحق ہوا اور وہ افضل کے پاس دمشق پہنچا۔ افضل نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کے لئے فوج تیار کی تاکہ وہ حاکم موصل عزالدین کو اپنے الجزیرہ کے علاقہ پر حملہ کرنے سے روک سکے۔

متحدہ لشکر کشی

اس نے حمص اور حماۃ کے حکام کو بھی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنی فوجیں اس کے لشکر کے ساتھ بھیجے چنانچہ وہ ان سب کو لے کر دریائے فرات کو عبور کر گیا اور رُہا کے گرد و نواح میں مقیم ہوا۔

حاکم موصل کے عزائم

ادھر جب عزالدین ابن مودود حاکم موصل کو سلطان صلاح الدین کی وفات کی خبر موصول ہوئی تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ ملک عادل کے شہروں یعنی حران اور رُہا پر جو الجزیرہ میں ہیں، حملہ کر کے انھیں اس کے قبضے سے چھین لے۔ اس کا نائب مجاہد الدین قایماز اسے اس ارادہ سے روک رہا تھا اور اسے ملامت کر رہا تھا کہ اتنے میں اسے ملک عادل کے اپنے بھتیجے کے ساتھ اچھے تعلقات کی خبر موصول ہوئی۔ ابھی وہ اس تجویز پر غور کر رہا تھا کہ یہ خبر موصول ہوئی کہ ملک عادل حران میں ہے۔ پھر انھیں اس کا یہ خط موصول ہوا کہ الافضل سلطان صلاح الدین کے بعد بادشاہ ہوگیا ہے اور لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

حاکم موصل کی وفات

اس صورت میں عزالدین نے اپنے پڑوسی حکام مثلاً حاکم سنجار اور حاکم ماردین سے فوجی امداد طلب کی۔ اس کا بھائی جو نصیبین کا حاکم تھا فوج لے کر اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ رُہا تک گیا مگر وہ راستے میں بیمار ہوگیا اور موصل لوٹ آیا جہاں وہ اس سال کی یکم رجب کو فوت ہوگیا۔

اس کے بعد الجزیرہ میں ملک عادل کی حکومت مستحکم ہوگئی اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

ملک العزیز کی فوج کشی

سلطان صلاح الدین کا دوسرا فرزند العزیز عثمان مصر کا حاکم ہوگیا تھا۔ اس کے والد کے موالی (آزاد کردہ غلام)

افضل کے مخالف تھے۔ اس جماعت کے سربراہ چہارکس اور قراجا تھے۔ یہ لوگ افضل کے دشمن تھے۔ کردی سردار اور شیرکوہ کے موالی اس کے طرفدار تھے۔ چنانچہ اس کے دشمن العزیز کو اس کے حامیوں کے برخلاف بھڑکاتے تھے اور اسے اس کے بھائی افضل کے خطرات سے خوفزدہ کرتے تھے۔ انھوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ الافضل کے قبضے سے دمشق کا علاقہ چھین لے۔ لہٰذا وہ اس مقصد کے لئے ۵۹۰ھ میں دمشق پہنچا اور الافضل کو مقابلہ کے لئے بلوایا، اس وقت وہ الجزیرہ میں تھا، وہ بذات خود اپنے چچا عادل کی مدد کے لئے گیا ہوا تھا۔

ملک العزیز کی ناکامی

اس کے ساتھ الظاہر غازی بن صلاح الدین حاکم حلب، ناصرالدین محمد بن تقی الدین حاکم حماۃ اور شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ حاکم حمص تھے۔ حاکم موصل عزالدین مسعود بن مودود کی طرف سے موصل کا لشکر تھا (اب جب انھیں العزیز کے حملہ کا علم ہوا تو) یہ سب الافضل کی مدد کے لئے دمشق پہنچے۔ اس طرح العزیز کا مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔

ملکی تقسیم پر مصالحت

ان سب نے اس صلح نامہ پر اتفاق کیا کہ بیت المقدس اور فلسطین کے علاقے العزیز کے ماتحت رہیں گے اور جبلہ اور لاذقیہ حاکم حلب الظاہر کے ماتحت ہوں گے۔ دمشق، طبریہ اور غور کا علاقہ بدستور الافضل کے پاس رہے گا اور ملک عادل مصر میں رہے گا۔ اور وہ پہلے کی طرح العزیز کی سلطنت کا انتظام کرے گا۔

یوں یہ صلح نامہ منظور ہو گیا، اس کے بعد العزیز مصر لوٹ گیا اور ہر ایک حاکم اپنے شہر کی طرف واپس چلا گیا۔

العزیز کا دوبارہ حملہ

جب العزیز مصر واپس آیا تو سلطان صلاح الدین کے موالی نے پھر اسے الافضل کے خلاف بھڑکانا شروع کیا لہٰذا وہ ۵۹۱ھ میں دوبارہ دمشق کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے الافضل دمشق سے اپنے چچا العادل کے پاس قلعہ جعبر پہنچا۔ پھر وہ اپنے بھائی الظاہر غازی کے پاس حلب گیا تاکہ ان دونوں سے فوجی امداد طلب کرے۔ جب وہ دمشق واپس آیا تو العادل اس سے پہلے وہاں موجود تھا۔ ان دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مصر کا علاقہ

الافضل کو دے دیا جائے اور دمشق العادل کے ماتحت رہے۔

افضل کی فتح اب العزیز دمشق کے قریب پہنچ گیا تھا، اس کی کردی فوج اور شیر کوہ کے موالی اس کے برخلاف تھے اور الافضل کے طرفدار تھے۔ موالی کا سردار سیف الدین ایورکوش اور کردی فوج کا سردار ابوالہیجاء السمین تھا۔ یہ دونوں سردار پوشیدہ طور پر افضل کے پاس آئے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ العزیز کا مقابلہ کرے۔ کیونکہ اس جنگ میں العزیز کو شکست ہوگی۔ چنانچہ جب افضل اور عادل لشکر لے کر نکلے تو موالی اور کرد فوج اس کے ساتھ شامل ہوئی اور العزیز شکست کھا کر بھاگ گیا۔

عادل کی بدگمانی اب افضل نے عادل کو بیت المقدس کی طرف بھیجا تا کہ وہ العزیز کے نائب سے اس کا قبضہ حاصل کرلے۔ پھر وہ العزیز کا تعاقب کرنے کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت فوجیں افضل کے ساتھ تھیں۔ اس لئے عادل کو معاملہ مشکوک نظر آیا۔ اسے یہ اندیشہ ہوا کہ افضل باہمی معاہدہ پر عمل نہیں کرے گا اور اسے دمشق کی حکومت نہیں دے گا۔ اس لئے اس نے العزیز کو پیغام بھیجا کہ "وہ ثابت قدم رہے اور وہ کسی چھاؤنی میں مقیم ہو جائے۔ عادل نے اسے یقین دلایا کہ وہ اس کے بھائی کے سامنے اس کی حمایت کرے گا اور اسے اس کے ساتھ جنگ کرنے سے روکے گا، وہ بلبیس کے مقام پر اسے جنگ کرنے نہیں دے گا"۔

العزیز کی حمایت لہٰذا العزیز نے یہاں اپنے والد کے موالی کی فوج کو فخرالدین چہارکس کی زیر قیادت مقرر کیا۔ جب افضل نے ان سے مقابلہ کرنا چاہا تو عادل نے اسے روک دیا۔ اس کے بعد جب اس نے مصر کی طرف پیش قدمی کرنی چاہی تو عادل نے اس سے بھی اسے روک دیا اور کہا "اگر آپ نے مصر کو بزور شمشیر فتح کر لیا تو (مسلمانوں کا) رعب جاتا رہے گا اور دشمن کو موقع مل جائے گا لہٰذا اس (خانہ جنگی) کو ملتوی کرنا زیادہ مناسب ہے"۔

قاضی فاضل کا معاہدہ عادل نے پوشیدہ طور پر العزیز کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ قاضی فاضل کو ان کے پاس بھیج دے کیونکہ سلطان صلاح الدین ان کی بے حد عزت کرتا تھا، اس لئے ان کا فیصلہ سب تسلیم کریں گے۔ چنانچہ قاضی فاضل ان دونوں کے پاس آئے تو انہوں نے یہ معاہدہ تیار کیا کہ افضل کے پاس دمشق کے علاوہ

بیت المقدس، فلسطین، طبریہ اور اُردن کے علاقے بھی رہیں گے اور عادل کی قدیم حیثیت برقرار رہے گی یعنی وہ مصر میں مقیم ہو کر العزیز کی سلطنت کا انتظام کرے گا۔ متعلقہ فریقوں نے اس معاہدہ پر حلف اُٹھایا۔ اس کے بعد افضل دمشق آ گیا اور عادل العزیز کے پاس مصر میں رہنے لگا۔

ملک عادل کی فتوحات

دمشق کا محاصرہ ملک العزیز نے عادل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دمشق پر حملہ کر کے اسے اس کے بھائی سے چھین لے اور اسے دیدے۔ ادھر حاکم حلب الظاہر، افضل کو عادل کی دوستی سے روکتا تھا اور بہت اصرار کے ساتھ اسے اس بات پر آمادہ کرتا تھا کہ وہ اسے اپنے سے دور رکھے۔

آخر کار عادل اور العزیز مصر سے اس مقصد کے لئے روانہ ہو گئے اور ان دونوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اُنھوں نے افضل کے امراء میں سے ابو غالب حمصی کو اپنے ساتھ ملا لیا، حالانکہ افضل اس پر بہت بھروسہ کرتا تھا اور اس کے اس پر بڑے احسانات تھے۔ اس نے ۵۹۲ھ بتاریخ ۲۷ رجب کی شام کو ان دونوں کے لئے مشرقی دروازہ کھولدیا۔

مصالحانہ رویہ عادل وہاں سے داخل ہو کر دمشق آ گیا اور العزیز میدان اخضر ہی میں مقیم رہا۔ اس کا بھائی افضل نکل کر اس کے پاس گیا پھر افضل شیرکوہ کے گھر میں داخل ہوا تو انھوں نے اس کی بڑی فوج کے خوف سے افضل کے ساتھ مصالحت کا اظہار کیا اور اسے قلعہ کی طرف لوٹا دیا اور خود شہر سے باہر مقیم رہے۔

قلعہ پر تسلط افضل صبح و شام ان کے پاس جاتا تھا۔ جب ان کا معاملہ مستحکم ہو گیا تو اُنھوں نے اسے دمشق سے نکلنے کا حکم دیا اور یہ بھی ہدایت کی کہ وہ اپنا تمام علاقہ ان کے سپرد کر دے۔ اُنھوں نے (اس کے بدلے میں) اسے قلعہ صرخد دیا اور دمشق کے قلعہ پر العزیز نے قبضہ کر لیا۔

دمشق پر عادل کی حکومت عادل کو یہ خبر ملی کہ العزیز دمشق میں آنا چاہتا ہے لہٰذا وہ اس کے پاس گیا اور اسے اس بات پر

آمادہ کیا کہ وہ قلعہ بھی اس کے سپرد کر دے۔ چنانچہ اس نے قلعہ بھی اس کے حوالے کر دیا۔ افضل پہلے اپنی جاگیر کی طرف گیا جو شہر سے باہر تھی اور وہاں کچھ عرصہ تک مقیم رہا۔ پھر وہاں سے قلعۂ صرخد چلا گیا۔ العزیز مصر لوٹ گیا اور عادل دمشق میں رہنے لگا۔

مسلمانوں کے بحری حملے

جب سلطان صلاح الدین فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کی اولاد اس کی سلطنت کی حاکم بنی تو ملک العزیز نے شاہ افرنگ، کندھری کے ساتھ جنگ بندی کے معاہدہ کی تجدید کی اور اسی طرح معاہدہ کیا جیسا کہ اس کے والد نے، اس کے ساتھ کیا تھا۔ تاہم امیر اسامہ بیروت آکر وہاں سے بحری کشتیاں فرنگیوں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجتا تھا۔ فرنگیوں نے اس کی شکایت دمشق میں عادل سے کی اور مصر میں العزیز سے بھی کی۔ مگر ان دونوں حکام نے اس کی شکایت رفع نہیں کی۔

یافا کی فتح

لہٰذا انھوں نے سمندر پار کے فرنگی بادشاہوں سے فوجی امداد طلب کی تو انھوں نے اپنی فوجیں بھیجیں، ان میں اکثر جرمن کی فوجیں تھیں۔ یہ فوجیں عکا میں ٹھہریں۔ ملک عادل نے العزیز سے فوجی امداد طلب کی تو اس نے اپنے لشکر بھیجے اس کے پاس الجزیرہ اور موصل کی فوجیں بھی پہنچ گئیں۔ وہ سب عین جالوت میں اکٹھی ہوئیں۔ انھوں نے ۵۹۲ھ میں رمضان المبارک کا پورا مہینہ اور شوال کے کچھ دن وہاں گذارے پھر وہ یافا پہنچے تو انھوں نے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ وہاں کی حفاظتی فوج قلعہ میں محصور ہو گئی تو ان کا محاصرہ کیا گیا اور بزور شمشیر اسے فتح کر کے اسے بھی تباہ کر دیا گیا۔

بیروت پر فرنگیوں کا تسلط

عکا سے فرنگی فوجیں اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے روانہ ہوئیں، جب وہ قیساریہ پہنچیں تو انھیں ان کی اور عکا کے بادشاہ کندھری کی مصالحت کی خبر ملی تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر انھوں نے بیروت پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو عادل بیروت کو تباہ کرنے کے لئے روانہ ہوا تاکہ فرنگی اس پر قبضہ نہ کر لیں، مگر بیروت کے حاکم اسامہ نے اس کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری لے لی، اس لئے وہ واپس چلا گیا۔ مگر فرنگی فوجیں اسی سال کے عرفہ کے دن بیروت پہنچ گئیں۔ اسامہ (حاکم بیروت) وہاں سے بھاگ گیا اور فرنگیوں نے بیروت کو فتح کر لیا۔

صیدا اور صور کی تباہی

عادل نے اس کے بعد اپنی فوجوں کو مختلف مقامات پر بھیجا۔

چنانچہ انھوں نے سلطان صلاح الدین کی تباہ کاری کے بعد صیدا کا رہا سہا حصہ بھی تباہ کردیا اور پھر وہ صور کے گردو نواح میں گھس گئے اور اسے تباہ کردیا۔ لہٰذا فرنگی صور واپس آگئے اور مسلمان فوج قلعہ ہونین چلی گئی۔

تبنین پر ناکام حملہ

فرنگیوں نے ماہ صفر ۵۹۴ھ میں قلعہ تبنین پر حملہ کیا۔ ملک عادل نے اس کی حفاظت کے لیے فوج بھیجی مگر وہ مفید ثابت نہیں ہوئی۔ فرنگیوں نے اس کی فصیلوں میں نقب زنی کی، لہٰذا عادل نے حاکم مصر العزیز سے فوجی کمک طلب کی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنی فوجیں لے کر روانہ ہوا اور اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں عسقلان پہنچ گیا۔

اس عرصے میں قلعہ تبنین کے مسلمانوں نے فرنگیوں سے پناہ کی درخواست کی تاکہ اس کے بعد وہ قلعہ ان کے حوالے کردیں۔ مگر کچھ فرنگیوں نے انھیں مطلع کیا کہ ایسی صورت میں ان کے ساتھ غداری کی جائے گی۔ اس اطلاع کے بعد وہ پھر قلعہ میں محصور ہوگئے، اور قلعہ حوالے کرنے سے انکار کردیا، یہاں تک کہ العزیز عسقلان پہنچ گیا۔ چنانچہ اس کی آمد سے فرنگیوں میں ہلچل مچ گئی۔

تنہا فرنگی بادشاہ

ان فرنگیوں کا کوئی بادشاہ ان کے ساتھ نہ تھا۔ ان کے ساتھ صرف ایک بڑا پادری جنت کیر[1] تھا جو شاہ جرمنی کا خاص دوست تھا۔ نیز کندھری کی بیوی بھی ان کے ساتھ تھی۔ لہٰذا انھوں نے قبرص کے بادشاہ ہنری کو بلوایا۔ وہ اس فرنگی بادشاہ کا بھائی تھا جو جنگ حطین میں گرفتار ہوا تھا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انھوں نے اپنی ملکہ کا اس کے ساتھ نکاح کردیا۔

فرنگیوں کی پسپائی

العزیز (حاکم مصر) عسقلان سے جبل خلیل پہنچا اور فرنگیوں سے جنگ کرنی شروع کردی مگر فرنگی وہاں سے پیچھے ہٹ کر صور پہنچے اور وہاں سے وہ عکا آگئے۔

امرائے مصر کی سازش

مسلمانوں کے لشکر کو سمندروں پر رہنا پڑا تو اس کی وجہ سے العزیز کے حکام بے چین ہوگئے اور ان حکام نے العزیز اور

---

[1] تاریخ الکامل لابن اثیر میں اس کا نام خنصکیر لکھا ہوا ہے۔ (مترجم)

اس کے منتظم سلطنت فخرالدین چہارکس کے ساتھ غداری کی سازش کرنی چاہی وہ اشخاص یہ تھے (۱) میمون القصری (۲)، قراسنقر (۳)، المجاب (۴)، ابن المشطوب۔

مصالحت

(یہ اطلاع پانے کے بعد)، العزیز تیز رفتاری کے ساتھ مصر روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد ملک عادل اور فرنگیوں نے مصالحت کی کوشش کی اور اسی سال ماہ شعبان میں فریقین کے درمیان صلح ہو گئی۔ صلح کے بعد عادل دمشق لوٹ آیا اور وہاں سے وہ ماردین کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس کا حال آگے چل کر بیان ہو گا۔

یمن کے ایوبی حکام

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سیف الاسلام طغتکین بن ایوب ۵۷۸ھ میں یمن چلا گیا تھا جب کہ اس کا بھائی شمس الدولہ توران شاہ فوت ہو گیا تھا اور یمن میں اس کے نائب حکام میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ یہاں آکر اس نے یمن پر قبضہ کر لیا اور زبید میں سکونت اختیار کی اور وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ وہ ماہ شوال ۵۹۳ھ میں فوت ہو گیا۔

وہ چال چلن کا اچھا نہ تھا۔ رعایا پر بہت ظلم کرتا تھا اور مال و دولت جمع کیا کرتا تھا۔ جب وہاں اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی تو اس نے مکہ معظمہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ لہٰذا عباسی خلیفہ الناصر نے اس کے بھائی سلطان صلاح الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے اس ارادے سے روک دے۔ چنانچہ سلطان نے اسے منع کر دیا۔

اسماعیل کی حکومت

سیف الاسلام کی وفات کے بعد اس کا فرزند اسماعیل یمن کا حاکم مقرر ہوا۔ وہ عجیب و غریب عادات کا انسان تھا۔ وہ اپنے آپ کو بنو امیہ کے خاندان سے منسوب کرتا تھا۔ اس نے خلافت کا دعویٰ بھی کر رکھا تھا اور اپنا لقب الہادی مقرر کیا تھا۔ وہ سبز لباس پہنتا تھا۔ اس کے چچا ملک عادل نے اسے بہت ملامت کی اور زجر و توبیخ کے ساتھ خط لکھا، مگر اس نے اس کی بات بھی نہیں مانی۔ وہ اپنی رعایا اور ارکانِ سلطنت کے ساتھ بہت بدسلوکی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ لہٰذا ان سب نے مل کر اس پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ اس کے قتل کرنے کی قیادت اس کے والد کے آزاد کردہ غلام (مولیٰ) سیف الدین سنقر کے سپرد تھی۔

الناصر کا دور حکومت

سنقر نے اس کے بھائی الناصر کو ۵۹۸ھ میں حاکم مقرر کیا ابھی وہ چار سال حکومت کرنے پایا تھا کہ سنقر فوت ہو گیا، تو سلطنت کی نگرانی کے فرائض یمن کے ایک امیر غازی بن جبریل نے سنبھالے۔ اس نے الناصر کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا۔ پھر جب الناصر کو زہر دے کر مار ڈالا گیا تو عربوں نے اس کا انتقام غازی بن جبریل سے لیا۔

سلیمان بن تقی الدین کا تقرر

اب اہل یمن کا کوئی حاکم نہ تھا اس لئے طغان اور حضر موت کے علاقے پر محمد بن محمد الحمیری نے قبضہ کر لیا، تاہم الناصر کی والدہ اس عرصے میں خود مختار ہو گئی اور اس نے زبید پر قبضہ کر لیا، اس نے خاندان بنو ایوب کے کسی ایسے شخص کی تلاش میں آدمی بھیجے جسے وہ یمن کا بادشاہ بنا سکے۔ معلوم ہوا کہ مظفر تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کا کوئی فرزند ہے، جسے بعض اشخاص اس کے فرزند سعد الدین شاہنشاہ کا فرزند بھی بتاتے ہیں، اس کا نام سلیمان ہے، وہ تارک الدنیا (راہب) ہو گیا تھا اور اس نے راہبانہ لباس پہن رکھا تھا۔ لہذا ام الناصر کا ایک غلام حج کے موسم میں اس سے ملا۔ پھر اس نے خود آ کر نکاح کر لیا اور اسے یمن کا بادشاہ بنا دیا۔

ملک عادل کے دیگر حالات

حاکم موصل نور الدین ارسلان شاہ اور اس کے چچا زاد بھائی قطب الدین محمد بن عماد الدین زنگی کے درمیان جو نصیبین، خابور اور رقہ کا حاکم تھا، سرحدی جھگڑوں کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے تھے، حاکم موصل کے اس کے والد عماد الدین زنگی کے ساتھ بھی اسی قسم کے اختلافات تھے، لہذا نور الدین اپنی فوج لے کر اس کے علاقے پر چڑھ آیا اور اس سے نصیبین کا علاقہ چھین لیا اور قطب الدین ملک عادل کی عملداری یعنی حران اور رُہا کی طرف بھاگ کر پناہ گزین ہوا۔ اس نے ملک عادل سے جو دمشق میں تھا، فوجی امداد کی درخواست کی۔ اس نے اس مقصد کے لئے مال و دولت بھی صرف کی، لہذا ملک عادل فوج لے کر حران کی طرف روانہ ہوا۔ (یہ خبر سنتے ہی) نور الدین نصیبین سے موصل چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی قطب الدین نے اس پر قبضہ کر لیا۔

ماردین کا محاصرہ

بعد ازاں اسی سال ماہ رمضان المبارک میں ملک عادل فوج لے کر

ماردین کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس کا حاکم حسام الدین یولو ارسلان بن ابی الغازی صغیر سن لڑکا تھا۔ اس کا نگران مولیٰ نظام بر تقش تھا جو اس کے والد کا آزاد کردہ غلام تھا اور اعلیٰ حکومت اسی کی تھی۔ یہ محاصرہ طویل عرصے تک رہا۔ ملک عادل نے اس کے بیرونی حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر دوسرے سال (محاصرہ چھوڑ کر) وہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ جیسا کہ ہم نے زنگی سلطنت کے حالات میں بیان کیا ہے۔

ملک العزیز کی وفات

ملک العزیز عثمان بن صلاح الدین ۵۹۵ھ کے ماہ محرم کے آخر میں فوت ہوگیا۔ اس کے باپ کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) فخر الدین ایاس چہارکس، حکومت کا خود مختار نگران تھا۔ اس نے ملک عادل کو، جبکہ وہ ماردین کا محاصرہ کر رہا تھا، حکومت کرنے کے لئے بلوایا۔

افضل کا تقرر

چہارکس سلطان صلاح الدین کے موالی کا سردار تھا جو افضل کے مخالف تھے۔ البتہ شیر کوہ کے موالی اور کردی سردار اس کے طرفدار تھے۔ چہارکس نے دونوں جماعتوں کو اکٹھا کر کے حاکم کے بارے میں مشورہ لیا۔ اس نے ملک العزیز کے فرزند کو حاکم بنانے کا مشورہ دیا۔ مگر شیر کوہ کے موالی کے سردار سیف الدین ایاز کوش نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ وہ اپنی صغیر سنی کی وجہ سے حکومت کے لائق نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ سلطان صلاح الدین کا کوئی فرزند اس کی نگرانی کرے۔ کیونکہ فوج کی قیادت بڑا اہم کام ہے۔ آخر کار سب افضل کو حاکم مصر بنانے پر متفق ہو گئے۔ پھر وہ قاضی فاضل کے پاس گئے۔ اس نے بھی یہی مشورہ دیا۔

افضل کے خلاف بغاوت

ایاز کوش نے اسے قلعہ صرخد سے بلوایا۔ چنانچہ وہ اس سال کے ماہ صفر میں وہاں سے روانہ ہوا۔ اسے راستے میں بیت المقدس کے لوگوں کی اطاعت کی خبر ملی۔ جب وہ بلبیس پہنچا تو امرائے مصر نے وہاں پہنچ کر اس کا استقبال کیا۔ اس کے بھائی المؤید مسعود نے اس کی مہمان داری کی۔ فخر الدین چہارکس بھی جو ملک العزیز کی سلطنت کا منتظم تھا وہاں موجود تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو آگے کیا تو چہارکس کو کچھ شبہ پیدا ہوا، لہٰذا اس نے جانے کی اجازت طلب کی تاکہ وہ عربوں کے دو گروہ کے درمیان مصالحت کرائے جو جنگ کر رہے ہیں۔ افضل نے اجازت دے دی تو فخر الدین چہارکس سیدھا بیت المقدس پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ صلاح الدین کی موالی کی ایک جماعت بھی وہاں پہنچ گئی جن میں قراجا و کرمس اور قراسنقر (جیسے سردار بھی) شامل تھے۔

پھر میمون القصری بھی وہاں پہنچ گیا اور اس کے شامل ہونے سے ان کی شان و شوکت مستحکم ہو گئی اور ان سب نے مل کر افضل کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

اس گروہ نے ملک عادل کو بلوایا (تاکہ وہ مصر پر حکومت کرے) مگر اس نے ان کی بات ماننے میں عجلت سے کام نہیں لیا کیونکہ اسے توقع تھی کہ وہ ماردین کو فتح کر لے گا۔

مصر میں افضل کی حکومت

(مصر پہنچ کر) افضل نے سلطان صلاح الدین کے موالی کو مشکوک قرار دیا۔ ان کی بڑی جماعت بیت المقدس پہنچ گئی تھی۔ البتہ شقیرہ، ایبک مطیش اور البکی وہاں موجود تھے۔ افضل نے ان موالی کو (جو بیت المقدس چلے گئے تھے) پیغام بھجوایا کہ وہ مصر واپس آجائیں ان کی خواہش کے مطابق کام ہوگا۔ مگر وہ نہیں آئے لہٰذا وہ قاہرہ میں مقیم رہا اور اس نے اپنی سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ اس نے ملک العزیز کے فرزند کو (   ) بادشاہ بنایا اور سیف الدین ایاز کوش کو سلطنت کا افسر اعلیٰ قرار دیا اور وہ اس لڑکے کی صغیر سنی کی وجہ سے اس کا نگران تھا۔ یوں اس کے امور سلطنت کا انتظام درست ہو گیا۔

افضل کا محاصرہ دمشق

جب افضل کی سلطنت کے انتظامات درست ہو گئے تو اسے حاکم حلب الظاہر غازی اور اس کے چچازاد بھائی حاکم حمص شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ کے یہ پیغام موصول ہوئے کہ وہ دمشق فتح کرے کیونکہ ملک عادل وہاں موجود نہیں ہے اور وہ ماردین کا محاصرہ کرنے کے لئے گیا ہوا ہے۔ ان دونوں حکام نے اس کی فوجی امداد کا وعدہ بھی کیا۔ لہٰذا وہ اس سال کے درمیان میں فوج لے کر مصر سے روانہ ہوا اور وہ دمشق کے قریب پندرھویں شعبان کو پہنچا۔ ملک عادل اس سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا اس نے ماردین کا محاصرہ کرنے والے لشکر کو اپنے فرزند الکامل کی زیر نگرانی چھوڑ دیا تھا۔

دمشق سے اخراج

جب افضل دمشق کے قریب پہنچا تو اس کے ساتھ عیسیٰ ہکاری کا بھائی امیر مجد الدین بھی تھا۔ اس نے دمشق کے فوجیوں سے یہ سازباز کی کہ وہ اس کے لئے باب السلامت کھول دیں۔ چنانچہ وہ (مجد الدین) اور افضل پوشیدہ طور پر اس دروازے سے داخل ہوئے اور وہ باب البریہ تک پہنچ گئے۔ ملک عادل کے لشکر کو ان کی تعداد کی کمی اور مدد نہ پہنچنے کا علم ہو گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے پیچھے سے آکر انہیں

اندر سے نکال باہر کیا۔

مصری فوج میں انتشار

اب افضل نے محاصرہ کے میدان میں قیام کیا۔ اس کی طاقت کمزور ہونے لگی۔ اس کی کرد فوجوں نے بہت سختی کی جس سے دوسری فوجوں کو شک و شبہ پیدا ہوا اور وہ ان سے الگ ہو کر مرکزی محاذ میں چلی گئیں۔ حاکم حمص، شیرکوہ، اور حاکم حلب، الظاہر غازی کی فوجیں افضل کی امداد کے لئے ماہ شعبان کے آخر اور ماہ رمضان المبارک کے آغاز میں پہنچیں۔

مصری فوجوں کی واپسی

ملک عادل نے بیت المقدس سے موالی صلاح الدین کی فوجوں کو بھی بلوایا چنانچہ وہ سب وہاں پہنچ گئیں اور ان کی وجہ سے ان کی طاقت میں اضافہ ہوا اور افضل اور اس کے ساتھیوں کو مایوسی ہوئی۔ دمشق کی فوجیں ان پر شب خون مارنے کے لئے نکلیں تو انھیں چوکنا پایا۔ اس لئے وہ لوٹ گئیں۔ اتنے میں ملک عادل کو یہ اطلاع ملی کہ اس کا فرزند محمد الکامل حران آ گیا ہے۔ لہٰذا اس نے اسے بھی اپنے پاس بلوا لیا۔ وہ وہاں ۵۹۶ھ کی پندرھویں ماہ صفر کو پہنچا اس کے آنے پر افضل کی فوجیں دمشق سے کوچ کر گئیں اور ہر فوج اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئیں۔

الکامل کے خلاف متحدہ محاذ

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ملک عادل ماردین پر حملہ کرنے کے لئے گیا تھا اور اس کے ساتھ حاکم موصل اور الجزیرہ و دیار بکر کے دیگر حکام بھی شریک ہوئے تھے، مگر ان کے دلوں میں ملک عادل کی فتوحات اور ماردین پر حملہ کرنے کی وجہ سے اس کے خلاف سخت کدورت تھی۔ لہٰذا جب ملک عادل، افضل کا مقابلہ کرنے کے لئے دمشق واپس چلا گیا اور اس نے اپنے فرزند کو ماردین کا محاصرہ کرنے کے لئے چھوڑا تو الجزیرہ اور دیار بکر کے حکام ماردین کی مدافعت کرنے پر متفق ہو گئے۔ اسی طرح حاکم موصل نورالدین ارسلان شاہ اس کا چچازاد بھائی قطب الدین محمد بن زنگی، حاکم سنجار اور دوسرا چچازاد بھائی قطب الدین سنجار شاہ بن غازی حاکم جزیرہ ابن عمر فوج لے کر روانہ ہوئے اور وہ سب بدلیس کے مقام پر اکٹھے ہوئے۔ وہیں ان سب کی فوجوں نے عیدالفطر گذاری۔ اس کے بعد وہ بتاریخ ۶ رشوال روانہ ہوئے اور کوہستان ماردین کے قریب پہنچ گئے۔

الکامل کی شکست

ادھر جب اہل ماردین پر محاصرہ کی سختیاں شروع ہوئیں، تو اس کے حاکم نظام یرنقش نے الکامل کو چند شرائط کے مطابق قلعہ حوالے کرنے کی

پیش کش کی اور اس کے لئے ایک مدت مقرر کی۔ لہٰذا الکامل نے اس مقررہ مدت کے اندر انھیں خوراک حاصل کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر اسے خبر ملی کہ حاکم موصل اور اس کے ساتھی وہاں پہنچ گئے ہیں، لہٰذا وہ ان سے ملاقات کے لئے گیا اور اپنا لشکر قلعہ کے باہر چھوڑ آیا قطب الدین حاکم سنجار نے اسے پیغام دیا کہ وہ واپس چلا جائے مگر اس نے یہ بات نہیں مانی، لہٰذا فریقین میں جنگ ہونے لگی۔ اس موقع پر حاکم موصل کی فوجوں نے جان پر کھیل کر جنگ کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الکامل کو شکست ہوئی۔ جب وہ قلعہ کے بیرونی حصہ کے ایک ٹیلے پر چڑھا تو اسے معلوم ہوا کہ اہل ماردین نے اس کے محاصرہ کرنے والے لشکر کو شکست دے دی ہے اور ان کے تمام ساز و سامان کو لوٹ لیا ہے۔ لہٰذا الکامل شوال کی پندرھویں تاریخ کو بھاگ کر میافارقین پہنچ گیا۔ ماردین کا حاکم اس کے بعد حاکم موصل سے ملنے کے لئے گیا۔ اور پھر اپنے قلعہ میں واپس آ گیا۔

حاکم موصل کی معذرت

حاکم موصل نے راس عین کی طرف کوچ کیا تاکہ وہ ملک عادل کے مقبوضہ علاقوں یعنی حلوان، رُہا اور الجزیرہ کے دیگر شہروں کو فتح کر لے، مگر وہاں اس کی ملاقات حاکم حلب الظاہر کے قاصد سے ہوئی۔ جو اس سے مطالبہ کر رہا تھا کہ وہ سکّہ اور خطبہ میں اس کا نام شامل کرے۔ اس مطالبہ پر اسے شک و شبہ پیدا ہوا، وہ ان لوگوں کو مدد دینے کا ارادہ کر رہا تھا مگر اس کے بعد اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور موصل لوٹ آیا اور یہاں آ کر اس نے افضل اور الظاہر دونوں کو یہ پیغام پہنچایا کہ وہ بیماری کی وجہ سے ان کی امداد کے لئے نہیں پہنچ سکا۔ وہ دونوں اس وقت تک دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ جب الکامل میافارقین سے حران پہنچا تو اس کے والد نے اسے دمشق سے اپنے پاس بلایا اور جب وہ اپنا لشکر لے کر اس کے پاس پہنچا تو افضل اور الظاہر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

عادل کا مصر پر حملہ

جب افضل اور الظاہر اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے گئے تو ملک عادل نے مصر پر حملہ کی تیاری کی۔ سلطان صلاح الدین کے موالی نے اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا۔ انھوں نے اس سے اس بات کا حلف اٹھوایا کہ ملک العزیز کا فرزند مصر کا بادشاہ ہوگا اور وہ اس کی نگرانی کرے گا۔ افضل کو بھی اس بات کی اطلاع ہو گئی۔ وہ اس وقت بلبیس میں تھا۔ لہٰذا وہ وہاں سے روانہ ہوا اور ان سے جنگ کی۔ اسے

۵۹۶ھ کے ماہ ربیع الآخر میں شکست ہوئی۔ وہاں سے وہ رات کو قاہرہ پہنچا۔ اسی رات قاضی، فاضل عبدالرحیم بیسانی فوت ہوا تھا۔ اس نے اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

مصر پر قبضہ

ملک عادل وہاں سے قاہرہ کا محاصرہ کرنے کے لئے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس وقت افضل کے ساتھیوں نے اس کی حمایت کرنی چھوڑ دی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے چچا کو مصالحت کا پیغام بھیجا اور وہ اس شرط پر مصری مملکت اس کو سپرد کرنے کے لئے تیار ہوا کہ اس کے بدلے اسے دمشق یا الجزیرہ کے شہر دے دئے جائیں۔ وہ شہر یہ تھے حران، رُہا اور سروج۔ ملک عادل نے ان کے بجائے میافارقین اور جبال نور دے دئے۔ فریقین نے اس پر حلف اُٹھایا۔ اس کے بعد افضل قاہرہ سے ۱۸ ماہ ربیع الآخر کو نکلا اور ملک عادل سے ملاقات کرنے کے بعد اپنے شہر صرخد کی طرف روانہ ہو گیا اور ملک عادل اسی دن قاہرہ میں داخل ہو گیا۔

افضل کا اخراج

جب افضل صرخد پہنچا تو اس نے ان شہروں پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے آدمی بھیجے جو ملک عادل نے اسے معاوضہ میں دئے تھے۔ وہاں کا حاکم ملک عادل کا فرزند نجم الدین ایوب تھا۔ اس نے میافارقین کے علاوہ باقی تمام شہر اس کے حوالے کر دئے۔ لہٰذا افضل نے اس بارے میں اپنے ایلچی ملک عادل کو بھیجے۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے فرزند نے اس کی مخالفت کی ہے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خود عادل کا حکم تھا۔

ملک عادل کی مستحکم حکومت

اب مصر میں ملک عادل کی حکومت مستحکم ہو گئی تھی اس لئے اس نے منصور بن العزیز کے نام کا خطبہ مساجد سے منقطع کرا دیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس نے فوج کے معاملات میں بھی مداخلت کی اور کچھ لوگوں کو الگ کیا اور کچھ کو برقرار رکھا۔ ان باتوں سے وہ لوگ ناراض ہو گئے۔ ملک عادل نے سلطان صلاح الدین کے موالی کے سردار فخر الدین چہارکس کو فوج دے کر بانیاس کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کا محاصرہ کر کے اس کے لئے اسے فتح کرلے۔ لہٰذا وہ ان موالی کی ایک جماعت کو لے کر مصر سے شام کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم امیر بشارت تھا جو ایک ترکی سپہ سالار تھا۔ ملک عادل کو اس کی اطاعت اور وفاداری پر شک وشبہ ہوا تھا۔ اس لئے اس نے چہارکس کے زیر قیادت اس کے خلاف فوج بھیجی تھی۔

امراء کی سازش

جب ملک عادل نے منصور بن العزیز کے نام کا خطبہ مصر میں بند کرا دیا تو امراء اس سے ناراض ہو گئے۔ اس نے فوج کے کاموں میں بھی مداخلت کی

تھی، اس لئے انھوں نے ملک الظاہر کو حلب میں اور ملک الافضل کو صرخد میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ دونوں دمشق کا محاصرہ کر لیں۔ ایسی حالت میں ملک عادل ان کے مقابلے کے لئے روانہ ہوگا تو وہ امرائے مصر میں رہ کر ان دونوں کی حمایت کے لئے کوشش کریں گے۔

ملک عادل کو اطلاع

یہ خبر ملک عادل تک بھی پہنچ گئی۔ اس کی اطلاع خط کے ذریعے اسے امیر عزالدین اسامہ نے دی تھی جو حج سے فارغ ہو کر قلعہ صرخد کے راستے سے گذرا تھا اور اس کی ملاقات افضل سے ہوئی تھی۔ اس وقت اس نے امیر اسامہ کو اپنی حمایت پر آمادہ کیا اور جو خطوط اس کے پاس آئے تھے ان سے اسے مطلع کیا تھا۔ لہٰذا اس نے یہ خبر ملک عادل تک پہنچ دی۔

الظاہر کی پیش قدمی

ملک عادل نے اپنے فرزند المعظم عیسیٰ کو جو دمشق میں تھا، یہ تحریر کیا کہ وہ صرخد میں افضل کا محاصرہ کر لے۔ اس نے چہارکس کو لکھا کہ وہ بانیاس سے وہاں جائے۔ نیز نابلس کے حاکم میمون القصری کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کے ساتھ فوج لے کر صرخد جائے (یہ احکام سن کر) افضل اپنے بھائی الظاہر کے پاس بھاگ کر حلب پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ وہ (حملہ کی) تیاری کر رہا ہے۔ اس نے اپنے ایک افسر کو ملک عادل کی طرف بھیجا تھا۔ لہٰذا اس نے اس کو راستے سے لوٹا لیا۔ پھر وہ منبج پہنچا اور اسے فتح کر لیا۔ اسی طرح اس نے قلعہ نجم کو بھی فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ۳۰ رجب ۵۹۷ھ میں ہوا۔

باہم سخت کلامی

ادھر المعظم صرخد کا محاصرہ کرنے کے لئے فوج لے کر روانہ ہوا اور بصری پہنچ گیا۔ اس نے چہارکس کو اور جو اس کے ساتھ تھے ان کو بلوا بھیجا۔ یہ لوگ بانیاس کا محاصرہ کر رہے تھے مگر انھوں نے اسے مغالطہ میں مبتلا کیا۔ اور اس کی تعمیل حکم نہیں کی۔ اس لئے وہ دمشق واپس آ گیا۔ اس نے ان کی طرف امیر اسامہ کو بھیجا تاکہ وہ انھیں (وہاں جانے پر) آمادہ کریں۔ مگر انھوں نے اس قدر سخت کلامی کی کہ وہ رونے لگا وہ اس پر حملہ کرنے لگے تھے مگر میمون القصری نے اسے پناہ دی اور وہ دمشق لوٹ آیا۔

فتح دمشق کی کوشش

انھوں نے الظاہر اور افضل کو وہاں پہنچنے پر آمادہ کیا مگر الظاہر نے تاخیر کی۔ وہ منبج سے حماۃ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا، آخر کار اس کے حاکم ناصر الدین محمد نے تیس ہزار صوری دینار دے کر اس سے صلح کی۔

وہاں سے وہ بتاریخ ۹ ر رمضان حمص چلا گیا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی افضل تھا۔ وہاں سے وہ بعلبک ہوتا ہوا دمشق پہنچا، وہاں اسے موالئ صلاح الدین ملے وہ الظاہر خضر کے ساتھ تھے۔ ان کے درمیان یہ متفقہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ جب وہ دمشق فتح کریں گے تو اس پر افضل کا قبضہ ہوگا اور جب وہ مصر فتح کر لیں گے تو وہ وہاں چلا جائے گا اور دمشق الظاہر کے ماتحت رہے گا۔ افضل نے قلعہ صرخد اپنے والد کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) زین الدین قراجا کو دے دیا تھا۔ ان دونوں نے وہاں کے باشندوں کو نکال کر شیر کوہ بن محمد بن شیر کوہ کے پاس پہنچا دیا تھا۔

افضل اور الظاہر کا اختلاف

جب ملک عادل مصر سے شام کی طرف روانہ ہوا تو وہ نابلس پہنچا۔ وہاں سے اس نے ایک لشکر دمشق کی طرف روانہ کیا۔ وہ ان فوجوں کے پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ گئے تھے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انھوں نے ذوالقعدہ کی پندرھویں تاریخ سے دو دن تک جنگ کی۔ اور وہ دمشق فتح کرنے ہی والے تھے (کہ دونوں بھائیوں میں جھگڑا شروع ہو گیا) الظاہر نے افضل کو پیغام بھیجا کہ دمشق اس کے ماتحت رہے گا۔ افضل نے یہ عذر پیش کیا کہ اس کے اہل و عیال کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس لئے وہ دمشق میں اس وقت تک پناہ لیں گے جب تک کہ وہ مصر فتح کرلے۔ الظاہر نے اپنے مطالبہ پر اصرار کیا۔ اس وقت موالئ صلاح الدین، افضل کے طرفداروں پر مشتمل تھے، اس لئے اس نے انھیں اختیار دیا کہ اگر وہ رہنا چاہیں تو رہیں ورنہ وہ واپس جا سکتے ہیں۔

شامی علاقوں کی تقسیم

اتنے میں فخر الدین چہارکس اور قراجا بھی (فوج لے کر) دمشق پہنچ گئے۔ اور (فریق مخالف کی) طاقت بڑھ گئی اور وہ دمشق فتح نہ کر سکے، لہٰذا وہ مجبور ہوئے کہ ملک عادل سے ان شرائط پر صلح کی تجدید کریں کہ الظاہر کے پاس منبج، افامیہ، کفر طاب اور المعرہ کے بعض دیہات رہیں گے اور افضل کے ماتحت سمیساط، سروج، رأس عین اور حملین کے علاقے ہوں گے۔ جب تمام فریقوں کے درمیان یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو وہ ماہ محرم ۵۹۸ھ میں دمشق سے چلے گئے۔

الظاہر حلب واپس چلا گیا اور افضل حمص آ گیا۔ جہاں وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہنے لگا۔ جب ملک عادل دمشق پہنچا تو افضل نے جا کر دمشق سے باہر اس سے ملاقات کی

پھر وہ اپنے علاقے کی طرف گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

عادل کے خلاف متحدہ محاذ

جب الظاہر اور افضل منبج سے دمشق کی طرف روانہ ہوئے تھے تو ان دونوں نے حاکم موصل نور الدین کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ ملک عادل کے الجزیرہ میں اس کے مقبوضہ علاقوں پر حملہ کر دے۔ جب ملک عادل نے مصر فتح کر لیا تھا تو اس وقت سے مذکورہ بالا تینوں حکام نے حاکم ماردین کے ساتھ مل کر عادل کے خلاف معاہدہ کر لیا تھا، کیونکہ انھیں اندیشہ تھا کہ عادل کہیں ان کی عمل داری پر حملہ نہ کر دے۔

الجزیرہ کی طرف اقدام

لہٰذا نور الدین نے ماہ شعبان میں اپنی فوج کے ساتھ موصل سے کوچ کیا، اس کے ساتھ اس کا چچازاد قطب الدین، حاکم سنجار بھی شریک تھا اور ماردین کا لشکر بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ راس عین پہنچ گئے، اس وقت حران میں فائز ابن عادل اس لشکر کی قیادت کر رہا تھا اور الجزیرہ میں اپنی عملداری کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس نے نور الدین (حاکم موصل) کو صلح کا پیغام بھیجا۔ اس وقت یہ خبر موصول ہو گئی کہ ملک عادل نے الظاہر اور افضل کے ساتھ صلح کر لی ہے۔ اس لئے نور الدین نے بھی صلح کی تجویز منظور کر لی اور اس کے لئے فریقین نے حلف اٹھایا۔ اس نے اپنی طرف سے ارسلان کو عادل کے پاس بھیجا۔ اور اس سے بھی حلف اٹھوایا۔ اس کے بعد یہاں کی حالت درست ہو گئی۔

ماردین کا محاصرہ

اس واقعہ کے بعد ملک عادل نے اپنے فرزند اشرف موسیٰ کو فوج دے کر ماردین کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ چنانچہ وہ وہاں روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ موصل اور سنجار کی فوجیں بھی تھیں وہ سب ماردین کے نیچے حریم میں اتریں۔ ماردین کے قلعہ یازغیہ کی ایک فوج اشرف کی فوجوں سے خوراک کی رسد بند کرنے کے لئے وہاں پہنچی تو اشرف کے ایک فوجی دستہ نے اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی مگر ترکمان قوم نے فتنہ و فساد برپا کر کے اس علاقے کا راستہ بند کر دیا تھا لہٰذا اشرف کو بہت مشکلات پیش آئیں، لہٰذا الظاہر غازی نے فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کی اور یہ طے ہوا۔

صلح کا معاہدہ

" حاکم ماردین عادل کو ڈیڑھ لاکھ دینار پیش کرے گا جس کا ہر دینار گیارہ قیراط کے وزن کا ہو گا اور امیری سکہ کے مطابق ہو گا۔ اس کے

علاوہ وہ اپنے ملک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوائے گا اور اس کے سکہ پر اس کا نام ہوگا۔ اور جب وہ فوجی امداد طلب کرے تو وہ اپنی فوج کا ایک حصہ اس کی مدد کے لئے بھیجے گا۔

ملک عادل نے یہ معاہدہ منظور کر لیا اور فریقین میں صلح ہو گئی۔ اس کے بعد اشرف ماردین کے علاقہ سے چلا گیا۔

افضل کے علاقے

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ الظاہر اور افضل نے ملک عادل سے ۵۹۷ھ میں صلح کر لی تھی اور افضل کو سمیساط، سروج، راس عین اور حملین کے علاقے مل گئے تھے۔ اس کے قبضہ میں قلعہ نجم بھی تھا جسے ملک الظاہر نے محاصرہ کے موقع پر صلح سے پہلے فتح کر لیا تھا۔

قلعۂ نجم کا جھگڑا

ملک عادل نے ۵۹۹ھ میں افضل کے قبضہ سے یہ علاقے واپس لے لئے تھے اور صرف سمیساط اور قلعۂ نجم کے علاقے باقی رکھے تھے جس کے بعد ملک الظاہر نے افضل سے قلعہ نجم کا مطالبہ کیا اور اس کے بدلے میں اس نے وعدہ کیا کہ وہ ملک عادل سے سفارش کرے گا کہ وہ اسے وہ علاقے واپس کر دے جو اس نے لے لئے ہیں۔ افضل نے اس کا مطالبہ نہیں مانا تو الظاہر نے اسے دھمکی دی تاہم ان دونوں کے درمیان سفیروں کے تبادلے ہوتے رہے اور آخر کار افضل نے اسی سال ماہ شعبان میں قلعہ نجم الظاہر کے حوالے کر دیا۔

افضل کی بغاوت

اس کے بعد افضل نے اپنی والدہ کو ملک عادل کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس سے سفارش کرے کہ وہ سروج اور راس عین کے علاقے اسے واپس کر دے، مگر اس نے اس کی والدہ کی سفارش بھی منظور نہیں کی لہذا افضل نے بلاد روم کے حاکم رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان کو لکھا کہ وہ اس کی اطاعت قبول کرتا ہے اور وہ اس کا خطبہ بھی (اپنی مساجد میں) پڑھوائے گا۔ اس پر اس نے افضل کو خلعت حکومت بھیجا اور افضل نے سمیساط میں ۶۰۰ھ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا اور اپنی عملداری میں اس کا نائب حاکم بن گیا۔

محمود بن العزیز کا اخراج

ملک عادل کو ۵۹۹ھ میں محمود بن العزیز (سابق حاکم مصر) سے خطرہ پیدا ہوا کیونکہ جب اس نے ۵۹۶ھ میں مصر میں

اس کے نام کا خطبہ بند کرایا تو اسے اس کے باپ کے طرفداروں سے خطرہ پیدا ہوا اس لئے اس نے اسے مصر سے نکال کر دمشق بھجوا دیا۔ پھر ۵۹۹ھ میں لشکر کے ساتھ اسے رُہا بھجوا دیا۔ اس کے ساتھ اس کی والدہ، بہنیں اور دیگر اہل و عیال بھی وہاں منتقل ہوئے۔

حاکم موصل کا محاصرہ

حاکم موصل، نورالدین ارسلان شاہ اور اس کے چچازاد بھائی قطب الدین حاکم سنجار کے درمیان فتنہ و فساد برپا ہوا، تو ملک عادل نے قطب الدین کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس نے اپنی عملداری میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا۔ اس پر نورالدین (حاکم موصل) بہت مشتعل ہوا، اور اس نے ۶۰۰ھ کے ماہ شعبان میں نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ قطب الدین نے ملک عادل کے فرزند اشرف موسیٰ سے فوجی مدد طلب کی جو حران میں تھا۔ اس نے مظفر الدین حاکم اربل اور جزیرۂ ابن عمر، کیفا اور آمد کے حکام کو اپنا حامی اور طرفدار بنا لیا تھا۔ اس کے بعد وہ اس کی (قطب الدین) مدد کے لئے رأس عین پہنچا تو (اس خبر کو سنتے ہی) نورالدین نصیبین سے رخصت ہو گیا اور اشرف وہاں پہنچ گیا۔

اشرف موسیٰ کی متحدہ فوج

حاکم میافارقین نجم الدین، جو اس کا بھائی تھا اور کیفا اور الجزیرہ کے حکام بھی فوج لے کر اس کے پاس آ گئے اور وہ سب کے سب شہر البقعا کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس وقت نورالدین تل اعفر کو کفر امان تک فتح کرنے کے بعد لوٹ آیا تھا۔ وہ جنگ کو ملتوی کرانا چاہتا تھا تاکہ وہ چلے جائیں۔ مگر اس کے ایک آزاد کردہ غلام (مولیٰ) نے جسے ان کی مخبری کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، اسے آمادہ جنگ کیا اور ان کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی اور اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ جلد ان کا مقابلہ کرے۔ لہٰذا وہ نوشرا کے مقام کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم موصل کی شکست

اس نے ان کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ پھر وہ سوار ہو کر ان سے جنگ کرنے کے لئے گیا اور گھمسان کی جنگ ہوئی۔ آخر کار نورالدین کو شکست ہوئی اور وہ موصل بھاگ گیا۔

معاہدۂ صلح

اشرف اور اس کے ساتھی کفر امان میں مقیم ہوئے اور انہوں نے اس علاقے کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر فریقین میں مصالحت کے لئے سفیروں کا

تبادلہ ہوا اور یہ طے پایا کہ نور الدین قلعۂ تل اعفر کو جسے اس نے فتح کیا تھا، قطب الدین کو واپس کر دے۔ پھر یہ معاہدہ صلح سنہ ۶۰۰ھ میں تکمیل پذیر ہوا اور وہ اپنے شہر واپس چلا گیا۔

نئی صلیبی جنگیں جب فرنگیوں نے قسطنطنیہ کو شاہ روم کے قبضے سے سنہ ۶۰۰ھ میں چھین لیا تو وہ باقی شہروں پر بھی غالب آ گئے۔ ان کی ایک جماعت شام بھی پہنچ گئی اور وہ عکا کے مقام پر لنگر انداز ہوئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے واپس لے لیں۔ اس مقصد کے لئے وہ اُردن کے علاقے میں پہنچے اور اسے تباہ کر دیا۔

عادل سے مصالحت اس وقت عادل دمشق میں تھا۔ اس نے شام و مصر سے فوجوں کو جہاد کے لئے بلوایا اور انھیں لے کر روانہ ہوا۔ اس نے الطور کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جو عکا کے قریب تھا۔ فرنگی اس کے سامنے مرج عکا میں تھے۔ وہ کفر کنا کی طرف روانہ ہوا اور اسے تباہ کیا۔ پھر سنہ ۶۰۱ھ کا سال ختم ہو گیا تو انھوں نے جنگ بندی کا پیغام بھجوایا اور یہ شرط پیش کی کہ ملک عادل رملہ وغیرہ کے علاقوں سے دست بردار ہو جائے اور انھیں ان کے کچھ علاقے دے دے۔ آخر کار فریقین میں یہ معاہدہ ہو گیا اور عادل مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔

حاکم حماۃ کی شکست اس کے بعد فرنگیوں نے حماۃ کا قصد کیا۔ حماۃ کے حاکم ناصر الدین محمد نے ان سے جنگ کی مگر اُنھوں نے اسے شکست دیدی فرنگی فوجیں چند دن وہاں رہیں پھر وہ واپس چلی گئیں۔

شاہ ارمن کے حملے

ارمنوں کے بادشاہ ابن لیون کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اس نے سنہ ۶۰۲ھ میں حلب کے علاقے پر حملہ کیا اور اسے تباہ کر دیا۔ جب اس کے لگاتار حملے ہونے لگے تو حلب کے حاکم الظاہر غازی نے فوج اکٹھی کی اور حلب سے پانچ فرسخ کے فاصلے پر اس نے اپنا فوجی محاذ قائم کیا۔ اس کے ہراول دستے پر میمون القصری تھا جو اس کے والد کے موالی میں سے تھا۔ وہ مصر کے قصر الخلفاء کی طرف منسوب ہے کیونکہ اس کے باپ کا اس سے گہرا تعلق تھا۔

الظاہر کی شکست ارمینیہ کی طرف جانے کا راستہ حلب سے بہت دشوار گذار تھا۔

کیونکہ راستے میں پہاڑ تھے اور اس کے درے بہت تنگ تھے۔ ابن لیون کا جنگی محاذ اس کے اپنے علاقے میں تھا جو حلب کے قریب تھا۔ قلعہ دربساک اس کی سرحد پر تھا۔ الظاہر کو اس کے بارے میں بھی خطرہ لاحق ہوا، اس لئے اس نے وہاں فوجی کمک بھیجی اور میمون القصری کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اس کے ساتھ کچھ فوجی دستے بھیجے۔ یوں وہ تھوڑی فوج کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ جب یہ خبر ابن لیون کو ملی تو اس نے القصری پر اچانک حملہ کر کے اسے اور دوسرے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ وہ اس کے سامنے شکست کھا کر بھاگ گئے اور اس نے ان کا چھوڑا ہوا ساز و سامان لوٹ لیا۔

جب وہ واپس آیا تو اس نے اس فوجی کمک کو بھی دیکھا جو قلعہ دربساک کی طرف بھیجی گئی تھی، اس نے ان کو بھی شکست دے کر ان کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ارمنی فوج اپنے شہروں کی طرف واپس آ گئی اور اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئی۔

خلاط کا محاصرہ

ملک عادل نے میا فارقین فتح کر لیا تھا اور اس نے وہاں کا حاکم اپنے فرزند اوحد نجم الدین کو مقرر کیا تھا۔ پھر نجم الدین نے مملکت خلاط کے کئی قلعوں کو فتح کر لیا تھا اور پھر ۶۰۳ھ میں خلاط پر عام لشکر کشی کی۔ وہاں کا حاکم شاہ ارمن کا آزاد کردہ غلام بلبان تھا۔ اس نے اس سے جنگ کر کے اسے شکست دی اور پھر میا فارقین کی طرف لوٹ آیا اور وہاں بھی انہیں شکست دی۔ جب ۶۰۴ھ شروع ہوا تو اس نے شہر سوس وغیرہ بھی فتح کر لیا۔ اب اس کے والد ملک عادل نے اس کی مدد کے لئے فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ انہیں لے کر اس نے خلاط کا قصد کیا۔ بلبان اس کے مقابلے کے لئے آیا لیکن نجم الدین نے اسے شکست دے کر خلاط میں اس کا محاصرہ کر لیا۔

بلبان کا قتل

اس کے بعد بلبان نے ارزن الروم کے حاکم طغرل شاہ بن قلیج ارسلان سے فوجی امداد طلب کی تو وہ اپنی فوجیں لے کر آیا اور بلبان کے ساتھ مل کر نجم الدین کو شکست دے دی۔ پھر وہ دونوں شہر ملاز کرد کے پاس پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد طغرل شاہ نے غداری کر کے بلبان کو قتل کر دیا اور خلاط کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ مگر وہاں کے باشندوں نے اسے نکال دیا۔ پھر وہ ملاز کرد کی طرف روانہ ہوا۔ وہ بھی فتح نہیں ہو سکا۔ اس لئے وہ اپنی مملکت کی طرف واپس چلا گیا۔

فتح خلاط

اہل خلاط نے بعد ازاں نجم الدین کو حکومت کی پیش کش کی چنانچہ وہ خلاط اور اس کے

تمام علاقے کا حاکم ہوگیا، اور آس پاس کے حکام اور الکرک کا حاکم بھی اس سے خوف کھانے لگے انھوں نے پے درپے اس کے اپنے علاقے پر چھاپے مارنے شروع کئے مگر خلاط (کے ہاتھ سے نکل جانے کے اندیشے سے) وہ ان کے مقابلے کے لئے وہاں سے نہیں نکلا۔ خلاط کی فوجوں کا کچھ حصہ اس سے الگ ہوکر وہاں سے نکل گیا اور انھوں نے قلعہ وان پر قبضہ کر لیا جو وہاں کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مستحکم قلعہ تھا۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے نجم الدین کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا اور ایک بہت بڑی جماعت ان کے ساتھ شامل ہوگئی۔ انھوں نے شہر ارجیش کو بھی فتح کرلیا۔

اہل خلاط کی بغاوت

نجم الدین نے خلاط اور اس کے علاقے کی حفاظت کے لئے فوجی کمک طلب کی اور اس کا بھائی اشرف اپنے حران اور رہا کے علاقوں کی طرف واپس چلا گیا۔ اس کے بعد یہ واقعہ رونما ہوا کہ جب اوحد نجم الدین ملازکرد کی طرف روانہ ہوا کہ وہ وہاں کے حالات درست کرے تو اہل خلاط نے (اس کی غیر حاضری میں) اس کی فوجوں پر حملہ کر کے انہیں نکال دیا اور اس کے ساتھیوں کو قلعہ میں محصور کر دیا۔ پھر وہ بنو شاہ ارمن کے حق میں نعرے لگانے لگے۔

بغاوت کی سرکوبی

جب نجم الدین واپس آیا تو اس کے پاس الجزیرہ کی فوجیں بھی پہنچ چکی تھیں، جن سے اسے بہت تقویت پہنچی اور اس نے خلاط کا محاصرہ کرلیا۔ اس کے بعد اہل خلاط میں باہمی اختلاف پیدا ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے انہیں مغلوب کر کے ان کا صفایا کیا اور ان کے بہت سے ان سرداروں اور افسروں کو گرفتار کرلیا جو وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اہل خلاط ایوبی سلطنت کے آخری زمانے تک اس کے مطیع اور وفادار رہے۔

شام پر فرنگیوں کی یلغار

۶۰۴ھ میں شام کے فرنگیوں نے بہت چھاپے مارنے شروع کر دئے تھے۔ فرنگیوں کی نئی فوج نے آکر قسطنطنیہ کو فتح کرلیا تھا اور ان کی سلطنت وہاں بہت مستحکم ہوگئی تھی اس لئے طرابلس اور حصن الاکراد کے فرنگیوں نے حمص اور اس کے علاقوں میں لوٹ مار شروع کردی تھی اور حمص کا حاکم شیر کوہ بن محمد بن شیر کوہ ان علاقوں کی حفاظت کرنے سے عاجز آگیا تھا۔ اس نے ان کے مقابلے کے لئے فوجی کمک طلب کی، چنانچہ حاکم حلب الظاہر نے اس کے پاس فوجیں بھیجیں جو وہاں اس کے علاقوں کی حفاظت کرنے کے لئے اسی کے پاس رہنے لگیں۔

بحری بیڑہ پر حملہ اسی زمانے میں، اہل قبرص نے سمندر میں مصر کے بحری بیڑہ پر حملہ کر کے اس کے چند حصوں پر قبضہ کر لیا اور جو لوگ وہاں تھے انھیں گرفتار کر لیا، لہٰذا ملک عادل نے حاکم عکا کو ایک احتجاجی مراسلہ بھیجا کہ یہ صلح اور جنگ بندی کے معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ اس نے یہ معذرت پیش کی کہ اہل قبرص ان فرنگیوں کے ماتحت ہیں جن کا قسطنطنیہ پر قبضہ ہے اور وہ اس کے دائرہ حکومت سے باہر ہیں۔

ملک عادل کی پیشقدمی (یہ جواب سن کر) ملک عادل اپنی فوجیں لے کر عکا کی طرف گیا۔ یہاں کے حاکم نے مسلمان قیدیوں کو چھوڑ کر اس سے صلح کر لی۔ پھر وہ حمص کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے بحیرۂ قدس کے قریب قلعہ الفلحتین پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اس نے اس کے حاکم کو چھوڑ دیا اور مال غنیمت حاصل کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔

طرابلس الشام کی تباہی پھر اس نے طرابلس کے علاقہ کی طرف پیش قدمی کی اور بارہ دن تک اس کے علاقوں کو تباہ و برباد کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ بحیرہ قدس واپس آ گیا۔ فرنگیوں نے اس کے ساتھ مصالحت کرنے کی کوشش کی، مگر اس نے یہ تجویز نامنظور کر دی۔ پھر موسم سرما آ گیا تو ملک عادل نے الجزیرہ کی فوجوں کو اپنے شہروں کی طرف واپس جانے کی اجازت دے دی اور حاکم حمص کی مدد کے لئے ایک بڑا لشکر چھوڑ کر وہ خود دمشق واپس چلا گیا۔ اور وہاں اس نے موسم گرما گذارا۔

اہل خلاط کی سرکوبی جب اوحد نجم الدین بن عادل نے خلاط کو فتح کر لیا تو کرج قوم نے وہاں کے علاقوں پر غارت گری شروع کر دی اور انھیں تباہ کرنے لگے۔ پھر ۶۰۵ھ میں انھوں نے ارجیش کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد زبردستی اس شہر کو فتح کر لیا اور اسے تباہ و برباد کر دیا۔ نجم الدین نے ان کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا (کیونکہ اہل خلاط کی بغاوت کا اندیشہ تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا) جب وہ خلاط سے روانہ ہوا تو اہل خلاط نے بغاوت کر دی، پھر وہ واقعات رونما ہوئے جن کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں۔

۶۰۶ھ میں کرج قوم پھر خلاط آئی اور انھوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر اس دفعہ اوحد نجم الدین نے ان سے جنگ کر کے انھیں شکست دیدی اور ان کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا بعد میں اس بادشاہ کو اس شرط پر چھوڑا گیا کہ وہ ایک لاکھ دینار زر فدیہ ادا کرے اور پانچ ہزار قیدی چھوڑے جائیں نیز مسلمانوں کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ کیا جائے اور وہ اپنی

بیٹی کا نکاح اوحد کے ساتھ کر دے۔ چنانچہ ان شرائط کے ساتھ یہ معاہدہ تکمیل پذیر ہوا۔

سنجار کی خانہ جنگیاں

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قطب الدین زنگی حاکم سنجار و خابور اور اس کے چچا زاد بھائی نور الدین حاکم موصل کے درمیان سخت عداوت اور نفرت تھی۔ اسی اثناء میں ۶۰۵ھ میں حاکم موصل نور الدین نے اپنی لڑکی کا نکاح ملک عادل کے فرزند سے کر دیا تھا اور اس رشتہ کی بدولت ان دونوں حکام کے تعلقات مستحکم ہو گئے تھے۔ لہٰذا اس کے وزراء اور ارکان سلطنت نے اسے ورغلایا کہ وہ جزیرۂ ابن عمر اور اس کی عملداری کو حاصل کرنے کے لئے ملک عادل کی امداد حاصل کرے۔ یہ علاقہ اس کے چچا زاد بھائی سنجار شاہ ابن غازی کے ماتحت تھا۔ اس کو فتح کرنے کے بعد الجزیرہ کا تمام علاقہ موصل میں شامل ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں ملک عادل، قطب الدین زنگی کے علاقہ سنجار کو فتح کر لے گا تو وہ بھی آخر کار اس کے پاس رہے گی۔

ملک عادل کی امداد ملک عادل نے اس کی تجویز منظور کر لی کیونکہ وہ اسے موصل پر قبضہ کرنے کا ذریعہ سمجھتا تھا، مگر اس نے نور الدین کو یہ توقع دلائی کہ جب وہ قطب الدین کے علاقے پر قبضہ کر لے گا تو یہ علاقہ اس کے فرزند کے ماتحت رہے گا جو اس کا داماد ہے۔

فتح خابور ۶۰۶ھ میں ملک عادل نے اپنی فوجوں کے ساتھ کوچ کیا اور خابور پہنچ کر اسے فتح کر لیا۔ اس موقع پر نور الدین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ملک عادل کو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ اسے اپنی اس تجویز پر پشیمانی ہوئی اور وہ لوٹ کر اپنے شہر کے محاصرہ کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا مگر اس کے وزراء اور افسروں نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر اس نے عادل کے خلاف بغاوت کی تو وہ سب سے پہلے اس پر حملہ کرے گا۔

سنجار کی مدافعت ملک عادل نے خابور سے روانہ ہو کر نصیبین پر حملہ کیا اور اسے بھی فتح کر لیا اب قطب الدین کے والد کے آزاد کردہ غلام امیر احمد بن برتقش نے اس کے شہر سنجار کی حفاظت اور مدافعت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اُدھر نور الدین نے اپنے فرزند القاہر کی زیر قیادت امدادی لشکر ملک عادل کے لئے بھیجنے کی تیاریاں شروع کیں۔

سفارش نامنظور حاکم سنجار قطب الدین نے اپنے فرزند مظفر الدین کو اپنی سفارش کرانے

کے لئے ملک عادل کے پاس بھیجا، کیونکہ اس کے ملک عادل کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے اور اس کا وہاں کافی اثر و رسوخ تھا۔ چنانچہ وہ (اپنے باپ کی) سفارش کے لئے اس کے پاس گیا مگر ملک عادل نے اس کی سفارش بھی قبول نہیں کی۔

ملک عادل کے خلاف اتحاد

لہٰذا قطب الدین نے حاکم موصل نورالدین سے خط و کتابت کی کہ وہ ملک عادل کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے ساتھ متحد ہو جائے۔ نورالدین نے اس کی یہ تجویز مان لی۔

وہ اپنے لشکر لے کر موصل گیا اور شہر سے باہر اس نے نورالدین سے ملاقات کی۔ اس نے حلب کے حاکم الظاہر سے بھی فوجی امداد طلب کی، نیز بلاد روم کے حاکم کیخسرو سے بھی مدد مانگی ان سب نے مل کر ملک عادل کے سامنے صلح کی تجویز پیش کی اور حاکم سنجار کو برقرار رکھنے کی سفارش کی ورنہ وہ متحدہ طور پر اس کے علاقہ میں گھس جائیں گے۔

مصالحت کی شرائط

انھوں نے خلیفہ الناصر عباسی کے پاس بھی پیغام بھیجا کہ وہ ملک عادل کو (جنگ بندی کا) حکم دیں۔ لہٰذا اس نے اپنے گھر کے استاذ ابو نصر ہبۃ اللہ بن المبارک اور اپنے خاص مولیٰ (آزاد کردہ غلام) امیر اقباش کو اس مقصد کے لئے بھیجا۔ ملک عادل نے بظاہر مصالحت کی تجویز کو منظور کر لیا مگر وہ مغالطہ دیتا رہا اور (صلح کی شرائط کے بارے میں) ٹال مٹول کرتا رہا۔ پھر اس نے صرف سنجار کے علاقے سے (جنگ بندی کرنے پر) صلح کی اور فیصلہ کیا کہ جن علاقوں پر اس نے قبضہ کیا ہے وہ اس کے پاس رہیں گے۔ چنانچہ اس پر حلف اٹھانے کے بعد ہر ایک اپنے اپنے شہر کو لوٹ گیا۔

قلعوں کی تباہی

۶۱۱ھ میں معظم عیسیٰ نے اپنے والد ملک عادل کے حکم سے امیر اسامہ کو گرفتار کر لیا اور اس سے کوکب اور عجلون کے قلعے جو اس کی عملداری میں تھے چھین لئے۔ اس نے ان دونوں قلعوں کو اور کوکب کے قریب قلعہ اردن کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بجائے جبل الطور پر عکا کے قریب ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اسے فوج اور خوراک کے ذخیرے سے بھر دیا۔

ملک ظاہر کی وفات

حاکم حلب ملک ظاہر غازی بن صلاح الدین، جو منبج اور دیگر شامی شہروں کا حاکم بھی تھا، ماہ جمادی الاخرہ ۶۱۳ھ میں فوت ہو گیا۔ وہ بڑا منتظم تھا اور وہ ذاتیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا مگر دشمن سے سخت انتقام

لیتا تھا اور مال و دولت بہت جمع کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے فرزند محمد بن ظاہر کو جو صرف تین سال کا بچہ تھا، اپنا ولی عہد بنا لیا۔ اس نے بڑے فرزند کو اس لئے نظر انداز کیا کہ اس کی والدہ اس کے چچا ملک عادل کی لڑکی تھی۔

العزیز کی جانشینی

ملک ظاہر نے (اپنے اس صغیر سن جانشین) کا لقب العزیز غیاث الدین مقرر کیا تھا اور اس کا نائب اور نگران خادم طغرلک کو مقرر کیا تھا اور اس کا لقب شہاب الدین رکھا۔ شہاب الدین طغرلک بہت نیک خصلت اور شریف انسان تھا۔ اس نے اس لڑکے کی اچھی طرح نگرانی کی اور رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیا اور علاقہ کا نظم و نسق نہایت دور اندیشی اور تدبر سے قائم رکھا۔

یمن کے حالات

سلیمان کے مظالم

جب ۵۹۹ھ میں سلیمان بن المظفر یمن کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے اپنی بیوی ام الناصر کے ساتھ، جس نے اسے وہاں کا حاکم بنوایا تھا بہت بدسلوکی کی۔ اس نے اس سے روگردانی کر کے اسے بہت نقصان پہنچایا اور بالکل خود مختار اور مطلق العنان حاکم بن گیا اور رعایا پر خوب ظلم و ستم کیا۔ تیرہ سال تک وہ اسی طرح حکومت کرتا رہا۔ پھر وہ ملک عادل کا مخالف ہو گیا اور اس کے ساتھ بھی اس کے تعلقات خراب ہو گئے وہ بعض وقت اس طرح خطوط لکھا کرتا تھا (یہ قرآن کریم کی آیت ہے):-

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (یعنی یہ سلیمان کی طرف سے (خط) ہے اور یہ اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے)

عادل کے لشکر کا حملہ

(اس کا گستاخانہ رویہ اور بدسلوکی دیکھ کر) ملک عادل نے اپنے فرزند کامل کو لکھا کہ وہ اپنی طرف سے ایک سپہ سالار مقرر کر کے یمن کی طرف فوجیں بھیجے۔ چنانچہ اس نے اپنے فرزند مسعود یوسف کے زیر قیادت، جس کا ترکی نام اقسنس تھا ۶۱۲ھ میں یمن کی طرف فوجیں بھیجیں۔

مسعود نے جاتے ہی یمن پر قبضہ کر لیا اور (حاکم یمن) سلیمان شاہ کو گرفتار کر کے اسے نظر بند کی حیثیت سے مصر بھیج دیا اور وہاں وہ مقیم رہا، یہاں تک کہ فرنگیوں کے ساتھ دمیاط کے جہاد میں وہ ۶۴۹ھ میں شہید ہو گیا۔

مسعود بن کامل کی حکومت

مسعود بن کامل طویل عرصہ تک یمن میں حکومت کرتا رہا اس نے ۶۱۹ھ میں حج کیا۔ اس نے اپنے والد کے جھنڈوں کو عباسی خلیفہ الناصر کے جھنڈوں سے مقدم رکھا۔ خلیفہ الناصر نے اس کی شکایت اس کے والد کو تحریر کی تو اس کے والد الکامل نے اسے نہایت ملامت آمیز خط لکھا اور اسے آگاہ کیا کہ اس نے دین و دنیا دونوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ مسعود نے اس بارے میں معذرت پیش کی، اس کے بعد اس کے والد کی ناراضگی دور ہو گئی۔

فتح مکہ معظمہ

مسعود بن کامل نے ۶۲۶ھ میں حسن بن قتادہ سے مکہ معظمہ کی حکومت چھین لی۔ یہ شخص بنو ادریس بن مطاعن کا سردار تھا جو بنو حسن کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نے وہاں اپنا حاکم مقرر کیا اور پھر یمن واپس آ گیا اور اسی سال فوت ہو گیا۔

اس کے بعد اس کے گھر کا استاذ علی بن رسول یمن کی سلطنت پر مسلط ہو گیا اس نے اس کے فرزند اشرف موسیٰ کو حاکم مقرر کیا اور اس کی نگرانی کرنے لگا۔ پھر موسیٰ کے فوت ہو جانے کے بعد علی بن رسول مطلق العنان حاکم بن گیا اور پھر اس کی اولاد موروثی طور پر یمن کے حکام ہوتے رہے۔ یوں اسی دور میں اس کی اپنی خاندانی سلطنت بھی قائم ہو گئی۔ آگے چل کر ہم ان کے حالات بیان کریں گے۔

دمیاط کی زبردست صلیبی جنگ

رومہ کا حاکم بحیرۂ روم کے شمالی علاقے میں سب سے بڑا فرنگی حاکم تھا اور تمام فرنگی ممالک اس کی اطاعت کرتے تھے۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ ساحل شام کے فرنگیوں کے حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور مسلمان ان پر غالب آ گئے ہیں تو اس نے فرنگیوں کو ان کی امداد کی طرف متوجہ کیا، اور خود بھی وہاں فوجیں بھیجنے کی تیاری کی۔ اس نے فرنگی بادشاہوں کو حکم دیا کہ یا تو وہ بذات خود لشکر لے کر روانہ ہوں یا اپنی فوجیں بھیجیں۔ ان فرنگی بادشاہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور چاروں طرف سے عکہ کے لئے ساحل شام کی طرف فوجی امداد ۶۱۴ھ میں پہنچ گئی۔

(یہ حالت دیکھ کر) ملک عادل مصر سے رملہ کی طرف (فوجیں لے کر) روانہ ہوا۔

اس وقت عکا سے فرنگی فوجوں نے کوچ کیا تاکہ وہ اس کی مزاحمت کریں۔ لہٰذا وہ نابلس کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اپنے علاقوں میں ان سے پہلے پہنچ کر ان کی مدافعت کرے۔ مگر فرنگی اس سے پہلے پہنچ گئے تھے۔ اس لئے اس کو اردن کے مقام جبیسان پر اپنا محاذ قائم کرنا پڑا۔ فرنگیوں نے ماہ شعبان میں اسی سال اس سے جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کی۔ چونکہ ملک عادل کے پاس اس وقت بہت تھوڑی فوج تھی۔ اس لئے اس نے ان کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا۔ اور دمشق واپس آ گیا۔ اب اس نے اپنا محاذ مرج الصفر میں قائم کیا اور مختلف فوجوں کو اس نے بلوایا تاکہ وہاں وہ جمع ہو جائیں۔

فرنگیوں کی غارت گری

فرنگیوں نے اس کے چھوڑے ہوئے مقام بیسان پر غارت گری کی اور بیسان اور بانیاس کے درمیان تمام علاقے کا صفایا کر دیا۔ وہ تین دن بانیاس میں رہے اور ان علاقوں کو تباہ کرنے کے بعد وہ عکا کی طرف لوٹ گئے۔ انھوں نے ان علاقوں میں خوب لوٹ مار کی تھی اور مسلمانوں کو قیدی بنا لیا تھا۔ پھر وہ صور کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے صیدا کے شہر کو لوٹا اور شقیف میں بھی لوٹ مار کی، جو بانیاس سے دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ یہ صلیبی فوجیں عید الفطر کے بعد عکا لوٹ آئیں۔ پھر انھوں نے عکا کے قریب ایک پہاڑ پہ نو تعمیر شدہ قلعہ الطور کا محاصرہ کر لیا۔ اسے ملک عادل نے حال ہی میں تعمیر کرایا تھا۔ انھوں نے اس قلعہ کا سترہ دن تک محاصرہ کیا۔ چونکہ وہاں کچھ فرنگی بادشاہ مارے گئے تھے۔ اس لئے صلیبی فوجیں وہاں سے لوٹ آئیں (ان کے لوٹ آنے کے بعد) ملک عادل نے اپنے فرزند معظم عیسٰی کو قلعہ الطور کی طرف بھیجا۔ اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا تاکہ اس پر فرنگی قبضہ نہ کر لیں۔

دمیاط کی جنگ کا آغاز

اس کے بعد صلیبی فوجیں عکا سے بحری راستے سے دمیاط (مصر) کی طرف روانہ ہوئیں۔ انھوں نے (اس سال کے) ماہ صفر میں دمیاط کے ساحل بحر پہ لنگر ڈال دیا۔ ان کے اور دمیاط کے درمیان دریائے نیل رواں تھا۔ دریائے نیل پہ ایک مستحکم برج بنا ہوا تھا۔ جہاں سے دمیاط کی فصیل کی طرف لوہے کی مستحکم زنجیریں گزرتی تھیں جو کھاری پانی کے سمندر کی کشتیوں اور جہازوں کو دریائے نیل کے راستے مصر داخل ہونے سے روکتی تھیں۔ لہٰذا جب فرنگی فوجیں اس کے ساحل پہ لنگر انداز ہوئیں تو انھوں نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی اور اپنے

اور خندق کے درمیان ایک فصیل قائم کرلی۔ پھر انھوں نے دمیاط کا محاصرہ کرنا شروع کیا اور کثرت کے ساتھ محاصرہ کے آلات استعمال کئے۔

گھمسان کی جنگ

ملک عادل نے اپنے فرزند کامل کو جو مصر میں تھا یہ پیغام بھیجا کہ وہ فوجیں لے کر روانہ ہو جائے اور ان کے سامنے مقابلے کے لئے کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور مصر سے مسلمانوں کی فوجیں لے کر دمیاط کے قریب عادلیہ کے مقام پر اپنا محاذ قائم کیا۔ فرنگی فوجیں دریائے نیل کے اس مستحکم برج پر قبضہ کرنے کے لئے چار مہینے تک گھمسان کی جنگ کرتے رہے۔ آخر کار انھوں نے اس برج پر قبضہ کرلیا۔ یوں انھیں دریائے نیل میں داخل ہونے کا راستہ مل گیا تاکہ وہ دمیاط پہنچ جائیں۔

دریائی راستے کی حفاظت

(یہ حالت دیکھ کر) کامل نے لوہے کی زنجیروں کے بجائے ایک بہت بڑا پل تعمیر کرایا تاکہ انھیں دریائے نیل کے اندر داخل ہونے سے روکا جائے۔ فرنگیوں نے (اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے) سخت جنگ کی، یہاں تک کہ انھوں نے اس رکاوٹ کو بھی دور کر دیا۔ لہٰذا کامل نے حکم دیا کہ کشتیوں کو پتھروں سے بھر دیا جائے۔ پھر انھوں نے پل کے پیچھے ان میں شگاف کر دیا تاکہ جہاز دریائے نیل کے اندر نہ جا سکیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر فرنگی فوجوں نے خلیج ازرق کا راستہ اختیار کیا۔ جہاں قدیم زمانے میں دریائے نیل بہتا تھا۔ انھوں نے پل پر سے اسے کھود دیا اور اس میں سمندر تک پانی جاری کر دیا۔ پھر وہ اپنے جہاز بورہ کے مقام تک لے آئے جو جیزہ کے علاقے پر تھا۔ یہ مقام بالکل مسلمانوں کے محاذ جنگ کے سامنے تھا۔ اس طرح وہ مسلمانوں سے جنگ کر سکتے تھے، تاہم دمیاط کا شہر ان کے درمیان حائل تھا۔ لہٰذا انھوں نے اپنے جہازوں میں رہ کر ان سے جنگ کی، مگر انھیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ خوراک کی رسد اور فوجی امداد مسلمانوں کو لگاتار پہنچ رہی تھی، اس کے علاوہ دریائے نیل فرنگیوں کے درمیان حائل تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو محاصرہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی تھی۔

اسلامی فوجوں میں اختلاف

اس عرصے میں مسلمانوں کو ملک عادل کی وفات کی اطلاع ملی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوجوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ مسلمان فوجوں کے سالار اعلیٰ عماد الدین احمد بن سیف الدین علی بن المشطوب الہکاری نے یہ کوشش کی کہ کامل کو معزول کر کے اس کے چھوٹے بھائی فائز کو بادشاہ بنایا جائے۔

یہ خبر کامل کو بھی ملی، لہٰذا وہ اسی رات کو اشمون طناح کے مقام پر پہنچ گیا۔ مسلمانوں کو دوسرے دن اس کی اطلاع ملی تو وہ محاذ جنگ سے بھاگ کر کامل کے پاس پہنچ گئے اور اپنے محاذ کے علاقے کو خالی چھوڑ آئے جس پر فرنگیوں نے قبضہ کر لیا اور وہ دریائے نیل کو عبور کر کے دمیاط کے قریب ایک خشکی کے علاقے پر پہنچ گئے اور وہاں سے مصری علاقے کی طرف نقل و حرکت کرنے لگے۔ اس کے بعد بدوؤں (کی لوٹ مار) کی وجہ سے راستے خطرناک ہو گئے اور دمیاط سے خوراک کی رسد بند ہو گئی۔ فرنگیوں نے بھی جنگ میں شدت اختیار کی۔

دمیاط پر فرنگیوں کا تسلّط

دمیاط میں مدافعت کی فوج بہت کم تھی اس لئے مسلمان وہاں سے اچانک بھاگنے لگے۔ آخر کار جب مسلمان محاصرہ سے بہت تنگ آ گئے اور خوراک کی رسد بند ہو گئی تو انھوں نے فرنگیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور انھوں نے اسے ماہ شعبان کے آخر میں ۶۱۶ھ میں فتح کر لیا۔ پھر انھوں نے گرد و نواح میں اپنے فوجی دستے بھیج کر اسے ویران کر دیا۔ اس کے بعد وہ دمیاط کی تعمیر اور قلعہ بندی میں مشغول ہو گئے۔

منصورہ کی تعمیر

الکامل نے ملک کی حفاظت کے لئے ان کے قریب اپنا مرکز قائم کیا اس نے دمیاط کی سمت سمندر ختم ہونے پر منصورہ تعمیر کرایا۔

ملک عادل کی وفات

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ۶۱۴ھ میں سمندر پار سے فرنگی صلیبی رضا کار شام کے ساحل پر اترے تھے اور ملک عادل سے عکا اور بیسان کے مقام پر ان کی جنگیں ہوئیں، لہٰذا وہاں سے آ کر وہ دمشق کے قریب مرج الصفر میں مقیم ہوا۔ جب فرنگی فوجیں دمیاط چلی گئیں تو وہ خانقین کے مقام کی طرف منتقل ہوا اور وہاں رہنے لگا۔ پھر وہ بیمار ہوا اور ۷ رجمادی الاخیرہ ۶۱۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر پچھتر ۷۵ سال تھی اور اس نے تیئیس ۲۳ سال حکومت کی۔

دمشق میں تدفین

اس کا فرزند معظم عیسیٰ اس وقت نابلس میں تھا اس نے آ کر اسے دمشق میں دفن کیا اور اس کی سلطنت اور تمام مال و متاع اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس نقد مال سات لاکھ دینار تھا۔

فرزندوں میں سلطنت کی تقسیم

ملک عادل بہت حلیم الطبع، صابر، صائب الرائے، منیفں رسان اور سیاست دان بادشاہ تھا۔ اس نے

اپنی زندگی میں اپنی تمام سلطنت اپنے فرزندوں میں تقسیم کر دی تھی۔ چنانچہ مصر کا حاکم کامل تھا دمشق، بیت المقدس، طبریہ اور الکرک کے علاقہ کا حاکم معظم عیسیٰ تھا۔ خلاط کا علاقہ اور رُہا، نصیبین اور میا فارقین کو چھوڑ کر باقی الجزیرہ کا تمام علاقہ کا حاکم اشرف موسیٰ تھا۔ رہا اور میا فارقین کا حاکم شہاب الدین غازی تھا۔ قلعہ جعبر کی حکومت خضر ارسلان شاہ کو دی گئی تھی۔

مصری بغاوت کی سرکوبی

لہذا جب ملک عادل فوت ہوا تو ہر فرزند اپنے علاقے کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ جب ملک کامل کو اس کے فوت ہونے کی خبر ملی تو وہ اس وقت دمیاط میں فرنگی لشکر کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اس خبر سے اس کی فوجوں میں بے چینی پیدا ہوئی اور جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں، المشطوب (اس کے سپہ سالار) نے اس کے بھائی فائزہ کو بادشاہ بنانے کی کوشش کی۔ جب معظم عیسیٰ کو (اس بغاوت کی) خبر ملی تو وہ فوج لے کر تیز رفتاری کے ساتھ دمشق سے مصر پہنچ گیا اور اس نے مشطوب کو وہاں سے نکال کر شام بھیج دیا، جہاں سے وہ بھاگ کر ان دونوں کے بھائی اشرف کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ملازموں میں شامل ہو گیا۔

باب نہم

ملک کامل کا عہد حکومت

(مشطوب کے جانے کے بعد) کامل مصر پر اچھی طرح حکومت کرنے لگا اور معظم مصر سے لوٹ کر اسی سال کے ماہ ذوالحجہ میں بیت المقدس گیا۔ اس نے (صلیبی) فرنگیوں کے خوف سے اس کی فصیلوں کو تباہ کر دیا۔ دمیاط میں (صلیبی) فرنگیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اور کامل ان کے بالمقابل اپنا محاذ جنگ بنائے ہوئے تھا۔

تقی الدین کا مقبوضہ علاقہ یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے تقی الدین عمر بن شاہنشاہ کو حماۃ کا شہر اور اس کا علاقہ دے رکھا تھا۔ پھر اس نے اسے ۵۸۷ھ میں الجزیرہ بھیجا، جہاں اس نے حران، رُہا، سروج، میافارقین اور ان سے متعلقہ الجزیرہ کے علاقے فتح کرنے تھے۔ سلطان صلاح الدین نے ان سب (مفتوحہ) علاقوں کو اس کے ماتحت کر دیا تھا۔ پھر وہ ارمینیہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگا اور اس نے خلاط کے حاکم بکتمر سے جنگ کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر وہ ملاز کرد کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور اسی سال وہاں فوت ہو گیا۔

منصور کی جانشینی اس کے بعد اس کا فرزند ناصر الدین محمد اس کا جانشین ہوا جس کا لقب منصور تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اس سے الجزیرہ کے شہر چھین لئے اور ان کی حکومت اپنے بھائی عادل کو دے دی۔ البتہ حماۃ اور اس کے علاقے کی حکومت ناصر الدین محمد کے پاس رہی۔ چنانچہ وہ ان علاقوں پر حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنے چچا صلاح الدین اور ملک عادل کی وفات کے بعد ۶۱۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کی حکومت کی مدت اٹھائیس سال تھی۔ اس کا فرزند مظفر جو ولی عہد تھا مصر میں عادل کے

پاس تھا اور اس کا دوسرا فرزند قلیج ارسلان اپنے ماموں معظم عیسیٰ کے پاس نظر بند تھا۔

حماۃ کا نیا حاکم حماۃ کے ارکان سلطنت نے قلیج ارسلان کو بلوایا تو معظم عیسیٰ نے ان سے اس کا زر فدیہ طلب کیا۔ جب وہ ادا کر دیا گیا تو اس نے اسے رہا کر کے ان کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر وہ حماۃ کا بادشاہ بن گیا اور اس کا لقب ناصر مقرر ہوا۔ جب اس کا بھائی جو اصلی ولی عہد تھا، مصر سے آیا تو اہل حماۃ نے اس کا مقابلہ کیا (اور اس کی حکومت تسلیم نہیں کی) لہٰذا وہ معظم کے پاس دمشق چلا گیا۔ (وہاں رہ کر) وہ ان سے خط و کتابت کرتا رہا اور اہل حماۃ کو اپنی طرف راغب کرتا رہا۔ مگر انھوں نے اس کی کوئی بات نہیں مانی۔ اس لئے وہ دوبارہ مصر چلا گیا۔

چغلخوروں کی شرارت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حاکم حلب و منبج الظاہر غازی بن صلاح الدین ۶۱۳ھ میں فوت ہو گیا تھا اور اس کا چھوٹا فرزند محمد العزیز غیاث الدین اپنے والد ظاہر کے مولیٰ اور خادم شہاب الدین طغرل کی زیر نگرانی حاکم مقرر ہوا۔ شہاب الدین بہت نیک سیرت اور انصاف پسند تھا۔ وہ رعایا کے مال کی حفاظت کرتا تھا اور ایک دوسرے کی چغلخوری سننا پسند نہیں کرتا تھا۔ حلب میں اس وقت دو بدقماش افراد ایسے تھے جو ملک ظاہر کے پاس جا کر لوگوں کی چغلخوری کرتے تھے اور اسے لوگوں کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ ان کی ان چغلخوریوں سے لوگوں کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لئے جب شہاب الدین نے بُرے اور شریر لوگوں کو اپنے دربار سے دُور کیا تو ان میں یہ دونوں افراد بھی شامل تھے۔ اس نے انھیں ان کی چغلخوری کی وجہ سے نکال دیا تھا۔ اس لئے ان دونوں کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی اور عوام بھی انھیں ناپسند کرنے لگے تھے۔ اس لئے یہ دونوں بلاد روم بھاگ گئے۔

حلب پر حملہ کی تجویز ان دونوں نے بلاد روم کے حاکم کیکاؤس کو بھڑکایا کہ وہ حلب اور اس سے متعلقہ علاقوں کو فتح کر لے۔ کیکاؤس کی رائے یہ تھی کہ حلب اس وقت تک فتح نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ خاندان بنو ایوب کا کوئی فرد ان کے ساتھ شامل نہ ہو تاکہ اس کے اثر سے وہاں کا علاقہ مطیع و فرمانبردار بن سکے۔

کیکاؤس اور افضل کا اتحاد اس وقت سلطان صلاح الدین کا ایک فرزند افضل سمیساط میں تھا۔ وہ اپنے بھائی ملک ظاہر اور اپنے

چچا ملک عادل سے ناراض ہو کر کیکاؤس کا مطیع اور فرمانبردار ہو گیا تھا۔ کیونکہ ان دونوں نے اس کے علاقے کے کچھ حصے کو چھین لیا تھا۔ لہٰذا کیکاؤس نے (اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے) اس کو بلوایا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ (حلب پر حملہ کرنے کے لئے فوج لے کر) اس کے ساتھ روانہ ہو جائے۔ اس صورت میں حلب کا جو علاقہ فتح ہوگا اس کی حکومت افضل کے ماتحت ہوگی اور وہاں خطبہ اور سکّہ کیکاؤس کے نام پر ہوگا۔ پھر وہ اشرف کے علاقے الجزیرہ، حران اور رُہا پر حملہ کریں گے اور ان کی حکومت کا معاملہ بھی اسی طرح ہوگا۔ چنانچہ ان شرائط کے مطابق اُنھوں نے حلف اٹھایا اور فوجیں اکٹھی کر کے وہ ۶۱۵ھ میں روانہ ہوئے اور اُنھوں نے قلعہ رعبان کو فتح کر لیا جو افضل کے ماتحت آ گیا تھا۔ پھر ان متحدہ فوجوں نے قلعہ یاشر کو ابن بدرالدین ارزم الیارو قی حاکم قلعہ سے چھین لیا۔ اس سے پیشتر انھوں نے اس قلعے کا سخت محاصرہ کیا تھا۔ یہ قلعہ کیکاؤس نے اپنے قبضہ میں رکھا۔ اس حرکت سے افضل اور اس کی فوج میں بے چینی پیدا ہوئی اور اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ وہ حلب کی فتح کے موقع پر بھی ایسا ہی کرے گا۔

ملک اشرف کو اطلاع

اس عرصہ میں حاکم حلب عزیز بن ظاہر کا نگران شہاب الدین حلب کے قلعہ میں مقیم رہا، وہ وہاں سے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں نکلا، کیونکہ اسے (کیونکہ اسے (قلعہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا) اندیشہ تھا۔ تاہم ملک اشرف حاکم الجزیرہ و خلاط کے پاس بھی یہ خبر اُڑتی ہوئی پہنچ گئی کہ اہل حلب کسی دوسرے کی اطاعت کریں گے اور وہاں اسی کے نام کا خطبہ اور سکہ بھی ہوگا اور وہ حلب کا جو علاقہ بھی پسند کرے گا، اس پر قبضہ کر لے گا۔

اشرف کی پیشقدمی

یہ خبر سن کر ملک اشرف نے فوجیں اکٹھی کیں اور ۶۱۵ھ میں ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ عرب کے قبیلۂ طے وغیرہ کی فوجیں بھی تھیں، ان کا امیر نافع تھا جو اس کے خادموں میں سے تھا۔ ملک اشرف نے حلب کے باہر اپنا جنگی محاذ قائم کیا۔

کیکاؤس کو شکست

کیکاؤس اور افضل کی فوجوں نے تل باشر سے منبج کی طرف پیشقدمی کی۔ ملک اشرف بھی ان کے مقابلہ کے لئے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ہراول دستوں پر عرب قبائل کی فوجیں تھیں۔ انھوں نے کیکاؤس کے ہراول دستوں سے

مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ جب یہ شکست خوردہ فوجیں کیکاؤس کی طرف لوٹیں تو وہ اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا۔

مفتوحہ قلعوں کی تسخیر

اس کے بعد ملک اشرف نے آگے بڑھ کر قلعہ رعبان و تل باشر پر قبضہ کر لیا اور وہاں کیکاؤس کی جو فوجیں تھیں انہیں گرفتار کر لیا، پھر اس نے انہیں رہا کر دیا تو وہ کیکاؤس کے پاس پہنچیں تو اس نے انہیں ایک گھر میں اکٹھا کر کے آگ لگا دی جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ ملک اشرف نے حلب کے جن قلعوں پر قبضہ کیا تھا وہ شہاب الدین کے حوالے کر دئیے جو حاکم حلب عزیز کا نگران تھا۔ اس نے کیکاؤس کا اس کے ملک تک جا کر تعاقب کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر اس اثناء میں اسے اپنے والد (ملک عادل) کی وفات کی خبر ملی، اس لئے وہ لوٹ آیا۔

موصل میں خانہ جنگیاں

ہم نے خاندان زنگی کے حالات میں تحریر کیا تھا کہ حاکم موصل عزالدین مسعود ۶۱۵ھ میں فوت ہو گیا تھا اور اس کا جانشین اس کا فرزند نورالدین ارسلان شاہ ہوا، جس کی نگرانی اس کے والد کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) نورالدین لوٹو کے سپرد ہوئی اور وہی اس کی سلطنت کا منتظم اعلیٰ مقرر ہوا۔

عمادالدین کی بغاوت

اس کے بھائی عمادالدین زنگی کے ماتحت قلعہ عقر اور سوش تھے۔ جو موصل کی عملداری میں شامل تھے۔ مگر اس کے والد کی وصیت کے مطابق اسے یہ علاقے دئیے گئے تھے۔ جب اس کا بھائی عزالدین فوت ہو گیا تو وہ خود حکومت کا طلبگار بنا اور اس نے عمادیہ پر قبضہ کر لیا۔ اربل کے حاکم مظفرالدین کوکبری نے اس کی حمایت کی۔ (یہ حالت دیکھ کر) نورالدین لوٹو نے ملک اشرف حاکم الجزیرہ و خلاط کو اس وقت اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا پیغام بھیجا۔ جب وہ بلاد الروم کے حاکم کیکاؤس کی فوجوں سے حلب کے قریب مقابلہ کر رہا تھا ملک اشرف نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور وعدہ کیا کہ وہ اس کے دشمنوں کے خلاف اس کی امداد کرے گا۔

مصالحانہ کوشش

اس نے مظفرالدین کو خط لکھا اور ان کے متفقہ معاہدہ کی خلاف ورزی پر ملامت کی۔ اس نے اسے حکم دیا کہ وہ موصل کے ان علاقوں کو

لوٹا دے جن پر اس نے قبضہ کیا ہے، ورنہ وہ بذات خود فوج کشی کر کے اس سے وہ علاقے واپس لے گا اور ان کے اصل حاکموں کے حوالے کر دے گا۔ ملک اشرف نے اسے یہ بھی ہدایت کی کہ وہ باہمی فتنہ و فساد کو چھوڑ کر فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے میں حصہ لے۔ مظفر الدین نے اس کی ہدایت پر عمل نہیں کیا اور ماردین کے حاکم اور کیفا و آمد کے حاکم نے بھی اس کی حمایت کی۔

فریقین میں صلح

اب نور الدین لؤلؤ نے اپنی فوجیں عماد الدین کے مقابلے کے لئے بھیجیں۔ انھوں نے اسے شکست دے دی اور وہ بھاگ کر مظفر کے پاس اربل پہنچ گیا۔ اس کے بعد خلیفہ ناصر اور ملک اشرف کے سفیر آئے، انھوں نے فریقین میں صلح کرا دی اور دونوں نے (مصالحت کے لئے) حلف اٹھایا۔

اشرف کی پیش قدمی

کچھ عرصہ کے بعد عماد الدین زنگی نے حملہ کر کے قلعہ کواشی کو فتح کر لیا۔ اس وقت لؤلؤ نے ملک اشرف کو، جبکہ وہ حلب میں تھا، پیغام بھیجا اور اس نے فوجی امداد طلب کی، لہٰذا وہ دریائے فرات کو عبور کر کے حران پہنچا۔

مخالفانہ اتحاد

اس عرصے میں مظفر الدین نے گرد و نواح کے حکام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کیکاؤس کی اطاعت قبول کر لیں اور (مساجد میں) اس کے نام کا خطبہ پڑھوائیں، وہ ملک اشرف کا سخت دشمن تھا اور منبج حاصل کرنے کے سلسلے میں اس کا مخالف تھا، جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ اس نے ان امراء و حکام کو بھی ورغلایا جو اشرف کے لشکر میں شریک تھے۔ اس نے انھیں اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی چنانچہ ان میں سے احمد بن علی المشطوب حاکم قلعہ اور عز الدین محمد بن نور الدین الحمیری اس کے ورغلانے میں آ گئے اور وہ (اپنی فوج کے ساتھ) اشرف سے الگ ہو کر دنیسر پہنچ گئے جو ماردین کے ماتحت تھا۔ یہاں پہنچ کر وہ اس فوج کے ساتھ شریک ہو گئے جو اشرف کو (دریا) عبور کر کے موصل جانے سے روکنا چاہتی تھی۔

مخالفانہ اتحاد کا خاتمہ

ادھر اشرف نے بھی (سیاسی چال کے طور پر) کیفا و آمد کے حاکم کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور (اس مقصد کے حصول کے لئے) اس نے اسے جبین کا شہر اور جبل جودی کا علاقہ دے دیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ جب وہ دارا فتح کرے گا تو یہ علاقہ بھی اسے دے دے گا۔ لہٰذا اس سمجھوتہ کے بعد کیفا کا حاکم اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور وہ دوسرے حکام سے جو اس کے ساتھی تھے، الگ ہو گیا۔

بلکہ اس کی پیروی میں بعض دوسرے حکام بھی اشرف کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔ اس طرح ان (چھوٹی سلطنتوں) کا اتحاد ختم ہوگیا اور ہر بادشاہ اپنی عملداری کی طرف روانہ ہوگیا۔

ابن المشطوب کی شکست

(لاچار ہو کر) ابن المشطوب بھی (اپنی فوج لے کر) اربل کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ نصیبین کے پاس سے گذرا تو وہاں کی فوجوں نے اس سے جنگ کی اور اسے شکست ہوئی۔ اس کے بعد اس کی فوج منتشر ہوگئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ جب وہ سنجار کے پاس سے گذرا جہاں کا حاکم فرخ شاہ عمر بن زنگی تھا تو اس نے اس کے خلاف فوج بھیجی جو اسے گرفتار کر کے لے آئی۔ چونکہ وہ اشرف کا مطیع اور فرمانبردار تھا، اس لئے اس نے اسے مقید کر دیا۔ پھر اس نے معافی مانگی تو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ فسادیوں کی ایک جماعت لے کر لبقعاء کے مقام کی طرف گیا جو موصل کے علاقے میں تھا۔ وہاں اس نے لوٹ مار کی اور پھر سنجار واپس آ گیا۔

تل اعفر کا محاصرہ

ابن المشطوب دوبارہ موصل کے علاقے پر غارت گری کے لئے روانہ ہوا تو لؤلؤ (موصل کے نگران حاکم) نے سنجار کے علاقے میں تل اعفر کے مقام کے قریب اپنی فوج کو گھات میں بٹھا دیا۔ جب وہ وہاں سے گذرا تو اس کی فوج نے اس کے ساتھ جنگ کی تو وہ شکست کھا کر قلعہ تل اعفر پر چڑھ گیا (اور محصور ہو گیا)۔

ابن المشطوب کی وفات

لؤلؤ نے موصل سے آ کر اس کا تقریباً ایک مہینے تک محاصرہ کیا اور بتاریخ ۱۵ ربیع الآخر ۶۱۷ھ میں اس قلعہ کو فتح کر لیا اور ابن المشطوب کو موصل میں قید رکھا۔ پھر اسے اشرف کے پاس بھیج دیا اس نے اسے حران میں مقید رکھا۔ یہاں تک کہ وہاں وہ اسی مہینے یعنی ماہ ربیع الآخر ۶۱۷ھ میں فوت ہو گیا۔

حاکم ماردین سے صلح

جب (مخالف) حکام کا اتحاد ختم ہو گیا تو اشرف حران سے روانہ ہوا تاکہ وہ ماردین کا محاصرہ کرے۔ پھر اس نے حاکم ماردین سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ راس العین کا علاقہ اسے واپس کرے جو اس نے اسے دے دیا تھا۔ اور (تاوان جنگ کے طور پر) وہ تیس ہزار دینار ادا کرے اور حاکم کیقباد آمد کو قلعہ مور وعطا کرے۔

علاقوں کا تبادلہ

پھر اشرف دنیسر سے موصل کے ارادے سے نصیبین کی طرف واپس آ رہا تھا کہ حاکم سنجار نے (تنگ آکر) اپنے قاصد اشرف کے پاس اس مقصد کے لئے بھیجے کہ وہ سنجار کا علاقہ اسے اس شرط پر حوالے کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس کے بدلے اسے رقہ کا علاقہ دے دے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب لؤلؤ (نگران حاکم موصل) نے اس سے قلعہ تل اعفر چھین لیا تھا تو اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ کیونکہ اپنے بھائی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کی بدسلوکی کی وجہ سے وہ اس سے بدگمان ہو گئے تھے (اس لئے وہ سنجار میں رہنا نہیں چاہتا تھا) اس کے قاصد اشرف سے راستے میں ملے۔ جبکہ وہ دنیسر سے نصیبین جا رہا تھا۔ ملک اشرف نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اسے رقہ کا علاقہ دے دیا اور یکم جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں اس نے سنجار پر قبضہ کر لیا اور عمر فروخ شاہ اپنے بھائی اور تمام اہل و عیال اور مال و دولت کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

مصالحت کی تجویزیں

پھر اشرف سنجار سے موصل کی طرف روانہ ہوا اور وہاں بتاریخ ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۶۱۷ھ میں پہنچ گیا۔ وہاں اس کے پاس خلیفہ اور مظفر الدین کے سفیر صلح کرانے کے لئے آئے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ عماد الدین عمادیہ کے علاوہ باقی تمام موصل کے قلعے جو اس نے چھین لئے تھے، لؤلؤ کو واپس کر دے اس معاملے میں گفتگو دراز ہو گئی۔ یہاں تک کہ ملک اشرف نے ارادہ کیا کہ وہ اربل کی طرف فوج کشی کرے۔ پھر کیفا کے حاکم اور اس کے دوسرے گہرے دوستوں نے اس کی سفارش کی اور مصالحت پر زور دیا۔ لہٰذا اس نے اس قسم کی مصالحت کو تسلیم کر لیا اور قلعوں کو حوالے کر دینے کے بارے میں ایک مدت مقرر کی گئی۔

قلعوں کی واپسی

عماد الدین اشرف کے ساتھ گیا تاکہ باقی قلعوں کو حوالے کر دینے کا کام پورا ہو جائے۔ لہٰذا اشرف نے موصل سے بتاریخ ۲ر رمضان کوزح کیا۔ لؤلؤ نے اپنے نائب حکام کو ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا مگر وہاں کی نوجوں نے ان قلعوں کو ان کے حوالے کر دینے سے انکار کیا۔ اتنے میں مقررہ مدت ختم ہو گئی۔

عماد الدین زنگی نے اشرف کے بھائی شہاب الدین غازی کو اپنی سفارش کے لئے آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی سے اس کی سفارش کی اور اس نے اسے رہا کر دیا اور اس کے

قلعہ عقر اور سوس اسے واپس کر دیئے۔ لولوؤ (نگران حاکم موصل) نے بھی قلعہ تل اعفر واپس کر دیا۔ کیونکہ وہ سنجار کی عملداری میں تھا۔

دمیاط کی دوسری جنگ

جب (صلیبی) فرنگیوں نے دمیاط (مصر) کو فتح کر لیا تو اس کی قلعہ بندی شروع کر دی۔ ملک کامل مصر واپس آ گیا اور اس نے مصر میں جابجا فوجی چھاؤنیاں قائم کر دیں۔ اس نے (ان کے بالمقابل) منصورہ تعمیر کرایا اور کئی سالوں تک یہی حالت رہی۔

جب سمندر پار کے فرنگیوں اس فتح کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ دمیاط پر قابض ہو گئے ہیں تو ان کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں اور ان (صلیبی فرنگیوں) کو ہر وقت ان کی طرف سے لگاتار امداد پہنچتی رہی، مگر کامل اپنے مقام پر برقرار رہا۔

مصر کے لئے امداد

پھر وہاں تاتاریوں کے حملوں کی خبریں بھی لگاتار پہنچنے لگیں اور یہ معلوم ہوا کہ وہ آذربیجان اور اران تک پہنچ گئے ہیں۔ (یہ خبر سن کر) مصر و شام کے مسلمان چاروں طرف سے خوفزدہ ہو گئے۔ لہذا کامل نے اپنے حاکم معظم سے فوجی امداد طلب کی جو حاکم دمشق تھا۔ اس نے دوسرے بھائی اشرف حاکم الجزیرہ و ارمینیہ سے بھی امداد مانگی۔ چنانچہ معظم اشرف کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ اسے بھی جلد (مصر) پہنچنے کے لئے آمادہ کرے، مگر اس نے اسے مذکورہ بالا فتنہ و فساد میں مشغول پایا، لہذا وہ وہاں سے لوٹ گیا تاکہ وہ اس فتنہ و فساد کے رفع ہونے کے بعد پھر اسی کے پاس واپس آئے۔

فرنگیوں کی پیش قدمی

اب (صلیبی) فرنگی اپنی فوجیں لے کر دمیاط سے مصر کی طرف بڑھ گئے، لہذا کامل (حاکم مصر) نے دوبارہ ان دونوں بھائیوں کو ۶۱۸ھ میں فوجی کمک بھیجنے کے لئے لکھا تو معظم اشرف کی طرف گیا اور اسے (لشکر کشی کے لئے) آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ (فوجیں لے کر) اس کے ساتھ دمشق آیا اور وہاں سے مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حلب کی فوجیں بھی تھیں اور حماۃ کا حاکم الناصر اور حمص کا حاکم شیرکوہ اور بعلبک کا حاکم امجد تھا۔

مصری فوجوں سے مقابلہ

(جب یہ سب فوجیں وہاں پہنچیں تو) انھوں نے کامل کو (اپنی فوجوں کے ساتھ) بحر اشموں پہ پایا۔ اس وقت فرنگی

فوجیں دمیاط سے روانہ ہو چکی تھیں اور اس کے سامنے دریائے نیل کے کنارے اپنا جنگی محاذ بنائے ہوئے تھیں وہ اس کے محاذ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) پھینک رہی تھیں۔ جب مسلمانوں کو مصری علاقوں کے بارے میں فرنگیوں سے خطرہ لاحق ہوا تو کامل وہاں روانہ ہو گیا اور اشرف وہاں محاذ جنگ پر باقی رہ گیا۔

فرنگی کشتیوں کی تباہی معظم (حاکم دمشق) اشرف کے بعد آیا۔ اس نے دمیاط کا قصد کیا اور فرنگیوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا مسلمانوں کی بحری کشتیاں فرنگیوں کی کشتیوں کے تین حصوں کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اُنھوں نے جو کچھ ان میں تھا لوٹ لیا۔

صلح کی پیش کش پھر فریقین کے درمیان میں سفیروں کا تبادلہ ہوا اور فرنگیوں کو یہ پیشکش کی گئی کہ وہ دمیاط مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ اس کے بدلے میں انھیں بیت المقدس، عسقلان، طبریہ، صیدا، جبلہ اور لاذقیہ اور وہ تمام علاقے دے دیئے جائیں گے جنھیں سلطان صلاح الدین نے فتح کیا تھا۔ البتہ قلعہ الکرک مسلمانوں کے پاس رہے گا (اس فیاضانہ پیش کش کے باوجود) فرنگی حد سے آگے بڑھ گئے، وہ الکرک اور شوبک بھی واپس لینا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے تین لاکھ دینار کا مطالبہ بھی پیش کیا، تاکہ بیت المقدس کی ان فصیلوں کی تعمیر بھی کی جائے جنھیں المعظم اور کامل نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

دوبارہ جنگ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان دوبارہ جنگ کرنے پر مجبور ہوئے۔ اب فرنگیوں کی خوراک کی رسد ختم ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ دمیاط سے خوراک کی رسد لے کر نہیں چلے تھے۔ کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ وہ بہت جلد دیہاتی علاقوں پر غالب آ جائیں گے۔ اس طرح ان کا تمام غلہ ان کے قبضے میں آ جائے گا مگر نتیجہ ان کی توقع کے برخلاف نکلا۔

سیلاب سے تباہی پھر مسلمانوں نے دریائے نیل کے پانی کا رخ اس کنارے کی طرف (بند توڑ کر) موڑ دیا جس طرف فرنگیوں کا محاذ تھا لہٰذا وہ سیلاب میں گھر گئے اور ان (کے گذرنے) کے لئے صرف ایک نہایت تنگ راستہ باقی رہ گیا تھا۔ کامل نے بحر اشمون پر پل باندھ دیئے، چنانچہ اس کی فوجوں نے وہاں سے گذر کر اس تنگ گذرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ اس لئے فرنگیوں کے لئے دمیاط پہنچنے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہا تھا۔

فرنگیوں کی نازک حالت اس اثناء میں فرنگیوں کا ایک جہاز وہاں پہنچا جس میں خوراک کا

سامان، ہتھیار اور آتش گیر آلات بھرے ہوئے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کی کشتیوں نے وہاں پہنچ کر ان کا سارا سامان لوٹ لیا۔ اس کے بعد فرنگیوں کی اپنے جنگی محاذ میں حالت نازک ہوتی گئی کیونکہ ایسے حالات میں مسلمانوں کی فوجوں نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ وہ ان سے جنگ کر رہے تھے اور ہر سمت سے ان پر حملے کر رہے تھے۔ لہٰذا انھوں نے اپنے خیمے اور مجانیق جلا دیں۔ پھر انھوں نے اپنی جان پر کھیل کر لوٹنے کا ارادہ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ ان کا راستہ بند ہے۔

فتح دمیاط

اب انھوں نے کامل اور اشرف کو بلا معاوضہ دمیاط حوالے کرنے کا ارادہ کیا۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ حاکم دمشق دمیاط کے سمت سے وہاں پہنچ گیا (یہ حالت دیکھ کر) ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انھوں نے ۶۱۸ھ کے درمیانی زمانے میں دمیاط کے شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اپنے بیس حکام اور بادشاہ یرغمال کے طور بھیجے انھوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو دمیاط بھیجا تاکہ وہ اس شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ بڑا یادگار دن تھا۔

فتح دمیاط کی اہمیت

جب فرنگیوں نے دمیاط مسلمانوں کے حوالے کر دیا تو اس کے بعد سمندر پار سے انھیں فوجی امداد پہنچی، مگر اب یہ امداد ان کے لئے بیکار تھی۔ کیونکہ شہر دمیاط میں مسلمان داخل ہو چکے تھے اور چونکہ فرنگیوں نے اس کی مستحکم قلعہ بندی کی تھی لہٰذا یہ مسلمانوں کے لئے سب سے مستحکم اور مضبوط قلعہ ثابت ہوا۔

فرزندان عادل کی خانہ جنگیاں

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اوحد نجم الدین بن عادل میافارقین کا حاکم تھا اور ۶۰۳ھ میں وہ خلاط اور ارمینیہ کا حاکم بھی بن گیا تھا۔ جب وہ ۶۰۷ھ میں فوت ہو گیا تو ملک عادل نے اس کے علاقے اس کے بھائی اشرف کو دے دئے تھے۔

ظاہر غازی کی حکومت

پھر ملک عادل نے اپنے فرزند ظاہر غازی کو ۶۱۶ھ میں سروج و رُہا اور ان سے متعلقہ علاقے دئے۔ جب عادل فوت ہو گیا اور اس کا فرزند اشرف مشرقی علاقوں کا خود مختار حاکم بنا تو اس نے اپنے بھائی ظاہر غازی کو ان علاقوں کے علاوہ جو اس کے والد نے اسے دئے تھے، خلاط اور میافارقین کا علاقہ بھی دیا یعنی سروج اور رُہا کا علاقہ بھی اس کے دائرہ اقتدار میں شامل ہو گیا۔ اس نے اسے

اپنا ولی عہد بھی بنایا کیونکہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔

اشرف اپنے اس معاہدہ پر قائم رہا، مگر فرزندان عادل کے درمیان فتنہ وفساد برپا ہوا تو ظاہر غازی نے اشرف کے خلاف بغاوت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشرف نے اس کے اکثر علاقے اس سے چھین لئے، جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

باہمی اختلافات

جب ملک عادل فوت ہو گیا تھا تو اس کے فرزند کامل، اشرف اور معظم ان علاقوں کے حاکم تھے، جن پر ان کے والد نے انہیں مقرر کیا تھا۔ تاہم اشرف اور معظم (اہم معاملات میں) کامل کی طرف رجوع کرتے تھے اور اس کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ اس کے بعد معظم عیسیٰ نے حاکم حماۃ ناصر بن منصور کو مغلوب کر لیا تھا۔ وہ ۶۱۹ھ میں حماۃ کی طرف فوج لے کر گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جب اسے اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو وہ اس کے دوسرے علاقوں یعنی سلمیہ اور معرہ کی طرف روانہ ہوا اور ان پر قبضہ کر لیا۔

معظم کی عداوت

(اس کی یہ دست درازی کامل کو ناگوار معلوم ہوئی) اس نے معظم کو سرزنش کی اور شہر خالی کرنے کا حکم دیا۔ معظم نے اس وقت حکم کی تعمیل کی (اور شہر خالی کر دیا) مگر اس کے دل میں اس بات کا کینہ رہا۔ کامل نے سلمیہ کا شہر حاکم حماۃ کے بھائی مظفر بن منصور کو دے دیا۔

بھائیوں کے خلاف سازش

معظم اپنے اصلی روپ میں اس وقت سامنے آیا جب اس نے اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف سازش کی اور مشرق کے بادشاہوں کو خطوط لکھے کہ وہ ان دونوں کے خلاف اس کی مدد کریں۔ اس زمانے میں جلال الدین منکبری بن علاء الدین خوارزم شاہ ہندوستان سے واپس آ گیا تھا۔ تاتاریوں نے خوارزم، خراسان، غزنہ اور عراق عجم پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ ہندوستان چلا گیا تھا۔

جب جلال الدین ۶۲۱ھ میں ہندوستان سے واپس آیا تو وہ فارس، غزنی، عراق عجم اور آذربیجان پر قابض ہو گیا اور توریز میں مقیم ہو گیا تھا۔ یوں وہ ایوبی خاندان کی سلطنت کا پڑوسی بن گیا تھا۔ معظم نے خط و کتابت کر کے اس سے مصالحت کر لی تھی اور اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف اس سے فوجی امداد طلب کی۔ جلال الدین نے اس کا مطالبہ منظور کر لیا تھا۔

ظاہر غازی کی بغاوت

معظم نے (دوسری حرکت یہ کی کہ) اس نے ظاہر غازی کو جو

اشرف کا بھائی تھا اور خلاط میں اس کی طرف سے حاکم تھا، مخالفت پر آمادہ کیا۔ اس نے اربل کے حاکم مظفر کوکبری کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ ظاہر غازی نے خلاط اور ارمینیہ میں اشرف کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اس لئے اشرف ۶۲۱ھ میں اس کے خلاف فوج لے کر روانہ ہوا اور خلاط میں اسے شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں کا حاکم حسام الدین ابوعلی کو مقرر کیا جو موصل کا رہنے والا تھا اور اشرف کی ملازمت میں رہ کر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اشرف نے اسے خلاط کا حاکم مقرر کیا۔ (بعد میں) اشرف نے اپنے بھائی ظاہر غازی کو معاف کر دیا اور اسے میافارقین کی حکومت پر برقرار رکھا۔

محاصرہ حمص

پھر ملک معظم بذاتِ خود دمشق سے فوج لے کر حمص پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس کا حاکم شیرکوہ بن محمد کامل کا فرمانبردار تھا۔ معظم نے حمص کا محاصرہ کیا مگر (اسے فتح کرنے میں) کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس لئے وہ دمشق واپس چلا گیا۔

صلح کی کوشش

پھر اشرف خود معظم کے پاس گیا تاکہ اس سے صلح کر لے۔ اس نے اسے اپنے پاس روکے رکھا تاکہ وہ کامل کی اطاعت سے منحرف ہو جائے پھر وہ اپنے شہر چلا گیا اور یہی حالت برقرار رہی۔

جلال الدین سے جنگ

جلال الدین ابن خوارزم شاہ حاکم آذربیجان نے ۶۲۴ھ میں خلاط پر فوج کشی کی اور بار بار اس کا محاصرہ کیا۔ جب وہ وہاں سے چلا گیا تو خلاط کے نائب حاکم حسام الدین نے جلال الدین کے شہروں پر حملہ کر کے اس کے کئی قلعے فتح کر لئے۔

مصالحت کی تکمیل

الغرض حالت نازک ہوتی گئی۔ کامل معظم کی مخالفانہ کارروائیوں سے بہت خوفزدہ تھا کیونکہ اس نے جلال الدین اور خوارزمی فوجوں سے ساز باز کر رکھی تھی۔ لہٰذا وہ فرنگیوں سے فوجی امداد کا طالب ہوا۔ اس نے فرنگیوں کے شہنشاہ کو بھی سمندر پار خط لکھا کہ وہ اس کی امداد کے لئے عکا آئے (اس کے بدلے میں) وہ بیت المقدس کا علاقہ اسے دے دے گا۔

معظم کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی اس کے انجام سے خوفزدہ ہوا۔ لہٰذا وہ فتنہ و فساد سے باز آیا اور اسے مصالحت کا خط لکھا۔

ناصر بن معظم کا عہدِ حکومت

دمشق کا حاکم معظم بن عادل ۶۲۴ھ میں فوت ہو گیا۔

اور اس کے بجائے اس کا فرزند داؤد حاکم دمشق ہوا اس نے اپنا لقب ناصر رکھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام اس کے والد کے خادم عزالدین اتابک کے سپرد رہا۔ ناصر ابتداءً معظم کے طریقہ پہ چلتا رہا اور اس نے کامل کی اطاعت قبول کی اور خطبہ بھی اسی کے نام کا برقرار رکھا۔ مگر ۶۲۵ھ میں جب کامل نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ قلعہ شوبک اس کے حوالے کر دے تو اس نے انکار کیا اور باغی ہو گیا لہٰذا کامل فوج لے کر (اس کی سرکوبی کے لئے) روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ پہنچا تو اس نے بیت المقدس اور نابلس اس کے قبضہ سے چھین لیا اور اپنی طرف سے اس کا حاکم مقرر کیا۔

دمشق کا محاصرہ

ناصر نے اپنے چچا اشرف سے امداد طلب کی تو وہ اس کے پاس دمشق آیا اور وہاں سے نابلس گیا پھر وہاں سے کامل کے پاس پہنچا تاکہ ناصر کی اس کے ساتھ صلح کرائے۔ کامل نے اسے ہدایت کی کہ وہ دمشق ناصر سے چھین کر خود قبضہ کرے۔ کامل نے اسے دمشق کی حکومت عطا کر دی تھی مگر ناصر نے یہ تجویز نہیں مانی اور دمشق واپس آ گیا۔ لہٰذا اشرف نے اس کا محاصرہ کر لیا۔

بیت المقدس پر فرنگیوں کا تسلّط

اب کامل نے فرنگیوں کے بادشاہ سے صلح کر لی تاکہ وہ دمشق کی مہم کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس نے بیت المقدس کی فصیل کو تباہ کر کے اسے اس حالت میں فرنگیوں کے سپرد کر دیا اور انہوں نے اسی حالت میں اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر کامل نے ۶۲۶ھ میں دمشق کی طرف فوج کشی کی اور اشرف کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کیا۔ ناصر جب محاصرہ سے خوفزدہ ہوا تو اس نے ان دونوں کے حق میں دمشق سے دستبردار ہونے کا اظہار کیا۔ بشرطیکہ اسے الکرک، قلعہ شوبک، بلقاء، غور اور نابلس کے علاقوں کا خود مختار حاکم تسلیم کیا جائے۔

اشرف کا دمشق پر قبضہ

کامل اور اشرف نے یہ علاقے اس کے سپرد کر دئے اور ناصر وہاں چلا گیا اور دمشق پہ اشرف کی حکومت قائم ہو گئی اور کامل اس کے علاقہ حران اور رُہا سے دست بردار ہو گیا۔

مسعود بن کامل کی وفات

اسی زمانے میں کامل کو اپنے فرزند مسعود حاکم یمن کی وفات کی خبر ملی اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

فتح حماۃ

کامل نے فتح دمشق کے بعد مظفر محمود بن منصور کے لئے امداد اس کے بھائی ناصر کے خلاف فراہم کی کیونکہ حماۃ کے کچھ باشندوں نے مظفر محمود کو شہر حماۃ پہ قبضہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ لہٰذا

کامل نے اس کے لئے فوجیں تیار کیں چنانچہ مظفر محمود ان فوجوں کو لے کر وہاں گیا اور شہر حماۃ کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے شہر کے مخبروں کو خفیہ پیغام بھجوایا۔ چنانچہ انھوں نے وعدہ کیا کہ (اگر) وہ رات کے وقت فصیل کے قریب پہنچ جائے (تو وہ اس کی مدد کریں گے) چنانچہ وہ رات کے وقت وہاں پہنچا (اور ان کی مدد سے) وہ فصیل پر چڑھ گیا اور (فوج کی مدد سے) شہر پر قبضہ کر لیا۔

علاقوں کا تبادلہ

کامل نے اسے لکھا کہ وہ ناصر (سابق حاکم) کو بارین کا قلعہ دیدے چنانچہ اس نے بارین کا قلعہ اسے دیدیا۔ کامل نے اس سے سلمیہ کا علاقہ لے کر اسے حاکم حمص شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد مظفر محمود حماۃ کا مستقل حاکم بن گیا۔ اس نے اپنی سلطنت کا انتظام حسام الدین علی بن ابو علی الہدبانی کے سپرد کر دیا اور یہ فرائض انجام دیتا رہا۔ پھر اس سے اختلاف پیدا ہوا تو وہ نجم الدین ایوب کے پاس چلا گیا۔

ناصر کا انجام

قلعہ بارین مظفر کے بھائی ناصر کے ماتحت ۶۳۰ھ تک رہا۔ اس زمانے میں ناصر نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اسے فرنگیوں کے حوالے کر دے۔ لہٰذا مظفر نے اس کی شکایت کامل سے کی تو اس نے حکم دیا کہ یہ علاقہ اس سے چھین لیا جائے۔ پھر کامل نے اسے نظر بند کر دیا یہاں تک کہ وہ ۶۳۵ھ میں فوت ہو گیا۔

بعلبک کی حکومت

سلطان صلاح الدین نے امجد بہرام شاہ کو جو عمر تقی الدین کا بھائی تھا، قلعہ بعلبک کا حاکم مقرر کیا تھا۔ بصری کا علاقہ خضر کے ماتحت تھا۔ عادل کی وفات کے بعد یہ اشرف کے ماتحت ہو گیا اور اس کا حاکم اس کا بھائی اسماعیل بن عادل مقرر ہوا۔ لہٰذا اشرف نے ۶۲۶ھ میں اسے لشکر دے کر بعلبک بھیجا اس نے وہاں پہنچ کر امجد کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار بعلبک کو فتح کر لیا اور امجد کو دوسرا علاقہ دیدیا گیا۔ اس کے بعد اسماعیل بن عادل دمشق منتقل ہوا اور وہاں رہنے لگا۔ آخر کار اس کے موالی (آزاد کردہ غلاموں) نے اسے قتل کر دیا۔

جلال الدین خوارزم شاہ کی جنگیں

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جلال الدین خوارزم شاہ نے آذربیجان کو فتح کر لیا تھا، اور ایوبی سلطنت کا پڑوسی بن گیا تھا۔ جب ملک اشرف نے خلاط کا علاقہ اپنے بھائی غازی سے ۶۲۲ھ میں چھینا تھا تو اس کا حاکم حسام الدین ابو علی الموصلی کو مقرر کیا تھا۔ اس عرصے میں ملک معظم (حاکم دمشق) نے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ سے صلح کر لی تھی اور اسے دعوت دی تھی کہ وہ

اس کے دونوں کے ساتھ جنگ کرے۔

چنانچہ جلال الدین نے خلاط کی طرف فوج کشی کی اور اس کا دو مرتبہ محاصرہ کیا اور پھر وہ لوٹ آیا۔ (اس کے جواب میں) حسام الدین (حاکم خلاط) نے بھی اس کے علاقے پر حملہ کیا اور اس کے بعض قلعے فتح کر لئے تھے۔

عورت سے سازباز

فتح کا اصل سبب یہ ہے کہ حسام الدین نے جلال الدین کی بیوی سے سازباز کر لی تھی۔ وہ پہلے ازبک بن پہلوان کی بیوی تھی۔ جلال الدین نے بھی اسے چھوڑ رکھا تھا اور اس سے قطع تعلق کر لیا تھا کیونکہ اس کے اپنے سابق شوہر کے ساتھ یہ طریقہ رہا تھا کہ وہ امور سلطنت میں بھی اس کی دخیل رہتی تھی اور اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی تھی۔ اس وقت وہ خوی میں مقیم تھی، اس نے نائب حاکم حسام الدین کو اپنی اور اہل خوی کی طرف سے یہ خفیہ پیغام بھجوایا تھا کہ وہ وہاں آ کر ان علاقوں پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ حسام الدین نے وہاں پہنچ کر خوی اور اس کے قلعوں اور شہر فرند کو فتح کر لیا۔ اہل نقجوان نے بھی اس سے خط وکتابت کر کے اپنا شہر اس کے حوالے کر دیا چنانچہ جب حسام الدین خلاط واپس آیا تو اپنے ہمراہ زوجۂ جلال الدین کو بھی لے آیا جو سلطان طغرل کی بیٹی تھی۔ اس بات سے جلال الدین کو بہت رنج ہوا۔

حسام الدین کا قتل

ملک اشرف کو بھی حسام الدین نائب حاکم (کی وفاداری) کے بارے میں شک وشبہ ہوا تو اس نے اپنے سب سے بڑے حاکم عزالدین ایبک کو بھیجا۔ وہ حسام الدین کا سخت دشمن تھا۔ اس لئے اس نے اسے گرفتار کر لیا اور پوشیدہ طور پر اچانک اسے قتل کر دیا۔ اس کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بھاگ کر جلال الدین کے پاس چلا گیا۔

خلاط پر حملہ اور فتح

اس کے بعد ماہ شوال ۶۲۶ھ میں جلال الدین نے خلاط پر فوج کشی کی اور خلاط کا محاصرہ کر کے اس پر مجانیق نصب کر دیں اور آٹھ مہینے تک وہاں سے خوراک کی رسد بند رکھی پھر گھمسان کی جنگ کر کے آخر ماہ جمادی الاول ۶۲۷ھ میں خلاط کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ عزالدین ایبک اور محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہو گئیں اور جان کی بازی لگا کر جنگ کرتے رہے۔ جلال الدین نے خلاط کے شہر کو اس قدر تباہ و برباد کیا کہ اس قدر تباہی کے واقعات اس سے پہلے نہیں سنے گئے تھے۔ اس کے بعد اس نے قلعہ بھی فتح کر لیا۔ خلاط کا نائب حاکم عزالدین ایبک گرفتار ہو گیا۔ جلال الدین نے اسے سابق نائب حاکم حسام الدین کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) کے سپرد کیا۔ اس نے اسے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

متحدہ فوج کی روانگی

جب جلال الدین خوارزم شاہ خلاط پر قابض ہو گیا تو اشرف دمشق سے اپنے بھائی کامل کے پاس مصر پہنچا اور اس سے امداد کا طالب ہوا۔ چنانچہ کامل (فوج لے کر) اس کے ساتھ روانہ ہوا اور مصر پر اپنے فرزند عادل کو حاکم مقرر کیا۔ راستے ہی میں حاکم الکرک ناصر بن معظم، حاکم حماۃ مظفر بن منصور اور باقی ماندہ تمام خاندان ایوب کے حاکم اس (کے لشکر میں) شامل ہو گئے۔ چنانچہ جب وہ سلمیہ پہنچا تو تمام حکام اس کے مطیع و فرمانبردار تھے۔

فتح آمد

پھر کامل آمد پہنچا تو اس نے آمد کا علاقہ خاندان ارتق کے مسعود بن محمد کے قبضے سے چھین لیا۔ یہ علاقہ اسے سلطان صلاح الدین نے دیا تھا جبکہ اس نے ابن نعسان کو شکست دی تھی۔ کامل نے جب آمد فتح کیا تو اس نے مسعود بن محمد کو نظر بند کر دیا چنانچہ اس نے کامل کی وفات کے بعد ہی قید سے رہائی پائی اور وہاں سے بھاگ کر (تاتاریوں) کے پاس پہنچ گیا۔

صالح نجم الدین ایوب کا تقرر

اس کے بعد کامل ان مشرقی شہروں پر قابض ہو گیا جن کی حکومت سے اشرف دمشق کے بدلے میں دستبردار ہو گیا تھا۔ یہ حران، رہا اور ان سے متعلقہ علاقے تھے۔ چنانچہ قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنے ایک فرزند صالح نجم الدین ایوب کو ان کا حاکم مقرر کیا۔

علاء الدین کے لئے کمک

جب جلال الدین نے خلاط فتح کیا تھا تو اس کے ساتھ ارزن الروم کا حاکم بھی شریک تھا۔ اس کی شرکت سے بلاد الروم کے حاکم علاء الدین کیقباد کو بہت افسوس ہوا۔ کیونکہ اس کے اور ارزن الروم کے حاکم کے درمیان رشتہ داری کے باوجود سخت عداوت تھی۔ اسے ان دونوں (کے اتحاد) سے اپنے ملک (پر حملہ) کا اندیشہ ہوا۔ اس لئے اس نے کامل اور اشرف کے پاس جبکہ وہ حران میں تھے فوجی امداد کا پیغام بھیجا، اس نے اشرف کو آمادہ کیا کہ وہ (فوراً) وہاں پہنچ جائے۔ چنانچہ اس نے الجزیرہ اور شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور علاء الدین کے پاس پہنچا اس کی ملاقات سیواس کے مقام پر ہوئی۔ پھر وہاں سے وہ خلاط کی طرف روانہ ہوا۔

جلال الدین کو شکست

جلال الدین بھی ان دونوں کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ارزنکان کے علاقے میں فریقین کی جنگ ہوئی۔ سب سے پہلے حلب کا لشکر جنگ کے لئے آگے بڑھا ان کا سپہ سالار عز الدین عمر بن علی ہکاری تھا جو (اس زمانے کا) سب سے بڑا دلیر جرنیل تھا۔ لہٰذا اس کی فوج کے سامنے جلال الدین کی فوج نہیں ٹھہر سکی اور وہ شکست کھا کر خلاط چلا گیا اور وہاں سے اس نے اپنی محافظ فوج کو نکال کر آذربیجان کی طرف راہ فرار اختیار کی چنانچہ جب اشرف خلاط پہنچا تو وہ تباہ شدہ شہر تھا۔ ارزن الروم کا حاکم بھی جلال الدین کے ساتھ

شریک تھا، اس نے اسے گرفتار کر کے اس کے چچازاد بھائی علاء الدین حاکم بلاد الروم (ایشیائے کوچک) کے پاس لایا گیا، وہ اس کے ساتھ ارزن الروم گیا اور اس نے یہ شہر اور اس سے متعلقہ قلعے اس کے حوالے کر دیے۔

فریقین میں مصالحت بعد ازاں ان متحدہ فوجوں اور جلال الدین کے درمیان سفیروں کا تبادلہ ہوا اور فریقین میں اس بات پر مصالحت ہوئی کہ جس کے قبضے میں جو علاقہ ہے وہ برقرار رہے گا۔ انھوں نے اس معاہدہ پر حلف اٹھایا۔ پھر اشرف سنجار کی طرف لوٹ گیا اور اس کا بھائی غازی جو میافارقین کا حاکم تھا (فوج لے کر) روانہ ہوا، اور اس نے دیار بکر کے شہر ارزن کا محاصرہ کر لیا۔ وہ ان جنگوں میں اشرف کے ساتھ شریک تھا۔ اسے جلال نے گرفتار کر لیا اور پھر اسے اس شرط پر رہا کیا کہ وہ اس کا مطیع و فرمانبردار رہے گا۔ چنانچہ شہاب الدین غازی وہاں گیا اور مصالحت کے بعد ارزن پر قبضہ کر لیا اور اس کے بدلے میں دیار بکر کا ایک اور شہر جس کا نام جانی تھا اسکو دیدیا۔

اس کا نام حسام الدین تھا۔ اس کا تعلق ایک نہایت شریف اور اعلیٰ خاندان سے تھا جو بنو الاحدب کے نام سے مشہور تھے۔ انھیں یہ علاقہ سلطان ملک شاہ نے دیا تھا۔

فتح شیزر سابق الدین عثمان بن الدایہ سلطان نور الدین محمود زنگی کے امراء میں سے تھا۔ اس کے فرزند صالح اسماعیل نے اسے نظر بند کر دیا تھا۔ سلطان صلاح الدین کو یہ بات ناگوار گذری، اس لئے اس نے اپنے فرزندوں کے ساتھ دمشق کی طرف فوج کشی کی اور دمشق کو فتح کر کے سابق الدین کو شیزر کی حکومت عطا کی۔ چنانچہ یہ حکومت اس کے اور اس کے فرزندوں میں برقرار رہی۔ جب شہاب الدین یوسف بن مسعود بن سابق الدین کا عہد حکومت آیا تو کامل کے حکم کے مطابق حاکم حلب محمد بن العزیز نے ۶۳۰ھ میں شیزر پر فوج کشی کی اور اسے فتح کر لیا۔

محمد بن العزیز کی وفات محمد بن العزیز ۶۳۴ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند ناصر یوسف حلب کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کی نگران اس کی دادی صفیہ خاتون بنت عادل مقرر ہوئی۔ اس کی سلطنت میں شمس الدین لولو ارمنی اور عز الدین مجلی و اقبال خاتونی برسر اقتدار تھے مگر سب کے سب اس خاتون کے ماتحت تھے۔

کیقباد کی فتوحات اس زمانے میں علاء الدین کیقباد بن کیکاؤس شاہ بلاد الروم کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے قریب کے علاقوں پر دست درازی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ اس نے خلاط پر بھی قبضہ کر لیا حالانکہ اس سے

پہلے اسی مقام کی مدافعت کے لیے اس نے اشرف کے ساتھ مل کر جلال الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کیا تھا، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا اشرف نے مقابلہ کا ارادہ کیا اور اپنے بھائی کامل سے فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ کامل ۶۳۱ھ میں مصر سے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے خاندان کے تمام حکام بھی شریک تھے۔ جب وہ روم کی سرحد پر شہر ارزق کے قریب گیا، تو اس نے اپنے خاندان کے ایک فرد اور حاکم حماۃ، مظفر کی قیادت میں ہراول دستوں کو بھیجا، اور ان کا کیقباد کی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ کیقباد نے انھیں شکست دی اور انھیں خرت برت پر محصور کر دیا۔ پھر مظفر حاکم حماۃ نے کیقباد کے سامنے ہتھیار ڈال دئے اور پناہ طلب کی کیقباد نے انھیں پناہ دے کر خرت برت کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جو پہلے خاندان بنو ارتق کے قبضے میں تھا۔

جب کامل اپنا لشکر لے کر ۶۳۲ھ میں مصر کی طرف لوٹا تو کیقباد نے اس کا تعاقب کیا پھر وہ حران اور رہا کی طرف روانہ ہوا اور اس نے یہ علاقے کامل کے نائب حکام سے چھین لیے اور وہاں اپنی طرف سے حکام مقرر کئے۔ کامل مصر ۶۳۳ھ میں پہنچا۔

ملک کامل کے خلاف محاذ

۶۳۴ھ میں اشرف (کسی وجہ سے) اپنے بھائی کامل سے ناراض ہو گیا اور اس کی اطاعت چھوڑ دی۔ اسے اس نافرمانی پر اہل حلب اور حاکم بلاد الروم کیخسرو نے آمادہ کیا تھا۔ نیز ان دونوں کے تمام رشتہ دار حکام شام نے اس کی حمایت کی البتہ ناصر بن معظم حاکم الکرک کامل کا مطیع و فرمانبردار رہا بلکہ وہ مصر بھی اس کے پاس گیا اور کامل نے اس کا نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ استقبال کیا۔

اشرف کی وفات

اشرف ان اختلافات کے دوران ۶۳۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے بھائی صالح اسماعیل حاکم بصریٰ کو حکومت دمشق کا ولی عہد مقرر کیا تھا لہٰذا وہ وہاں پہنچا اور دمشق کا بادشاہ بن گیا۔ شام کے دیگر حکام نے اس کے ساتھ بھی کامل کے خلاف محاذ قائم رکھا جیسا کہ اشرف کے زمانے میں انھوں نے یہ محاذ قائم کیا تھا۔ البتہ حاکم حماۃ اس حلقہ سے نکل گیا تھا اور وہ کامل کا طرفدار بن گیا تھا۔

کامل کا دمشق پر قبضہ

اب کامل (فوج لے کر) دمشق کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے دمشق کا سخت محاصرہ کیا یہاں تک کہ مصالحت کے بعد صالح اسماعیل نے دمشق کامل کے حوالے کر دیا۔ کامل نے اس کے بجائے اسے بعلبک کا علاقہ دیدیا۔ اور خود اشرف کی باقی تمام سلطنت پر مسلط ہو گیا۔ اس کے بعد خاندان ایوب کے تمام حکام اس کے

مطیع و فرماں بردار ہو گئے۔

کامل بن عادل کی وفات اشرف کی وفات کے چھ مہینے کے بعد کامل بن عادل حاکم دمشق و مصر و الجزیرہ ۶۳۵ھ میں بمقام دمشق فوت ہو گیا۔ اس کے بعد ہر حاکم اپنے علاقے چلا گیا۔ مظفر حماۃ چلا گیا اور ناصر الکرک آ گیا۔

مصر و شام کی آزاد سلطنت

مصر میں اس کے فرزند عادل ابوبکر کے ہاتھ پر حکومت کی بیعت کی گئی اور اس کی فوج نے دمشق میں اس کے چچا مودود بن عادل کے فرزند جواد یونس کو دمشق میں اس کا نائب حاکم مقرر کیا۔ اس اثناء میں ناصر داؤد فوج لے کر دمشق کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بڑھا، مگر جواد یونس نے اس کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دیدی، اس کے بعد وہ دمشق کا خود مختار بادشاہ بن گیا اور اس نے (مصر کے بادشاہ) عادل بن کامل کی اطاعت ختم کر دی۔

ملک صالح کی حکومت دمشق اس کے بعد صالح ایوب نے اس کے ساتھ یہ خط و کتابت کی کہ وہ اسے دمشق کی حکومت دیدے، اس کے بدلے میں صالح اسے ان مشرقی علاقوں (الجزیرہ وغیرہ) کی حکومت حوالے کر دے گا جو اس کے والد نے اسے دی تھی (چنانچہ اس تبادلہ پر ان دونوں کا سمجھوتہ ہو گیا) اور صالح ۶۳۶ھ میں دمشق کا حاکم بن گیا۔ اس کے بعد یونس نے جا کر اس کے مشرقی شہروں کی حکومت سنبھال لی اور ان مشرقی علاقوں پر وہ حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ حاکم موصل لولو نے اس کے علاقوں پر حملہ کر کے انھیں فتح کر لیا۔ البتہ صالح بدستور دمشق کا حاکم رہا۔

یونس جواد کا قتل جب یونس جواد سے لولو نے اس کے علاقے چھین لئے تو وہ جنگل بیابانوں میں سے گذرتا ہوا غزہ پہنچا تو صالح نے اسے وہاں داخل ہونے سے روکا۔ تو وہ فرنگیوں کے شہر عکا میں داخل ہو گیا (فرنگیوں نے اسے پکڑ لیا اور) حاکم دمشق صالح اسماعیل کے ہاتھ اسے فروخت کر دیا۔ اس نے اسے مقید کر کے قتل کرا دیا۔

جلال الدین خوارزم شاہ کا قتل (اس سے پہلے) تاتاریوں نے آذربیجان پر قبضہ کر لیا تھا انھوں نے جلال الدین خوارزم شاہ کو شکست دے کر اسے ۶۲۸ھ میں قتل کر دیا تھا، اس کے قتل کے بعد اس کی فوج اور اس کے افسر ادھر اُدھر

منتشر ہو گئے اور مختلف مقامات کی طرف چلے گئے۔ ان کی اکثریت بلاد روم منتقل ہو گئی تھی، اور اس کے بادشاہ علاء الدین کیقباد نے اپنے علاقے میں انھیں آباد کر دیا تھا۔

خوارزمی فوج کا حال

جب کیقباد فوت ہو گیا اور اس کا فرزند کیخسرو بادشاہ ہوا تو وہ ان (خوارزمی فوج) سے بدگمان ہو گیا۔ اس نے ان کے سپہ سالاروں کو گرفتار کر لیا اور باقی وہاں سے بھاگ گئے اور مختلف علاقوں میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگے۔

(یہ حالت دیکھ کر) صالح ایوب حاکم سنجار نے اپنے والد کامل حاکم مصر سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ ان (خوارزمی فوج) کو اپنے ہاں ملازم رکھ لے تاکہ ملک ان کے نقصانات (فتنہ و فساد) سے محفوظ رہے (چنانچہ اس نے اجازت دیدی) اور یہ تمام خوارزمی فوج اس کے پاس چلی گئی۔ اس نے ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔

جب کامل ۶۳۵ھ میں فوت ہو گیا تو انھوں نے صلح و امن کی زندگی کو خیرباد کہا اور باہر نکل کر فتنہ و فساد برپا کرنے لگے۔ (یہ حالت دیکھ کر) لؤلؤ (حاکم موصل) نے سنجار کی طرف فوج کشی کی اور صالح کا محاصرہ کر لیا۔ لہٰذا صالح نے خوارزمی فوج کو پیار و محبت سے قابو میں لیا اور انھیں حران اور رہا کا علاقہ دے دیا۔ پھر انھیں اپنی فوج میں شامل کر کے لؤلؤ (حاکم موصل) کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دے کر اس کے خیموں کو لوٹ لیا۔[۱]

صالح ایوب کی روانگی

جب عادل ثانی اپنے والد (کامل) کے بعد مصر کا حاکم ہوا تو وہاں کے ارکان سلطنت نے اسے پسند نہیں کیا۔ جب انھیں یہ خبر ملی کہ صالح ایوب دمشق کا حاکم ہو گیا ہے تو ارکان سلطنت نے اسے مصر کا بادشاہ بنانے کے لئے بلوایا، (تو اس نے یہ بات منظور کر لی) اس نے اپنے چچا صالح اسماعیل کو بعلبک سے بلوایا تاکہ وہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہو مگر اس نے آنے سے معذرت پیش کی۔ اس لئے صالح ایوب خود ہی (فوج لے کر) روانہ ہوا۔ اس نے دمشق پر اپنا جانشین اپنے فرزند مغیث فتح الدین عمر کو بنایا۔

صالح اسماعیل کا دمشق پر قبضہ

جب صالح ایوب دمشق سے روانہ ہوا تو اس کے بعد اس کا چچا صالح اسماعیل اس کی مخالفت میں (فوج لیکر)

---

[۱] یہ واقعات اس زمانے کے ہیں جب صالح ایوب سنجار اور مشرقی شہروں کا حاکم تھا مگر مورخ ابن خلدون نے ان کا تذکرہ اس کے دمشق کا حاکم بننے کے بعد کیا ہے۔ یہ ۶۲۸ھ کے بعد کے واقعات ہیں۔ اس کے بعد صالح ایوب ۶۳۶ھ میں دمشق کا حاکم ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے یہ ترتیب غلط ہو گئی ہے۔ (مترجم)

دمشق پہنچا، اس کے ساتھ حاکم حمص شیرکوہ بھی تھا وہاں پہنچ کر اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور اس کے فرزند مغیث فتح الدین کو گرفتار کر لیا۔ جب صالح ایوب نابلس پہنچا تو اسے اطلاع ملی (یہ خبر سنتے ہی) اس کی فوجیں اسے چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ جب وہ نابلس میں داخل ہوا، تو ناصر داؤد نے الکرک سے آکر اسے گرفتار کر کے مقید کر لیا۔

دوبارہ فتح بیت المقدس

اس کے بھائی عادل (حاکم مصر) نے پیغام بھیجا (کہ اسے اس کے پاس بھیج دیا جائے) مگر داؤد نے اسے اس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ناصر داؤد (فوج لے کر) بیت المقدس پہنچا اور اس نے اسے فرنگیوں کے قبضے سے چھین لیا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا۔

حاکم حمص کی وفات

(شیرکوہ اعظم کا پوتا) مجاہد کبیر شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ حاکم حمص ۶۳۶ھ میں فوت ہو گیا۔ وہ سن ۶ھ میں حمص کا حاکم ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کا فرزند ابراہیم حاکم ہوا اور منصور کے لقب سے مشہور ہوا۔

مصر کے خلاف مہم

جب ناصر داؤد بیت المقدس کی فتح سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اس نے صالح نجم الدین ایوب کو قید سے رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد اس کے موالی اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس عرصے میں مصر میں عادل کے خلاف جب ارکان سلطنت کا اضطراب بڑھتا گیا تو انھوں نے صالح سے پھر خط و کتابت کی اور اسے بادشاہ بنانے کے لئے بلوایا، لہٰذا وہ ناصر داؤد کے ساتھ (فوج لے کر) روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ کے مقام پر پہنچا تو عادل (حاکم مصر) فوج لے کر بلبیس کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنے چچا صالح اسماعیل کو دمشق پیغام بھجوایا کہ وہ اس کے بھائی عادل کے خلاف اس کی مدد کرے۔ چنانچہ وہ دمشق سے (فوج لے کر) غور کے مقام پر پہنچا۔

عادل ثانی کی گرفتاری

اسی زمانے میں عادل کے موالی نے اس کے خیمے میں اس پر حملہ کر دیا۔ اس گروہ کی قیادت ایبک الاسمر کر رہا تھا۔ انھوں نے عادل کو گرفتار کر لیا اور ملک صالح ایوب کو (جلد) آنے کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ وہ ناصر داؤد حاکم الکرک کے ساتھ وہاں پہنچا اور ۶۳۷ھ میں قلعہ مصر میں داخل ہو کر سلطنت کا انتظام سنبھال لیا۔ اس کے بعد ناصر داؤد کو اس کے بارے میں شک و شبہ ہوا تو وہ (اپنے علاقہ) الکرک چلا گیا۔

ملک صالح ایوب کا عہد حکومت

پھر صالح ایوب ان امراء سے بھی ناراض ہو گیا جنھوں نے اس کے بھائی پر حملہ کیا تھا۔ لہٰذا اس نے انھیں مقید کر دیا، ان میں ایبک اسمر بھی شامل تھا۔ یہ واقعہ ۶۳۶ھ میں رونما ہوا اس کے بعد اپنے بھائی عادل (سابق حاکم مصر) کو بھی جیل میں رکھا۔ یہاں تک کہ وہ جیل ہی میں ۶۴۵ھ میں فوت ہو گیا۔

صالح ایوب نے دریائے نیل کے قریب مقیاس کے سامنے ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اسی کو اس نے اپنا مسکن بنایا۔ وہاں اس نے اپنے موالی کی ایک محافظ فوج بھی رکھی جو اپنے آخری زمانے میں بحریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

خوارزمیوں کا فتنہ و فساد

اسی زمانے میں خوارزم کی فوجوں کا مشرقی شہروں میں فتنہ و فساد بڑھ گیا۔ انھوں نے دریائے فرات کو عبور کر کے حلب کا قصد کیا تو حلب کی فوجیں معظم توران شاہ بن صلاح الدین کی قیادت میں مقابلے کے لیے نکلیں تو خوارزمی فوجوں نے حلب کی فوجوں کو شکست دی اور معظم توران شاہ کو انھوں نے گرفتار کر لیا اور حاکم سمیساط صالح بن افضل کو قتل کر دیا کیونکہ وہ بھی حلب کی فوجوں میں شامل تھا۔ انھوں نے بزور شمشیر منبج کو فتح کر لیا مگر پھر وہ واپس چلے گئے۔

خوارزمی فوجوں کو شکست

پھر انھوں نے دوبارہ حران سے کوچ کیا اور رقہ کی سمت سے انھوں نے دریائے فرات کو عبور کیا اور شہروں میں تباہی مچادی۔ لہٰذا اہل حلب نے پھر فوجیں اکٹھی کیں اور دمشق سے صالح اسماعیل نے بھی حاکم حمص منصور ابراہیم کی قیادت میں لشکر بھیجا اور ان سب نے مل کر خوارزمی فوجوں کا مقابلہ کیا تو وہ حران کی طرف لوٹ گئیں۔ پھر ان کی دوبارہ ان فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو شکست کھائی اور حلب کی فوجیں حران، رہا، سروج، رقہ، راس عین اور ان کے متعلقہ علاقوں پر قابض ہو گئیں۔ جب معظم توران شاہ رہا ہو گیا تھا تو حاکم موصل لؤلؤ نے اسے حلب کے لشکر کی طرف بھیجا۔ پھر حلب کا لشکر آمد کی طرف روانہ ہوا۔ انھوں نے معظم توران شاہ کا محاصرہ کیا اور اس پر غالب آ کر آمد کو فتح کر لیا

کیفا کی حکومت

وہ قلعہ کیفا میں مقیم رہا۔ جب اس کا والد مصر میں فوت ہوا تو اسے

اس کی بادشاہت دینے کے لئے بلایا گیا۔ لہٰذا جب وہ (مصر) روانہ ہوا تو اس نے اپنے فرزند موحد عبداللہ کو کیفا کا حاکم بنایا جو وہاں اس وقت تک حکومت کرتا رہا جب کہ تاتاری شام کے شہروں پر غالب آ گئے تھے۔

دوبارہ جنگ خوارزم کی فوجیں ۶۴۱ھ میں مظفر غازی حاکم میافارقین کے ساتھ حاکم حلب سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئیں، ان کے ساتھ حاکم حمص منصور ابراہیم بھی تھا۔ اس جنگ میں انھیں شکست ہوئی اور فوجوں نے ان کے دیہاتی علاقوں کو لوٹ لیا۔

حلب کے حکام ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ظاہر غازی اپنے والد کی وفات کے بعد حلب کا حاکم ہو گیا تھا پھر وہ بھی ۶۳۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اس وقت وہاں کے ارکان سلطنت نے اس کے فرزند ناصر یوسف کو اس کی دادی صفیہ خاتون بنت عادل کی زیر نگرانی حاکم مقرر کیا۔ اسی خاتون کی نگرانی میں لولو ارمنی، اقبال خاتونی اور عزالدین بن مجلی، سلطنت کے منتظمین مقرر ہوئے۔ وہ خوارزم کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے فوجیں تیار کرتی رہی اور شہروں کو فتح کرتی رہی یہاں تک کہ ۶۴۰ھ میں وہ فوت ہو گئی اس کے بعد ناصر یوسف خود مختار حاکم ہو گیا تاہم وہ انتظام سلطنت میں اقبال خاتونی سے مشورہ لیا کرتا تھا۔

صلیبیوں کی امداد پر علماء کا احتجاج صالح اسماعیل بن عادل نے جب صالح ایوب مصر سے روانہ ہوا تھا دمشق پر ۶۳۶ھ میں قبضہ کر لیا تھا اس کے بعد صالح ایوب کو الکرک میں مقید کر دیا گیا تھا تاہم وہ ۶۳۷ھ میں وہ مصر کا بادشاہ ہو گیا تھا مگر صالح اسماعیل اور صالح ایوب کے درمیان فتنہ و فساد برقرار رہا۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم دمشق صالح اسماعیل نے حاکم مصر صالح ایوب کے خلاف فرنگیوں سے امداد طلب کی اور اس کے صلے میں وہ انھیں قلعہ شقیف اور صفد دینے کے لئے رضامند ہو گیا اور اس تجویز کو عملی جامہ بھی پہنا دیا مگر اس کے زمانے کے علماء نے اس کی تجویز کو سخت ناپسند کیا۔ چنانچہ (اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے) (مشہور عالم) عزالدین بن عبدالسلام شافعی دمشق سے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے جہاں صالح ایوب نے انھیں مصر کا قاضی مقرر کیا۔ ان کے بعد (شام کے بہت بڑے عالم اور مصنف) جمال الدین بن الحاجب المالکی بھی (دمشق سے) نکل کر الکرک چلے گئے اور وہاں سے اسکندریہ پہنچے جہاں وہ فوت ہو گئے۔

صالح ایوب کے خلاف محاذ بعد ازاں شام کے حکام صالح ایوب کے خلاف متحد ہو گئے اس

اتحاد میں اسماعیل صالح حاکم دمشق، ناصر یوسف حاکم حلب اور اس کی دادی صفیہ خاتون، ابراہیم المنصور بن شیر کوہ حاکم حمص شریک تھے۔ حاکم حماۃ مظفر ان کے خلاف تھا۔ کیونکہ وہ نجم الدین ایوب کا حامی تھا۔ یہ اتحاد کچھ عرصے تک قائم رہا۔ پھر ان حکام نے مصالحت کرنی چاہی، اس کے لئے یہ شرط رکھی گئی کہ حاکم دمشق نجم الدین ایوب کے فرزند فتح الدین عمر کو رہا کردے جسے دمشق میں نظر بند کیا گیا ہے۔

مصر و شام میں جنگ

حاکم دمشق نے یہ شرط منظور نہیں کی، اس لئے دوبارہ اختلافات پیدا ہو گئے۔ آخر کار ناصر داؤد حاکم الکرک نے اسماعیل صالح حاکم دمشق کے ساتھ مل کر فوج کشی کی۔ انھوں نے فرنگیوں سے بھی فوجی امداد طلب کی اور اس کے بدلے میں اسماعیل صالح نے انھیں بیت المقدس دیدیا۔ اس نے خوارزمی فوجوں سے بھی امداد طلب کی چنانچہ وہ تیار ہو کر غزہ میں اکٹھے ہو گئے۔

مصری فوجوں کی فتح

نجم الدین نے اپنے آزاد کردہ غلام بیبرس کے ساتھ فوجوں کو بھیجا۔ چونکہ وہ بھی اس کے ساتھ متفق تھا۔ اس لئے وہ اس کا احسان مند تھا۔ وہ خوارزمی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کرتی رہیں۔ مصر کی فوجیں منصور ابراہیم بن شیر کوہ کے ساتھ تھیں انھوں نے عکا کے فرنگیوں کا مقابلہ بھی کیا۔ آخر میں فتح مصر کی فوجوں اور خوارزمیوں کو حاصل ہوئی۔ انھوں نے (دشمن کی) فوجوں کا دمشق تک تعاقب کیا اور وہاں پہنچ کر صالح اسماعیل کا محاصرہ کر لیا جب وہ محاصرہ سے تنگ آگیا تو اس نے صلح کی درخواست پیش کی اور وہ اس بات پر تیار ہو گیا کہ وہ بعلبک، بصریٰ اور ان کے دیہاتی علاقوں کے بدلے میں دمشق ان کے حوالے کر دے گا۔

صالح اسماعیل کا اخراج

صالح ایوب نے یہ تجویز منظور کر لی چنانچہ اسماعیل ۶۴۳ھ میں دمشق سے نکل کر بعلبک چلا گیا۔ صالح ایوب نے پہلی صلح ہی میں یہ شرط رکھی تھی کہ اسماعیل حسام الدین علی بن ابی علی الہدبانی کو جو دمشق میں اس کے پاس مقید ہے رہا کر دے گا۔ لہٰذا اسے چھوڑ دیا گیا اور صالح ایوب نے اسے دمشق کا نائب حاکم مقرر کیا اور وہ دمشق پر حکومت کرنے لگا۔ ابراہیم المنصور حمص چلا گیا۔ حاکم حماۃ نے اس سے سلمیہ کا علاقہ چھین کر خود قبضہ کر لیا تھا۔

خوارزمیہ کا قلع قمع

خوارزمی فوج کے امراء (حاکم دمشق) علی الہدبانی سے جاگیروں اور ملازمتوں کے تقرر کے بارے میں بہت جھگڑتے اور اختلاف کرتے رہے وہ اس سے ناراض

ہو گئے لہٰذا صالح اسماعیل نے انھیں دمشق پر حملہ کرنے کے لیے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس (حملہ میں) اس کے ساتھ حاکم الکرک ناصر داؤد بھی شریک تھا۔ علی ہدبانی نے ان کا خوب مقابلہ کیا۔ اس کے علاوہ نجم الدین ایوب نے (حاکم حلب) یوسف ناصر کو خوارزمیہ کے انسداد کے لئے امداد کے لئے لکھا چنانچہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حاکم حمص ابراہیم بن شیرکوہ بھی (اپنی فوجوں کے ساتھ) شریک ہوا۔ چنانچہ انھوں نے دمشق کے قریب ۶۴۴ھ میں خوارزمیہ کو شکست دی اور ان کے سردار حسام الدین برکت خاں کو قتل کر دیا۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ اپنے دوسرے سردار کشلو خاں کے ساتھ بھاگ گئے اور تاتاریوں کے ساتھ پہنچ ان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ شام کے علاقوں سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

ان خوارزمیہ کے ساتھ اسماعیل صالح (سابق حاکم دمشق) بھی تھا۔ اس نے حاکم حلب، ناصر یوسف سے پناہ طلب کی چنانچہ اس نے اسے نجم الدین ایوب (کی سزا) سے بچا لیا مگر حسام الدین الہدبانی نے لشکر کشی کر کے پناہ دے کر (اس کے علاقے) لعلبک پر قبضہ کر لیا اور اسماعیل صالح کی اولاد و عیال اور اس کے وزیر ناصر الدین لغمور کو نجم الدین ایوب کے پاس بھیج دیا جس نے ان سب کو مصر میں مقید رکھا۔ پھر حاکم حلب ناصر یوسف کی فوجیں الجزیرہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ انھوں نے حاکم موصل لولو سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ ناصر نے نصیبین، دارا اور قرقیسیا کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس کی فوجیں حلب واپس چلی گئیں۔

عسقلان اور طبریہ کی فتح

صالح ایوب (حاکم مصر) نے حسام الدین الہدبانی (حاکم دمشق) کو بلا بھیجا اور اس کے بجائے جمال الدین بن مطروح کو (دمشق کا) حاکم مقرر کیا۔

پھر وہ ۶۴۵ھ میں خود دمشق روانہ ہوا اور مصر کی حکومت حسام الدین ہدبانی کے سپرد کی۔ جب وہ دمشق پہنچا تو اس نے فخر الدین بن الشیخ کی قیادت میں فوجیں عسقلان اور طبریہ بھیجیں اور کافی عرصہ تک ان دونوں شہروں کا محاصرہ کر کے اس نے انھیں فرنگیوں کے قبضے سے چھڑا لیا۔

شامی حکام سے ملاقات

جب صالح ایوب دمشق میں تھا تو اس کے پاس وفد لے کر منصور حاکم حماۃ آیا۔ اس کا والد مظفر ۶۲۳ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند منصور حاکم ہوا جس کا نام محمد تھا۔ اس کے پاس اشرف موسیٰ حاکم حمص بھی ملاقات کے لئے آیا۔ اس کا والد بھی ۶۴۴ھ میں دمشق میں فوت ہو گیا تھا جبکہ وہ مصر، صالح ایوب سے ملاقات کرنے کے لیے جا رہا تھا۔ اس وقت حمص میں اس کا فرزند مظفر الدین موسیٰ مقیم تھا، جس کا لقب اشرف تھا۔

حمص پر حملہ ۶۴۶ھ میں حلب کی فوجوں نے لولو ارمنی کی قیادت میں حمص کا محاصرہ دو[2] مہینے تک کیا اور اسے موسیٰ اشرف کے قبضہ سے چھین لیا اور اس کے معاوضہ میں اسے حلب کا ایک قلعہ تل باشر دیدیا جو رحبہ اور تدمر کے علاوہ تھا کیونکہ یہ دونوں مقامات حمص کے ساتھ موسیٰ اشرف کی عملداری میں تھے۔

صالح ایوب کا مقابلہ (یہ خبر سن کر) صالح بہت ناراض ہوا چنانچہ اس نے مصر سے دمشق کی طرف فوج کشی کی اور حسام الدین ہدبانی اور فخر الدین بن الشیخ کی قیادت میں حمص کا محاصرہ کرنے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ انھوں نے کافی عرصہ تک اس شہر کا محاصرہ کیا پھر خلیفہ مستعصم کا قاصد صالح ایوب کے پاس ان کی سفارش لے کر آیا لہٰذا اس نے وہاں سے اپنی فوجیں واپس بلالیں اور دمشق کا حاکم جمال الدین یغمور کو مقرر کیا اور جمال الدین بن مطروح کو معزول کر دیا۔

صلیبی جنگ میں فرانس کی شرکت

فرانسیسی، فرنگیوں کی عظیم قوم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ افرنج کا لفظ اصل میں افرنس تھا جب عربوں نے اس لفظ کو معرّب بنایا تو سین کے حرف کو جیم میں تبدیل کر دیا۔ اس ملک کا شہنشاہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا بادشاہ تھا، اسے ای افرنس (ریدا فرنس) کہتے تھے۔ ان کی زبان میں ای کے معنے بادشاہ کے ہیں۔

شہنشاہ فرانس کا حملہ چنانچہ شہنشاہ فرانس نے سواحل شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور جس طرح اس سے پہلے دیگر فرنگی بادشاہوں نے فوج کشی کی تھی وہ بھی فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کی سلطنت بہت وسیع اور طاقتور ہو گئی تھی اس لیے وہ پچاس ہزار سے زیادہ جنگجو سپاہیوں کو لے کر بحری جہازوں پر سوار ہو کر روانہ ہوا پھر وہ ۶۴۷ھ میں دریا عبور کرکے دمیاط پہنچا۔ وہاں بنو کنانہ تھے جنھیں صالح ایوب نے دمیاط کی حفاظت کے لیے بسایا ہوا تھا۔ جب انھوں نے فرنگیوں کا لشکر جرار دیکھا جس کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ چنانچہ شہنشاہ فرانس نے دمیاط پر قبضہ کر لیا۔

دمیاط پر فرنگیوں کا تسلّط صالح ایوب کو یہ خبر اس وقت ملی جبکہ وہ خود تو دمشق میں تھا مگر اس کی فوجیں دمشق کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ لہٰذا اس نے مصر کی طرف واپس ہونے کا حکم دیا اور اپنے سپہ سالار کو فوج دے کر پہلے بھیجا اور وہ خود بعد

میں پہنچا۔ وہ منصورہ کے مقام پر مقیم ہوا۔ راستہ میں اسے بخار ہو گیا اور وہ شدید بیمار تھا۔

الکرک کا محاصرہ صالح ایوب اور اس کے چچازاد بھائی ناصر داؤد بن المعظم کے درمیان سخت عداوت تھی۔ ناصر داؤد نے اسے قلعہ الکرک میں ایک دفعہ اسے مقید کر دیا تھا، لہٰذا جب صالح ایوب کو دمشق کی حکومت حاصل ہوئی تو اس نے اپنے سپہ سالار فخر الدین یوسف ابن الشیخ کی قیادت میں فوجیں الکرک کے محاصرہ کے لئے بھیجیں۔ اسے اس سے پہلے اس کے بھائی عادل نے مقید کر رکھا تھا۔ صالح ایوب نے اسے رہا کر کے اسے خانہ نشین بنا دیا تھا۔

اب اس نے اسے فوجیں دے کر الکرک کے محاصرے کے لئے روانہ کیا چنانچہ وہ ۶۴۴ھ میں وہاں پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا اور وہاں کے تمام علاقے پر قبضہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

فتح الکرک ناصر داؤد نے اپنا ذخیرہ اور ساز و سامان خلیفہ مستعصم کے پاس (بغداد) بھیج دیا تھا اور خود حاکم حلب ناصر یوسف کے پاس پناہ گزین ہو گیا تھا۔ حلب جانے سے پہلے اس نے اپنے سب سے چھوٹے فرزند عیسیٰ کو المعظم کا لقب دے کر الکرک کا حاکم بنا دیا تھا اس تقرر پر اس کے دونوں بڑے بھائی امجد حسن اور ظاہر شادی بہت ناراض ہوئے لہٰذا انہوں نے اپنے بھائی عیسیٰ کو گرفتار کر لیا اور ۶۴۷ھ میں جبکہ صالح ایوب منصورہ کے مقام پر فرنگیوں کا مقابلہ کر رہا تھا، وہ دونوں بھائی اس کے پاس آئے (اور اسے الکرک حوالے کرنے کی پیشکش کی) چنانچہ صالح نے ان سے الکرک اور شوبک کا قبضہ حاصل کر لیا اور ان دونوں قلعوں کا حاکم بدر الصوری کو مقرر کیا اور ان دونوں بھائیوں کو مصر میں جاگیریں دیں۔

ایوبی سلطنت کا زوال

ملک صالح کی وفات جب صالح نجم الدین ایوب بن کامل منصورہ میں فرنگیوں کے بالمقابل جنگی محاذ قائم کئے ہوئے تھا تو وہ ۶۴۷ھ میں فوت ہو گیا۔ ارکان سلطنت نے فرنگیوں کے خوف سے اس کی موت کی خبر کو چھپائے رکھا۔ اس موقع پر اس کی ام ولد شجرۃ الدر نے سلطنت کا انتظام سنبھالا اور امرائے سلطنت کو اکٹھا کر کے (ان سے مشورہ کیا اور) (مصر کے نائب حاکم حسام الدین ہدبانی کو (صورت حال سے) مطلع کیا۔ اس نے امراء اور حکام کو اکٹھا کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا اور ان سے اطاعت کا حلف اٹھوایا۔ پھر اس نے اتابک فخر الدین بن الشیخ کے ذریعے معظم توران شاہ بن صالح کو اطلاع دی اور اسے اس کے دارالحکومت قلعہ کیفا سے بلوایا

اس کے بعد صالح کی وفات کی خبر سب جگہ پھیل گئی اور فرنگیوں کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی۔

فرنگیوں کو شکست

(یہ خبر سن کر فرنگی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر سرگرمی کے ساتھ تیار ہو گئے اور وہ بتدریج مسلمانوں کے جنگی محاذ میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں اتابک فخر الدین شہید ہوا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پلٹ کر حملہ کرنے کا موقع دیا جس کے نتیجہ میں فرنگیوں کو شکست ہو گئی۔

توران شاہ کی حکومت

اس اثناء میں معظم توران شاہ بھی قلعہ کیفا میں تین مہینے سے زیادہ حکومت کرنے کے بعد مصر پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور (اس کو حاکم تسلیم کرنے پر) متفق ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں نے فرنگیوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ کی اور ان کے بحری بیڑے دشمن کے بحری بیڑوں پر غالب آ گئے۔ فرنگیوں نے دمیاط سے اس شرط پر چلے جانے کا ارادہ کیا کہ انھیں اس کے بدلے میں بیت المقدس کا علاقہ دیدیا جائے۔ مسلمانوں یہ شرط منظور نہیں کی بلکہ ان کے فوجی دستے ان کے محاذ پر مختلف مقامات پر حملے کرتے رہے اور جب وہ واپس جانے لگے تو مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا جس سے گھبرا کر انھوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

شہنشاہ فرانس کی گرفتاری

فرنگیوں کا شہنشاہ فرانس جو فرنسیس کے نام سے مشہور تھا گرفتار ہو گیا اور اس کی فوج کے تیس ہزار سے زائد افراد مارے گئے۔ شہنشاہ فرانس کو ایک ایسے گھر میں مقید کیا گیا جو "فخر الدین بن لقمان کے گھر" کے نام سے مشہور تھا اور اسکی نگرانی کے لئے ایک خادم صبیح المعظمی مسلط تھا۔ اس کے بعد معظم توران شاہ مسلمانوں کے لشکر کو لے کر مصر (صحیح سالم) واپس آ گیا۔

توران شاہ کے موالی

معظم توران شاہ قلعہ کیفا سے ممالیک (غلاموں) کی ایک سازشی جماعت ساتھ لایا تھا جو اس کے والد کے موالی پر غالب آ گئے تھے۔ انھوں نے ان موالی کو بالکل نظر انداز کر کے ان کا رتبہ گھٹا دیا تھا۔

بحریہ موالی کا ظہور

(اس کے والد) صالح ایوب کے موالی کی ایک جماعت تھی جو بحریہ کہلاتی تھی اس نے انھیں اس مقام پر آباد کیا تھا جو (دمیاط کے قریب) مقیاس کے بالکل مقابل اس نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ جماعت اسی کی مخلص اور وفادار تھی۔ ان کا سردار بیبرس تھا۔ یہ وہ شخص تھا جسے صالح ایوب نے فوج دے کر ان خوارزمیہ کے مقابلے کے لئے بھیجا تھا جنھوں نے اس کے چچا صالح اسماعیل حاکم دمشق کے ساتھ مل کر حملہ کیا تھا۔ اس واقعہ کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔

یہ لوگ پہلے دشمن کے ساتھ شامل تھے مگر صالح نے انھیں اپنی طرف مائل کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور انھوں نے اس کی فوجوں کے ساتھ مل کر دمشق کی فوجوں اور فرنگیوں پر حملہ کیا تھا اور ان سب کو شکست دی تھی۔ پھر انھوں نے دمشق کا محاصرہ کر کے صالح کی جانب سے اسے فتح کر لیا تھا۔

بیبرس کی شخصیت

صالح بیبرس سے ناراض ہو گیا تھا آخر کار اس نے ۶۴۴ھ میں اسے پناہ دی اور وہ مصر آ گیا۔ صالح نے اسے اسکی چند حرکتوں پر مقید کر دیا تھا اور پھر اسے رہا کر دیا تھا۔

خاص موالی کا عروج

صالح کے خاص افراد میں قلاون صالحی بھی تھا جو عادل کے غلام علاء الدین قراسنقر کے موالی میں سے تھا۔ اس کا آقا ۶۴۵ھ میں فوت ہو گیا تھا لہٰذا ملک صالح نے قلاون کو ولاء (غلامی سے آزاد ہونے کے متعلق) کے حکم کے مطابق اس کا وارث بنا دیا تھا۔

توران شاہ کے خلاف سازش

ایلطای جامدار اور ایبک ترکمانی وغیرہ بھی ملک صالح کے خاص الخاص افراد تھے، وہ اس بات سے سخت ناراض ہو گئے کہ معظم توران شاہ نے اپنے مخصوص افراد کو ان پر مسلط کر دیا تھا اور وہ ان پر حکومت کرتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے علم بغاوت بلند کیا اور معظم توران شاہ کو اچانک قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا۔

معظم توران شاہ کا قتل

معظم توران شاہ فرنگیوں کی شکست کے بعد منصورہ سے مصر واپس آ رہا تھا جب وہ برج کے قریب ہو کر بحری جہاز پر سوار ہونے والا تھا کہ (مذکورہ بالا) موالی نے اس پر حملہ کر دیا۔ بیبرس تلوار لے کر اس پر حملہ کرنے کے لئے دوڑا تو وہ برج کی طرف بھاگا۔ انھوں نے برج کو آگ لگا دی تو وہ سمندر کی طرف دوڑا مگر باغیوں نے اس پر تیر چلائے تو وہ سمندر کے پانی میں کود گیا اور تلوار کے وار اور پانی کی کشمکش میں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس نے صرف دو مہینے مصر میں حکومت کی۔

ملکہ شجرۃ الدر کی حکومت

جن لوگوں نے توران شاہ کو قتل کیا تھا انھوں نے متفق ہو کر ام خلیل شجرۃ الدر کو مصر کی ملکہ مقرر کیا۔ وہ صالح ایوب کی بیوی اور اس کے فرزند خلیل کی والدہ تھی جو اس کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ لہٰذا وہ ام خلیل کے نام سے مشہور تھی۔ (جب وہ مصر کی ملکہ بن گئی تو) اس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جانے لگا اور اس کا نام سکہ پر بھی لکھا ہوا تھا اور سرکاری فرمانوں پر بھی اس کے نام کی علامت شامل ہو گئی۔ چنانچہ ام خلیل کا نشان ان پر مندرج ہونے لگا۔ فوج کا سپہ سالار عز الدین جاشنگیر ایبک ترکمانی کو بنایا گیا۔

دمیاط کی عظیم فتح

جب سلطنت کے کام درست ہو گئے تو (شہنشاہ فرانس) فرنیس نے مطالبہ کیا کہ

دمیاط کا شہر اس سے حاصل کر کے اسے (قید سے) چھوڑ دیا جائے چنانچہ مسلمانوں نے اس پر ۶۴۸ھ میں قبضہ کر لیا اور فرنیس (رہا ہو کر) بحری راستے سے عکا روانہ ہو گیا۔ یہ عظیم فتح تھی (جو مسلمانوں نے فرنگیوں پر حاصل کی) چنانچہ شعراء نے اس (عظیم فتح) کے سلسلے میں منظوم مقالے ہوئے ان میں سے جمال الدین بن مطروح (سابق) نائب حاکم دمشق کے یہ اشعار اب تک زبان زد خواص و عوام ہیں۔

فتح کی مشہور نظم کا ترجمہ

(۱) جب تم فرنیس (شاہ فرانس) کے پاس جاؤ تو تم اس فصیح البیان خوش گو (شاعر) کا پیغام پہنچا دو (۲) اللہ تمہارا بھلا کرے کہ (تمہاری وجہ سے) یسوع مسیح کی پرستش کرنے والے اس قدر افراد مارے گئے (۳) تم مصر کا ملک حاصل کرنے کے ارادے سے آئے تھے اور تم سمجھ رہے تھے کہ طبلہ میں محض ہوا بھری ہوتی ہے (۴) تمہاری اجل تمہیں ایسے اندھیرے قید خانے میں لے آئی یہاں تمہیں کشادہ دنیا بھی تنگ نظر آئی (۵) تم نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اپنے تمام ساتھیوں کو قبروں میں دفن کرا دیا (۶) وہ (تعداد میں) پچاس ہزار تھے مگر وہ سب یا تو مارے گئے یا زخمی ہو گئے اور قیدی بنا لئے گئے (۷) خدا تمہیں ایسی باتوں کی توفیق دیا کرے تاکہ ہم تمہارے شہر سے (تمام فرنگیوں کو قتل کر کے) نجات حاصل کریں (۸) ان فرنگیوں سے کہہ دو کہ اگر وہ دوبارہ یہاں (مصر میں) آنے کا پوشیدہ ارادہ رکھتے ہوں۔ وہ انتقام لینے کے لئے آنا چاہیں یا کسی اور برے ارادے سے آجائیں (۹) تو سمجھ لو کہ ابن لقمان کا گھر (جہاں فرنیس مقید تھا) ابھی تک باقی ہے اور بیڑیاں بھی باقی ہیں اور (فرنیس شاہ فرانس کی نگرانی کرنے والا) خصی خادم صبیح بھی موجود ہے۔

(آخری شعر میں) طواشی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اہل مشرق کی زبان میں یہ خصی (خواجہ سرا) کو کہتے ہیں اور اسے خادم کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

فتح الدین عمر کی رہائی

جب معظم توران شاہ مارا گیا اور امراء نے اس کے بعد صالح ایوب کی بیوی شجرۃ الدر کو مصر کی ملکہ بنایا تو شام میں خاندان ایوبی حکام کو یہ بات سخت ناگوار گذری۔ اس زمانے میں الکرک اور شوبک کا حاکم بدر الدین الصوابی تھا۔ اسے صالح ایوب نے حاکم مقرر کیا تھا اور اس کے پاس اپنے بھتیجے فتح الدین عمر بن عادل کو قید کر رکھا تھا۔ لہٰذا (مذکورہ بالا صورت حال کو دیکھتے ہوئے) اس نے اسے قید خانے سے رہا کر دیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ناصر کی حکومت دمشق

اس زمانے میں جمال الدین بن یغمور، دمشق کا حاکم تھا۔ اس نے وہاں کے شاہی محل کے امراء کے ساتھ اتفاق کر کے حاکم حلب ناصر کو بلوانے اور اسے (دمشق کا

بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا چنانچہ (اس فیصلہ کے مطابق) ناصر الدین دمشق آیا اور وہاں کا بادشاہ ہوگیا۔ اس نے آتے ہی، صالح ایوب کے موالی کی ایک جماعت کو مقید کر دیا۔

مصر میں موسیٰ اشرف کا تقرر

جب یہ خبر مصر پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے ملکہ شجرۃ الدر کو معزول کر دیا اور موسیٰ اشرف بن مسعود بن الکامل کو بادشاہ مصر مقرر کیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کا بھائی یوسف اطسز اپنے والد مسعود کے بعد یمن کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ اہل مصر نے موسیٰ اشرف کے ہاتھ پہ بیعت کی اور اسے مصر کے تخت شاہی پہ بٹھایا اور ایک ترکمانی کو اس کا اتابک (نائب) مقرر کیا۔

غزہ میں بغاوت

پھر غزہ میں ترکوں نے بغاوت کر دی اور انھوں نے حاکم الکرک مغیث کی اطاعت کا اعلان کیا۔ اس پر مصر کے ترکوں نے خلیفہ مستعصم کی اطاعت کا اعلان کیا اور انھوں نے از سر نو اشرف اور اس کے اتابک کے ہاتھ پہ بیعت کی۔

شامی فوج کا فرار

(یہ حالت دیکھ کر) ناصر یوسف (حاکم دمشق) دمشق سے اپنی فوجیں لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔ لہٰذا امرائے مصر نے شام کی طرف اپنی فوجیں بحریہ جماعت کے سردار اقطائی جامدار کی قیادت میں جس کا لقب فارس الدین تھا روانہ کیں شام کی فوجیں اس کا لشکر دیکھ کر بھاگ گئیں۔

ایوبی حکام کا اجتماع

ناصر یوسف حاکم دمشق کے پاس ناصر داؤد کی کوئی شکایت پہنچی تو اس نے اسے حمص میں مقید کر دیا۔ اس کے بعد اس نے خاندان بنو ایوب کے حکام کو دمشق طلب کیا چنانچہ مندرجہ ذیل حکام اس کے پاس دمشق پہنچے: (۱) موسیٰ اشرف حاکم حمص، رحبہ وتدمر (۲) صالح اسماعیل بن العادل حاکم بعلبک (۳) معظم توران شاہ بن صلاح الدین (۴) نصر الدین بن صلاح الدین (۵) امجد حسام الدین الناصر (۶) طاہر شادی بن الناصر (۷) داؤد حاکم الکرک، (۸) تقی الدین عباس بن العادل۔

مصر و شام کی جنگ

یہ سب حکام دمشق میں اکٹھے ہوئے پھر ناصر یوسف (حاکم دمشق) اپنی اگلی فوج کو اپنے مولیٰ لولو ارمنی کی قیادت میں روانہ کیا۔ اس کے مقابلے کے لئے ایبک ترکمانی مصری فوجیں لے کر نکلا۔ اس اثناء میں صالح اسماعیل کے فرزندوں کو جو مقید تھے رہا کر دیا گیا۔ انھیں ہدبانی نے بعلبک سے گرفتار کیا تھا (انھیں اس لئے رہا کیا گیا تھا کہ) لوگ اس کے والد کو ملزم قرار دیں اور اس کے بارے میں بدگمان ہو جائیں۔

شکست و فتح

فریقین کا مقابلہ عباسیہ کے مقام پر ہوا اس میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی شام کی فوجیں ان کے تعاقب میں روانہ ہوئیں تو ایبک نے ثابت قدمی کا اظہار کیا۔ اس وقت ناصر کی فوجوں کے

کچھ دستے بھاگ کر اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر ایبک نے ناصر کی فوجوں پر زبردست حملہ کیا (جس سے پانسہ پلٹ گیا) اور ناصر کی فوجیں منتشر ہو گئیں اور انھوں نے شکست کھائی۔

ایوبی حکام کی گرفتاری

(شام کے سپہ سالار) لولو کو گرفتار کر کے ایبک کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ اسماعیل صالح، موسیٰ اشرف، توران شاہ معظم اور اس کے بھائی گرفتار کر لئے گئے۔ مصر کی وہ فوج جو شکست کھا کر بھاگ گئی تھی، شہر واپس آ گئی۔ ان کا تعاقب کرنے والی شام کی فوج کو جب ناصر کی شکست کی خبر ملی تو وہ بھی لوٹ گئی۔ اس کے بعد ایبک مصر واپس آ گیا اور اس نے بنو ایوب کے افراد کو قلعہ میں مقید کیا۔

صالح اسماعیل کا قتل

پھر صالح اسماعیل کے وزیر یغمور کو قتل کر دیا گیا جو اس کے فرزندوں کے ساتھ بعلبک میں مقید تھا۔ صالح اسماعیل کو بھی اس کے قید خانہ میں قتل کر دیا گیا تھا (شکست کھانے کے بعد) ناصر (حاکم دمشق) نے دوبارہ دمشق سے فوجیں اکٹھی کر کے غزہ کی طرف کوچ کیا۔ وہاں اس کا مقابلہ مصری سپہ سالار فارس الدین اقطائی سے ہوا۔ اس نے اسے شکست دے کر غزہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر ناصر اور امرائے مصر کے درمیان قاصدوں کا تبادلہ ہوا اور فریقین نے ۶۵۱ھ میں مصالحت کر لی۔ دریائے اردن ان دونوں ملکوں کے درمیان سرحد مقرر ہوئی۔

اس کے بعد ایبک نے حسام الدین ہدبانی کو رہا کر دیا تو وہ دمشق پہنچا اور ناصر کی ملازمت اختیار کی۔ خلیفہ مستعصم کی حاکم الکرک ناصر داؤد کے بارے میں سفارش ناصر کے پاس پہنچی کیونکہ اس نے اسے قید کیا ہوا تھا، لہٰذا ناصر نے اسے رہا کر دیا (رہائی کے بعد) ناصر داؤد اپنے دونوں فرزندوں امجد اور ظاہر کے ساتھ بغداد پہنچا تو خلیفہ نے اسے داخل ہونے سے روک دیا۔ اس نے اپنی امانت طلب کی تو وہ بھی نہیں دی گئی لہٰذا وہ بیرونی علاقہ میں مقیم رہا۔ پھر خلیفہ مستعصم کی سفارش پر وہ دمشق لوٹا اور وہاں وہ ناصر کے پاس رہنے لگا۔

اقطائی کا قتل

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مصر کے ترکمانی حکام نے اشرف موسیٰ بن یوسف اقسیس بن الکامل کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ انھوں نے اس کے نام کا خطبہ بھی (مساجد میں) پڑھوایا اور اسے تخت شاہی پر بٹھایا جبکہ سلطنت کا انتظام ایبک کے سپرد تھا، ایبک خود مختار اور مطلق العنان بننا چاہتا تھا مگر بحریہ جماعت کا سردار اقطائی جامدار اس بارے میں اس کی مخالفت کرتا تھا اور رشک و حسد میں اس کے اختیارات کم کرانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس لئے اس نے تین غلاموں کو (اس کو قتل کرنے پر) مقرر کیا۔ چنانچہ انھوں نے شاہی محل کی

کسی گلی میں اس پر اچانک اور پوشیدہ حملہ کر کے اسے ۶۵۲ھ میں قتل کر دیا۔ چونکہ بحریہ کی جماعت اس کے دم سے قائم تھی۔ اس لئے وہ منتشر ہو کر ناصر کے پاس دمشق بھاگ گئی۔

ایبک کی بادشاہت

اب ایبک خود مختار ہو گیا تھا، اس نے اشرف کو (بادشاہت سے) معزول کیا اور اس کے نام کا خطبہ بھی (مساجد میں پڑھے جانے سے) موقوف کرا دیا چنانچہ وہ مصر میں ایوبی خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ اب ایبک نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ پھر اس نے مصر کی سابقہ ملکہ شجرۃ الدر ام خلیل سے نکاح کر لیا۔

جب بحریہ کی جماعت ناصر کے پاس دمشق پہنچی تو انھوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مصر فتح کر لے۔ جب انھوں نے اس پر بہت زور ڈالا تو وہ لشکر تیار کر کے غزہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایبک بھی اپنی فوجیں لے کر عباسیہ پہنچ گیا۔ کچھ سپاہی جو ایبک کے ساتھ تھے، بغاوت پر آمادہ ہو گئے کیونکہ انھیں بغاوت کی غلط اطلاع ملی تھی۔ ایبک کو بھی ان کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور وہ انھیں گرفتار کرنے ہی والا تھا کہ وہ بھاگ کر ناصر کے پاس پہنچ گئے۔ بعد ازاں ناصر اور ایبک کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت ہوئی، آخرکار فریقین میں مصالحت ہو گئی اور ان کی مشترکہ سرحد عریش مقرر ہوئی۔ ناصر (حاکم دمشق) نے اپنے وزیر کمال الدین بن للعدیم کے ہاتھ خلیفہ مستعصم کو یہ پیغام بھجوایا کہ خلیفہ اس کے پاس خلعت بھیجے۔ اس سے پہلے ایبک (حاکم مصر) خلیفہ مستعصم کے پاس تحائف اور اپنی اطاعت کا اقرار نامہ بھجوا چکا تھا اس لئے خلیفہ مستعصم نے خلعت بھیجنے میں ٹال مٹول سے کام لیا اور ۶۵۵ھ میں اسے خلعت بھجوایا۔

ایبک کا قتل

۶۵۵ھ میں ملکہ شجرۃ الدر نے المعز ایبک کو اچانک حمام میں قتل کر دیا کیونکہ وہ حاکم موصل لؤلؤ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے رشک حسد اور غیرت کے جذبے سے مغلوب ہو کر یہ کام کیا۔ ارکان سلطنت نے اس کے بجائے اس کے فرزند علی کو منصور کا لقب دے کر بادشاہ مقرر کیا اور اس کے ذریعے شجرۃ الدر پر حملہ کیا۔ جیسا کہ ہم ان کے حالات میں اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

بحریہ ممالیک کا دمشق سے اخراج

اقطای جامدار کے قتل کے بعد مصر کی بحریہ جماعت دمشق کی طرف ناصر کے پاس بھاگ گئی تھی اور وہیں مقیم ہو گئی تھی۔ ناصر کو ان (کی وفاداری) پر شک و شبہ ہوا، اس لئے اس نے ۶۵۵ھ کے آخر میں انھیں نکلوا دیا تھا۔ وہ غزہ پہنچے اور انھوں نے المغیث فتح الدین عمر بن العادل حاکم الکرک سے خط و کتابت کی۔

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بدر الصوانی نے اسے مصر میں توران شاہ کے قتل کے بعد الکرک کے قید خانے سے رہا کر دیا تھا اور اسے اپنے علاقے کا حاکم بنا کر خود اس کی سلطنت کا منتظم بنا تھا۔

مغیث اور بحریہ موالی کی شکست

لہٰذا بحریہ کے سردار بیبرس بندقداری نے غزہ سے اسے حکومت سنبھالنے کی دعوت دی۔ یہ اطلاع ناصر کو بھی دمشق میں مل گئی۔ لہٰذا اس نے لشکر تیار کر کے غزہ بھیجا۔ وہاں فریقین میں جنگ ہوئی اور بحریہ کی جماعت شکست کھا کر الکرک پہنچ گئی۔ مغیث نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان میں مال و دولت خوب تقسیم کیا۔ انھوں نے اسے مصر کی حکومت حاصل کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ اس نے بحریہ کے ساتھ مل کر (مصر کی طرف) فوج کشی کی۔ مصری فوجیں بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایبک المعز کے موالی قطز اور اس کے دیگر موالی کی قیادت میں روانہ ہوئی۔ عباسیہ کے مقام پر فریقین کا جنگی مقابلہ ہوا جس میں مغیث اور بحریہ کی جماعت کو شکست ہوئی اور وہ الکرک کی طرف بھاگ گئے لہٰذا دشمن کی فوجیں بھی مصر واپس آ گئیں۔

ناصر داؤد کا حال

اسی عرصے میں ناصر نے ناصر داؤد بن المعظم کو نکال کر اسے دمشق سے حج کے لئے بھیجا۔ اس نے حج کے زمانے میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ مستعصم کے پاس اپنی امانت حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہے (وہ حج سے فارغ ہو کر) حاجیوں کے ساتھ عراق پہنچا، وہاں خلیفہ مستعصم نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنی امانت سے دست برداری کا اعلان کرے۔ چنانچہ اس قسم کا ایک مضمون لکھا گیا اس پر شہادت بھی لی گئی۔ اس کے بعد وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ پھر اس نے ناصر یوسف کے پاس رحم کی درخواست لکھی۔ اس نے اسے (وہاں قیام کرنے کی) اجازت دیدی اور وہ دمشق میں رہنے لگا۔ اس اثناء میں خلیفہ مستعصم کا قاصد ناصر کے لئے خلعت اور نامزدگی کا فرمان لے کر آیا۔ ناصر داؤد اس قاصد کے ساتھ روانہ ہو گیا اور قاصد کی اجازت تک قرقیسیا میں رہنے لگا مگر قاصد نے (ساتھ لے جانے کی) اجازت نہیں دی۔ لہٰذا وہ جنگل میں (خانہ بدوش) عرب قبیلوں کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ اسے الکرک کے قریب لے آئے جہاں مغیث نے اسے گرفتار کر کے مقید کر دیا۔

ناصر داؤد کی وفات

جب تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کر دیا تو خلیفہ مستعصم نے اسے بلا بھیجا تاکہ تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اسے اپنے لشکر کے ساتھ بھیجے۔ اس وقت تاتاری بغداد فتح کر چکے تھے لہٰذا وہ اس مقام سے واپس آیا اور دمشق کے کسی دیہات میں جا کر طاعون کی بیماری سے ۶۵۶ھ میں فوت ہو گیا۔

بحریہ جماعت کی فتح جب مغیث اور بحریہ کی جماعت شکست کھا کر الکرک آ گئیں تو ناصر نے دمشق سے اپنی فوجیں بحریہ کی طرف بھیجیں۔ غزہ کے مقام پر فریقین کا مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں ناصر کی فوجوں کو شکست ہوئی اور بحریہ کی جماعت نے فتح حاصل کی۔ اس طرح الکرک میں ان کی طاقت مستحکم ہو گئی۔

دوبارہ حملہ اب ناصر دوبارہ بذات خود دمشق سے فوجیں لے کر ۶۵۷ھ میں روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حماۃ کا حاکم منصور بن مظفر محمود بھی (اپنی فوجوں کے ساتھ) تھا وہ الکرک کے قریب پہنچے تو انھوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ مغیث نے ناصر کے پاس مصالحت کا پیغام پہنچایا۔

بحریہ جماعت کی گرفتاری ناصر نے یہ شرط رکھی کہ وہ بحریہ کی جماعت کو گرفتار کر لے۔ اس نے یہ شرط منظور کر لی، مگر اس کی اطلاع بحریہ کے سردار بیبرس بندقداری کو مل گئی تھی لہٰذا وہ اپنی جماعت کے ساتھ بھاگ گیا اور وہ ناصر کے پاس پہنچ گئے۔ اس جماعت کے جو افراد باقی رہ گئے تھے انھیں مغیث نے گرفتار کر لیا اور انھیں بیڑیوں میں جکڑ کر ناصر کے پاس بھیج دیا۔ پھر وہ الکرک واپس آ گیا۔

علی بن ایبک کی معزولی اس کے بعد ناصر نے اپنے وزیر کمال الدین بن العدیم کو امراء مصر کے پاس بھیجا جس میں تاتاریوں کے مقابلے کے لیے متحد ہونے کی دعوت دی گئی تھی جس زمانے میں ابن العدیم مصر آیا ہوا تھا انہی دنوں میں امرائے مصر نے علی ابن المعز ایبک کو معزول کر دیا اور وہاں کے نائب حاکم (اتابک قطز) نے اس کی فوج اور اس کے والد کے موالی کو گرفتار کر لیا اور خود وہ تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس نے ان امراء کو بھی گرفتار کر لیا جن کے مقابلے کا اسے اندیشہ تھا۔

کمال الدین بن العدیم نے حاکم دمشق کو جس نے اسے بھیجا تھا، امرائے مصر کی رضامندی اور امداد کے وعدہ کا یقین دلایا۔

تاتاریوں کی فتوحات

اسی زمانے میں تاتاریوں اور ان کے بادشاہ ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا اور وہ دار الخلافہ بغداد پر قابض ہو گیا۔ ان تاتاریوں نے خلیفہ مستعصم کو قتل کر دیا اور وہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا ڈالا۔ یہ (ہولناک) حادثہ قیامت کی نشانی تھا جس کا حال ہم نے خلفائے عباسیہ کے

حالات میں بیان کر دیا ہے اور آگے چل کر تاتاریوں کے حالات میں بھی بیان کریں گے۔

جب ناصر حاکم دمشق کو ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے ہلاکو خاں سے اچھے تعلقات جلد قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے فرزند العزیز محمد کو سلطان ہلاکو خاں کے پاس تحائف دے کر بھیجا، مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

فتح میافارقین

پھر ہلاکو خاں نے اپنی فوجیں میافارقین کی طرف بھیجیں۔ وہاں کا حاکم الکامل محمد بن مظفر تھا۔ انھوں نے اس شہر کا دو سال تک محاصرہ کیا۔ اس کے بعد انھوں نے ۶۵۸ھ میں بزور شمشیر اس شہر کو فتح کر کے اس کے حاکم کو قتل کر دیا۔

فتح اربل

ہلاکو خاں نے اربل کی طرف بھی اپنی فوجیں بھیجیں۔ انھوں نے چھ مہینے اس شہر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔

حکام روم کی اطاعت

جب ہلاکو خاں نے بغداد فتح کر لیا تھا تو اس کے فوراً بعد کیخسرو کے فرزند جو بلاد الروم کے بادشاہ تھے ہلاکو خاں کے پاس پہنچے، انھوں نے اپنی اطاعت کا اظہار کر لیا اور اپنے ملک واپس چلے گئے۔

لؤلؤ کی وفات

جب ہلاکو خاں آذربیجان پہنچا تو حاکم موصل لؤلؤ وفد لے کر اس کے پاس پہنچا اور ۶۵۷ھ میں اس نے ہلاکو خاں کے مطیع ہونے کا اعلان کیا۔ واپس آنے پر وہ فوت ہو گیا اور اس کے بجائے موصل کا بادشاہ اس کا فرزند صالح ہوا، اور سنجار کا حاکم اس کا دوسرا فرزند علاء الدین ہوا۔

ناصر سے دوستانہ تعلقات

بعد ازاں ناصر نے اپنے فرزند کو تحائف دے کر دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ہلاکو خاں کے پاس بھیجا اور اپنے نہ آنے کی یہ معذرت کی کہ سواحل شام پر اسے فرنگیوں سے خطرہ ہے۔ ہلاکو خاں نے اس کے فرزند کا استقبال کیا اور اس کی معذرت قبول کر لی اور اسے مصالحت اور دوستانہ ماحول میں اس کے وطن لوٹا دیا۔

اہل حلب سے جنگ

بعد ازاں ہلاکو حران کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنے فرزند کو فوج دے کر حلب بھیجا جہاں معظم توران شاہ بن صلاح الدین، ناصر یوسف کی طرف سے وہاں کا نائب حاکم تھا، وہ فوج لے کر ان سے جنگ کرنے کے لئے نکلا۔ تاتاری فوجیں ایک کمین گاہ میں چھپ گئیں اور جب مسلمانوں کی فوجیں آگے بڑھیں تو انھوں نے پلٹ کر ان پر زبردست حملہ کیا اور انھیں بہت نقصان پہنچایا۔

وہاں سے وہ قلعہ اعزاز کی طرف روانہ ہوگئیں اور اسے مصالحت کے ساتھ فتح کر لیا۔

ناصر کی مشکلات ناصر یوسف (حاکم دمشق) کو یہ خبر اس وقت ملی جب وہ دمشق کے قریب ۶۵۸ھ کی ایک بغاوت کے خلاف صف آرا تھا۔ حاکم حماۃ ناصر بن منظفر بھی اس وقت آیا ہوا تھا اور وہ بھی ناصر کے ساتھ نتیجہ کا منتظر تھا۔

موالی کی غداری پھر اسے یہ اطلاع ملی کہ اس کے موالی کی ایک جماعت بغاوت کرنا چاہتی ہے لہٰذا وہ دمشق واپس آیا تو وہ موالی غزہ بھاگ گئے تھے۔ پھر اسے ان کی بدنیتی کا علم ہوا اور یہ پتہ چلا کہ وہ اس کے بھائی ظاہر کو تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں لہٰذا وہ ان سے سخت ناراض ہوا، اتنے میں ظاہر بھی ان کے پاس (غزہ) پہنچ گیا لہٰذا انھوں نے اسے بادشاہ مقرر کر کے کھلم کھلا ناصر کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔

بیبرس کا مصر میں استقبال ان کے ساتھ بیبرس بندقداری بھی تھا مگر اسے ان کے ناکام ہونے کا احساس ہوگیا تھا لہٰذا اس نے مصر کے حاکم المظفر قطز سے خط و کتابت کر کے پناہ حاصل کی اور اس نے اسے پناہ دیدی تو وہ مصر پہنچ گیا۔ وہاں اس کا نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ استقبال کیا گیا اور سلطان قطز نے قلیوب کا تمام علاقہ اسے جاگیر میں دیدیا۔

فتح حلب ہلاکو خاں نے دریائے فرات کو عبور کر کے وہاں ایک علاقے کو فتح کر لیا۔ وہاں ناصر کا بھائی اسماعیل مقید تھا اس نے اسے رہا کر کے اس کی عملداری یعنی صبیبہ اور بانیاس کی طرف بھیج دیا اور اسے ان دونوں مقامات کا حاکم مقرر کیا۔

پھر حاکم ارزن، نائب حاکم حلب، توران شاہ کے پاس آیا اور اسے ہلاکو خاں کی اطاعت کی دعوت دی مگر اس نے انکار کیا تو اس نے اس پر فوج کشی کر کے بزور شمشیر حلب کو فتح کر لیا اور وہاں کے لوگوں کو پناہ دی۔ توران شاہ اور اس کی محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہوگئیں۔

اہل حماۃ کی اطاعت اہل حماۃ نے ہلاکو خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں لہٰذا وہ اپنی طرف سے کوئی حاکم مقرر کر کے بھیجے لہٰذا ہلاکو خاں نے ایک سپہ سالار کو ان کا حاکم مقرر کر کے بھیجا، جس کا نام خسرو شاہ تھا اور عربوں میں اس کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تک پہنچتا تھا۔

ناصر کا فرار ناصر کو جب یہ اطلاع ملی کہ ہلاکو خاں نے حلب کو فتح کر لیا ہے تو وہ دمشق سے بھی بھاگ گیا اور وہاں اپنا نائب چھوڑ گیا۔ وہ غزہ پہنچا جہاں اس کے موالی اور اس کا بھائی موجود تھا۔

فتح نابلس
اب تاتاری نابلس پہنچے اور وہاں جو فوجیں تھیں ان سب کو مار ڈالا اور شہر کو فتح کر لیا۔ ناصر غزہ سے عریش پہنچا۔ وہاں سے اس نے اپنے ایلچی (حاکم مصر) سلطان قطز کی طرف بھیجے تاکہ وہ اس سے اپنے دشمن کے خلاف امداد حاصل کریں اور سب متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں۔

ناصر کی اہل مصر سے بدگمانی
ناصر اور اس کی فوجیں آگے بڑھیں مگر ناصر (بعض حالات کی وجہ سے) اہل مصر سے بدگمان ہو گیا، اس لئے وہ، اس کا بھائی ظاہر اور صالح بن اشرف موسیٰ بن شیرکوہ جنگل اور بیابانوں میں گھس گئے۔ مگر حاکم حماۃ منصور اور اس کی فوجیں ان سے الگ ہو کر مصر پہنچ گئیں۔ سلطان قطز ان سے صالحیہ کے مقام پر ملا۔ اس نے ان کا خیر مقدم کیا اور انہیں مصر لے گیا۔

شامی سلطنت کا خاتمہ

شام پر ہلاکو کا تسلط
(ناصر کے چلے جانے کے بعد) تاتاری فوجیں دمشق اور شام کے تمام علاقوں پر غزہ تک قابض ہو گئیں اور ہر مقام پر انھوں نے اپنے حکام مقرر کر دئیے۔ پھر حلب کا قلعہ بھی فتح ہو گیا یہاں بحریہ کی ایک جماعت نظر بند تھی جن میں سنقر اشقر بھی شامل تھا۔ ہلاکو نے انہیں سلطان جق کے حوالے کیا، جو اس کے عظیم امراء میں سے تھا۔

اشرف موسیٰ کی بحالی
پھر ہلاکو نے حلب پر عماد الدین قزوینی کو حاکم مقرر کیا جب وہ حلب میں تھا تو اس کے پاس اشرف موسیٰ بن منصور سابق حاکم حمص آیا۔ ناصر نے اس سے حمص کی حکومت چھین لی تھی لہٰذا ہلاکو نے اسے حمص کا حاکم مقرر کر دیا۔ وہ شام کے تمام علاقے کے انتظام میں اس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔

فصیلوں کو گرا دینے کا حکم
ہلاکو نے قلعہ حارم کو فتح کر کے اسے تباہ کر دیا تھا اس نے حکم دیا کہ حلب کی تمام فصیلوں اور قلعوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے اور اسی طرح حماۃ اور حمص (کی فصیلوں کو گرا دینے) کے بارے میں بھی حکم دیا۔ تاتاریوں نے طویل عرصے تک دمشق کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پھر پناہ دے کر اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد انھوں نے بعلبک کو فتح کر کے اس کا قلعہ منہدم کرا دیا۔ اس کے بعد انھوں نے صبیبہ پر فوج کشی کی۔ یہاں کا حاکم سعید بن العزیز بن العادل تھا انھوں نے یہ مقام بھی پناہ دے کر فتح کر لیا اور وہ ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں ہلاکو خان کے پاس دمشق کے (عالم) فخر الدین بن الزکی آئے۔ ہلاکو نے انہیں وہاں کا قاضی مقرر کیا۔

ہلاکو کی مراجعت عراق
اس کے بعد ہلاکو نے عراق کی طرف واپس جانے کا قصد کیا تو تاتاریوں نے دریائے فرات کو عبور کیا۔ اس وقت ہلاکو نے شام کے تمام علاقے کا حاکم کسبغا کو مقرر کیا جو اس کے عظیم حکام میں سے تھا۔ اس نے حلب کے حاکم عماد الدین قزوینی کو معزول کر دیا اور اس کے بجائے دوسرے شخص کو حاکم مقرر کیا۔

ناصر کی گرفتاری ناصر جب (ہلاکو سے) بچ کر جنگل بیابانوں میں گھسا تو وہاں کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ لہٰذا اس کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ ہلاکو خاں کے پاس چلا جائے۔ چنانچہ وہ شام کے نائب حاکم کتبغا کے پاس اجازت حاصل کرنے کے لئے پہنچا۔ کتبغا اسے گرفتار کر کے اسے عجلون لے گیا (جو ابھی تک ہلاکو کے قبضہ میں تھا) وہاں (اسکی ہدایت کے مطابق) اہل عجلون نے یہ مقام بھی (تاتاریوں کے) حوالے کر دیا۔

ہلاکو سے ملاقات پھر ناصر کو ہلاکو کے پاس بھیج دیا گیا۔ وہ پہلے دمشق گیا پھر حماۃ پہنچا وہاں اشرف حاکم حمص اور خسرو شاہ نائب حاکم دونوں موجود تھے۔ وہ دونوں اس کے استقبال کے لئے نکلے۔ پھر وہ (ناصر) حلب پہنچا اور ہلاکو خاں سے ملاقات کرنے کے لئے گیا۔ اس نے اس کا خیر مقدم کیا اور وعدہ کیا کہ وہ اسے اس کے ملک لوٹا دے گا۔

کنیسہ مریم کی تباہی اس اثناء میں (یہ ناخوشگوار) واقعہ پیش آیا کہ دمشق کے مسلمانوں نے وہاں کے ذمی عیسائیوں پر حملہ کر دیا اور انھوں نے ان کے بڑے کنیسہ مریم کو تباہ کر دیا۔

اس کی تاریخی اہمیت دمشق کا یہ بڑا (تاریخی) کنیسہ اس حصے میں واقع تھا جسے (عہد فاروقی میں) حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ ان عیسائیوں کا دوسرا گرجا اس حصے میں واقع تھا جسے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے پناہ دے کر فتح کیا تھا۔ لہٰذا جب حضرت خالد حاکم ہوئے تو انھوں نے اس کنیسہ کا مطالبہ کیا تاکہ اسے شہر کی جامع مسجد کی تعمیر میں شامل کیا جائے۔ حضرت خالد نے اسے نہایت ہی گراں قیمت پہ خریدنے کا ارادہ کیا تھا مگر عیسائیوں نے انکار کر دیا۔ لہٰذا حضرت خالد بن الولید نے اسے گرا کر جامع دمشق میں شامل کر لیا۔ کیونکہ وہ اس کے بالکل قریب تھی۔

کنیسہ کی واپسی جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو عیسائیوں نے اس کا معاوضہ طلب کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انھیں معاوضہ میں وہ کنیسہ دیدیا جسے مسلمانوں نے بزور شمشیر حضرت خالد بن الولید کی قیادت میں فتح کیا تھا۔ یہ واقعہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اب مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ جھگڑے میں جو ذمی تھے، اس کنیسہ مریم کو بالکل تباہ و برباد کر دیا اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہیں چھوڑا۔

تاتاریوں کو شکست آخرکار (تاتاریوں کی فتوحات اور مظالم کے خلاف) مسلمان فوجیں مصر میں اکٹھی ہوئیں اور تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لئے سلطان قطز حاکم مصر کی قیادت میں شام کی طرف کوچ کیا۔ ان کے ساتھ حاکم حماۃ منصور اور اس کا بھائی افضل بھی شریک تھے۔ اس (اسلامی لشکر) کا مقابلہ کرنے کے لئے (ہلاکو خاں کا) نائب حاکم شام، کتبغا آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ اشرف، حاکم حمص اور ضبینہ کا حاکم سعید بن العزیز بن العادل بھی شریک تھے۔ فریقین کا مقابلہ غور کے علاقے میں جالوت کے مقام پر ہوا۔ اس (جنگ) میں تاتاریوں کو شکست ہوئی اور ان کا حاکم کتبغا مارا گیا اور (ان کا حلیف) سعید حاکم ضبینہ

گرفتار ہوا، اسے سلطان قطز نے قتل کر دیا اور اس کے بعد وہ شام کے تمام ملک پر قابض ہو گیا۔ اس نے حاکم حماۃ منصور کو حاکم برقرار رکھا۔

قطز کا قتل اس کے بعد سلطان قطز راستے میں ہلاک ہو گیا جبکہ وہ مصر واپس جا رہا تھا۔ کیونکہ اسے بیبرس بندقداری نے قتل کر دیا تھا اور خود اس کے بجائے تخت مصر پر بیٹھ گیا تھا اور اس نے اپنا لقب الظاہر رکھا جیسا کہ آگے چل کر ہم ترکوں کی حکومت کے حالات میں بیان کریں گے۔

ناصر اور اس کے بھائیوں کا قتل (اس شکست کے بعد) تاتاری فوجیں شام کی طرف بڑھیں مگر ہلاکو اندرونی خانہ جنگیوں کی وجہ سے اس (مہم) کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکا، تاہم اسے اپنے نائب کتبغا کے قتل اور اس کی فوجوں کی شکست سے بہت رنج ہوا۔ (یہ خبر سن کر) اس نے ناصر کو بلوایا اور اس کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ اس نے شام کے معاملہ کو آسان جتا کر (اس کی اہمیت سے) اسے غافل رکھا۔ ہلاکو نے اس پر یہ بھی الزام لگایا کہ اس نے اسے دھوکا دیا۔ ناصر نے (اس سلسلے میں) معذرت پیش کی مگر اس نے اس کی معذرت قبول نہیں کی بلکہ ہلاکو نے اس پر تیر چلا کر اسے مار ڈالا۔

ایوبی سلطنت کا خاتمہ پھر اس کے بھائی ظاہر اور صالح بن اشرف موسیٰ حاکم حماۃ کو بھی ہلاک کر دیا۔ البتہ عزیز بن الناصر کے بارے میں ہلاکو کی بیوی نے سفارش کی اور وہ خود بھی اسے پسند کرتا تھا، اس لئے اس نے اس کو زندہ رکھا۔ یوں شام کے علاقے سے خاندان بنو ایوب کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس سے پہلے مصر سے اس خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور اب مصر و شام دونوں ممالک میں ترک خاندان (ممالیک) کی سلطنت قائم ہو گئی۔

حاکم حماۃ کی بحالی شام میں خاندان بنو ایوب کی صرف ایک ریاست باقی رہ گئی تھی یعنی منصور بن المظفر حماۃ کا حاکم برقرار رہا تھا کیونکہ سلطان قطز نے اسے اس شہر پر بحال رکھا اور اس کے بعد سلطان ظاہر بیبرس نے بھی اسے اپنا حاکم مقرر رکھا، اور اس کے بعد اس کی اولاد بھی کچھ عرصے تک ترک خاندان (حکام مصر) کی مطیع و فرمانبردار رہی تا آنکہ اللہ کے حکم سے ان کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اس علاقے پر بھی دوسرے حکام قابض ہو گئے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

منشی رحمت اللہ خوش نویس وزیر آبادی
3-8-73

تاری
ابنِ خلد

حصہ ہشتم

زنگی اور صلاح الد

ترجمہ
سید رشید احمد آرش